

۱۳۴۱/۷۰

الحمد لله رب العالمین وسلام علی المرسلین والصلوۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ محمد سید الانبیاء وخاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہ

امّا بعد بندۂ ہیچمدان محمد شاہ خان خلف حاجی محمد انور شاہ خان حنفی ساکن ریاست رامپور خدمت میں ارباب ایقان واصحاب ایمان بصد نیاز عرض پرداز ہے کہ مجکو عرصہ دراز سے کتب اسلامی دیکھنے کا از حد شوق تھا اور خاص کر کتب سیر کے مطالعہ سے کمال رغبت تھی۔ اس دوران میں سیرۃ نبویہ کے متعدد رسالے نگاہ سے گذرے مگر اپنی طبیعت اور اہل ہند کے عام مذاق کے موافق نہ پائے کسی میں عربی کا لفظی ترجمہ دیکھا جسکے پڑھنے سے جی اُلجھاتا ہے کسی میں بحث ومباحثہ وتعصب۔ کسی کی اُردو

...ستار جہاں نما

کہ تاریخ ماہ و سنہ تک ندارد غرض کہ جملہ تاریخی حیثیت سے گرے ہوئے۔ یہ دیکھ کر
بے حد افسوس ہوا کہ اس وقت تک کوئی بھی ایسی مکمل تاریخ اپنے نبی اعظم کی اردو
زبان میں موجود نہیں جس کے دیکھنے سے تمام و کمال حالات اور آپ کے جملہ
کارناموں کا اظہار ہوتا اور دیکھنے والے کو آپ صلعم کے جملہ محامد و محاسن سے آگاہی
ہو سکتی۔

لہذا مجکو خیال ہوا کہ ملک کو ایسی سوانح عمری کی سخت ضرورت ہے جس میں سلسلہ وار تمام و
کمال مستند حالات برگزیدہ نبی کے بقید تاریخ و سنہ ہجری و عیسوی موجود ہوں اور
عبارت اردو با محاورہ ایسی پاکیزہ ہو کہ ہر استعداد اور ہر عمر کا شخص یکساں فائدہ اٹھا
سکے۔ اور اس سے پورے طور پر اپنے اولو العزم نبی کی شان کا اظہار ہو سکے جس
کی شان میں اللہ تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین فرماتا ہے۔
اور اس کے ساتھ ہی آپ کے ہر چہار خلفاء راشدین کے حالات بھی اسی خوبی اور
شرح و بسط کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ مگر یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ صدہا کتب عربی۔ فارسی۔
انگریزی کا بغور مطالعہ کرنا اور کل کے متفرق واقعات کو ایک جگہ مسلسل انتخاب کرنا اور
ہر واقعہ کی تاریخ و سنہ کا صحیح صحیح پتہ چلانا اور اسکی صحت کا انتظام رکھنا کچھ آسان کام تھا
مگر اشتیاق چونکہ حد سے بڑھا ہوا تھا کمر ہمت باندھی اور اس کار دشوار کو بالآخر تین سال کی
لگاتار محنت شاقہ میں پورا کر ہی لیا اور مسودہ اہل نظر و علمائے اہل بصیرت کو دکھایا بفضلہ سب نے
پسند کیا اور میری محنت کی داد دے کر ہمت افزائی کی۔

سب سے اول اپنے مطبع ستارہ ہند آگرہ میں طبع کیا بعد اختتام صدہا سرٹیفکٹ آو کی

خوبی میں مجکو بھیجے گئے اور شایقین نے زور دیا کہ اس کا سلسلہ خلفا اربعہ پر ہی ختم نہ کیا جائے بلکہ زمانہ موجودہ تک پہنچایا جائے چنانچہ مجبور ہو کر میں نے اس کا دوسرا حصہ خاندان بنی امیہ کے حالات میں اور لکھ کر شایع کیا مگر پھر زمانہ کے تغیرات اور کچھ اپنی علالت نے اس کا سلسلہ منقطع کر دیا یہ تمام جلدیں ختم ہو گئیں مگر فرمایشوں کا آنا بند نہ ہوا اس لئے پھر دوبارہ شایع کیا مگر پھر بھی ملک کو اس مفید سوانح عمری کی ضرورت باقی رہی فرمایشوں کا تار برابر لگا رہا اور اب تیسری مرتبہ پھر شایع کرنے پر مجبور ہوا اور اس کے چند اسباب ہوئے۔(۱) سابق کی اشاعت سے اس وقت تک فرصت کے زمانہ میں اور جس قدر مفید اور ضروری مضامین مجکو ملتے گئے اُس کو میں جمع کرتا گیا اور اسکے شایع کرنے کا شوق دامنگیر ہوا (۲) اور بہت کچھ تائید غیبی بھی شامل حال ہوئی۔ چنانچہ اس تیسری مرتبہ صدہا مفید مضامین معہ مزید نقشہ جات عمارتی وملکی اور اضافہ کر دئے گئے ہیں جس سے کتاب کی خوبی چہار چند بڑھ گئی ہے اب میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ سوانح عمری جو رسول اعظم اور صحابہ اکرم کی مستند اور مکمل تاریخ ہے اپنا آپ ہی جواب ہے جس میں تمام واقعات سیر رووار عایت ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے دکھائے گئے ہیں جو دل میں سرور آنکھوں میں نور پیدا کرتے ہیں اور اسلامی جذبات کو از سر نو تازہ کر دیتے ہیں مجکو قوی امید ہے کہ ناظرین اسکو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور محنت کی داد دیں گے اور دعائے خیر سے یاد کریں گے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

میں نے حتی الامکان بہت کوشش کی ہے کہ کوئی ضروری واقعہ آپؐ کے متعلق قلم بند ہونے سے نہ رہ جائے اور آپ صلعم اور چہار خلفاء کے کارنامے نہایت صحیح اوسی شان سے دکھائے جائیں جیسی کہ آپ کی شان ہے مگر احیاناً بمقتضائے بشریت الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہو یا غلطی پائیں از روئے ہمدردی اسلام اصلاح کو کام فرمائیں۔

گئے ہیں جن سے عرب کی سرزمین کے پورے حالات معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شہر کو دوسرے شہر سے کیا تعلق ہے۔

اس کی ابتدائی حالت اِس طرح بیان کی گئی ہے کہ بعد طوفان **نوح** کے سام بن نوحؑ کی اولاد سے آباد ہوا سام کی چوتھی پشت میں **قحطان** نام ایک شخص پیدا ہوا۔ اُس کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام **عرب** تھا جس نے یمن کو بسایا اور دوسرے کا نام جرحام تھا جس نے **حجاز** آباد کیا بعض مورخ **قحطان** کے دو بیٹوں کا نام جرہم اور **یعرب** لکھتے ہیں کہ یعرب کے نام پر عرب مشہور ہوا اور جرہم کو حجاز کی حکومت ملی اور **یعرب** کو یمن کی بنی **یعرب** کی حکومت تین ہزار برس تک یمن میں رہی **یعرب** کے دو پر پوتے **حمیر** اور **خلان** تھے انھیں دونوں کی حکومت ہر پھر کر رسول خدا کی ولادت سے ستّر برس قبل تک قائم رہی مگر شاہی خاندان حمیر کے نام سے موسوم رہا۔

قوم عاد اور **ثمود** جو سام بن نوح کی اولاد تھے جب برباد اور تباہ کئے گئے تو بعض ان میں سے پہاڑوں پر جا بسے جو بدو اور **اعرابی** کے نام سے مشہور ہوئے اور بعض شہروں میں آباد ہوئے قدیم عربوں میں جن قبیلوں کا پتہ مورخین نے تلاش کیا۔ اُن کے نام یہ ہیں **عاد۔ ثمود۔ تسم۔ جاوس۔ جرہم۔ سایق۔ عمالقہ** اہل عرب اگرچہ قدیم زمانہ سے سفر کرتے چلے آئے ہیں اور اونھوں نے ایسے دور دراز سفر کئے جہاں سے اہل یورپ قطعی ناواقف تھے مثلاً **چین۔ روس۔** اور **افریقہ** مگر انھوں نے کوئی جغرافیہ مرتب نہیں کیا **بطلیموس** جس کا زمانہ ۱۲۰ء ہے وہ کسی قدر واقف تھا وہ لکھتا ہے کہ عرب میں ایک خطہ یمن ہے جس میں ایک سو ستر دیہات اور پانچ بڑے شہر ہیں۔ سب سے پرانا جغرافیہ عرب کا **نصر** نے ۸۴۰ء میں لکھا جو محض بدوں کے واسطے تھا

ارسطخری کا جغرافیہ نویں صدی عیسوی میں کچھ اوس سے بہتر لکھا گیا شمس الدین ابو
عبداللہ المقدسی نے ۹۸۵ء میں سفرنامہ بطور جغرافیہ لکھا سب سے مشہور عرب کا جغرافیہ
ادریسی نے ۱۱۵۴ء میں لکھا گیا اور پھر لاطینی زبان میں ترجمہ ہوکر تمام یورپ میں پھیلا گر اس میں
بھی ویرانے مقامات نہیں دکھائے گئے اور پیمانہ کا صحیح لحاظ نہیں رکھا گیا صرف ملکوں کے
اطراف کا صحیح اندازہ ضرور ہے جو نقشہ سے ظاہر ہے رومی ہمیشہ عرب سے ناواقف رہے۔
مگر اب بہت ترقی ہو گئی ہے جس کے ذریعے ہم تمام و کمال حالات بتا سکتے ہیں۔

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جسکے شمال میں ملک شام مشرق
میں خلیج فارس اور پھر ایران۔ جنوب میں بحر ہند اور مغرب میں بحر احمر واقع ہے۔ عرب اور
مصر کو آبنائے سویز علیحدہ کرتی ہے جو نصف صدی سے نہر سویز کہلاتی ہے۔ آنحضرت صلعم
کے زمانہ میں اسکے جنوبی حصہ پر سلطنت حبش اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس اور شمالی
حصہ پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا اندرونی ملک اپنی ذاتی قوت سے
آزاد تھا۔ طول اس ملک کا ڈیڑھ ہزار میل اور عرض قریب بارہ سو میل ہے۔

ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہائے عرض البلد شمالی پر واقع ہے اور انھیں خطوط کے اندر
دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول۔ مغرب میں حبشی و ہائٹ
(نسل حام) اور ریڈ انڈینز جو امریکہ کے اصل باشندے ہیں اور جب کل قوموں میں کسی مذہب
کا پھیلانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسرے اس کے محل وقوع
سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عرب ایشیا۔ یورپ اور افریقہ براعظموں کے وسط میں واقع ہے
اور وہ خشکی تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا
ہے اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور آپس میں خلط ملط ہو کر سب کا

ادریسی کا تیار کیا ہوا دنیا کا نقشہ

متعلق صفحہ ۶

یہ نقشہ سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں تیار کیا گیا ہے جبکہ اس سے پیشتر کوئی نقشہ موجود نہ تھا۔



یہ نقشہ موجودہ [illegible] زمانہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا لیکن اگر زمانہ قدیم کی بے سروسامانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے اور دنیا کے سفر کا خیال کیا جائے تو یہی نقشہ ایک قابل قدر تحفہ بن جاتا ہے چونکہ اس سے قبل کوئی نقشہ دنیا کا موجود نہ تھا اس لئے اسکی نقلیں تمام ممالک یورپ میں ہوگئیں اور دنیا کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔

اب نقشہ میں عرب اور اسمیں مکہ کا مقام ملاحظہ کیجیے تو مکہ تمام دنیا کا صاف صاف مرکز نظر آئے گا۔

بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہوتا ہے اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ایک واحد مرکز انتخاب کیا جائے تو سوائے عرب کے اور کوئی دوسری جگہ موزوں قرار نہیں پاتی خصوصاً اوس زمانہ پر نظر ڈال کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب ایشیا یورپ اور افریقہ کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آواز ان ممالک میں بہت جلد پہنچ سکتی تھی۔ اسی لئے رب العالمین نے سیدنا محمدؐ رسول اللہ صلعم کو عرب میں پیدا کیا اور تمام ملک اور قوم کی ہدایت کا کام سپرد کیا۔ عرب کو پہلے سے بھی شرف حاصل ہے۔ اسی سرزمین عرب میں حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر پناہ لی تھی اور جب دوبارہ بنی اسرائیل کو نجات دلاکر لائے تو یہیں چالیس سال پورے کئے۔ حضرت داؤدؑ بھی جب شاہ سموئیل کے خوف سے بھاگے تو یہیں پناہ لی یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا تو انھوں نے بھی یہیں پناہ لی اور بنو اسمٰعیل نے اپنے ان چچازاد بھائیوں کا خیر مقدم کیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اس جگہ وحدانیت کی بنیاد ہی ڈالی عرب کا طول عدن سے لے کر بیروت تک ۱۶۰۰ اور عرض عمان سے ساحل بحر احمر تک ۱۱۰۰ میل ہے وہ فرانس کے دوگنے رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔ عرب کی مردم شماری تحقیق نہیں ہو سکی مگر اندازہ ایک کروڑ کا کیا گیا تھا۔ مگر حال کی تحقیقات سے اوس کا نصف ہے جس میں دس لاکھ بدو ہیں۔

عرب میں یورپ کا سیاح صدیوں تک نہیں گیا۔ فاتحان ربع مسکوں جنھوں نے کل اقوام عالم کو زیر کرلیا تھا مگر عرب کے خانہ بدوش بدوؤں کو جن کی حفاظت کے قلعے ریگستان اور ملک کی گرم و خشک آب و ہوا تھی ہرگز فتح نہ کر سکے۔

عرب کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں یمن کی وادی

اور طائف کے پہاڑ جو بحر احمر کے کنارے واقع ہیں ایسے سرسبز اور شاداب ہیں کہ ہندوستان
کے بہترین حصہ کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسطی عرب کا وسیع ریگستان اس قدر
خشک اور بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس میدان کا نشیب خلیج
فارس کی طرف ہے ان صحراؤں کی پیچ در پیچ وادی اور پہاڑی حصوں میں گاؤں اور
شہر آباد ہیں اور جس جگہ پانی دستیاب ہوگیا ہے وہاں زراعت ہوتی ہے۔ ریگستان کے
رہنے والے خانہ بدوش بدو کہلاتے ہیں جو ہمیشہ سفر پسند کرتے ہیں اور شہر کی سکونت سے
جنگل کی رہائش کو ترجیح دیتے ہیں اون کی خوراک دودھ اور گوشت ہے عرب میں جو
پہاڑوں کا سلسلہ ہے اوس میں بعض بعض پہاڑ آٹھ ہزار فیٹ بلند ہیں یہاں کی ندیاں اور دریا
اکثر ہفتوں میں خشک رہتی ہیں اور یہی خشک ندیاں وادی کہلاتی ہیں۔ عرب ہمیشہ سے
گرمی اور خشکی میں مشہور ہے اور اس ناقابل گرمی کے ساتھ وہاں لُو جس کو باد سموم یا باد
خمسین کہتے ہیں اس بلا کی چلتی ہے کہ قافلے کے قافلے غارت کر دیتی ہے۔ اس لُو کا جب
آغاز ہوتا ہے تو آثار پہلے سے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ آسمان پر جانب اُفق سُرخی آجاتی ہے
آفتاب خون کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے یہ وقت سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے کا ہوتا ہے صحرا کا ریت
پانی کی طرح موجیں مارنے لگتا ہے مسافر کا نفس تنگ اور ہوش باختہ ہو جاتا ہے۔ اونٹ
اس آفت سے بچنے کے لئے ہزارہا کوشش کرتا ہے کبھی وہ دوڑنے لگتا ہے اور کبھی ریت کے اندر
منہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی قافلہ راستہ بھول گیا اور لُو آپہنچی تو پھر
گرم ریت کا بڑا انبار اوس پر آگرتا ہے اور ہمیشہ کے لئے تہ خاک کر دیتا ہے پھر کبھی ایسا بھی
اتفاق ہوا اور اُس ریت کو لُو اُڑا کر لے جائے تو اُن کی سفید ہڈیاں باہر نکل آتیں اور اپنی
تباہی کی شہادت دیتی ہیں۔

عرب کی خاص پیداوار کھجور اور قہوہ ہے جو انکی خاص غذا ہے۔ عرب کے شاداب خطوں میں تمام میوہ جات مثل یورپ پیدا ہوتے ہیں اور غلہ بھی ہر قسم کا ہوتا ہے پالتو اور بار برداری کے جانور بھی موجود ہیں۔ جن میں اونٹ بھیڑ گھوڑا خاص خاص ہیں اور گھوڑا تو خاص اوصاف کا ہوتا ہے۔ جس کا دنیا میں جواب نہیں۔ اسوقت عرب کے بدو گھوڑوں کی پانچ نسلوں کو بہت مانتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے پانچ گھوڑوں کی اولاد ہیں جب کوئی عمدہ نسل کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو چند اشخاص گواہی کے لئے جمع ہوتے ہیں اور شجرہ پر گواہوں کی مہریں ہوتی ہیں اور یہ پرچہ تانبے کی ڈبیا میں بند کر کے بچے کی گردن میں ڈال دیا جاتا ہے۔

عرب کی تقسیم قدیم زمانہ میں اس طرح کی گئی تھی۔

اول حجاز یہ ایک پہاڑی اور ریگستانی خطہ ہے اور سواحل بحر احمر کے حصہ وسطی میں واقع ہے

دوم یمن۔ حجاز کے جنوب میں بحر احمر کے کنارے واقع ہے اس میں بالفعل عرب کا جنوبی حصہ مکہ سے عدن تک اور پورب میں خلیج فارس تک شامل ہے اس میں اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں یعنی حضرموت اور نجران وغیرہ وغیرہ صنعا اس صوبہ کا دار السلطنت ہے

سوم حضرموت۔ چہارم۔ مہرہ۔ پنجم عمان ششم احسا و خلیج عدن سے خلیج فارس تک واقع ہیں۔

ہفتم۔ نجد یعنی عرب کا حصہ وسطی جو بہت ہی زرخیز ہے اور جس میں بڑے بڑے شہر اور قصبہ جات واقع ہیں لیکن چاروں طرف ریگستان سے گھرا ہوا ہے یہاں وہابی امیر کا دخل ہے یہ تقسیم جو قدیم الایام سے چلی آتی ہے عربستان کی ملکی تقسیموں سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ ایام جاہلیت میں سارا ملک چھوٹے چھوٹے قبائل عرب کے تحت حکومت تھا اور بعد اسلام کے یہ کل قبائل ایک قوم بن گئے تھے۔

قسمت اوّل حجاز۔ وہ سرزمین ہے جو بحر احمر کے کنارے ہے۔ اس حصہ میں کوہ سینا واقع
ہے۔ اگرچہ یہ قصبہ اجاڑ ہے مگر تاریخ عالم میں بے انتہا مشہور ہے۔ اس کا نام توریت میں ادومیہ
ہے یہاں آج تک مسافر کو اس خاص جبل مقدس طور کی نشاندہی کی جاتی ہے جہاں سے
حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے لئے قانون لائے تھے اور وہ پتھر بھی دکھایا جاتا ہے کہ جس
میں سے عصا موسوی کی ضرب سے چشمۂ آب جاری ہوا تھا اسی جگہ جبل حوریب کا وہ
غار بھی ہے جس میں ایلیا پیغمبر نے ایذائیل کے غضب سے اپنی جان بچائی تھی یہاں کے
لوگ عمدہ اور کاشتکار اور صناع ہیں اسی سرزمین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ واقع ہے۔
جہاں دنیا کے مسلمان ہر سال حج کو آتے ہیں۔ مکہ معظمہ ہمارے رسولؐ کی پیدائش گاہ ہے۔
یہاں کی زمین شور اور قابل زراعت نہیں ہے۔ مگر یہاں ہر قسم کی چیزیں بکثرت موجود ہیں
ہیں مکہ ایک درہ کوہ میں آباد ہے جس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں
یہ تعمیر کی حیثیت سے عرب کے تمام شہروں پر فوق رکھتا ہے۔ عرب اسکو اُم القریٰ کہتے ہیں
توریت میں مکہ کا نام فاران اور لغات میں ناف زمین ہے کیونکہ دنیا کے وسط میں واقع ہے۔
اسی مکہ میں وہ مسجد ہے جس کی وجہ سے وہ اُم القریٰ شہرۂ آفاق ہو گیا ہے اس مسجد کے
بیچ میں کعبہ ہے جسکی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے ساتھ مل کر
ڈالی تھی رسول صلعم کے بعد سے خلفاء سلاطین و ملک گیران اسلام نے یکے بعد دیگرے
اپنے حسن عقیدت سے اِس مسجد کو انواع و اقسام طریقہ سے آراستہ کیا اسوقت مشکل سے کوئی پرانا
حصہ باقی رہا ہے یہیں وہ حجر اسود ہے جسکو فرشتے بہشت سے حضرت ابراہیم کے لئے لائے
تھے دنیا میں کوئی شے اتنے زمانہ دراز سے متبرک نہیں چلی آئی ہے جیسا کہ یہ پتھر۔ کیونکہ حضرت
رسالت مآب سے قبل کئی ہزار سال سے یہ پتھر متبرک مانا جا رہا ہے[۱]۔ پھر بنی جرہم بنو عمالقہ۔

[۱] اس پتھر کی جسکو حجر اسود کہتے ہیں مسلمان کچھ پرستش نہیں کرتے بلا متبرک سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی - مرمت عمارت کی ضرورت کسی ارضی یا سماوی آفات سے پیدا ہو جاتی تھی کسی غیر قوم کے قبضہ کرکے گرا دینے یا منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچہزار سال سے کبھی پیدا نہیں ہوا اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا میں کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں ہوا - اس کی آبادی شمال اور جنوب کی طرف دو میل اور مشرق اور مغرب کی طرف یعنی کوہ اجیاد سے کوہ کائز کاغان تک ایک میل ہے یہ بالکل ریگستانی ملک ہے اسلئے قرب وجوار میں کوسوں تک سرسبزی کا پتہ نہیں ہے البتہ مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام طائف ہے جس میں کامل طور سے سبزہ زار ہے مکہ کے خرچ کو لقولات طائف سے جاتے ہیں اور دوسرے ضروری سامان یمن اور مصر اور شام وغیرہ سے آتے ہیں مکہ سے تین میل پر ایک قطعہ قابل زراعت تھا جو شریف مکہ کے مکان اور خانہ باغ میں صرف ہو گیا - مکہ کی پہاڑیوں میں دو پہاڑیاں صفا اور مروہ باعتبار ارکان حج کے زیادہ مشہور ہیں بیشتر عرب کنوئیں یا بارش کا پانی پیتے تھے جب حضرت ابراہیم اپنی بی بی حاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو فاران کے پہاڑ پر چھوڑ گئے اور جب پیاس سے ان کی زبان سوکھنے لگی اور حالت غیر ہوئی تو قدرت الٰہی سے چاہ زمزم[۱] نمودار ہوا جسکی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰) ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظم نے لوگوں کے سنانے کے لئے حجر اسود کو مخاطب کرکے کہا تھا - تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نفع اور نہ کسی کو ضرر دے سکتا ہے (صحیح بخاری باب ماذکر فی الحجر الاسود)

حضرت ابراہیم اور اون کی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ عبادت گاہ مقرر کرتے وہاں ایک لمبا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر لیتے جیسا کہ اب بھی اہل اسلام کا قاعدہ ہے کہ کھلی جگہ میں جب نماز پڑھتے ہیں تو کوئی لکڑی وغیرہ کھڑی کر دیتے ہیں - جسے سترہ کہتے ہیں -

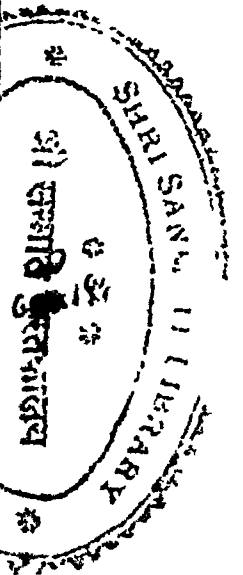
[۱] چاہ زمزم کی مفصل کیفیت ہمکو کتب معتبرہ سے اس طرح ملی ہے کہ آب زمزم حضرت ابراہیم (بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

اِس وقت تک حرمت کی جاتی ہے حضرت اسمٰعیلؑ نے پھر اسی جگہ قیام کیا اور شہر مکہ کی بنیاد ڈالی آپ کے بارہ لڑکے پیدا ہوئے جن کی اولاد سے یہ زمین آباد ہوئی چونکہ یہاں پانی کی سخت ضرورت باقی تھی اس لئے زبیرؓ قریشی نے آنحضرتؐ کے وقت میں ایک نہر جبل عرفات سے لانی چاہی تھی مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی مگر سلیمان (سلطان ٹرکی کی زوجہ) نے اوسے اب پورا کیا مگر اوس کی تکمیل سے پہلے ایک دوسری نہر المقتدر خلیفہ عباسیہ نکال چکا تھا اس لئے وہاں پانی کی قلت نہ رہی۔

بقیہ نوٹ صفحہ (۱۱) کے زمانہ نبوت میں بہ برکت قدم حضرت جبرئیل علیہ السلام واسطے پانی پینے حضرت اسمٰعیلؑ علیہ السلام کے حرم شریف میں نمودار ہوا تھا جرہم کے چند آدمی جو حوالی مکہ میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اس جگہ جانوروں کو اُڑتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوئے اور آپس میں ذکر کرنے لگے کہ ہم اکثر یہاں آئے مگر کوئی علامت یہاں پانی یا چشمہ کی نہیں پائی یہاں پر جانوروں کا اس طرح پرواز کرنا علت سے خالی نہیں ہے شاید کوئی چشمہ ضرور ہے آؤ چلو دیکھیں۔ آخر وہ اسی تلاش میں وہاں پہونچے اور دیکھا کہ حاجرہ یعنی مادر اسمٰعیل کنارے زمزم کے بیٹھے ہیں اور تعجب کے ساتھ چشمہ کا حال پوچھا۔ حاجرہ نے تمام سرگذشت سُنائی اُن کو سن کر کمال تعجب ہوا اور کرامت حاجرہ اور اسمٰعیل کی ظاہر ہوئی اُنہوں نے حاجرہ سے التجا کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس سرزمیں میں اقامت اختیار کریں چونکہ حاجرہ کو رنج تنہائی ہر وقت رہتا تھا لہذا اُن کی التماس اس شرط پر کہ چشمہ پر تصرف اور دعوی ملکیت اپنی کا نہ کریں قبول کی چند عرصہ بعد ایک جماعت کثیر حدود چشمہ میں جمع ہو گئی اور اونھوں نے بہت سا کوڑہ جمع کر کے گرد فراہم کر دیا تاکہ پانی چشمہ کا مثل چاہ کے مہیا رہے بعد وفات حضرت اسمٰعیل سرداری اولاد اسمٰعیل میں ثابت کو جو سب سے کبیر سن تھے ملی بعد رحلت ثابت کے حکومت مضاض بن عمر کو ملی اور بعد رحلت مضاض کے انھی کی اولاد بطناً جانشین ہوتی رہی جب کثرت اولاد اسمٰعیلؑ کی اس درجہ کو پہنچی کہ مکہ میں (بقیہ نوٹ بر صفحہ ۱۳)

یہ چاہ زمزم کی قدیم حالت ہے جو ترکی سیاح چلبی بے کے زمانہ مین موجود تھی مگر اسوقت اِس کی شان اور عظمت بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔

متعلق صفحہ ۱۲



مکہ کے بعد مدینہ منورہ سے زیادہ مسلمانوں کے لئے کوئی متبرک مقام نہیں ہے کیونکہ حضرت
صلعم نے یہیں ہجرت فرمائی اور یہیں سے اشاعت دین ہوئی اور یہیں حضرت صلعم نے
دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔

حجاج اسلام کی حسن عقیدت کی وجہ سے مدینہ بھی نہایت پرتکلف شہر بن گیا ہے مکانات
پتھر کے ترشے ہوئے اور اکثر دو منزلے۔ باستثنار مسجد نبوی جہاں آنحضرت صلعم وعظ فرماتے
تھے اور جہاں اس وقت آپ کا مزار مبارک ہے کوئی اور قدیم عمارت مدینہ میں نہیں
ہے مکہ سے مدینہ منورہ ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مکہ سے اوس کا رقبہ نصف ہے اس کی
شہر پناہ قدیم بنی ہوئی ہے یہاں بھی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور پتھریلی تو گویا ساری
عرب کی زمین ہی ہے مگر یہاں کی زمین مثل مکہ کے گرم نہیں ہے یہاں میوہ دار درخت
بکثرت ہیں اُس کے دکھن اُتر میں اُحد اور ایرا کی پہاڑیاں نخلستان کے لئے زیادہ مشہور
ہیں۔ مکہ میں تو گویا موسم سرما عنقا ہے۔ مگر یہاں جاڑوں میں خاصی سردی ہو جاتی ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) گنجایش رہنے کی نہ رہی ناچار حدود حرم سے باہر دیگر اطراف و دیار میں سکونت اختیار
کی بعد ایک مدت کے قبیلہ جرہم و اولاد مضاض نے مکہ میں ظلم و ستم شروع کیا اور دست تصرف اشیائے نذر
کعبہ پر جو دیگر اطراف سے لوگوں نے بھیجی تھیں دراز کیا حتیٰ کہ جور و جفا سے تمام تنگ ہو گئے اگرچہ نواحی حرم نے اُن
کچھ سرزنش کری لیکن کچھ کارگر نہ ہوئی آخر کار بنی بکر بن عبد مناف وائل بن کنانہ نے کہ اولاد اسمٰعیل سے تھے چند
شجاعان عرب کو بطور قاصد جرہم پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اب تک ہمنے تمھارے ساتھ اِس وجہ سے
تعرض اور مواخذہ نہ کیا کہ تمنے طریقۂ آبائی و اجدائی سے انحراف نہیں کیا اب چونکہ تم نے جور و جفا کا رواج
شروع کیا لہذا ہم کو منظور ہے کہ تم لوگ دیار مکہ سے نکل جاؤ تو جب قوم جرہم نے دیکھا کہ اب ہم مقابلہ نکر سکیں گے
بس خواستگار صلح ہوئے آخر یہ بات قرار پائی کہ قوم جرہم مکہ سے نکل جائے وقت ترک (بقیہ نوٹ برصفحہ آیندہ)

دیار اثیر حجاز اور یمن کے درمیان واقع ہے اس میں متعدد دیہات اور قصبات ہیں
اور باشندے تندمزاج اور جنگ جو ہیں۔
یمن نہایت زرخیز جگہ ہے یہاں کے باشندے کچھ زراعت پیشہ اور کچھ تجارت پیشہ ہیں۔
اس میں صنعا بہت پرانا مشہور شہر ہے اور امام یمن کے محلات اور باغات عمدہ بنے ہوئے

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) سکونت مکہ در روانگی کے سرداران قبیلہ عمر بن حارث کو حسد حکومت دامنگیر ہوئی پس
انہوں نے حجر اسود کو اُکھیڑ کر اور صورت پر آہو طلا کو جو ایک بادشاہ عجم نے بطور تحفہ و نذر کعبہ کے بھیجا تھا معہ دیگر
سلاح کے خانہ کعبہ سے باہر لا کر چاہ زمزم میں دفن کر دیا اور چاہ زمزم کو مٹی سے اٹا کر زمین کے ہموار و بے نشان
کر دیا جب وقت ولادت آنحضرت صلعم نزدیک پہونچا عبد المطلب نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے
کہ تو چاہ زمزم کو کھودے عبد المطلب نے پوچھا کہ زمزم کسے کہتے ہیں اس اثنا میں آنکھ کھل گئی اور یہی فکر
دن بھر رہی بار دیگر خواب میں دیکھا کہ زمزم ایک گڑھا ہے جو برکت جبرئیل علیہ السلام سے واسطے پانی پینے اسمٰعیل ع
کے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تھا۔ بار سوم خواب میں عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ زمزم متصل دو صنم قریش کے
ہے کہ جسکو اصاف اور نایلہ بھی کہتے ہیں اور کل ایک مرغ ظاہر ہو کر اپنی چونچ جس جگہ مارے اُسی جگہ پر تم کھودنا
زمزم ظاہر ہوگا بعدہٗ عبد المطلب نے معہ اپنے پسر حارث کے جو اُس وقت تک صرف وہی ایک بیٹا تھا
اُس جگہ پر کھودنا شروع کیا قریش ہر چند مخالفت اور مخاصمت کرتے تھے لیکن عبد المطلب نہیں مانتے
تھے اُسی دن عبد المطلب نے نذر مانی اگر میں اپنے مطلب کو پہنچا یعنی چاہ زمزم نکل آیا اور خداوند تعالیٰ نے مجھکو
دس بیٹے عطا فرمائے تو میں اپنا ایک پسر منجملہ دس پسر کے اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے راہِ خدا میں
قربان کرونگا بعد اس نذر و منت وجد وجہد کے مقصد دلی عبد المطلب کا پورا ہوا اور زمزم نکل آیا اور جو کچھ سرداران
قبیلہ جرہم نے چاہ زمزم میں وقت خروج اپنے کے دفن کیا تھا عبد المطلب کو مل گیا۔ ۱۲-

ہیں یہاں انگور اور دیگر میوہ جات بکثرت ہوتے ہیں اسکی آب وہوا نہایت عمدہ ہے اسی لئے سکندر اعظم نے بعد واپسی ہندا یں کو اپنا دارالسلطنت بنانا چاہا مگر موت نے پورا نہ ہونے دیا صنعا سے تیرہ میل مشرق کی طرف شہر مارب یا سبا کا ویرانہ واقع ہے جو اسوقت تک ایک محض قصبہ ہے ان ویرانوں میں دو قصر ہیں ایک حضرت سلیمان ؑ کا تعمیر کیا ہوا دوسرا حضرت داؤد کی بی بی کا۔ اسی شہر سبا میں وہ ملکہ رہتی تھی وہ حضرت سلیمان ؑ سے ملنے گوائی تھی یمن کے دیگر مشہور شہروں میں مُخا اور عدن ہیں قصبہ طے بھی اسی جگہ ہے جہاں حاتم پیدا ہوا تھا۔

حضرموت۔ المہرہ۔ عمان۔ احساء جو یمن کے مشرق بحر ہند کے کنارے واقع ہیں۔ اِن جگھوں میں کئی خود مختار قبائل آباد ہیں۔ بالفعل عمان امام مسقط کے زیر حکومت ہے۔ یہاں کا زیادہ حصّہ ریگستان ہے۔

عرب میں غلّہ بہت کم پیدا ہوتا ہے اور بعض مقام کے باشندے غلہ کے درخت سے واقف بھی نہیں ہیں۔ البتہ سواحل بحر کے کنارے ضرور ہر طرح کے میوہ جات پیدا ہوتے ہیں اور بعض بعض جگہ غلہ بھی ہوتا ہے

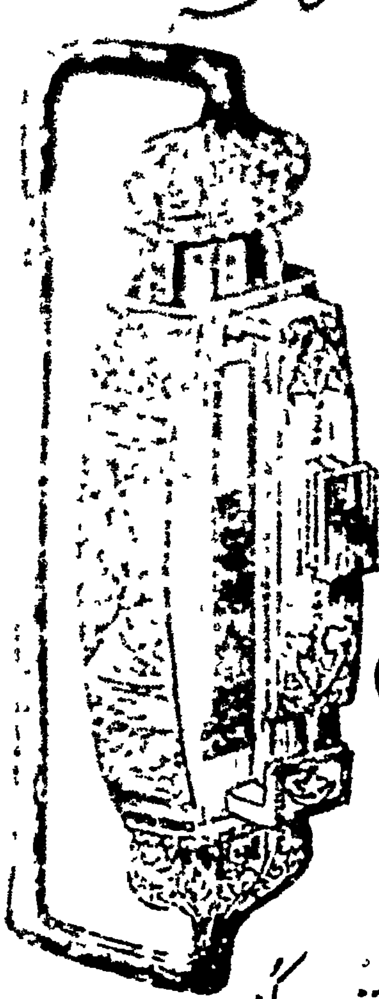
عرب قدیم سے تجارت کرتے ہیں اور صرف یہی وجہ ہے کہ ان کی ضرورتیں اِن کے ملک میں رفع نہیں ہوسکتیں۔ جنگلی درختوں کے میوے مویشی کے بال اور چمڑے یہاں سے مصر اور شام کو لے جاکر وہاں سے اِس کے تبادلہ میں اپنے ضروری کھانے پینے کی اشیا لاتے تھے عموماً حجاز کا قافلہ تجارت جاڑوں میں یمن اور گرمی میں شام اور مصر کو جاتا تھا اور اِس تجارت پر ملک کی مرفہ حالی منحصر تھی۔

مکہ سے چالیس میل پر جدہ کا بندرگاہ ہے جہاں سے حجاز اور مکہ والے سامنے کے

مشرقی ساحل افریقہ پر بذریعہ کشتی پہنچتے تھے۔ اِس حصہٴ ملک کو حبشہ یا الی سینا کہتے ہیں
حال کے جغرافیہ میں اِس کا نام مصری سوڈان ہے غرض کہ پیشتر یہ صورت تھی اور کم وبیش
اب بھی اسی طرح ہے۔ اگرچہ عرب کا جغرافیہ اِس قدر کم نہیں کہ جو چند صفحوں میں ختم ہوجاتا مگر
اختصار کی غرض سے صرف اِسی قدر کافی سمجھا گیا جس سے عرب کا خاکہ سمجھ میں آجاوے
اور تاریخی حالات سمجھنے میں دقت نہو۔ باقی مقامات دیکھنے کے لئے عرب کا ایک نقشہ اِس
غرض سے لگا دیا گیا ہے تاکہ وہ ہر ایک مقام جس کا تاریخ میں ذکر آوے آپ دیکھ سکیں اور
اوس کا محل و موقع سمجھ سکیں۔

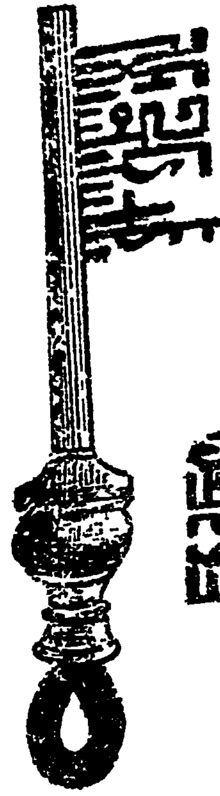
اقوامِ عرب

اِس بیان سے ناظرین پر روشن ہوجائیگا کہ عرب کون ہیں۔ کہاں سے آئے کیوں یہاں آباد
ہوئے اور کون کس کس قبیلہ سے مشہور ہوا حضرت عیسیٰ سے دو ہزار سال قبل سلطنت بابل
نہایت عروج پر تھی اسکے خزانے دولت سے معمور اور فوجی طاقت نہایت زبردست تھی۔
اس عروج نے بادشاہ کے دماغ کو غرور اور نخوت سے بھر دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے کو قابل
پرستش سمجھنے لگا اِس لئے اوس نے بابل کے معبد اعظم میں اپنی سونے کی مورت بنواکر رکھوادی
اور رعایا سے کہدیا کہ سجدہ کرے اور اُس سے منت و نذر مانگے جب وہاں کی مخلوق گمراہ
ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔
اِن کا سلسلہ نسب نویں پشت میں حضرت نوح ؑ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے توحید کا اعلان
کیا بادشاہ کو واحد خدا کی پرستش کی آواز پسند نہ آئی کیونکہ اِس کے قبول کرنے سے اِسکی عظمت
شان میں فرق آتا تھا اور خدا کے درجہ سے اُتر کر ایک بندہ بننا پڑتا تھا اِسلئے حضرت ابراہیم ؑ کا



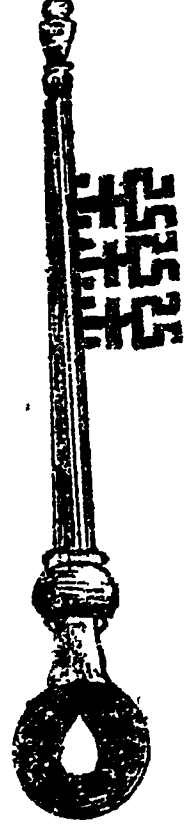


خانگی استعمال کا قفل اور کُنجی
جسکی نقاشی قابلِ دید ہے۔









لعہ خزانہ۔ اور شہرون کے دروازون کی کنجیان بعض کنجیان
اِس سے بھی زیادہ صنعت کی ہین اِسکے دیکھنے سے اُن کی
ذہانت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔



قدیم عرب کی زین

خاندان جو بادشاہ رس تھا اپنے خاندان سے ناراض ہو گیا اِدھر قوم اور سلطنت نے مخالفت کی اور طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ لہٰذا آپ نے وطن چھوڑ دیا سرہؑ جو بیوی تھیں اور لوط بن قاران جو اِن کا بھتیجا دونوں نے مہاجرت میں ساتھ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی گذران کے لئے بھیڑ بکریاں پال لی تھیں خدا نے اُن میں برکت دی اور وہ ایک اچھا خاصہ گلہ بن گیا۔ مگر وہ میدان جہاں آپ کا گلہ رہتا تھا جب امساکِ باران کی وجہ سے خشک اور بے آب و گیاہ ہو گیا تو آپ نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا اور بڑھتے بڑھتے مصر پہنچ گئے۔ مصر میں اُس وقت رقیونؑ سلطنت کرتا تھا اور وہ بھی در اصل بابل کا باشندہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس نے بڑی خاطر کی اور نہایت قدر و منزلت کے ساتھ رکھا اور جب وہ اپنے وطن کو واپس آئے تو اُس نے بڑی بیٹی ہاجرہ بھی ساتھ کر دی تاکہ اسنے نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی آرزو پوری کرنے کی غرض سے ابراہیمؑ نے ہاجرہؑ سے نکاح کر لیا اور اِن کے بطن سے جو پہلا لڑکا پیدا ہوا اوس کا نام اسمٰعیلؑ رکھا گیا۔ دوسرا لڑکا بی بی سرہؓ سے ہوا جس کا نام اسحاقؑ ہوا حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بتلا دیا تھا کہ یہ دونوں بیٹے بہت بابرکت ہوں گے اور بڑی بڑی قوموں کے جدِ اعلیٰ بنیں گے اور اِن کی اولاد کثرت سے ہو گی اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے

---

[1] خطبات احمدیہ

[2] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہ تھا کہ وہ شاہزادی تھیں بلکہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک بھی آپ کا درجہ بالا تر تھا کتاب پیدائش ۱۶/۱۲ و ۲۱/۱۷ سے ظاہر ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے آتے اور خدا کا حکم پہنچاتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے کوئی فرشتہ نہیں آیا۔

بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جو ان کی ننھیال تھی جا ملے اور جنوب میں یمن تک جہاں ان کے باپ نے ان کے بھائیوں بنو قسطورہ کو آباد کیا تھا اور شمال کی طرف شام تک جہاں انکے بھائی بنو اسحاق آباد تھے۔

اس طرح سے ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہو گئے اور بحر ہند اور بحر احمر کے ایسے بندرگاہوں پر انکا قبضہ ہو گیا جہاں سے اُس وقت کی تمام دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی اِن کے پاس آگیا جو غیر اقوام سے بچانے کے لئے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔ حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد میں اُن کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اونھوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درسگاہ تھی قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت الوالعزم شخص گذرا ہے جس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قایم کرلی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا خاندان غالب آگیا اگرچہ وہ انکے ماموں ہی تھے مگر بنو جرہم نے انکو ۲۰۰۰ ء میں مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنی اسمٰعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے پندرھویں پشت میں ہے پھر مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اور اس نے مکہ میں جمہوری حکومت کی بنیاد ۴۴۰ ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قایم

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۔ زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھیں دو (جد - آشر) ملیہ کے بطن سے جو بی بی راحل کی لونڈی تھیں دو (دان - نفتالی) پیدائش ۳۵ باب ۲۲ ان ہی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں جنھیں حضرت یعقوب ؑ - موسیٰ ؑ - داؤد ؑ - مسیح ؑ نے برکت یافتہ بنایا ہے

کر دیئے۔

(۱) رفادہ۔ (۲) سقایہ۔ (۳) حجابتہ۔ (۴) قیادہ۔ (۵) ایک قومی نشان ایجاد کیا جسے لواء کہتے تھے (۶) نیز قومی مجلس قایم کی جسے ندوہ یا دارالندوہ کہتے تھے۔

اسی خاندان میں قریش نامی ایک شخص بہت نامور ہوا۔ اور خانہ کعبہ کی خدمت اُس کے پاس آئی۔ قوم قریش میں قصیٰ کے بعد اس کا فرزند عبد مناف[1] پھر اُس کا فرزند ہاشم[2] ان کا فرزند عبد المطلب[3] ۴۹۶ء میں پیدا ہوا پھر اس کا فرزند ابوطالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے اور اس طرح یہ خاندان تمام عرب کے قبیلوں میں ممتاز شمار ہو گیا۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلعم عبد المطلب کے پوتے تھے۔

اسی زمانہ میں یمن کے مغربی ساحل پر عیسائی مذہب پھیل گیا دو قبیلے یا دو خود مختار ریاستیں جو عیسائی ہو گئی تھیں اپنے کو نجاشی شاہ حبشہ کی حمایت میں سمجھتی تھیں عیسائیوں کی مدد کو اسلئے بادشاہ حبشہ نے کچھ فوج بھیجی جسنے آکر ملک پر قبضہ کر لیا اسی زمانہ میں صنعا میں ایک گرجا کعبہ کے جواب میں بنایا گیا پھر عیسائیوں نے اپنے بادشاہ ابرہ بن صباح کی حمایت میں ہاتھی نشین فوج لے کر مکہ کے گرانے کی کوشش کی خدا کی غیبی مدد سے دشمن زبون ہو کر پسپا ہوا قرآن مجید کے سورۂ الم ترا کیف میں یہی لوگ اصحاب فیل سے منسوب کئے گئے ہیں۔

---

[1] عبد مناف کا اصلی نام مغیرہ تھا پیدائش کے بعد انکو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے اسلئے انکا نام عبد مناف مشہور ہوگیا۔

[2] ہاشم کا نام عمرو تھا۔ شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے اسی سے ہاشم نام پڑ گیا۔

[3] انکا نام شیبہ تھا وقت پیدائش چونکہ انکے سر کے بال سفید تھے اسلئے ماں نے انکا نام شیبہ یعنی بڑھاپا رکھا اور مطلب ان کے چچا تھا جس نے یتیمی کے زمانہ میں ان کو پالا تھا اس شکرگذاری میں یہ تمام عمر عبد المطلب کہلائے۔

پھر حمیر کا آخری بادشاہ سیف بن ذوالیزن خسرو نوشیروان کی مدد سے کر عیسائیوں سے لڑا اور فتح پائی مگر پھر کسی اور طرح سے مارا گیا ایرانی جو آئے تھے وہ رہ گئے اور یمن میں گورنر مقرر ہو گیا یہاں کا آخری گورنر جس کا نام بصعان تھا آنحضرت صلعم کے وقت میں مسلمان ہوا اور یمن پر اہل اسلام کا تسلط ہو گیا۔

یمن میں کسی زمانہ میں طوفان آیا تھا اُس وقت خلان کی نسل سے دو قبیلے شام اور عراق میں چلے گئے تھے پہلے نے غسان کی عیسائی سلطنت شام میں اور دوسرے نے عراق میں ہیرا نام ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی چھ سو برس تک یہ ہر دو سلطنتیں قائم رہ کر خلیفہ اول اور دوم کے زمانہ میں برباد ہو گئیں۔

نوح کا پرپوتا عاد حضرموت میں حکمراں ہوا اور اُس کی اولاد اُسی کے نام سے مشہور ہوئی عاد کا بیٹا شداد جس سے ہر مسلمان واقف ہے اس قوم کی ہدایت کے واسطے ہود نبی مبعوث ہوئے تھے کچھ تو ہود کے سامنے یہ قوم غارت ہوئی اور باقیماندہ بعد میں مٹ مٹا گئی۔

ثمود بھی نوح کے پوتے کا نام ہے اور اُس کی اولاد بھی اُس کے نام سے موسوم ہوئی حضرت صالح جن کی اونٹنی کا معجزہ مشہور ہے اس قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ مگر حضرت صالح یروشلم کو چلے گئے اور وہاں سے مکہ کو پھر ان کے بعد قوم ثمود بھی غارت ہو گئی۔ تسم اور جدیس یہ دونوں قومیں آپس میں لڑ کر غارت ہوئیں جرہم قوم عاد کی ہمسر تھی اور اسی طرح غارت ہوئی۔

عمالقہ وہ لوگ ہیں جو عمالقہ بن یلیفز بن لیو کی نسل ہیں بعض مورخ عمالقہ کو حام بن نوح کی اولاد بتاتے ہیں یہ قوم بہت طاقت پکڑ گئی تھی قبل حضرت یوسف علیہ السلام

مصر کا جنوبی حصہ فتح کر لیا تھا۔ ان کی فتح کے وقت مصر کا پادشاہ ولید تھا اور یہ پہلا شخص تھا جسنے اسپنے لئے فرعون کا لقب اختیار کیا مصر میں کچھ دن حکومت کرنے کے بعد یہ لوگ مصر سے نکال دسیئے گئے اور آخر کار بنی اسرائیلوں نے اُن کو نیست و نابود کر دیا۔

دوسرے ملکوں کی سیر کرنے سے شہری عربوں میں تہذیب و اخلاق تھا۔

عرب میں قومی تفریق بہت ضروری تھی اور ہنوز وہی حال ہے۔ لیکن نہ ہندوں کی طرح کہ ایک سے دوسرا بالکل الگ اور نہ انگریزوں کی طرح کہ انگلستان میں سیکڑوں قومیں باہر سے آئیں اور آپس میں مل جل کر کان نمک میں شامل ہوگئیں کہ آج ایک دوسرے سے بالکل میٹر نہیں ہوسکتیں عربوں میں علم انساب کا کچھ ایسا چرچا تھا کہ اور انساب کے متعلق ہر شخص کو بجا سے خود ایسا فخر تھا کہ اسپر اسلامی اخوت بھی متصرف نہ ہوسکی یہاں نسب میں مالیوں کا چنداں خیال نہ تھا اس لئے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے شادی بیاہ کرتا اور ہر طرح کا میل جول رکھتا تھا پھر بھی ایک خاندان دوسرے میں بلکر تباہ نہیں سکتا تھا۔ ہر شخص اپنا نسب نامہ حضرت آدم تک یاد رکھتا تھا جسطرح ایک کھیت میں چند قسم کا دانہ بویا جاے یا کئی قسم کا دانہ ایک جگہ ملا کر رکھا جاوے اور پھر بوقت ضرورت دانہ دانہ علیحدہ کر لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح عرب کے لوگ اپنی قومیت کو علیحدہ دکھانے کو مستعد رہتے تھے زمانہ کو ایسا موقع نہیں دیتے تھے کہ مختلف دانوں کو اپنی چکی میں دہ پیسکر آٹا کر دے اور پھر قومی تفریق نہ ہوسکے۔

غرض کہ عرب نسب کے معاملہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے حتی الوسع ایک مورث کی اولاد ایک جگہ رہنا چاہتی تھی اور قبیلوں میں ضمنی تقسیمیں ہوتی رہتی تھیں اور ہر قبیلہ جد مشترک کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔

مذکورۂ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ عرب میں آباد ہونے والے کون لوگ تھے

اور ان کا اپنے ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا اِن کا سلسلۂ نسب کیا تھا اور قبائل کی تفریق کس طرح ہوئی۔

قدیم عرب کے حالات قبل اُن کے اسلام قبول کرنیکے

تواریخ شروع کرنے سے پیشتر یہ امر ضروری سمجھا گیا ہے کہ عرب کے قدیم حالات اور رسمیات اور اُن کے زمانہ جاہلیت کی عادات مشرح لکھی جاویں کیونکہ یہ مضمون بھی جو متعلق تاریخ ہے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور اہلِ اسلام پر بخوبی روشن ہوجائیگا کہ واقعی ایسی قوم اور موقع پر ایسے ہی اولوالعزم شہنشاہ دین متین یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبعوث ہونا ضروری تھا زمانۂ جاہلیت کے عرب بلکہ بالعموم تمام عرب بغیر کسی استثنا کے کیونکہ زمانۂ حال کے بدو لوگ عرب کے بھی اپنے مورثوں سے بہت کم میل جول رکھتے ہیں ایک نہایت سادہ مزاج کی قوم تھی اُن کی معاشرت کا سادہ اور بے تکلف طریقہ قانون قدرت کے قریب قریب تھا وجود انسانی کا سلسلہ شروع اور ادنیٰ درجہ کی حالت سے رفتہ رفتہ ترقی حاصل کرتا گیا اور آخرِ کار گلہ بانی کے رتبہ پر پہونچ گیا جو بمقابلہ اُن کی پہلی حالت کے نہایت عمدہ اور افضل تھا۔ اِس حالت کے تبدیل ہونے سے عربوں کو آپس میں امن اور صلح سے رہنے اور اپنی ضروری حاجتوں کے رفع کرنے کو بہت سا سرمایہ ملگیا۔ کیونکہ بھیڑوں کی اون سے ایک قسم کا موٹا ٹاٹ بنا نا سیکھ لیا جس کو بذریعہ میخوں کے زمین پر خیمہ کی طرح کھڑا کرکے اُس کے اندر رہا کرتے تھے اور جب اپنے گلہ کو کسی دوسری جگہ عمدہ چراگاہ میں لیجانے کی ضرورت ہوا کرتی تھی تو اپنے ٹاٹ کے ڈیروں کو اُس جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاکر کھڑا کر دیتے تھے۔ اور پھر وہیں رہنے لگتے تھے۔ اُن کی پوشاک صرف ایک لمبی بغیر سلی ہوئی چادر کی ہوتی تھی جس کو بطور تہمد کے اپنی کمر سے لپیٹ لیتے تھے۔

اُن کی خوراک اُدھ کچا گوشت اور اونٹ کا دودھ اور کھجوریں تھیں۔ اُن کی تمام ملکیت اور
جائداد میں صرف مویشی اور گھوڑے اور اونٹ اور لونڈی اور غلام ہوتے تھے اور تمام ملکیت
میں لونڈی اور غلام سب سے بیش قیمت مال خیال کیا جاتا تھا بدو عرب کی معاشرت جس کو خانہ بدوش
اقوام عرب کا نمونہ کہنا چاہیے ایک چرواہے کے طریقہ معاشرت سے کچھ زیادہ نہ تھی خیمے میں رہا کرتے
تھے اور پانی اور چراگاہ کی تلاش میں پھرا کرتے تھے۔ مگر بعض جو سمجھدار تھے باہم جمع ہو کر اپنے خیموں
کی باقاعدہ ترتیب اور اپنے نیک انتظام سے دیہات بنا لیتے تھے اور اگر کسی طرح سے زیادہ جاذب
ہو جاتا تھا تو رفتہ رفتہ قصبہ اور شہر بنا کر آباد کر لیتے تھے اور وہاں کے باشندے کسی قدر مہذب اور زندگی
کے فوائد سے جلد بہرہ ور ہو جاتے تھے اُن کا وقت کاشتکاری میں اور کھجوروں اور دیگر پھلدار درختوں
کے بونے میں (جن کے پھلوں سے پیٹ بھر سکیں) اور مختلف قسم کی دستکاریوں میں اور ہر قسم کی
تجارت اور سوداگری میں صرف ہوتا تھا جس قسم کی وہ تجارت کرتے تھے اُن کا نام درج ذیل ہے

گرم مصالحہ۔ بلسان۔ مرچ۔ لوبان۔ دارچینی۔ سنا۔ لیٹڈن۔ جواہرات۔ سونا۔ موتی۔
ہاتھی دانت۔ آبنوس۔ لونڈی۔ غلام۔

عرب کی چند اور محدود شائستہ قوموں کا حال

بہت پرانے زمانے سے یہ لوگ مصر اور شام اور قرب وجوار کے ملکوں سے قافلوں کے
ذریعہ تجارت کرتے تھے۔ توریت سے بھی پایا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام اور
یوسف علیہ السلام کے وقت میں یہی پیشہ کرتے تھے۔ مگر ان دونوں قوموں یعنی خانہ بدوش
اور تجارت پیشہ کا قومی چال چلن ایک ہی سا تھا کھانے پینے میں کم خرچ اور کفایت شعار
ہونا اور پھر اُسی پر راضی اور قناعت کرنا ایک عمدہ طریقہ اور تعریف کے قابل عادت خیال

کی جاتی تھی[۱] معتدل نیند کی بھی بہت تعریف کی جاتی تھی[۲] علی الصباح اُٹھنا بھی ایک صفت شمار ہوتی تھی اور اُس آدمی کی قوت اور مستعدی پر دلالت سمجھی جاتی تھی[۳] نہایت فیاضی سے مہمان نوازی کرنا اُن کا قومی خاصہ تھا اور اُس کو تمام نیکیوں اور اوصاف میں اعلیٰ اور افضل تر کام سمجھتے تھے مسافروں اور مہمانوں کی خاطر داری بے انتہا فیاضی سے کرنا مہربانی اور اخلاق اور تعظیم کے ساتھ پیش آنا اور حسب خواہش مہمان ویسا ہی برتاؤ کرنا ایک اپنا فرض خیال کیا جاتا تھا۔

اور اگر کوئی شخص چھوڑ دیتا یا مہمانداری میں کچھ غفلت یا چشم پوشی کرتا تو تمام اُس کی برادری کے لوگ دل سے اُسکو بُرا جانتے تھے اور اُس کی حقارت کرتے تھے[۴]۔

ہمسایہ کے حال پر مہربانی اور اُسکی خبرگیری کرنا اور اُسکے مکان اور خاندان اور مال کی نگرانی اور حفاظت کرنا نیک آدمیوں کے اوصاف میں سے تھا اور اگر کوئی اس باب میں ذرا بھی بے پرواہی یا سستی کرتا تو اُس کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور اُس کا کوئی خراب اور معیوب لقب رکھ دیتے تھے[۵]

---

[۱] چنانچہ باہلی ایک نامی شاعر اپنے بھائی کے ایک مرثیہ میں جس میں اُس نے اُسکی موت کا حال لکھا تھا اس طرح پر اپنے بھائی کی تعریف کرتا ہے ؎ تکفیہ فلذة لحم ان الم بها من الشواء ویکفی شربه الغمر۔

[۲] ہذلی ایک مشہور شاعر اس عادت کی اس طرح تعریف کرتا ہے ؎ قلیل عرالنوم اکبر همه دم الثار او یلقی کمیا مسفعا۔

[۳] امرالقیس شاعر خود اپنی تعریف اس طرح کرتا ہے ؎ وقد اغتدی والطیر فی وکناتها۔

[۴] ہذلی شاعر خود اپنے پر اس شعر میں بددعا کرتا ہے۔ اگر وہ مہمان نوازی کے طریقہ میں کچھ قصور کرے ؎

کلا ددی ان اطمعت نازلکم | قرالحتی وعندی البر مکنوز

[۵] بکری شاعر قمر کی اس طرح پر تعریف کرتا ہے ؎ تبیتون فی المشتا ملاء بطونکم وجاراتکم غرثی یبتن خماصا۔

قیدیوں کو چھڑانا اور محتاجوں اور بے کسوں کی مدد کرنا تمام نیکیوں میں افضل اور جمیع اوصاف میں سب سے زیادہ قابل ستائش خیال کیا جاتا تھا[51]۔

ایک شریف عرب کو اپنی عزت کا لحاظ اور اپنے وعدہ کا خیال الیساھی ضروری تھا جیسے کہ مذکورۂ بالا اور اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے صاف[52] اور ستھری پوشاک اور خوشبودار چیزیں عمدہ اور پسندیدہ چیزوں میں خیال کی جاتی تھیں[53]۔

بالوں کو مشک سے معطر کرنا اور خوشبودار چمڑے کی جوتیاں پہنا امیری اور مالداری کی نشانیاں تھیں[54]۔

پرہیزگاری بھی اوصاف حسنہ میں شمار کی جاتی تھی[55]۔

فصاحت و بلاغت لطافت و ظرافت بھی اُنکے لئے ضروری تھی[56]۔

---

[51] ایک شاعر اپنی تعریف اس طرح پر کرتا ہے ؎ وفککنا غل امرء القیس منہ بعد ما طال حبسہ والعناء

ایک اور شاعر طرفہ اس صفت کا بیان اس طرح پر کرتا ہے دلکن حمی بیتی قد القوم ارقل بدلی شاعر اس صفت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ واحمی المصاب اذا ماد می۔

[52] عمرو ایک مشہور شاعر اس طرح پر کہتا ہے۔ ونوجد نحن امنعہم ذمارا۔ واوفاھم اذا عقدوا یمینا۔

[53] عدوانی کی بیٹی اپنے شوہر کی تعریف میں اس طرح پر کہتی ہے حدیث الشباب طیب الثوب والعطر۔

[54] ایک شاعر اپنی ممدوحہ کی اس طرح تعریف کرتا ہے ؎ اذا التاجر الداری جاء بفارۃ۔ من المسک اراحت فی مفارقہ تجری۔

[55] حاتم طائی اس طرح پر کہتا ہے واعفو عوراء الکریم ادخارہ۔ واعرض عن شتم اللئیم تکرما۔

[56] عمرو شاعر اپنے بیٹے عرار کی تعریف میں کہتا ہے وان عرارا ان یکن غیر واضح، فانی احب الجون ذا المنکب العمم

نابغہ شاعر کند زبان ہونے سے اس طرح پر خداوند تعالی سے پناہ مانگتا ہے۔ اعذنی رب من حصر وعی۔

گھوڑے کی سواری کی، اگر بچپن ہی سے مشق کی جاتی تھی تو نہایت اُس کی تعریف اور توصیف ہوتی تھی اور اگر کوئی بڑا ہو کر گھوڑے پر چڑھنا سیکھتا تو وہ حقارت سے دیکھا جاتا اور ہجو اور طعنہ کا نشانہ بنتا تھا[1]۔

بھیڑیئے کا شکار کرنا دلاوری اور بہادری کی نشانی تھی اور جواں مردی کا بھی عمدہ ثبوت تھا[2]۔ ریگستان کے جنگل کی لمبائی چوڑائی اُس کی ریت کی مٹھی بھر کر اور سونگھ کر دریافت کرتے تھے جو نہایت عجیب بات ہے[3]۔

زمانۂ جاہلیت کے عرب میں شعر و شاعری کی لیاقت ایک اعلیٰ درجہ پر پہونچ گئی تھی۔

عرب کی جاہل قوموں کا حال

جہاں یہ خوبیاں اُن لوگوں میں تھیں اسی کے ساتھ بد اخلاقی اور فحش عرب جاہلیت میں پھیلا ہوا تھا اور ایسے لوگ زیادہ تھے۔ قصائد کے شروع میں جو تشبیب کے اشعار ہوتے تھے اُن میں امیروں رئیسوں کی عورتوں کا نام لے کر بیاں کرتے تھے اور ہر طرح کے اُن کے عیبوں کو فخر بلاعلانیہ اُنکی طرف منسوب کرتے تھے کیونکہ اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ ہر شاعر کے اختیار میں ایک جن رہتا ہے اور جس قدر بڑا شاعر ہوتا ہے اُسی قدر زبردست جن اُس کا ماتحت ہوتا ہے[4]۔

بدکاری اور زناکاری سے نادم نہیں ہوتے تھے اور ہر طرح کی فحش اشعار میں ازراہ بے شرمی

---

[1] ایک شاعر ایک قوم کی ہجو اس طرح کرتا ہے۔ لم یرکبوا الا بعد ماکبروا + فہم ثقال علی اکتافہم میل

[2] چنانچہ شانح شاعر اس طرح کہتا ہے۔ وماء قد دفعت الذائب عنہ۔

[3] امرالقیس شاعر اس طور پر بیان کرتا ہے۔ افالنا قتالہ وقللہ یانی غرعرا۔

[4] حسن نامی شاعر اپنی تعلی میں اس طرح کہتا ہے۔ وما تفرت جنی وما فل مبردی۔

اُس کو مشتہر کرتے تھے اور اُس پر فخر کرتے تھے سب لوگ شراب اور نہایت توی نشیلے عرقوں کے
پینے سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور بیہوشی کی حالت میں تمام لوگوں سے نہایت خراب اور
معیوب باتیں سرزد ہوتی تھیں

جُوا تمام لوگوں کا بلا استثنا ایک ہر دلعزیز کھیل تھا اور اگر کوئی خاص مکان جوا کھیلنے کا مشہور
ہو جاتا تھا لوگ دور دراز مسافت سے وہاں جوا کھیلنے کو آیا کرتے تھے۔

سود خواری بھی عام طور پر رائج تھی۔

لونڈیوں کو جو قنیات کہلاتی تھیں گانا بجانا اور ناچنا سکھایا جاتا تھا اور حرام کاری کا بھی اُن کو
اختیار حاصل تھا اور اس حرام کاری سے جو آمدنی ہوتی وہ اُن کے آقا اپنے صرف میں لاتے تھے۔

رہزنی چوری۔ ڈکیتی۔ یہ تو گویا روزمرہ کی باتیں تھیں۔ انسانوں کا خون بلا خوف اور بغیر تامل
کے ہر روز ہوا کرتا تھا۔ لڑائی میں جو عورتیں قید ہوا کرتی تھیں اُن کو فتحمند لوگ لونڈیاں بنالیتے تھے

ٹوٹکوں میں اور شگون لینے میں اُن کو ازحد اعتقاد تھا۔ جب کوئی کمبخت تباہی یا مصیبت
اُن پر پڑتی تھی تو پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں پر کچھ پڑھ کر پھونکتے تھے اور اُن کو پھینکتے تھے اور
ایسا کرنے پر اُس مصیبت کے دور ہونے کی امید رکھتے تھے۔ جانوروں کے اُڑنے اور بولنے
سے بھی نیک اور بدشگون لیا کرتے تھے مثلاً اگر کوئی جانور کسی شخص کے بائیں طرف سے دائیں
طرف راستہ کاٹ گیا تو اُس کو نیک شگون سمجھتے تھے اور اس شگون کو سانح کہتے تھے۔
لیکن اگر دائیں جانب سے بائیں طرف راستہ کاٹ گیا تو اُس کو بدشگونی سمجھتے تھے اور اس کو
جارح بولتے تھے اس قسم کے فعلوں کا نام تام طیرہ تھا۔

۱؎ حارث۔ شاعر [illegible] قدیم شاعر [illegible]
۲؎ لبید ابن ربیعہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس موقع پر شعر اس کا بھی ملتا ہے [illegible]
[illegible]

زمانۂ جاہلیت کے عرب کسی کام کے ہوجانے پر بھیڑ کو ذبح کرنے کی منت مانا کرتے تھے اور جب وہ کام حسب دلخواہ اُن کے ہوجایا کرتا تھا تو بھیڑ کے بدلے ہرن کو مار دیتے تھے اور اُس ہرن کو عتیرہ کہتے تھے مگر بھیڑ کی قربانی کے عوض ہرن کو مار دینا ایک معیوب کام خیال کیا جاتا تھا[1]۔

اگر کوئی کسی کو مار ڈالتا تھا تو خون کے عوض خون ہی لینا عمدہ گنا جاتا تھا جو لوگ خون کے عوض اور کچھ معاوضہ لے لیتے تھے اُن کو اُن کے ہم جنس اور ہموطن نظر حقارت سے دیکھتے تھے[2]۔
اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جائے تو ایک چھوٹا سا پردار کیڑا مقتول کے سر میں سے نکل کر آسمان میں جاکر چلاتا اور چیختا پھرتا ہے اس عجیب و غریب کیڑے کو ہامہ اور صدی کہتے تھے[3]
ہر شخص کے مرنے کے بعد دستور تھا کہ اُس کے اونٹ کو اُس کی قبر سے باندھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ بھوک اور پیاس کے مارے وہ مرجاتا تھا اور اُس اونٹ کو بلیہ کہتے تھے[4]۔
جب کوئی مرجاتا تھا تو ایک سال تک اُس کا سوگ رہتا تھا اور اُس کو رویا کرتے تھے[5]۔

---

[1] کعب شاعر اپنے خاندان کی تعریف میں کہتا ہے۔ وما [illegible] کعب۔

[2] [illegible] ابن [illegible] اپنے بھائی کے خون کا کسی [illegible] [illegible] واصنهم اقلاذ وابکرا۔

[3] لبید شاعر ایک نوحہ میں یوں کہتا ہے۔ فلیس الناس بعدک فی نقیر۔ وما هم غیر اصداء وهام۔

[4] لبید شاعر اپنے ممدوح کی سخاوت کی اس طرح تعریف کرتا ہے۔ نادی الی الاطناب کل ذریة۔

مثل البلیة قالص اهدا مها۔

[5] لبید شاعر [illegible] کی اس طرح [illegible] کرتا ہے تاوی الی الاطناب کل ذریة۔

مثل البلیة قالص اهدا مها۔

لڑائی کے وقت عورتیں بھی اپنے مردوں کے ہمراہ ہوتی تھیں اور ہر طرح عورتیں اُن کی مدد کرتی تھیں جس وقت کہ اُن کے شوہر لڑائی میں مصروف ہوتے تھے تو وہ پکار پکار کر باآواز کہتی تھیں "آگے بڑھو آگے بڑھو اے ہمارے بہادر اور جری خاوندوں اگر تم لڑنے میں کوتاہی کروگے اور ہم کو دشمن سے نہ بچاؤ گے تو یاد رکھنا کہ پھر ہم تمہارے نہ ہونگے"

جب ملک میں قحط یا گرانی غلہ ہوتی تو اُس زمانہ میں اپنے اونٹوں کو زخمی کر کر اُن کا خون پیا کرتے تھے خشک سالی میں مینھ برسنے کا ٹوٹکا اس طرح سے کرتے تھے کہ پہاڑوں پر ایک گائے کو لیجاتے تھے اور اُس کی دم میں سوکھی ہوئی گھاس کانٹے اور جھڑیاں باندھ دیتے تھے اور اُس میں آگ لگا کر گائے کو پہاڑوں میں چھوڑ آتے تھے۔

گھوڑ دوڑ اور اُس پر شرط لگانا جس کو وہ رہان کہتے تھے اُن میں رائج تھی۔ دو قوموں یا زلیقوں کے باہم جنگ وجدل ایک تھوڑی سی غلط فہمی کی وجہ سے قائم ہوجاتی تھی۔ بعض اوقات ایسی لڑائیاں بہت طول پکڑ جاتی تھیں اور عرصہ دراز تک آپس جاری رہتی تھیں جیسے کہ عبس اور ذبیان کے باہم پورے سو برس تک لڑائی جاری رہی۔

باوجودیکہ کوئی شخص اپنے غلاموں کو آزاد کر دیتا تھا تو بھی اُس کی ملکیت کا استحقاق اُس کو باقی رہتا تھا اور اُس حق کو بیچنے کا بھی مجاز حاصل تھا اور مشتری اُن غلاموں پر اپنی ملکیت قائم کرتا تھا اور اس طور پر یہ بدبخت ہمیشہ کی آزادی سے بالکل محروم رہجاتے تھے۔

عورتیں کسی جانور کا دودھ نہیں دوہتی تھیں اور اگر کسی خاندان کی عورتوں کو دودھ دوہتے دیکھ لیتے تھے تو تمام اُس کے خاندان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور اس طرح وہ خاندان لوگوں کی آنکھوں میں دفعتاً حقیر ہوجاتا تھا مجرم کو فوجداری کی سزا ایسی گرم جلتی ہوئی ریت پر بٹھا دیتے تھے جس سے آبلہ پڑجاتا تھا اور سخت تکلیف ہوتی تھی۔ مردہ جانوروں کا گوشت نہایت شوق سے

کھاتے اور اُس کو لذیذ اور عمدہ غذا سمجھتے تھے۔ جو اونٹنی یا بکری یا بھیڑ دس مرتبہ بچہ دے چکتی تھی پھر اُس کو آزاد کر دیتے تھے اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُس کا گوشت صرف مردوں کو تو حلال تھا اور عورتوں کو کھانے کی سخت ممانعت تھی۔ اگر اونٹنی یا بھیڑ یا بکری پانچویں دفعہ مادہ جنتی تھی تو پھر اُن کے مطلب کی نہ رہتی تھی۔ اُس کے دونوں کان کاٹ کر اُس کو بھی چھوڑ دیتے تھے اور اُس کو بحیرہ کہتے تھے اور پھر اُس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا عورت مرد دونوں کو منع تھا۔

کسی کام کے انجام بخیر ہو جانے پر اونٹوں کو بطور سانڈ کے چھوڑ دینے کی منّت مانتے تھے اور وہ جہاں چاہتا پھرا کرتا تھا۔

اگر کوئی اونٹنی دس بچے دے چکتی تھی اور بکری سات بچے تو ان ایسے جانوروں کا گوشت صرف مردوں کو حلال تھا اور عورتوں کو اُس کے کھانے کی ممانعت تھی۔

اگر کسی بکرے کے مادہ بچہ ہوتا تھا تو مالک اُس کو اپنے واسطے رہنے دیتا تھا اور اگر نر پیدا ہوتا تھا تو وہ بچہ بتوں پر بطور نذر کے چڑھایا جاتا تھا اور اگر دو بچے ایک نر اور ایک مادہ پیدا ہوتے تھے تو اُن دونوں کو مالک اپنے ہی واسطے رہنے دیتا تھا اور وہ وصیلہ کہلاتے تھے۔

جب کہ اونٹ دس بچوں کا باپ ہو چکتا تھا تو وہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور جہاں وہ چاہتا تھا پھرا کرتا تھا اور اُس کا نام حامی ہوتا تھا۔

قسم لینے کا نہایت عمدہ طریقہ یہ تھا کہ آگ جلا کر اُس میں نمک اور گندھک پیس کر ڈالتے تھے اس آگ کو ہولہ اور جلانے والے کو مہول کہتے تھے[1]۔

پکّی قسم کھانے کا ایک یہ بھی طریقہ تھا کہ میزاب خانہ کعبہ کے نیچے چابک۔ کمان۔ اور چوتہ رکھ آتے تھے اور اس طرح کرنے سے وہ قسم سچی سمجھی جاتی تھی۔

---

[1] عوفش شاعر اس طرح کہتا ہے۔ اذا استقبلہ الشمس صد بوجہ کما صد عن نار المھول حالف۔

اپنے اقرار اور وعدہ کو پکا اور سچا کرنے کے لئے اپنے بزرگوں اور بتوں کی قسمیں کھاتے تھے۔

بالغ مرد اپنے والدین کی وراثت پانے کے مستحق ہوتے تھے اور نابالغ لڑکے اور عورتیں حصہ نہیں پاتے تھے

قرضہ پر سود لیا کرتے تھے۔ ایک اور قاعدہ یہ تھا کہ اگر قرضہ وقت مقررہ پر ادا نہیں ہوتا تھا تو اُس قرضہ کی تعداد کو دو چند کر دیتے تھے اور میعاد ادا کو بڑھا دیتے تھے۔

عرب جاہلیت میں بدلا لینا واجب سمجھتے تھے لیکن مختلف قوموں میں باہم حقوق کی برابری کو نہیں مانتے تھے۔

اگر کسی شخص کے قاتل کا سراغ نہیں لگتا تھا تو جس قوم کے شخص پر قتل کرنے کا شبہ ہوتا تھا پچاس معزز شخص ایک ایک کرکے اپنی بے گناہی پر قسم کھاتے تھے ہر شخص چاہے وہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو دوسرے شخص کے گھر میں بدھڑک چلے آنے کا مجاز تھا اور گھر میں آنے سے پہلے گھر میں داخل ہونے کی اجازت تک طلب نہیں کرتے تھے گویا اپنا ہی مکان ہے کسی رشتہ دار کے گھر کھانا کھانا بُرا سمجھتے تھے۔

دس آدمی شریک ہو کر ایک جانور خریدتے تھے اور ہر شخص کو اُن میں سے حصہ مقرر کرنے کے واسطے دس پانسے جس میں ایک سادہ ہوتا تھا اور باقی نو پر حصوں کے اندازہ کا نشان بنا ہوا تھا پھینکے جاتے تھے اور جو پانسہ جس کے نام پر پڑتا تھا وہی اُس کا حصہ ہوتا تھا جس کو آج کل لوٹری یا چِٹھی کا ڈالنا کہتے ہیں۔

خانہ کعبہ میں سات تیر رکھے ہوئے تھے اور ہر ایک تیر پر مختلف علامتیں بنی ہوئی تھیں بعضوں پر کام کرنے کے حکم دینے کی اور بعضوں پر اُس کام کرنے سے منع کرنے کی علامت تھی ہر شخص

جب کوئی کام شروع کرنے کو ہوتا تھا اول اون تیروں سے استخارہ کرتا تھا اور اُسی کے بموجب کام کرتا تھا اور اُن تیروں کا نام ازلام تھا۔

تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بُت پرستی تھا اور جن بتوں کی وہ پوجا کرتے تھے اُن کی تفصیل یہ ہے

(۱) ہبل ایک بہت بڑا بُت تھا جو خانہ کعبہ پر رکھا ہوا تھا۔

(۲) ودیہ بت قبیلہ بنی کلب کا تھا اور صرف یہی قبیلہ اُس کی پرستش کرتا تھا۔

(۳) سواع یہ بت قبیلہ مذحج کا تھا اور وہ اُس کی پرستش کرتے تھے۔

(۴) یعوث قبیلہ بنی مراد کا یہ بت تھا اور وہ اُسکی عبادت کرتے تھے۔

(۵) یعوق قبیلہ بنی ہمدان کا یہ بت تھا اور وہ اُس کو معبود سمجھتے اور اُسی کی عبادت کرتے تھے۔

(۶) نسر شہر یمن کے قبیلہ بنی حمیر کا یہ بُت تھا اور یمن کے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔

(۷) عزیٰ قبیلہ بنی غطفان کا مشہور بت تھا اور اُس کی پرستش وہ قبیلہ کیا کرتا تھا

(۸) لات (۹) منات یہ دونوں بُت تمام عرب کی قوموں میں مشہور تھے اور کسی قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے کیونکہ یہ بُت کُل بتوں کے افسر سمجھے جاتے تھے اور عرب کی تمام قومیں اُن کی پرستش کرتی تھیں۔

(۱۰) دوار یہ بُت صرف نوجوان عورتوں کی پرستش کرنے کا تھا وہ چند مرتبہ اُس کے گرد طواف کرکر پھر اُس کو پوجتی تھیں۔

(۱۱) اساف جو کوہ صفا پر تھا اور (۱۲) نائلہ جو کوہ مروہ پر تھا اُن دونوں بتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی اور سفر کو جاتے اور سفر سے واپس آنے کے وقت اُن کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

(۱۳) عبعب یہ ایک بڑا بُت تھا جس پر اونٹوں کی قربانی ہوتی تھی اور ذبیحہ کے خون کا اُس پر بہنا نہایت نامِ وری کی بات خیال کی جاتی تھی۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی مورت بنی ہوئی تھی اور اُن کے ہاتھ میں وہی استخارہ کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے۔ اور ایک بھیڑ کا بچہ اُن کے قریب کھڑا تھا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی مورت بھی خانہ کعبہ میں رکھی ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کی تصویریں خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھنچی ہوئی تھیں حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی اور وہ اس طرح پر تھی کہ حضرت عیسیٰ اُن کی گود میں ہیں یا اُن کی تصویر اس طرح پر خانہ کعبہ کی دیوار پر کھنچی ہوئی تھی۔

عرب کی ولیسی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ **یعوث یعوق اور نسر** اُن مشہور لوگوں کے نام ہیں جو ایام جاہلیت میں گذرے ہیں اُن کی تصویریں پتھروں پر منقش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ میں رکھ دی تھیں۔ ایک مدت مدید کے بعد اُن کو رتبہ معبودیت دے کر پرستش کرنے لگے اس میں کچھ شک نہیں کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتوں پر خدا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور نہ اُن لوگوں کو جن کی یہ مورتیں تھیں معبود سمجھتے تھے بلکہ ان کو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا عرب جاہلیت اُن مورتوں کو اُن شخصوں اور اُن کی ارواحوں کی یادگار سمجھتے تھے اور اُن کی تعظیم اور تکریم اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ ان مورتوں میں کوئی نشان الوہیت موجود تھے بلکہ محض اس وجہ سے اُن کی عزت اور تعظیم کرتے تھے کہ وہ اُن مشہور اور نامور اشخاص کی یادگاریں ہیں جن میں بموجب ان کے اعتقاد کے جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شان الوہیت موجود ہے۔ اُن کے نزدیک اُن مورتوں کی پرستش سے ان لوگوں کی

ارواحیں خوش ہوتی تھیں جن کی وہ یادگاریں تھیں۔

ان کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ خداوند تعالیٰ کی جملہ قدرتیں بیماروں کو شفا بخشنا بیٹا بیٹی عطا کرنا قحط اور وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا اُن کے مشہور و معروف لوگوں کے اختیار میں تھا جن کی طرف اونہوں نے صفات الوہیت منسوب کی تھیں اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان مورتوں کی تعظیم اور پرستش کی جاوے گی تو اُن کی دعائیں اور منتیں قبول ہونگی اُن کا یہ بھی بیجا اعتقاد تھا کہ یہ شخص خداوند تعالیٰ کے محبوب تھے اور اپنی مورتوں کی پرستش کرنے والوں کو خداوند تعالیٰ کے قُرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہونگے اور اِن کو تمام روحانی خوشی عطا کریں گے اور اُن کی مغفرت کی شفاعت کریں گے۔

اُن کا قاعدہ بتوں کی پوجا کرنے کا یہ تھا کہ بتوں کو سجدہ کرتے تھے اُن کے گرد طواف کرتے تھے نہایت ادب اور عظمت سے بوسہ دیتے تھے۔ اونٹوں کی قربانی اُن پر کرتے تھے۔ مویشیوں کا پہلا بچہ بطور نذر بتوں پر چڑھایا کرتے تھے۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشی کی انتفاع میں سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ اپنے بتوں کے واسطے اُٹھا رکھتے تھے اور اگر بتوں کا حصہ کسی طرح ضائع ہو جاتا تو خدا کے حصے میں سے اُس کو پورا کر دیتے تھے۔ حجر اسود اور خانہ کعبہ کی تعظیم تاریخ عرب کے ابتدائی زمانہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ اُس کی بِنا کو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر برخلاف اُن مقدس چیزوں کے جن کا ذکر اوپر ہوا خانہ کعبہ کو کسی شخص کی یادگار نہیں سمجھتے تھے وہ ایسا ہی سمجھتے تھے جیسے کہ عیسائی گرجا کو اور مسلمان مسجد کو خدا کی عبادت کرنے کے لئے اس زمانہ میں سمجھتے ہیں حجر اسود کو بھی مثل ایک بُت کے یا کسی مشہور و معروف شخص کی یادگار کے نہیں سمجھتے تھے عام خیال یہ تھا کہ بہشت کا پتھر ہے مگر تحقیق نہیں ہے کہ شروع زمانہ سے ہی یہ خیال

تھا یا بعد کو پیدا ہوا۔ جو بات کہ محقق ہے وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی بنا سے پہلے یہ حجر اسود ایک میدان میں
اکیلا رکھا ہوا تھا کوئی عرب کی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے کہ یہ بات تحقیق ہو کہ اس میدان میں
کیوں پڑا ہوا تھا اور جس زمانہ میں کہ وہ وہاں پڑا ہوا تھا اس کے ساتھ کیا کیا رسمیں متعلق تھیں مگر یہودیوں
کی تاریخ سے کسی قدر صحت ہو سکتی ہے کہ اگر اس حجر اسود کے ساتھ کچھ رسمیں ادا ہوتی ہونگی تو
وہ اُنھیں کے مشابہ ہونگی جن کا برتاؤ حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اُس قسم
کے پتھروں کے ساتھ کیا کرتے تھے[1]
خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کے ایک کونے میں نصب ہونے کے بعد بھی کسی رسم کا اسی کے ساتھ
بالتحقیق ہونا پایا نہیں جاتا جو ہم کو اب تسلیم کی جاتی ہے اور حجر اسود کے ساتھ مخصوص خیال ہوتی ہے
وہ بوسہ دینا ہے مگر یہ رسم بھی کچھ اُس کے ساتھ مخصوص نہ تھی کیونکہ خانہ کعبہ کے اور حصے بھی اسی
طرح چومے جاتے تھے۔
خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ تمام لوگ اُس کے اندر بیٹھا کرتے تھے اور خداوند تعالیٰ کی عبادت
کرتے تھے اور اُس کے گرد طواف بھی کرتے تھے لیکن سب سے زیادہ عجیب رسم اُن کی یہ تھی
کہ وہ بالکل ننگے ہو کر عبادت اور پرستش کرتے تھے وہ اس بات کو برا سمجھتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کی
عبادت کپڑے پہن کر کریں جو ہر قسم کے گناہوں سے بھرے ہوتے ہیں خانہ کعبہ کی ہمسری کے
واسطے دو معبد یکے بعد دیگرے بنائے گئے تھے ایک تو قبیلہ غطفان نے اور دوسرا یمن میں
قبائل خشام اور بجیلہ نے باشتراک بنایا تھا۔ ان دونوں معبدوں میں بُت رکھے ہوئے تھے
جن کو اُن قبیلہ کے لوگ بطور معبود کے پوجتے تھے۔ ان نقلی کعبوں میں سے اول کو تو تباہیرا

[1] دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۲ درس ۷ و ۸ و باب ۱۳ درس ۱۸ و باب ۲۷ درس ۲۵ و باب ۲۰ درس ۔
و کتاب خروج باب ۲۰ درس ۲۵ ÷

بادشاہ حجاز نے چھٹی صدی عیسوی میں بالکل غارت کر دیا تھا۔ اور دوسرے کو جریر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یعنی اُن کے پیدا ہونے کے بعد منہدم کر دیا تھا۔ حج کی رسم کو عرب کے باشندے زمانہ دراز سے مانتے چلے آتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک اُن کا پتہ چلتا ہے۔

وقت ادائے حج کے احرام باندھنے کی رسم بھی اُن میں شائع تھی اور اگر کوئی شخص بغرض ضرورت احرام باندھے ہوئے اپنے گھر میں آنا چاہتا تھا تو وہ دروازے کی راہ سے نہیں آتا تھا بلکہ پچھواڑے کی راہ سے دیوار پھلانگ کر اندر آتا تھا۔

صفا اور **مروۃ** پہاڑوں کے درمیان دوڑنے کی رسم بھی زمانہ جاہلیت سے عرب میں رائج تھی جیسے کہ اب بھی مروج ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ پیشتر کس اعتقاد سے دوڑتے تھے۔ جو لوگ حج کے واسطے آتے تھے وہ اُس مقدس میدان میں جمع ہوتے تھے جو **عرفات** کے نام سے مشہور ہے لیکن **قوم قریش** جملہ اقوام عرب میں ذی اختیار تھی اس لئے قریش مع اپنے دوستوں کے مقام **مزدلفہ** پر جو گرد و نواح کی زمین کی نسبت زیادہ بلند اور مرتفع ہے قیام کرتے تھے اور باقی گروہ **عرفات** میں مقیم ہوتے تھے جہاں کہ رسم ادا کی جاتی ہے حج کی ختم ہونے کے بعد یہ مجمع ایک مقام کو جو منیٰ کہلاتا ہے چلا جاتا تھا اور وہاں اپنے بزرگوں کے نام اُن کے بہادرانہ کاموں کے ساتھ فخریہ بیان کیا کرتے تھے اور اُن بہادری کے حالات کو اشعار میں پڑھنے سے اور بھی جلا دیتے تھے۔

سال کے چار مہینے متبرک سمجھے جاتے تھے اور حج کی رسم جیسا کہ بالفعل دستور ہے انھیں مہینوں میں سے ایک مہینہ یعنی ذالحجہ میں ادا کی جاتی تھی۔ مگر ان مہینوں کی حرمت بعض اوقات مبدل اور ملتوی ہو جاتی تھی کس واسطے کہ اگر کوئی لڑائی ان مہینوں میں سے کسی میں واقع ہوتی

تھی تو لوگ اُن کی قدرتی ترتیب کو بدل دینے سے گناہ سے بری الذمہ ہو جاتے تھے یعنی موجودہ
مہینہ کو غیر حرام فرض کر لیتے تھے اور ماہِ آیندہ کو حرام کا مہینہ سمجھ لیتے تھے۔ عرب جاہلیت ایک
میعاد معین تک لڑائی موقوف رکھنے کا عہد کر لیتے تھے اور اِس رسم کو حج کا ہمپایہ سمجھتے تھے۔

باشندگانِ عرب کی ایک تعداد کثیر بت پرست تھی مگر وہاں ایک فرقہ موسوم بہ صابئی
بھی تھا جو ثوابت اور سیّاروں کی پرستش کرتا تھا اُنھوں نے بے شمار ہیاکل یعنی ستاروں
کی پرستش کے معبد تمام ملک میں تعمیر کیے تھے اور اُن کو اُن مقدس ستاروں کی پرستش
کے واسطے مخصوص کیا تھا۔ اس وجہ سے عرب کے لوگ علی العموم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اجرام
فلکی انسان کی نسبت فرداً فرداً اور نیز بہ ہیئت مجموعی نیک یا بد اثر رکھتے ہیں اور باقی مخلوقات پر
بھی موثر ہیں اور بالخصوص اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ مینہ کا برسنا یا امساک باراں کا ہونا انھیں
اجرام فلکی کی نیک یا بد تاثیر پر بالکل منحصر ہے۔

اِس کے علاوہ اور مذہب بھی عرب میں شائع تھے لیکن اِس جگہ اُن کی بحث نہیں کی جاتی
ہے کیونکہ یہ مضمون اُس بیان سے جو اِس کے بعد آوے گا علاقہ رکھتا ہے۔

عورتیں حقیقت میں نہایت خراب اور ذلیل حالت میں تھیں۔ مردوں کو بالکل اختیار تھا
کہ جس قدر چاہیں عورتیں کریں اگرچہ اِس بات کے تعین کے لیے کوئی قانون منضبط نہ تھا کہ مرد کو
کونسی قرابت مند عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے اور کونسی ناجائز۔ مگر بااین ہمہ یہ رسم شائع
تھی کہ اُس عورت سے جو قریب کی رشتہ دار ہو شادی نہیں کرتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے
کہ ایسی عورت کی اولاد کم زور اور ضعیف ہوتی ہے۔

ازدواج کی رسم ادا کرتے تھے اور مہر بھی باندھتے تھے۔ طلاق کا رواج بھی جاری تھا۔
ہر شخص اپنی زوجہ کو جس طرح ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد پھر اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔

اسی طرح سیکڑوں طلاق دینے کے بعد پھر اپنی زوجیت میں لے لیتے تھے۔ کیونکہ تعداد طلاق کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔

طلاق کے بعد ایک میعاد مقرر تھی۔ جس کے اندر عورت کو اور کسی مرد کے ساتھ شادی نکاح کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ اور اگر اس میعاد مقررہ کے اندر میاں بی بی میں اتفاق ہو جاتا تھا تو پھر اُس عورت کو اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا۔ مرد اس رسم سے بہت ظالمانہ اور وحشیانہ طور سے مستفید ہوتے تھے۔ وہ اپنی جورو کو کسی بہانہ سے طلاق دے دیتے تھے بے چاری عورت میعاد معینہ تک منتظر رہتی تھی اور اس میعاد میں کسی دوسرے سے ازدواج نہ کر سکتی تھی۔ لیکن جب میعاد قریب ختم کے ہوتی تھی تو اُس کا شوہر پھر اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا۔ اور اسی طرح پھر کچھ عرصہ بعد طلاق دیدیتا تھا اور میعاد معینہ کے اندر اختتام کے قریب پھر اپنے ازدواج میں لے لیتا تھا۔ اور اسی طرح بار بار کیا کرتا تھا عربوں میں ایک یہ رسم رائج تھی کہ ہر شخص اس بات کو ایک قسم کی ذلت خیال کرتا تھا کہ وہ عورت جو ایک مرتبہ اُس کی زوجہ بنجائے پھر دوسرے شخص کی زوجہ بنے۔

ایک اور قسم کی طلاق بھی زمانۂ جاہلیت کے عربوں میں جاری تھی جو ظہار کہلاتی تھی۔ اور وہ اس طرح پر ہوتی تھی کہ مرد اپنی زوجہ کے ایک عضو کے چھونے سے باز رہتا تھا یہ کہکر مجھکو اپنی زوجہ کے جسم کے فلاں عضو کا چھونا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اپنی ماں بہن یا کسی اور قریب رشتہ والی عورت کے جس کے ساتھ ازدواج ناجائز ہے عضو کا چھونا۔ اس کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی۔

عرب جاہلیت کی رسوم میں سب سے زیادہ خراب رسم اور سب سے زیادہ بے رحم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا اُن کو زندہ دفن کر دینا تھا۔

متبنّیت کی رسم بھی اُن میں شائع تھی اور پسر متبنّی اپنے والدین کی جائداد کا حق دار اور وارث خیال کیا جاتا تھا۔

لڑکے اپنی سوتیل ماؤں سے ازدواج کرنے کے مجاز تھے مگر باپ کو اپنی بیٹی متبنّی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا اور اُس کے خلاف عمل کرنا نہایت معیوب اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔

شوہر کے مرنے کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا اگر وہ نہ ہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیا کرتا تھا اور وہ شخص جو اس طرح چادر ڈالتا تھا وہ اُس عورت بیوہ سے شادی کرنے پر مجبور ہوتا تھا۔

عورتیں متوفی شوہروں کا ماتم پورے ایک سال تک کیا کرتی تھیں اور میعاد معینہ کے بعد بیوہ اونٹ کی چند خشک مینگنیاں یا تو کسی کتے پر یا کندھے پر سے خود اپنی ہی پیٹھ پر پھینک دیتی تھیں جس سے یہ مراد تھی کہ اب بیوہ کو اپنے متوفی شوہر کا کچھ بھی خیال نہیں رہا۔

عورتوں میں اپنے گھر سے نکلنے اور عام مجمع میں بغیر پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عام لوگوں کو دکھلانے میں کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات خیال نہیں کرتی تھیں۔

عورتیں مصنوعی بال سر پر لگایا کرتی تھیں اور اپنے جسم کو نیل سے گودا کرتی تھیں۔ خاندان کے تمام اشخاص تمام قسم کی عورتوں کو چھونے سے جب کہ وہ اپنے معمولی ایام میں ہوں پرہیز کرتے تھے اور ان عورتوں کو باقی اشخاص خاندان کے ساتھ ملنے جلنے کی ممانعت تھی۔

مُردوں کو قبر میں دفن کرنے کا رواج تھا اور جس کسی جنازہ کو دفن کرنے کے لئے لیجاتے ہوئے دیکھتے تھے تو ہر آدمی مُردہ کی تعظیم اور اُس پر افسوس ظاہر کرنے کے لئے سر و قد

اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

ان کا عقیدہ تھا کہ انسان میں خون اور سانس کے سوا کچھ نہیں ہے اور روح محض ایک ہوا انسان کے جسم کے اندر ہے مگر بعض لوگ جو بہ نسبت اُن کے زیادہ تعلیم یافتہ تھے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اُس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑھاتا رہتا ہے اور انسان کے مرنے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑ کر قبر کے گرد چنچیاتا پھرتا ہے یہاں تک کہ وہ جانور ایک اُلّو کے برابر ہو جاتا ہے زمانۂ جاہلیت کے عرب دیووں اور خبیث ارواحوں کو مانتے تھے تمام خیالی اور وہمی اور فرضی صورتیں جو جنگلوں یا پرانی مسمار ٹوٹی پھوٹی عمارتوں میں اُن کو نظر آتیں جیسا کہ اکثر تنہا آدمی کے خیال میں صورت بن جاتی ہے اُن سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحیں تصور کرتے تھے۔

بعض لوگ ان وہمی خیالات کو مختلف بروج کی تاثیر کی طرف منسوب کرتے تھے اور اُن کی رائے اوروں کے مقابلہ میں افضل تر معلوم ہوتی تھی۔

زمانۂ جاہلیت کے عرب نیک اور بد جنات میں عقیدہ رکھتے تھے اِن کی مختلف صورتیں اور شکلیں مقرر کی تھیں اور مختلف نام رکھے تھے۔ اُن کے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کا اور نصف جسم روحانی خیال کئے گئے تھے نیز قوتوں اور وجودوں میں اعتقاد رکھتے تھے جو انسان کی نظر سے غائب تھے مگر جو آئندہ کی خبروں کو بآواز بلند ظاہر کرتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے۔

وہ فرشتوں اور ارواحوں کو بھی جو دکھائی نہیں دیتیں مانتے تھے اور مختلف شکلیں اُن کی طرف منسوب کرتے تھے۔

عرب کے مختلف دینوں کا ذکر قبل اُن کے اسلام لانے کے

اِس بیان میں اِس امر کی تحقیقات کی گئی ہے کہ اُن دینوں میں سے جو زمانہ جاہلیت عرب میں مروج تھے اسلام کون سے دین سے مشابہ تر ہے اور آیا اِس مشابہت کی وجہ سے اِسلام ایک دینِ حق ثابت ہوتا ہے یا ایک عیارانہ بنایا ہوا قصہ۔

توریت مقدس میں جو بیان اِنسان کے پیدا ہونے کا اُس کے بعد بابل میں زبانوں کے مختلف ہوجانے کا اور روئے زمین پر پراگندہ ہونے کا ذکر ہے اُسی کو ہم اپنی اِس بحث کا جو اِس خطبہ میں ہے ابتدائی مقام فرض کرتے ہیں اور اُسی بنا پر یہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ عبادت اور پرستش کی سادگی یک رنگی خودبخود اُس وقت تک جاری رہی ہوگی جبکہ اِنسان تعداد میں کم اور ایک محدود مقام میں تھے۔ مگر جب کہ وہ زیادہ وسیع ملکوں میں پھیل گئے جن کی آب و ہوا اور ملک کی بناوٹ مختلف تھی تو اُس وقت اُن کے دلوں کو نئے اور عجیب خیالات نے قریباً ہر ایک بات کی نسبت گھیر لیا خصوصاً اُس وجود کی ماہیت کی نسبت جس کی عظمت کے جلوے نیک یا بد خوف و ہراس سے اِن کو تسلیم کرنے پڑے۔

وہ لوگ اُن قدرتی ظہور کے طبعی اسباب سے جن کے دیکھنے سے ایک تربیت یافتہ آدمی کے دل میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے جیسے بھونچالوں کا آنا زمین کا دھس جانا اور پھٹ جانا سمندر و نکا تلاطم۔ پہاڑوں کے عجائبات۔ درختوں کی کرامات۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ بجلی کی کڑک اور اُس کی چمک اور اُس کے گرنے سے بربادی اور خوفناک طوفان کی تباہی کے اسباب سے محض ناواقف تھے۔ اس لئے اُنھوں نے ان سب کاموں کو کسی ایسے وجود کے کام تصور کئے ہونگے جس کو وہ اپنے آپ سے بدرجہا اعلیٰ اور زبردست اور بوجہ غیر ظاہر ہونے اِس وجود

کے اور بھی زیادہ خوفناک تصور کرتے ہوں گے اور یہی اسباب ہیں جن کے سبب ابتدا میں انسان کے دل میں عبادت کرنے اور پوجا کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر اُن دیوتاؤں کو اُن مین طریقوں سے خوش کرنے یا اُن کا غصہ مٹانے میں بوجہ ملک کی خاصیت اور آب و ہوا کے اور اُس کے باشندوں کو عام مزاج اور چال چلن کے ہر ایک ملک کے باشندوں میں اختلاف پیدا ہو گیا عرب میں جو قومیں قبل اسلام کے موجود تھیں اُن کے حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اپنے زمانہ میں باعتبار مذہب کے چار مختلف فرقوں میں منقسم تھیں۔ بُت پرست۔ خدا پرست۔ لامذہب معتقد بہ مذہب الہامی۔

بُت پرستی

ایک مصنف کا قول ہے کہ آدمی از روئے خلقت اور جبلیت کے مذہب کا ماننے والا پیدا ہوا ہے اگر وہ معبود حقیقی سے ناواقف ہوگا تو مجازی معبود اپنے لئے بنائے گا۔ انسان خطروں اور مشکلوں سے گھرا ہوا ہے وہ قدرت کی عظیم الشان طاقتوں کو ہر طرف اپنے کام میں مشغول دیکھتا ہے جن کے سبب سے اُس کو خوف و رجا پیدا ہوتی ہے اور باوصف اس کے اُن کے کام اُس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں۔ اِس واسطے اُس کے دل میں اپنے سے زیادہ کسی طاقتور شے سے ایک تعلق پیدا کرنے کا جس پر وہ تکیہ اور بھروسہ کر سکے خیال پیدا ہوتا ہے۔ قدرت کے اِن کاموں کو ذہن نشین کرنے اور اُن کے سمجھ میں آنے کے لئے اب اُس کے واسطے صرف ایک طریقہ ہے۔ طبعی اسباب کا تصوّر تو بہت تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے۔ ابتدائی انسان صرف ایک قسم کی علت کا گمان کر سکتا ہے یعنی مثل اپنے باارادہ طبیعت کا۔ اِس لئے وہ چیزوں کو جنھیں متحرک اور عمل کنندہ پاتا ہے ذی روح اور ذی فہم وجود ٹھیرا لیتا ہے اور اُن کی طرف مثل انسانوں

کے خیالات اور طبائع منسوب کرتا ہے اور اس سے زیادہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ بذریعہ نظروں اور امتحانوں کے ان کے مہربان کرنے یا اُن کی بدمزاجی یا غصہ دور کرنے کے واسطے کوشش کرے۔

جب کہ انسان ہنوز وحشیانہ حالت میں تھا اُس نے قدرت کی بڑی بڑی اشیاء کو اپنی فرحت یا مصیبت کے اسباب کی نظر سے دیکھا اور اسی واسطے ان کو بہ نسبت اپنے زیادہ طاقتور سمجھا اور اس نیت سے کہ اپنی دعائیں اور التجائیں اُن سے ایک ظاہری شکل میں کرے اس کو اپنی خیالی چیزوں کے مجسم کرنے کے واسطے جو اَب اُس کے معبود ہوگئے نقاشی یا مصوری کو جو کیسی ہی ناقص ہو عمل میں لانی پڑی۔

بت پرستی کی ایک اور بنا کسی قوم کے کسی شخص کی خدمات سے جو اپنے کارہائے نمایاں یا جو شاعروں کے وحشیانہ گیتوں اور نظموں سے مشہور ہوئے اور مرنے کے بعد اُس شخص کو معبود ہونے کے رتبہ کا صلا دلایا۔ یہی عرب پر بھی صادق آتا ہے۔ آفتاب۔ مہتاب۔ سیارے اور بروج۔ ملائک اور ارواح جو بقول اُن کے انسانوں کی زندگانی کے واقعات پر حاوی اور قادر تھے اُن سب کو رتبۂ الوہیت دے رکھا تھا اور اُن کی پرستش کرتے تھے۔ اسی طرح اُن آدمیوں کی بھی پرستش کرتے تھے جنھوں نے اپنے شکر گذار ملک کی خدمتیں بجالاکر نام حاصل کیا تھا۔ اس طریقہ پرستش کے اختیار کرنے میں انسانوں کا منشاء محض معلل بدنیا تھا۔ اُن بتوں یا اُن اشیاء اور اشخاص کی پرستش کا باعث جن کے وہ قائم مقام ہیں یہ اعتقاد تھا کہ اپنے پرستش کنندہ کو ہر قسم کی دنیوی خوشی اور آسائش عطا کرنا اور اُن مصیبتوں اور خرابیوں کو جو اُس پر نازل ہونیوالی ہوں رد کر دینا اُن کے اختیار میں ہے اور ان کی پرستش ترک کر دینے کی سزا اُن کے اعتقاد میں افلاس۔ بیماری۔ لاولدی اور عبرت انگیز موت ہوتی تھی۔

جب کہ زمانہ بڑھتا گیا اور تہذیب واخلاق وشائستگی کو ترقی ہوتی گئی۔ جب کہ باہمی راہ ورسم کے ذریعے سے زیادہ مشہور اور پُرامن ہوتے گئے جب کہ آدمیوں کو ایک دوسرے سے ملاقی ہونے کا زیادہ اتفاق ہوگیا یہاں تک کہ اپنے خیالات اور اپنی رایوں اور اپنے عقائد کا تبادلہ کرنے کے قابل ہوئے اُن کے دماغ عالی ہوتے گئے اور اُن کی خوشیاں زیادہ شائستہ اور پاک ہوتی گئیں۔

یہی غیر محسوس خیالات کی ترقی عرب میں بھی واقع ہوئی اور اُس ملک کے باشندوں نے اپنے معبودوں کو ہر جسمانی آسائش اور روحانی خوشی کے عطا کرنے کا اُس شخص کی نسبت جس سے وہ راضی ہوں اختیار کل دیدیا۔

قدیمی باشندگان عرب کی نسبت یعنی قوم عاد۔ ثمود۔ جدیس۔ جرہم الاولی۔ اور عملیق اوّل وغیرہ کی اس قدر محقق ہے کہ یہ لوگ بت پرست تھے۔ مگر کوئی ایسی مقامی روایت عرب کی نہیں ہے جو ان کی پرستش اصنام کے طریقوں کی تعین اور جو قدرتیں کہ وہ اپنے معبودوں کی طرف منسوب کرتے تھے اِن کی تصریح اور جو اغراض اور ارادوں سے کہ وہ مورتوں کو پوجتے تھے اُن کے بیان کرنے میں مطمئن کرے قریب قریب تمام حال جو ہم کو عرب کے بتوں کی نسبت معلوم ہیں صرف یقطان اور اسمٰعیل کی اولاد کے بتوں کی نسبت معلوم ہیں جو عرب العاربہ اور عرب المستعربہ کے نام سے مشہور ہیں انکے بت دو قسم کے تھے۔ ایک قسم کے تو وہ تھے جو ملائک اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے جن پر کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے اور جن کو مؤنث خیال کرتے تھے نسبت رکھتے تھے۔ اور دوسری قسم کے وہ تھے جو نامی اشخاص کیطرف جنہوں نے اپنے عمدہ کاموں کی وجہ سے شہرت حاصل کی تھی منسوب تھے۔ وہ قدرتی سادگی اور بے تکلفی جو ابتدائی درجہ تمدن

میں آدمیوں کی نشانیاں ہیں ان کی پرستش کے طریقوں ہیں قابل تمیز نہیں رہی تھیں۔علاوہ
اس کے انھوں نے بہت خیالات غیر ملکوں کے اور نیز اپنے ہی وطن اصلی کے الہامی مذہبوں
سے اخذ کرلئے تھے اور اُن سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودوں کو دنیا اور عقبےٰ
دونوں کے اختیارات دیدئے تھے۔لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیوی اختیارات
بالکل اِن کے معبودوں کے ہاتھ میں ہیں اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ
ان کے بت یعنی وہ جن کی پرستش کے لئے وہ بت بنائے گئے ہیں اِن کے گناہوں کی
معافی کی خدائے تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔اُن کی طرز معاشرت اور اُن کی خانگی
اور مذہبی اطوار اور رسوم نے بھی اسی طرح سے گرد و نواح کے ملکوں سے جن کے
باشندے الہامی مذہب رکھتے تھے اثر حاصل کیا تھا غرضکہ قبل اسلام کے ملک عرب میں
بُت پرستی کی یہ کیفیت تھی۔

لامذہبی

زمانۂ جاہلیت میں ایک فرقہ عرب میں تھا۔جو کسی چیز کو نہیں مانتا تھا۔نہ تو بُت پرستی کو
نہ کسی الہامی مذہب کو اُن کو خداوند تعالیٰ کے وجود سے انکار تھا اور قیامت کے بھی قائل
نہ تھے اور چونکہ وہ گناہ کے وجود کے قائل نہ تھے اس لئے عقبیٰ میں بھی روح کی جزا یا سزا کے
قائل نہ تھے وہ اپنے آپکو مجملہ قیود قانون ورسمی سے آزاد تصور کرتے تھے اور اپنی ہی آزاد مرضی
کے موافق کاربند ہوتے تھے۔اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود دنیا میں ایک درخت یا
جانور کی مانند ہے۔وہ پیدا ہو جاتا ہے اور بنگی پر پہنچکر تنزل پکڑتا ہے اور مرجاتا ہے جس طرح
کہ کوئی ادنیٰ جانور مرجاتا ہے اور جانوروں کی ہی مانند بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

خُداپرستی

زمانۂ جاہلیت کے عربوں میں بھی خداپرست عرب تھے اور وہ دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو ایک غیر معلوم اور پوشیدہ قدرت کو جس کو وہ اپنے وجود کا خالق قرار دیتے تھے مانتے تھے۔ لیکن باقی امور میں اُن کا عقیدہ لامذہبوں کے عقیدے کی مانند تھا۔

دوسری قسم کے فرقہ کے لوگ خدا کو برحق مانتے تھے اور قیامت اور نجات اور حشر اور بقائے روح اور اُس کی جزا اور سزا کے جو حسب اعمال انسانوں کو ملے گی قائل تھے مگر انبیاء اور وحی پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے اس دوسرے فرقہ کا عقیدہ تھا کہ غیر فانی روح کی جزا اور سزا دوسرے جہان میں محض آدمیوں کے نیک اور بد اعمال پر جو اس دنیا میں کئے ہوں منحصر ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اُن کی دائمی خوشی حاصل ہو اور اُن کی ابدی تکلیف اور خرابی سے محفوظ رکھے لیکن خود اُن کے پاس کوئی ایسا اصول جس پر وہ کاربند ہوں موجود نہ تھا اس لئے اُنھوں نے اُن قواعد کی طرف توجہ کی جن کو اُن کی گرد و نواح کی قومیں مانتی تھیں اور اپنی سمجھ کے موافق ہر قوم سے کچھ کچھ باتیں اخذ کر کے اختیار کیں۔ یہی اسباب تھے جن کے سبب سے کچھ تو عرب کے لوگ بُت پرست ہو گئے اور بعض نے کسی مذہب مقررہ کی پابندی نہیں کی بلکہ اپنی ہی عقل اور سمجھ کے موافق کاربند ہوئے۔

الہامی مذہب

اِسلام سے پہلے چار الہامی مذہب عرب میں وقتاً فوقتاً جاری ہوئے۔

(۱) مذہب صابئی۔

(۲) مذہب ابراہیمی۔

(۳) مذہب یہود۔

(۴) مذہب عیسوی۔

مذہب صابی

اِس مذہب کو قوم سامری نے عرب میں رواج دیا تھا جو اپنے آپ کو قدیم مذہب کے پیرو سمجھتے تھے وہ حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ کو اپنے نبی کہتے تھے اور اپنے مذہب کو اُن کی طرف منسوب کرتے تھے اِن کے پاس ایک کتاب بھی تھی جس کو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے صابیوں کے ہاں سات وقت کی نمازیں تھیں اور وہ اُن کو اُسی طرح ادا کرتے تھے جس طرح کہ مُسلمان ادا کرتے ہیں۔ مُردہ کی بھی وہ نماز پڑھا کرتے تھے اہل اسلام کی طرح وہ بھی ایک قمری مہینہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر جو بُرائی کہ آہستہ آہستہ اُن کے مذہب میں پھیل گئی تھی وہ یہ تھی کہ ستاروں کی پرستش کرنے لگے تھے۔ اُنھوں نے سات ہیاکل یعنی معبد سبع سیاروں کے لئے بنائے تھے اور جس ستارہ کا جو معبد تھا اُسی معبد میں اُس ستارہ کی پرستش کرتے تھے حرّان کے معبد میں سب لوگ بہ نیت حج جمع ہوتے تھے۔ خانہ کعبہ کی بھی بہت بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اُن کا سب سے بڑا مذہبی تیوہار اُس روز ہوا کرتا تھا جب کہ آفتاب حمل میں جو موسم بہار کا اول بُرج ہے داخل ہوتا تھا اور چھوٹے چھوٹے تیوہار اُس وقت ہوتے تھے جب کہ پانچ ستارے یعنی زحل۔ مشتری۔ زہرہ۔ عطارد۔ بعض برجوں میں یکے بعد دیگرے داخل ہوا کرتے تھے اُن کا اعتقاد تھا کہ ان سیاروں کا سعد اور نحس اثر انسان کی قسمتوں پر اور دنیا کے اور امور پر ہوتا ہے۔ وہ یقین کرتے تھے کہ

صابئی خط کا نمونہ



قوم صابئی جسکا ذکر قرآن مجید مین بھی آیا ہے یہ اُنکی تحریر ہے - یہ عبارت پتھر پر اُبھرے حروف مین کندہ ہے اور اسوقت برٹش میوزیم لندن مین رکھا ہوا ہے یہ تحریر ایسی مفقود ہوئی کہ اسکا پڑھنے والا میسر نہین قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عمارت وغیرہ کا یادگاری پتھر ہے جس پر اُسکے بنانے والے کا نام ونشان اور تاریخ تعمیر ہوگی بائین جانب شیر اور درخت کی شکل مین اُنکا قومی نشان ہے

متعلق صفحہ ۴۸

بارش یا مینھ کی کشش انھیں ستارون کی تاثیر پر منحصر ہے یہ خیال اور اس قسم کے اور خیالات اور عقائد صابئیوں کے سوا عرب کے اور لوگوں میں بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان میں اعتکاف کرنے کا بھی رواج تھا۔ اور غاروں اور پہاڑوں میں چند روز مراقبہ اور سکوت میں بسر کرتے تھے

ابراہیمی یا دیگر انبیاے عرب کا مذہب

اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب میں مبعوث ہوئے تھے۔

(۱) حضرت ہودؑ۔ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسمٰعیلؑ (۵) حضرت شعیبؑ۔

یہ سب نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو احکام عشرہ کے عطا ہونے سے پیشتر گذرے ہیں۔

اصل اصول اُن جمیع انبیاے کے مذاہب کا خداے واحد کی عبادت تھا اور دیگر احکام و مسائل جن کو انبیاے مذکور نے بتایا تھا باستثنائے احکام و مسائل حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے سب فراموش ہو گئے تھے اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہیں ہے جو ہم کو اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھا اور کتنے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل کے مذہب کے احکام و مسائل کے لئے بھی اسی طرح کوئی ایسی کافی سند نہیں ہے جس سے کہ ہم اُن کو تفصیل وار بیان کر سکیں اور ایسے بہت کم مسائل ہیں جنھوں نے باستعانت روایت مذہبی اور روایت مقامی کے ایسا تاریخی رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اُس کے حوالہ دینے کے لائق ہوں۔

نام لیتی تھی اور خانہ کعبہ کو بوسہ دیتی جاتی تھی[۱] افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ ملک عرب میں بت پرستی کا رواج ہو گیا تھا۔ مگر با این ہمہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اشخاص ایسے بھی تھے جو اِن مذاہب الہامی میں سے کسی نہ کسی مذہب کے متبع تھے اور خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے انھیں لوگوں میں سے متعدد نے مجدد مذہب ہونے کا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کا مجمع عام میں وعظ کہا اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے پر ترغیب دی وہ لوگ جنھوں نے اپنی نسبت مجدد مذہب ہونے کی شہرت دی تھی اُنکے نام یہ ہیں حنظلہ ابن صفوان۔ خالد ابن سنان اسد الوکرب قیس ابن صیدہ وغیرہ اور بعضوں نے عبد المطلب کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا ہے۔

لیکن یہ کیسا ھی حیرت انگیز امر کیوں نہ معلوم ہو کہ اُس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتوں کو توڑا اور اُن کی پرستش سے مُنھ موڑا اور خدائے برحق کی پرستش کے لئے متوجہ ہوا رفتہ رفتہ اُسی بت پرستی کی حالت میں ڈوب جائے۔ مگر اِس سے زیادہ تعجب انگیز اور حیرت

[۱] اِس مقام پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرق ہے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے اور اُس کو اور حجر اسود کو بوسہ دینے اور قربان گاہوں کے بنانے اور اُن کی تعظیم کرنے اور حضرت یعقوب کے پتھر کھڑا کرنے اور اُس پر تیل ڈالنے اور نماز میں بیت المقدس یا کعبہ کی طرف سجدہ کرنے غرض کہ اشیا مجسم کی تعظیم اور حرمت کرنے میں اور بت پرستوں کی اُن رسوم میں جو وہ اپنے بتوں کی نسبت عمل میں لاتے ہیں اور جس کی وجہ سے اُن کو ہر شخص حقارت اور غصہ کی نظر سے دیکھتا تھا اور اب بھی دیکھتا ہے۔

بلا شبہ اِن دونوں کاموں میں بڑا فرق ہے مگر جو امر کہ لوگوں کو ان دونوں میں صاف صاف تمیز کرنے سے روکتا ہے وہ لفظ بُت پرستی[۱] ہے جس سے یہ مراد سمجھی جاتی ہے کہ آدمی کسی مجسم اور مصنوعی شے کی تعظیم اور پرستش کرنے میں گنہگار ہوتے ہیں۔

آمیز بات معلوم ہوتی ہے کہ اُسی اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے خدائے اعظم اور علام الغیوب کی عبادت کو جو تمام چیزوں کا مبداء اور مرجع ہے رواج دیا اور اعلیٰ ترین درجہ پر پہنچا دیا اور جس نے کہ جہالت اور کفر کی اُس گہری تاریکی کو جس میں کہ اُس کے ہموطن مبتلا تھے دین حق کے پاک اور شفاف نور سے منور کر دیا۔

یہودی مذہب

یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب کے ملک میں شایع کیا تھا۔ جو اُس ملک میں جا کر آباد ہوئے تھے۔ بعضے مصنف نا واجب جرأت کرکے یہ رائے دیتے ہیں کہ ایک قوم بنی اسرائیل کی اپنے جتھے سے علیحدہ ہو کر ملک عرب میں جا بسی تھی اور وہاں اکثر قوموں کو اپنا مذہب تلقین کیا۔ مگر یہ رائے صحت سے بالکل معریٰ ہے اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں اُن یہودیوں کے ساتھ آیا تھا جو پینتیسویں صدی دنیوی میں یا پانچویں صدی

متعلق صفحہ ماقبل۔ مگر یہ غلطی ہے بت پرستوں کے مشرک اور گنہگار ہونے کی صرف یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ مجسم اور مصنوعی اشیاء کی تعظیم اور پرستش کرتے ہیں بلکہ اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چند روحانی ذی جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم الشان قدرتی اشیاء کو اُن سب قدرتوں کا مالک سمجھتے ہیں جو درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے علاقہ رکھتے ہیں اور اُن اشیاء وغیرہ کی اس طرح بندگی بجا لاتے ہیں جو صرف خدائے تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ اُن کے بت اُن وجودوں کے جو غیر خدا ہیں قائم مقام یا یادگار ہوتے ہیں نہ کہ خدائے تعالیٰ کے اُس اعتقاد کی وجہ سے وہ مشرک اور گنہگار ہو جاتے ہیں خواہ وہ اُن روحانی یا ذی جسم وجودوں یا طاقتوں یا عظیم الشان قدرتی اشیاء کے ناموں پر کوئی مورت یا بت قایم کرکے پوجتے ہوں خواہ صرف اپنے دل ہی میں یہ اعتقاد رکھ کر اُن کی پرستش کرتے ہوں اور ظاہر میں اُن کا کوئی بت نہ بناتے ہوں۔ اُن کو بت پرست اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اکثر اُن روحانی یا ذی جسم وجودوں

قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے جو اُن کے مُلک اور اُن کی قوم کی تخریب کے درپے ہوا تھا بھاگ گئے تھے اور شمالی عرب میں بہ مقام خیبر آباد ہوئے تھے تھوڑے عرصہ بعد جب کہ اُن کی مضطرب حالت نے کسی قدر سکون اور قرار پکڑا اُنھوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ اور حارث ابن کعب اور کندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں لائے جب کہ سنہ ۳۶۵ دنیوی میں یا سنہ ۵۴۱ قبل حضرت مسیح کے یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا تب اُس نے اور لوگوں کو بھی بالجبر اِس مذہب میں داخل کرکے اُس کو بہت ترقی دی۔ اُس زمانہ میں یہودیوں کو بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے اُن کے قبضہ میں تھے۔

اُس بات کے یقین کرنے کا قوی قرینہ یہ ہے کہ یہودی بت پرستی کو غصہ اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں گے عرب کی کوئی مقامی روایت اِس مضمون کی نہیں پائی جاتی کہ

متعلق صفحہ ماقبل۔ یا طاقتور یا عظیم الشان قدرتی اشیاء کو جن کو وہ صفات الٓہی کا مخزن اور معدن سمجھتے تھے اپنے خیال کے موافق بت اور مورتیں بنا کر اُن کے توسل سے اِن کو پوجتے تھے۔ اگر وہ اُن ظاہری وسائل پرستش کو اختیار نہ کرتے لیکن باطن میں بھی یہی اعتقاد رکھتے تب بھی اُن کو بت پرست کہنا مورد ناہوتا۔

حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی قربان گاہیں جن میں کہ حجر اسود بھی شامل ہے اور حضرت یعقوب کا کھڑا کیا ہوا پتھر اور خانہ کعبہ اور بیت المقدس یہ سب چیزیں کسی مشہور و معروف اشخاص کی یادگار کے طور پر نہیں بنائی گئی تھیں اور نہ وہ کسی فرشتہ یا عظیم الشان قدرتی شے کے نام پر قائم کی گئی تھیں؛ لحصبعض قادر مطلق کے نام پر جو تمام چیزوں کا مالک ہے اُسی کی پرستش کی غرض سے بنائی گئی تھیں جملہ رسوم اور تکلفات جو ان مقاموں پر برتے جاتے تھے صرف خدائے تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کے مختلف طریقے تھے اور خدائے تعالیٰ کی بندگی کسی طور پر بجالائی جائے جسکو خداوند تعالیٰ نے منظور اور مقبول کر لیا ہو ہرگز گناہ یا شرک یا بت پرستی نہیں ہو سکتی۔

خانہ کعبہ کی نسبت اُن یہودیوں کی رائے عربوں کی رائے کے برخلاف تھی۔ مگر یہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ ایک تصویر یا مورت حضرت ابراہیمؑ کی جن کے پاس ایک مینڈھا قربانی کے واسطے موجود کھڑا تھا۔ یہودیوں کے ذریعے سے خانہ کعبہ میں اُس بیان کے مطابق جو توریت میں ہے کھینچی گئی ہوگی یا رکھی گئی ہوگی۔ کیونکہ یہودی اِس قسم کی تصویروں یا مورتوں کے بنانے اور رکھنے کو گناہ نہیں سمجھتے تھے۔

اِس میں کچھ شک نہیں کہ یہودیوں کے ذریعہ سے ملک عرب میں خدائے تعالیٰ کی معرفت کا علم جیسا کہ قبائل عرب میں بالعموم پیشتر تھا اُس سے بھی دو چند ہوگیا۔ وہ عرب جنھوں نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا اور وہ لوگ بھی جو اُن سے راہ و رسم رکھتے تھے اِس سے فائدہ مند ہوتے تھے۔ کیونکہ یہودیوں کے پاس ایک عمدہ قانون شریعت اور قانون ملکی موجود تھا اور اُس زمانہ کے عرب اِس قسم کی چیز سے بالکل بے بہرہ تھے اس سے ایک معقول طور پر استنباط ہوتا ہے کہ بہت سی خانگی اور دیگر رسوم کو جو اُس قانون میں مذکور ہیں عربوں نے اختیار کرلیا ہوگا۔ خصوصاً یمن کے رہنے والوں نے جہاں کہ اُن کے بادشاہ ذونواس نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا اور اُس نے یہودی مذہب کی ترویج میں کوشش کی ہوگی۔ ہم کو اِس مقام پر مذہب یہود کے مسائل اور عقائد اور ان کی رسموں اور طریقوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ سب باتیں توریت میں موجود ہیں اور ہر شخص اس سے کسی نہ کسی قدر واقف ہے اور وہ امور جن کا بیان کرنا ہم کو بالتخصیص مدنظر ہے اُس مقام پر بیان ہونگے جہاں کہ ہم مذہب یہود اور اسلام کے تعلق باہمی پر بحث کریں گے۔

عیسوی مذہب

یہ بات تحقیق ہے کہ عیسوی مذہب نے تیسری صدی عیسوی میں ملک عرب میں دخل پایا تھا۔ جب کہ اُن خرابیون اور بدعتوں کی وجہ سے جو آہستہ آہستہ مشرقی کلیسا میں شائع ہو گئی تھیں قدیم عیسائیوں کی تباہی ہوئی تھی اور وہ لوگ ترک وطن پر مجبور ہوئے تھے تاکہ اور کسی جگہ جا کر پناہ لیں اکثر مشرقی اور نیز یورپین مورخ جنھوں نے اس مضمون کو مشرقی مصنفوں سے اخذ کیا ہے اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ وہ زمانہ ذونواس کی سلطنت کا زمانہ تھا مگر ہم اس رائے سے کسی طرح اتفاق نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے حساب کے موافق جس کا بیان ہم نے اول کیا ہے ذونواس کا زمانہ قریباً چھ سو برس پیشتر اس واقعہ سے گذر چکا تھا اور اسی وجہ سے ہم اُن ہم مصنفوں کی اس رائے کو بھی تسلیم نہیں کرتے جن کا بیان ہے کہ ذونواس نے عیسائیوں کی تخریب کی تھی۔

اول مقام جہاں کہ یہ بھاگے ہوئے عیسائی آباد ہوئے تھے نجران تھا اور اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہاں کے چند لوگوں نے عیسوی مذہب قبول کر لیا تھا۔ یہ عیسائی فرقہ جیکوبائٹ یعنی یعقوبی فرقہ تھا اور اس لقب سے مشرقی فرقہ مانوفیزئٹیز کا موسوم کیا جاتا تھا۔ اگرچہ صحیح طور پر یہ لقب شام اور عراق اور بابل کے فرقہ مانوفیزئٹیز پر اطلاق ہو سکتا ہے جیکوبائٹ کا لقب ایک شام کے راہب کے سبب سے جس کا نام جیکوبس براڈلیس تھا اس فرقہ کا پڑ گیا تھا اور جس نے کہ یونان کے بادشاہ جسٹی نین کے عہد میں اپنے ملک سے نکلے ہوئے مانوفیزئٹیز کا ایک علیحدہ فرقہ قائم کر لیا تھا۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک صفت رکھتے ہیں یعنی انسانی صفت نے اُن میں تقدیس کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

عیسائی مصنفون نے بیان کیا ہے کہ عیسوی مذہب نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی تھی مگر ہم اس باب میں اُن سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستثنائے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندون نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا قبائل حمیر غسان ربیعہ تغلب۔ بحرو۔ تونخ طے۔ تودیہ اور حیرہ متعدد اشخاص نے اُن کی تقلید کی تھی اور کوئی جماعت کثیر یا قوم کی قوم عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی جس طرح یہودی مذہب میں آگئے تھے۔ اغلب ہے کہ ان متفرق اعراب متنصرہ وساطت سے حضرت مریم کی تصویر خواہ مورت عیسیٰ علیہ السلام کی گود میں لئے ہوئے خانہ کعبہ کی اندرونی دیواروں پر کھینچی گئی ہو یا رکھی گئی ہو خانہ کعبہ کے اندر متعدد قوموں کے معبودوں یا بزرگوں کی تصویریں یا مورتیں رکھی ہوئی تھیں اور جس فرقہ سے وہ تصویر یا مورت علاقہ رکھتی تھی وہی فرقہ اُس کی پرستش کرتا تھا جبکہ عرب کے لوگوں نے یہودی اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو اُس مذہب کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرتِ مریم کی تصویر یا مورت خانہ کعبہ میں رکھی یا کھینچی ہو گی۔ کیونکہ جس طرح عرب کے اور فرقوں کو اپنے معبودوں یا بزرگوں کی مورتیں رکھنے یا کھینچنے کا کعبہ میں حق تھا اُسی طرح اُن عربوں کو بھی حق تھا جو یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے اور کسی کو اُس کی ممانعت کا حق نہ تھا۔

اسلام سے پیشتر ملک عرب کی یہ مذہبی حالت تھی اور ایسے مختلف مذہب جو زمانہ واحد میں وہاں مروج ہو گئے تھے اُس کا ضروری نتیجہ یہ ہوا ہو گا کہ اُن مذہبوں کے احکام اور مسائل اور رسوم باہم خلط ملط اور اہلِ عرب میں بالعموم مروج ہو گئے ہوں گے۔ کیوں کہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ اُن نیم وحشی اور جاہل لوگوں کو اس قدر شعور ہو کہ اتنے مذاہب مختلفہ کی باہمی تفریق کو جانچ سکتے ہوں اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر کے دقیق تفاوت کی تمیز کرتے ہوں۔

مقابلہ مذہبوں کا

مذہب اسلام میں اور عرب کے خدا پرستوں کے مذہب کے دونوں فرقوں میں سے دوسرے فرقہ سے کوئی سخت مخالفت نہ تھی کیونکہ اگر اُس فرقہ کے عقائد میں وحی کے عقیدہ کو اضافہ کیا جائے تو مذہب اسلام کے اصلی اصول سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔

مذہب صابئی کے عقائد الہام سے اسلام بالکل مماثل تھا لیکن اس مذہب میں اجرام فلکی کی پرستش کو رد کرتا تھا اور سیاروں کے نام پر مورتیں بنانے اور معبد قائم کرنے کو بھی جو ایک قسم کی بت پرستی ہے جس میں قوم صابئی بوجہ امتداد زمانہ کے آہستہ آہستہ آپڑی تھی ناروا ٹھیراتا تھا۔

ابراہیمی مذہب اور عرب کے ادر نبیوں کے مذہب اور یہودی مذہب کے اصول و احکام اور عقائد اسلام کے اصول اور احکام اور عقائد کے کچھ بھی متناقض نہ تھے۔ بلکہ درحقیقت اسلام کے اصول اور احکام ابراہیمی مذہب اور دیگر انبیائے عرب کے مذہب اور یہود کے مذہب کے اصول اور احکام کو مکمل کرتے تھے۔ اسلام میں اور یہودی مذہب میں صرف یہ فرق تھا کہ اسلام حضرت یحییٰ کو تسلیم کرتا تھا مگر یہودیوں اور عیسائیوں کی بعض غلط تفاسیر کو جو وہ توریت اور انجیل کی آیتوں کی کرتے تھے نہیں مانتا تھا۔ اصول اسلام اُن عمدہ اصول سے جن کی درحقیقت حضرت عیسیٰ نے تلقین کی تھی مطابقت تامہ رکھتا تھا۔ لیکن زمانہ اسلام میں جو عیسائی تھے اُن کے اصول اور عقائد اور مسائل اور رسوم مذہبی اور اُن کے برتاؤ سے بالکل مخالف تھا اور بجز چند متفرق اور متعدد مسائل اخلاق کے کسی اور چیز میں ان دونوں مذہبوں میں مشابہت نہ تھی۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذہب اسلام کیا ہے۔ ہم

ولادت کے وقت دنیا کی حالت

حضور نبی صلعم کی پیدائش کے وقت جو عرب کی حالت تھی اُس کا تو آپ بخوبی مطالعہ کر چکے اب دنیا کی مختلف ممالک پر مختصراً ایک نگاہ اور ڈال لیجئے جس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ایسی حالت میں ضرور ایک بڑے نبی کا مبعوث ہونا لازمی تھا جو تمام اقوام دنیا پر اپنا پورا اثر ڈال سکے۔ جب کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی وحشت و درندگی کا دنیا پر قبضہ تھا۔ انسانیت۔ اور اخلاق کا نام مٹ چکا تھا۔

بنی اسرائیل حضرت مسیح سے قبل سانپ اور سانپ کے بچے کہلائے جانے کے مستحق ٹھہر گئے تھے اب مسیح کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا اُن میں آدمیت کا ذرا سا بھی نشان باقی نہ رہا تھا اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے بُت پرستی کا رواج ہو گیا تھا۔

انگلستان میں برٹن اور سیکسن قومیں آباد تھیں اور ان کے اضلاع نارتھمبرلینڈ۔ لاٹ لینڈ۔ کون ٹیز۔ نارفوک۔ سوفوک وغیرہ میں ورڈن بت کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس۔ برن بلڈ۔ سِگ برٹ۔ فرے دی گوٹن دمی ل ہے رک نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا جب کہ پادری صاحبان کی ایما سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتیں تھیں۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے ایلپ پر معرکہ آرا رہتا تھا یہ لڑائی ۵۸۲ء کے بعد تک جاری رہی جب کہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈن میں ہلاک کئے گئے۔

ھنگری۔ اِن دنوں انتہا درجہ کی وحشی اور بدمعاش قوموں کے ہاتوں میں تھا۔
جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔

ایران پر مزدکیہ کا زور تھا جنھوں نے۔ زن۔ زر۔ زمین کو وقف عام کر دینے سے
اخلاق اور انسانی تہذیب اور ترقی کا ستیاناس کر دیا تھا۔

ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اور فرقہ بام مارگی قابو یافتہ
تھا وہ اپنے ناپاک اصولوں سے بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے مندروں میں زن و مرد کی
برہنہ شکلیں بنا کر رکھی جاتی تھیں اور انھیں کی پرستش کی جاتی تھی۔ مندروں کے در و دیوار پر
ایسی فحش تصاویر بنائی جاتی تھیں جن کی تصویر سے ایک مہذب شخص کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں
چین کے باشندوں نے تو اور بھی غضب ڈھایا تھا۔ یعنی اپنے ملک کو آسمانی فرزند
کی بادشاہت سمجھکر خدا سے منھ موڑ لیا تھا ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا کوئی
رزق کا کوئی جنگ کا تو کوئی فرزند کا اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہی کے اختیار میں تھا
کانفیوشش۔ کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے لیکن اس وقت تک اُس کا بھی کچھ
ظہور نہ ہوا تھا۔

مصر میں عیسائیت کا زور تھا حضرت مسیح کی شخصیت اور نبوت کی تعریف و تجدید۔
توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے رہتے تھے پھر اون کے متعلق
دوسرا موجود ہو تھا۔ ایک فرقہ دوسرے کو کافر ثابت کرتا تھا۔ اور پھر جس کا بس چلتا تو دوسروں کو
آگ میں جلانے اور قتل کرنے سے دریغ نکرتا تھا۔

اب ناظرین کتاب تمام ممالک کے حالات پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ ایسے نازک وقت
میں نبی صلعم کا کام کس قدر مشکل تھا۔ آپ نے اپنے فرض منصبی کو کیسی خوش اسلوبی صبر تحمل اور

استقلال سے شروع کیا۔ کس طرح تہذیب وتمدن اور اخلاق کو پھیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی اور کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ اور انسان کے دل پر خدائے واحد کی عظمت کا نقش قایم کیا۔

کس طرح پر آپ نے نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک ومقام کی حالتوں امیری و غریبی کی امتیازوں فاتح ومفتوح کے تفادتوں کو مٹاکر کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دین واحد کے رشتہ میں جکڑکر متحد۔ متفق۔ مساوی ہم سطح۔ ہم خیال واعتقاد بنایا جب آپ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے تو لوگوں کے دلوں میں نفرت وعداوت کے بجائے نصرت اخوت اور ظلمت وجہالت کے بجائے صداقت وعلم قائم کرکے اور اُن کے دل ودماغ کو صاف وشفاف اور نورانی بناکر اور خدا کے نزدیک کرکے آپ نہایت کشادہ پیشانی اور کمال مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے۔

رسول اکرم محمدؐ صلعم کے آباو اجداد مع مختصر حالات۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم خلیل اللہ والو الانبیا کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ مصر کے بادشاہ رقیون کی بیٹی تھیں۔ خدا کے نزدیک ان کا بڑا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے ان کے سامنے آتے اور پیغام پہونچاتے تھے ہاجرہ کے فرزند کا نام اسماعیلؑ ہے جو حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ اُس میں قیدار بہت مشہور ہے قیدار کی اولاد میں عدنان بہت مشہور ہوا ہے چنانچہ ہم یہیں سے حالات شروع کرتے ہیں۔

عدنان

بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عدنان تک اکیس پشتیں ہیں پس ہر ایک پشت کی اوسط ۵۵ سال نکلتی ہے - فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیا یا ارمیا علیہ السلام کا زمانہ ۶۰۰ سال قبل حضرت مسیح ہے چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیا کے ہمعصر ہیں۔ اس لئے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلعم اور عدنان کے درمیان ۱۱۵۰ سال کا زمانہ ہی اس لئے اس شجرہ اور زمانہ کی صحت میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا ہے -

بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب ارمیاؑ و برخیاؑ نے بخت نصر کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے چنانچہ دیگر قبائل پر حملہ کیا گیا اور اُن کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات میں لے جا کر آباد کیا انھیں لوگوں نے سلطنت انبار کی بنیاد ڈالی تھی[1]-

عدنان کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک معد جن کا نام نسب نبوی میں آتا ہے دوسرا عک جس نے حجاز سے آکر یمن میں اپنی سلطنت قایم کی -

اگر ہم ہر شخص کی کل اولادوں کا شجرہ لکھیں تو بیان بہت طول ہو جائے گا اس لئے آیندہ ہر شخص کی تمام اولادوں میں سے صرف اوسی ایک اولاد کا ذکر کریں گے جس کی نسل میں ہمارے رسولؐ پاک ہیں اور ناظرین کی واقفیت کے لئے ایک شجرہ مفصل اولاد کا علیحدہ بنا دیا جائیگا جس سے ہر شخص کی اولاد اور اوس کا پورا سلسلہ معلوم ہو سکے گا -

---

[1] تاریخ عرب پروفیسر سیڈیو -

مُعَدّ

بخت نصر نے جب عرب پر دوسرا حملہ کیا تو بنو عدنان یمن میں تھے مگر معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے جب بخت نصر کا رعب پرا ثر نہ رہا تو مُعد بھی عرب میں واپس آ گئے اور بنو جرہم کو تلاش کر کے اُن کی لڑکی سے شادی کر لی۔ مُعَدّ سے نزار پیدا ہوئے اور دوسرا اور پیدا ہوا۔

نزار

ان کی کنیت ابوایاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رح کا سلسلہ ان سے ملتا ہے نزار سے مُضر اور دیگر تین لڑکے پیدا ہوئے۔ نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مُضر کو اونٹ اور خیمہ دینا تقسیم کر دئے تھے اُن کی اولاد وسط عرب میں آباد ہے۔

مُضَر

بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر دولت مند تھے چونکہ باپ نے ان کو تمام سُرخ اشیا دی تھیں اب ہئے مضر الحمراء کے نام سے مشہور ہیں ان سے الیاس پیدا ہوئے

الیاس

اِن کی کنیت ابوعمرو تھی جب اِن کا انتقال ہوا تو اِن کی بیوی نے اِس قدر غم کیا کہ مدت العمر سایہ میں نہ بیٹھیں اِن کا لقب کبیر قوم تھا اِن سے مدرکہ اور دو لڑکے پیدا ہوئے

مُدرکہ

اِن کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل ہے اور انکے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت کیا کرتے تھے اونٹ بھاگ گئے یہ دور تک تعاقب میں نکل گئے اور اونٹوں کو جا لیا چھوٹے بھائی نے ان کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا باپ نے ان کو مُدرکہ اور چھوٹے کو طابخہ کا خطاب دیا خطاب اصل نام پر غالب آگیا۔ اِن کے دو لڑکوں میں ایک خزیمہ تھے۔

خُزیمہ

اِن کی کنیت ابو الاسد تھی ان کے تین لڑکوں میں ایک کنانہ تھے۔

کنانہ

ان کی کنیت ابو النضر تھی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیلؑ کو برگزیدہ کیا اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنو ہاشم سے مجھے ممتاز فرمایا۔ کنانہ کے چھے لڑکوں میں سے ایک نضر تھے۔

نضر

ان کا اصلی نام قیس تھا حُسن و خوبی کی وجہ سے اہلِ عرب ان کو نضر کہتے تھے ان کی کنیت ابو یخلد تھی ان سے ایک لڑکا مالک پیدا ہوا۔

مالک

ان کی کینت ابوالحارث تھی ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام فہر یا قریش تھا۔

فہر

فہر ہی کا لقب قریش ہے انھیں کے وقت میں یمن کا حاکم حسّان نامی ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا اِس کا ارادہ تھا کہ خانہ کعبہ کو ڈھا کر اِس کا سامان یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے فہر نے معہ اپنے بھائی کے اِس فوج کا مقابلہ کیا حسّان کو شکست فاش ہوئی اور وہ قید ہوگیا مگر فہر نے اِس کو تین سال قید رکھ کر آزاد کر دیا وہ یمن کو جا رہا تھا کہ راستہ میں مر گیا[1]۔ اِس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت عرب میں قایم ہوگئی اور فہر کو قریش کے لقب سے لوگ پکارنے لگے کیونکہ قریش کے معنی لغت میں ویل مچھلی کے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے فہر اور اولاد فہر کو بھی قریش کے نام سے لوگ پکارنے لگے کیونکہ وہ بھی عرب کے جملہ قبائل میں طاقتور اور عظیم الشان مانے جاتے تھے فہر کے دو لڑکے ہوئے جس میں ایک کا نام غالب تھا۔

غالبؑ

ان کی کنیت ابو تیم تھی اِن کے دو لڑکے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام لُویّ تھا۔

---

[1] تاریخ ابن اثیر

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

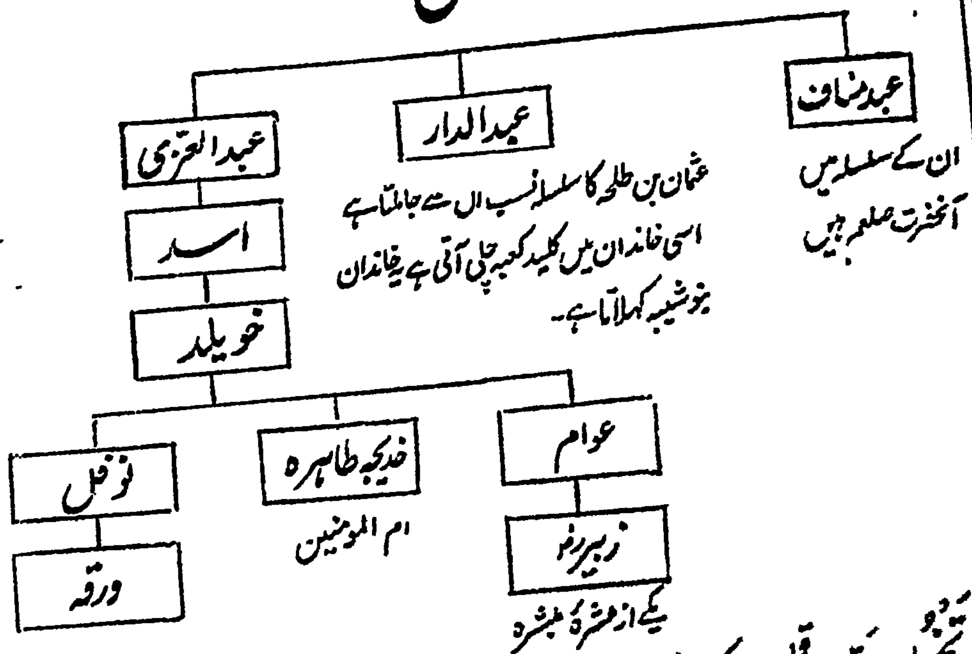
[illegible]

[illegible]

[illegible]

آیندہ تاریخ نبوی میں آئے ہیں ناظرین تاریخ کو ان ناموں سے واقفیت ہوجائے گی اور ایک کا دوسرے سے رشتہ بھی سمجھ میں آجائے گا۔

قُصیّ کی اولاد کا شجرہ



تخمر اور برہ قصی کی دختران ہیں یہ سب بہن بھائی ایک ہی ماں مسماۃ حُبیّ کے بطن سے ہیں۔

عبد مناف

ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ والدہ نے پہلے پہل ان کو منات بت پر جس کو مناف بت بھی کہتے ہیں بھیجا تھا اس لئے عبد مناف مشہور ہوگئے یہ حسن وجمال میں اس درجہ

یکتا تھے کہ اِن کا لقب قمر البطحا ہو گیا تھا یہ اپنی عہد سرداری میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی کی نصیحت کیا کرتے تھے اِن کی اولاد کا شجرہ درج ذیل ہے۔

عبد مناف

نام اہلیہ	پسر	دختر
عاتکہ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال	مطلب ہاشم۔ عبد الشمس	تماضر۔ بَرّہ۔ حنّہ۔ ہالہ۔ قلابہ۔
واقدہ۔ بنت عامر بن عید	نوفل۔ ابو عمرو۔ ابو عبیدہ	•
ثقفیہ		رَیطہ

مطلب باپ کے پہلوٹے بیٹے تھے۔ اِن کی اولاد مطلبی کے نام سے مشہور ہوئی۔ مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں (۱) عبیدہ ابوالحارث یہ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ (۲) طفیل (۳) حصین ان دونوں کا انتقال ۳۲؁ ہجری میں ہوا۔

عبد الشمس۔ اِن کے بیٹے کا نام امیہ تھا جن کی اولاد بنی امیہ کہلاتی ہے۔ حضرت عثمانؓ اسی خاندان سے تھے۔

نوفل۔ حضرت جُبیر بن مطعمؓ کا نسب ان سے جا ملتا ہے۔

ہاشم۔ اِن کا نام عمر ہے اور عمرو العلا کے لقب سے مشہور تھے اپنے والد عبد مناف کے بعد قوم کے سردار مقرر ہوئے۔ اُمیہؔ ان کے بھائی عبد الشمس کا لڑکا تھا اِن کی سرداری سے مخالفت کی عسقان کا ایک کاہن منصف مقرر ہوا جس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا ہاشم لقب پڑنے کی یہ وجہ ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے سنا کہ مکہ میں آٹا کمیاب ہے۔

اُس وقت یہ مال تجارت لے کر شام کو گئے ہوئے تھے جب شام سے واپس آنے لگے تو اپنے ساتھ اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادتے لائے اور مکہ پہنچکر ایک عام دعوت کر دی گوشت اور شوربہ میں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈالدی گئیں جب ھی سے ان کا نام ہاشم پڑگیا۔ کیونکہ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اُس وقت کے بعد سے وہ ہر سال موسم حج میں عام دعوت کیا کرتے تھے ہاشم نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کے تجارتی مال پر شام میں کوئی محصول نہ لیا جائے۔

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف ابتدا میں ہو گیا تھا وہ کئی نسلوں تک چلا گیا مگر حضور نبی صلعم کے زمانہ میں یہ اختلاف بہت کچھ دور ہو گیا۔

اولاد ہاشم

نام اہلیہ	پسر	دختر
سلمیٰ بنت عمرو بن زید نجاری	**عبد المطلب**	رقیہ۔ خورد سال فوت ہوئیں
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	ابا صیفی (صیفا)	•
قیلا القلب بہ جزورنبت عامر بن مالک بن جزعہ	اسد	•
اسیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار	نضلہ	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	•	ضعیفہ۔ خالدہ
عدی بنت جیب (از بنو ثقیف)	•	خنہ

عبدالمطلب

یہ ہاشم کے سب سے بڑے بیٹے ہیں ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ عربی میں بڈھے کو کہتے ہیں چونکہ وقت ولادت ان کے سر کے چند بال سفید تھے اس لئے شیبہ مشہور ہوئے۔ اپنے والد ہاشم کے انتقال کے وقت یہ اپنی ننھیال یثرب میں تھے ان کے چچا مطلب ان کو لے آئے اور اپنے بیٹوں سے بڑھ کر ان کی نازبرداری کی اس احسان مندی کی قبولیت واظہار میں یہ تمام عمر عبدالمطلب (مطلب کے غلام) کہلاتے رہے اور اصلی نام اور لقب پر یہ نام اس قدر غالب ہوا کہ یہی اصلی نام سمجھا جاتا ہے۔ سید قریش اور شریف قریش کے نام سے بھی مشہور تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک محمد انہیں نے تجویز کیا تھا۔

انہی کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔

انہوں نے ہی تین مرتبہ خواب دیکھ کر چاہ زمزم جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر کر معدوم کر دیا تھا تلاش کیا تھا اور جس سے اس وقت تک لاکھوں حاجی سیراب ہوتے ہیں

ان ہی کے زمانہ میں ایک لڑائی ہوئی جس میں مسروق شاہ حبشہ مارا گیا اور سیف بن ذوالیزن تخت پر بیٹھا۔ لوگ ہر طرف سے مبارکباد کو آئے عبدالمطلب بھی پہنچے بادشاہ ان کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور حسب ونسب دریافت کیا۔ عبدالمطلب نے مختصراً بیان کیا۔ سیف نے تمام حالات سن کر بہت عنایت کی اور مہینہ بھر مہمان رکھا رخصت کے وقت خلوت میں بلا کر کہا کہ ایک خیال جو میرے دل میں برسوں سے ہے بیان کرتا ہوں۔ عنقریب زمانہ ہوگا جس کے سبب سے زندہ لوگ دنیا میں اور مردے عقبیٰ میں درجۂ عظیم پائیں گے یعنی مکہ میں ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جس کے مونڈھوں کے درمیان ایک تل ایسا مشرف ہوگا

کہ جن وانس اُس کی فرمان برداری کریں گے اور تمہارے بیٹوں کو ایسی بزرگی ملے گی کہ سر عزت آسمان تک پہونچے گا عبدالمطلب نے خوش ہوکر پوچھا کہ اس کا ظہور کب تک ہوگا۔ بادشاہ بولا کہ وہ وقت عنقریب ہے اور علامات یہ ہیں کہ ایام طفولیت میں اُسکے والدین کا انتقال ہوگا چچا کفالت حال کریں گے اس کے بعد سیف نے کہا کہ مجکو کتب قدیمہ سے پتہ چلا ہے کہ اُس کے جدامجد آپ ہوں گے اس کے کچھ آثار اس وقت تک اگر ہوں تو بیان کرو عبدالمطلب نے بیان کیا کہ میرا ایک بیٹا عبداللہ نامی تھا جس کا انتقال ہوگیا اُس کا ایک بچہ ہے جس کی پرورش اوس کا چچا کرتا ہے اور میں نے اُسکا نام **محمدؐ** رکھا ہے۔ بادشاہ نے کہا اُس کی حفاظت کرو یہ وہی شخص ہے جس کا حال مجکو کتب آسمانی سے معلوم ہوا ہے۔

عبدالمطلب ۴۹۷ء میں پیدا ہوئے اور ۵۷۹ء میں انتقال کیا کل عمر ۸۲ سال عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے کثیر الاولاد کیا تھا جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے۔

نقشہ اولاد عبدالمطلب

اہلیہ عبدالمطلب	پسر	دختر
(۱) صفیہ بنت جنید بن حجیر بن زباب بن سوارہ بن عامر بن صعصعہ (از نسل نضر)	حارث	•
(۲) فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ	زبیر۔ ابوطالب۔ عبدالکعبہ عبداللہ	ام حکیم۔ بیضا۔ امیمہ۔ اروی۔ برہ۔ عاتکہ۔
(۳) لبنیٰ بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ)	ابولہب۔ عبدالعزیٰ	
(۴) ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب	مقوم۔ حجل۔ مغیرہ۔ حمزہ	صفیہ
(۵) نتیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار)	ضرار۔ قثم۔ عباس	•
(۶) منعمہ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)	غیداق۔ مصعب	•

مگر بعض مورخین کا بیان ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام حجل ہے اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مُقوّم ہے اور قثم کوئی نہ تھا۔ اس صورت میں عبدالمطلب کے دس فرزند ہوئے اور یہی تعداد زیادہ صحیح ہے۔

اور آنحضرت صلعم کے نو چچا اور چھ پھوپیاں ہوئیں جن کے حالات اپنے اپنے موقع پر کتاب میں آویں گے۔

حضرت خواجہ عبداللہ والدِ آنحضرت صلعم

ولادت ۵۴۵ء

حضرت عبداللہ متین سنجیدہ اور شریف طبیعت کے تھے۔ آپ کے خیالات اگرچہ محدود تھے مگر اُن میں استحکامی کی وسعت ازحد تھی۔ آپ کی زندگی کعبہ کی خدمت میں صرف ہوئی تھی۔ یہ ایک جمیل صورت کے شخص تھے اور محامد اخلاق و اعمال و شیرینیٔ گفتار و فضیلب حسب و شرافت نسب غرض کہ جملہ حسنات و اوصاف میں جملہ جوانانِ قریش میں مستثنیٰ اور ممتاز تھے پاک اور متبرک صورت اور حسن ظاہری میں اپنے وقت کے یوسفِ ثانی تھے۔ حضرت عبداللہ کے والد حضرت خواجہ عبدالمطلب اپنے پردبدبہ مزاج اور تیز فہمی سے بہت بزرگ مانے جاتے تھے۔ عبدالمطلب کی بے شمار اولاد خدمت کعبہ کے متفرق معزز عہدوں پر ممتاز تھے عبدالمطلب نے ایک منت مانی تھی کہ اگر خداوند تعالیٰ مجکو دس فرزند عطا فرمائے گا تو ایک فرزند کی تقرب الٰہی کے لئے قربانی کردونگا۔

جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تو منت پورا کرنے کا وقت آگیا تب انہوں نے اپنے تمام فرزندوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ قرعہ عبداللہ کے نام پر نکلا۔ عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کے لئے قربان ہونا منظور کرلیا۔ مگر ابوطالب جو آپ کے حقیقی بھائی تھے اس

واقعہ سے بہت پریشان اور اداس ہوئے اور ان کی رہائی کے لئے کوشاں ہوئے اور ایک نظم ان کی سفارش میں لکھ کر پیش کی۔ حضرت عبداللہ کے ننھیال والے بھی ان کے بچاؤ کے لئے ابوطالب کے ہم زبان ہوگئے جب یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہوگیا تو یہ فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہدے اُس پر عمل کیا جاوے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہئے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں پر قرعہ نکلے تو اوتنے ھی اونٹ قربان کردیئے جائیں۔

اول قرعہ دس اونٹوں پر ڈالا گیا پھر بیس پھر تیس چالیس پر یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد نوے تک پہنچ گئی مگر ہر دفعہ عبداللہ ھی کا نام نکلا۔ لیکن جب اونٹوں کی تعداد سو کردی گئی اور قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں کا نکل آیا۔

تب عبدالمطلب نے اپنے لاڈلے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلہ میں سو اونٹ قربان کردئے اور اس طرح اُن کی جان کی خلاصی ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ رسم وحشیانہ ضرور تھی مگر اُس زمانہ میں ہر اطراف عالم میں پائی جاتی تھی۔ عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی خوبی ہے تو یہ کہ انھوں نے یہ منت خالص خدائے واحد کے لئے مانی تھی نہ کہ کسی دیوتا کے لئے۔ جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ غیر اللہ کے لئے بھی مانگا کرتے ہیں۔ مگر خواجہ عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ اور خداوندتعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ عبداللہ کو بھی بچایا اور عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخ رو کیا۔

اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی خون کے لئے دس اونٹ مقرر تھے مگر اس واقعہ کے بعد سے سو اونٹ کی مقدار عام طور پر مقرر ہوگئی گویا عبدالمطلب کے خلوص اور خواجہ عبداللہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر منزلت

بڑھ گئی اور دیت یعنی خون کی مقدار میں دس گنا اضافہ ہوگیا جس سے واردات
قتل وخون میں بہت کمی ہوگئی۔

حضرت عبداللہ لفضلہ بہمہ صفت موصوف تھے۔ اور نورِ کوکب نبوت محمدی طلعت زیبا اُن کی
سے ظاہر تھا۔ اُس وقت میں احبار یہود اور کاہنانِ حجاز میں یہ بات مشہور تھی کہ پیغمبر آخر الزمان
اس شخص عبداللہ کے صلب سے پیدا ہوں گے جب عبداللہ سنِ بلوغ کو پہونچے تو زنانِ قریش
اور نازنینانِ عرب شیفتہ حسن بے مثال وجمال باکمال عبداللہ کے ہوئیں اور ہر پہلو سے
اظہار مطلب کیا اور جس صورت سے ہوا حسن ظاہری بیان کرکے اپنی طرف رغبت دلائی۔ تاکہ
عبداللہ اُن مہ جبینوں کو اپنی زوجیت میں قبول کریں۔ لیکن عبداللہ بتوفیق ربانی اصلاً اُن
کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے جب وہ وقت آیا کہ عبداللہ کا نکاح کسی کے ساتھ ہووے اور
آفتاب ہدایت ورسالت عالم ظہور میں جلوہ گر فرماوے تو ایک گروہ دلیران و نامورانِ قوم یہود
اور شام نے صرف بسبب عداوت حسد ظہور نور خیر الانام کے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ہم سب متفق
ہوکر چلیں اور یہ عہد کیا کہ جب تک عبداللہ کو نہ مار ڈالیں ہرگز ہرگز گھر کو واپس نہ پھریں۔
آخر کار یہ سب لوگ اسی ارادہ سے چلے۔ اور اس خیال سے کہ شاید ہمارا ارادہ کسی پر ظاہر ہوجائے
رات کو سفر کرنا اور دن کو کسی محفوظ جگہ میں آرام کرنا اختیار کیا۔ غرض اسی طرح سے راستہ طے
کرتے ہوئے حوالی مکہ میں داخل ہوئے۔ اور وقت اور موقع واردات کے منتظر رہے۔ اتفاق
سے عبداللہ شکار کھیلنے اُس طرف آئے ہوئے تھے اُن لوگوں کو یہ موقع تنہائی کا خوب ہاتھ
لگا آخر سب نے مل کر عبداللہ پر حملہ کیا وہب بن عبد مناف بھی اُس دن اُسی میدان
میں شکار کے لئے آئے ہوئے تھے جب اونہوں نے یہ دیکھا کہ ایک گروہ شمشیر ہائے آبدار کھینچ کر
عبداللہ پر حملہ آور ہے۔ بہ سبب حمیت اور شجاعت عرب کے اُن کو یہ خیال ہوا کہ اپنے ملازمان

ہمراہیوں کے اس گروہ پر حملہ کرکے دفع کرے۔

بعض مورخ کا قول ہے کہ صرف ارادہ صلح کرنیکا تھا

اسی اثنا میں ایک گروہ ایسے آدمیوں کا جن کی صورتوں سے وہ واقف نہ تھے ابلق گھوڑوں پر سوار اسی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے اور اُن بدمعاش یہودیوں پر یک دم حملہ کیا اور شکست فاش دی وہب ابن عبد معاف نے جب یہ عجیب واقعہ دیکھا نہایت متحیر ہوا اور گھر میں پھیکر یہ تمام کیفیت اپنی زوجہ سے بیان کی اور دل میں اُن کی عظمت اور شوکت کا اندازہ کرکے اپنی بی بی سے کہا تو فوراً **عبد المطلب** کی خدمت میں جا اور میری طرف سے عرض کر کہ میری دختر نیک اختر کو کہ جو نہایت باعصمت ہے اپنے پسر عبد اللہ کی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ چنانچہ مادر آمنہ نے یہ پیغام اپنے شوہر کا **عبد المطلب** پر جاکر ظاہر کیا چونکہ **عبد المطلب** پر پہلے ہی سے خوبی حسن وجمال و پاکیزگی طینت آمنہ کی ظاہر تھی التماس وہب بن عبد مناف پدر آمنہ کا قبول کیا اور طرفین سے شادی کا سامان فراہم ہونے لگا آخر ساعت سعید میں نکاح عبد اللہ کا آمنہ کے ساتھ مکہ معظمہ میں منعقد ہوگیا۔

فاطمہ شامیہ

خواجہ عبد اللہ کے عقد کے بعد مکہ میں بہت سی خواتین کی تمنائیں خاک میں مل گئیں جو آپ سے نکاح کی خواہش مند تھیں منجملہ اُن کے ایک خاتون **فاطمہ** نامی جو شام کے ایک حاکم مرالخثعمیہ کی لڑکی تھی نکاح کی خواہش مند تھی یہ خاتون اپنے زمانہ کی عالمہ اور کتب الٰہی اور صحف سماوی سے واقفیت رکھتی تھی یہ دریافت کرکے کہ زمانہ ظہور خاتم الانبیا کا قریب ہے عبد اللہ سے شادی کرنے کے لئے معہ عمدہ عمدہ تحفہ وتحائف اور سواونٹ برائے نذر لے کر

کہ آئی اور درخواست شادی کی مگر عبد اللہ نے اُس کا سوال بعد مختصر گفتگو کے مسترد کر دیا۔[1]
خواجہ عبد اللہ نکاح کے کچھ روز بعد بغرض تجارت ملک شام کو چلے گئے اور واپسی کے وقت
مدینہ میں اس غرض سے ٹھہرے کہ اپنے والد کے حکم کے موافق کھجوروں کا سودا کریں۔ اسی
دوران میں علیل ہو گئے اور اپنی پچیس برس کی عمر میں وہیں انتقال کیا جب کہ نبی صلعم ہنوز
شکم مادر ہی میں تھے اور اپنی ننھیال کے قدیم قبرستان میں مدفون ہوئے اور سوائے پانچ اونٹ
اور کچھ بھیڑوں اور ایک حبشی کنیز کے اور کچھ ترکہ نہ چھوڑا۔

سیّدہ آمنہ

والدہ محترمہ

رسولِ اکرم محمد صلعم

یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ہیں۔ اِن کے والد وہب بنو زہرہ
کے سردار اور خاندان قریش میں نہایت باعزت شخص تھے سیدہ آمنہ نے اپنے والد کے
انتقال کے بعد اپنے چچا وہیب کی سرپرستی میں پرورش پائی وہیب بھی اپنے بھائی کی طرح
قوم کے سردار اور باوقعت گنے جاتے تھے۔

---

[1] ابونعیم وخرائطی وابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہ نے اُن سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی
طرف متوجہ کرنے کے لئے سو اونٹ کا حلیہ دینا چاہا مگر آپ نے درخواست رد کر دی ۱۲
(از خصائص الکبریٰ۔)

سیّدہ آمنہ کا سلسلہ نسب

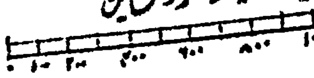
والد کا نام	والدہ کا نام		والدہ کی والدین کا نام
وہب	برّہ	والد	عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی (سلسلہ آبا رنبوی)
		والدہ	ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی (سلسلہ آبا رنبوی)
عبدمناف	قیلہ	والد	وخیر بن غالب بن حارث (من الخزاعہ)
		والدہ	ام سلمیٰ بنت لوی بن غالب (سلسلہ آبا رنبوی)
زہرہ	جمل	والد	مالک بن قصیہ بن سعد بن ملیح (من الخزاعہ)
		والدہ	....
کلاب	فاطمہ	والد	سعد بن سیل (من الازد)
		والدہ	طریفہ بنت قیس

سیدہ آمنہ کا نکاح حب خواجۂ عبداللہ سے ہوا تو پہلے ہی ہفتہ میں امانت دار نور محمدی بن گئی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ ایام حمل میں کچھ لوہا گردن میں لٹکالو اور کچھ بازو پر باندھ لو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گر پڑیں پھر میں نے کچھ نہ باندھا۔[1]

سیدہ آمنہ کو خواب میں بشارت دی گئی تھی کہ بچہ کا نام **احمد** رکھنا چنانچہ آپ نے

[1] ابن سعد

[illegible]



نقشہ آبادی مکہ معظمہ

نقشہ مین جہان ہندسے ہین ان کے نام ذیل مین درج ہین

(۱) کعبہ (۲) مکانات اجلاس (۳) کوہ صفا (۴) کوہ مروہ
(۵) مسعیٰ (۶) حضرت رسول صلعم اور حضرت فاطمہ کے رہنے کی جگہ اور حضرت خدیجہ کی پیدائش گاہ
(۷) بازار شبیکہ (۸) رسول صلعم کی پیدائش گاہ (۹) کوہ ابو قبیس (۱۰) جولی بیاڑخان داماد
(۱۱) شعیب ابن الامیر (۱۲) بالائی آبادی (۱۳) مدعا (۱۴) (۱۵) تالاب (۱۶) کوہ کوسٹے گیان
(۱۷) کوہ احمر (۱۸) کوہ عمر (۱۹) زیرین آبادی (۲۰) چھوٹا بازار
(۲۱) مکانات شبیکہ (۲۲) اجیاد (۲۳) محلات شریف مکہ (۲۴) قلعہ مکہ

(متعلق صفحہ ۷۸)

ظہورِ سرورِ عالم

سیّد الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں بتاریخ[1] ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ سلسہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی[2] موسم بہار میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب پیدا ہوئے۔

آپ کی ولادت میں عجیب و غریب باتیں ظہور میں آئیں۔

---

[1] تاریخ ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ طبری، ابن خلدون میں ۱۲ تاریخ درج ہے اور ابوالفدا نے ۱۰ لکھی ہے مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دن دوشنبہ کا تھا۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے اس لئے ۹ تاریخ ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت بک نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خاص خصوصیت رکھتا ہے یعنی ولادت۔ نبوت۔ ہجرت۔ وفات (باقی برصفحہ ۸۰)

اُن کی سکونت اُن پہاڑوں کے درّوں میں جن کا سلسلہ طائف سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے سال میں دو مرتبہ یعنی موسم بہار اور سرما میں لڑکوں کے دودھ پلانے کے واسطے آیا کرتی تھیں لیکن اِن کو مالداروں کے لڑکوں کی طرف زیادہ توجہ رہتی تھی۔

آنحضرت صلعم کی پرورش اور حلیمہ سعدیہ کا حال

آنحضرت صلعم نے سات دن تک اپنی والدہ آمنہ کا دودھ پیا اس کے بعد چند روز تک ابولہب کی کنیزک ثویبہ نامی نے دودھ پلایا اسی ثویبہ کے ذریعہ سے حمزہ بن عبدالمطلب ابوسلمہ مخدومی اور عبداللہ بن جحش اسدی آنحضرت کے رضاعی بھائی ہوئے۔ کیونکہ اِن تینوں نے بھی ثویبہ کا دودھ پیا یا تھا۔

اِس کے بعد جب بنی سعد کی عورتیں موسم پر لڑکوں کے لینے کو مکہ میں آئیں تو اُن عورتوں میں ایک غریب عورت حلیمہ سعدیہ بھی تھی مالدار بچوں کو جب عورتیں لے چکیں تو اُس وقت عبدالمطلب نے چاہا کہ کوئی غریب عورت باقی رہ گئی ہو تو وہ محمد صلعم کی رضاعی ماں بنائی جاوے حلیمہ نے کوئی بچہ نہ پایا تھا وہ اول کچھ سوچ سمجھ کر نیم راضی سی ہوئی مگر جب بچہ کی صورت دیکھی تو فریفتہ ہو گئی اور خوشی خوشی اپنے گھر لے گئی۔

حلیمہ کے اِس کام سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس کے گھر پر نازل ہوئی اور جب تک آپؐ اُس کے گھر میں رہے اُس کو برابر ترقی رہی کنوئیں اور چشمے اُس علاقے کے کبھی خشک نہ ہوئے اور چراگاہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی۔ بکریوں کے گلے میں بڑی افزائش ہوئی اور زراعت میں خوب حصی پیدا ہوا اور اُس مکان میں برابر امن و امان رہا۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۸۰۔ ظاہر ہے کہ مسیح کے اور بھی بہن بھائی تھے اور وہ مریم کے اکلوتے بیٹے نہ تھے ۱۲

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت حسین تھے۔ اعضا مناسب خندہ پیشانی گفتگو نہایت
فصیح اور بلیغ اور سیرت تو ظاہر ہی ہے کہ آج کس قدر لوگ خدا کے بعد آپ کے نام کے لینے والے دنیا
میں نہایت فخر سے اپنے کو محمدی کہنے پر ناز کرتے ہیں بچپن ہی سے آپ کے چہرہ پر غایت درجہ کا
حسن برستا تھا آپ میں بڑھنے کی قوت اپنے سن کے اعتبار سے زیادہ تھی یعنی جب آپ تین
مہینے کے ہوئے تو کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ جب سات مہینے کے ہوئے تو چلنے لگے۔
آٹھویں مہینے میں آپ ایسا بولنے لگے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا تھا اور دس مہینہ میں لڑکوں کے
ساتھ تیر و کمان لئے پھرتے تھے۔

یہ عورتیں ہر چھ ماہ بعد ان بچوں کے والدین کے پاس آیا کرتی تھیں اور بچوں کو دکھا کر پھر
واپس چلی جاتی تھیں۔

دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہ آپ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس
آئیں حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ مفصلات کی آب و ہوا حضور کے خوب موافق ہے اور
شاید آپ کو مکہ کی آب وہوا اس قدر عمدہ موافق نہ پڑے پھر حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔ جب
آنحضرت صلعم کی عمر چار برس کی ہوئی تو والدۂ معظمہ نے آنحضرت صلعم کو اپنے پاس رکھ لیا۔ آپؐ
اُس وقت سے اپنی والدہ کے پاس رہے اور یہاں آپؐ کی حفاظت عبد اللہ کی لونڈی
ام ایمن کے تعلق ہوئی جو آپ کو ترکہ پدری میں ملی تھی جب آپؐ کی عمر قریب چھ برس کی ہوئی
تو آپ کی والدہ ماجدہ کسی اہل قرابت کی ملاقات کو محمد صلعم کو ساتھ لے کر مدینہ گئیں۔ ننھیال کا
تو بہانہ تھا مگر بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں از حد تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دار النابغہ میں قیام کیا اس سفر میں ام ایمن بھی ہمراہ تھی۔
آنحضرت صلعم جب ۴۷ برس کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو اپنے بچپن کی

تمام باتوں کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ نامی تھی جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور قلعہ پر ایک پرندہ بیٹھا کرتا تھا لڑکے اسکو اڑایا کرتے تھے اور میری ماں اس گھر میں یہاں بیٹھا کرتی تھیں اور اس گھر میں میری والدہ کی قبر بنی ہوئی تھی اور میں بنو عدی کی باولی میں تیرنا سیکھا کرتا تھا۔

حضرت آمنہ مدینہ میں ایک ماہ قیام کے بعد مکہ کو واپس ہوئیں تو اثناء راہ میں ابواء کے مقام پر پہنچکر انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں۔ شاید پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا اپنا کام کر گیا اور اس طرح رسول پاک اپنی تربیت میں پدر و مادر کے بار منت سے سبکدوش ہوئے۔

آپ کی خادمہ برکات آپ کو وہاں سے خواجہ عبدالمطلب کے پاس لائیں جنھوں نے آپؐ کی پرورش فرمائی مگر خدمت بدستور ام ایمن کے تعلق رہی اور تھوڑے دنوں میں عبدالمطلب اپنی تمام اولاد سے اپنے معصوم پوتے محمد صلعم کو زیادہ پیار کرنے لگے۔ عبدالمطلب کو مورخوں نے بڑا شخص لکھا ہے آنحضرت کے قیافہ سے عبدالمطلب بہت متاثر ہوتے تھے اور بڑی امید کے ساتھ پرورش کرتے تھے۔

مگر تقدیر سے کس کو چارہ ہے نہ خواجہ عبدالمطلب کو اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی نشانی سے زیادہ تسلی لینے کا موقع ملا اور نہ یتیم معصوم محمد صلعم کو اپنے مہربان اور شفیق اور سچے سرپرست دادا کی سرپرستی میں رہنے کا زیادہ وقت ملا۔

پرورش آنحضرت صلعم بولایت ابوطالب

جب آپ کی عمر آٹھ برس دس دن کی ہوئی تو آپؐ کے دادا خواجہ عبدالمطلب کا ۸۲ برس

نے جاری کیا تھا اور جو ملک شام اور یمن کو رواستہ ہوا کرتا تھا معاون اور مددگار ہے۔

آنحضرت صلعم کا پہلا سفر شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ

قافلہ کی آمد و رفت سے آنحضرت صلعم کو جوش پیدا ہوا کہ بیرونی ملکوں کی بھی سیر کرنی چاہئے اس لئے جب آپؐ کے چچا ابوطالب مال تجارت مہیا کر کے شام کو قافلہ کے ساتھ چلنے لگے تو آپؐ اُن کے گلے سے لپٹ گئے اور فرمایا کہ آپ مجھکو تنہا یہاں کس طرح چھوڑے جاتے ہیں اور درخواست کی کہ اگر آپ جاتے ہیں تو مجھکو بھی اپنے ہمراہ لے چلئے خواجہ ابوطالب نے آپؐ کی استدعا قبول کی اور خیال کیا کہ آپؐ کا سن شریف تیرہ سال کا ہو گیا ہے کہ بیرونی کاموں کو بخوبی دیکھ سکیں گے اور قافلہ کے ضروری کاموں کو انجام دیا کریں گے اور مجھکو بھی ایکطرح کی مدد پہونچے گی۔ اس لئے آپؐ کو بخوبی شام کی طرف لے گئے راستہ میں آپ نے اُن دولی جگہوں کو ملاحظہ کیا جہاں کہ واقعات حضرت ہاجرہ اور بنی ثمود کے پیش آئے تھے یعنی قوم ثمود جو ایک قوی قوم حضرت ابراہیمؑ کے قبل تھی۔ جب وہ لوگ زیادہ بُت پرستی میں گھر گئے تو حضرت صالح بحکم خداوند تعالیٰ اس قوم کی ہدایت کے واسطے بھیجے گئے لیکن اُنھوں نے مطلقاً التفات نہ کیا اور کہا کہ اگر تم کو پیغمبری کا دعویٰ ہے تو اس پہاڑ سے ایک اونٹنی معہ بچے کے پیدا کر دکھاؤ چنانچہ آپ نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور ایک بہت بڑی اونٹنی پہاڑ پھاڑ کر نکل آئی اور اُس نے بچہ دیا۔ اس معجزے سے بعض آدمی تو ایمان لائے لیکن اکثر کافر رہے حضرت صالح نے اُس اونٹنی کو قوم ثمود میں چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اگر تم اس کو مضرت پہنچاؤ گے تو تم پر قہر الٰہی نازل ہو جائے گا تھوڑے عرصہ تک تو لوگوں نے اس کی چرائی سے تکلیف اوٹھائی اور پھر درپے آزار ہوئے پھر جب وہ پانی پیتی تو چشمہ خشک ہو جاتا اور

اُس قوم کے مویشیوں کو تکلیف ہوتی لیکن دودھ اس قدر دیتی تھی کہ تمام قوم سیر ہو جاتی تھی مگر دیگر تکلیف کی وجہ سے قوم ثمود اُس سے بہت ناراض ہوئی اور اُس کو مار ڈالا اور بچہ پہاڑ میں بھاگ کر غایب ہو گیا اس پر ایک ہولناک آواز آسمان سے آئی اور سخت بجلی چکی اور صبح تک تمام قوم ہلاک ہو گئی دوسرا واقعہ شہر ایلا کا اس طرح تھا کہ اس جگہ قوم یہود رہتی تھی جو بت پرستی کرتی تھی اور شنبہ کی احتیاط کو جس میں مچھلی کا شکار کرنا منع تھا بھول گئے اس لئے اُن پر قہر ربانی نازل ہوا اور بڈھے اُس قوم کے بشکل سؤر اور جوان بندر بنائے گئے۔

آنحضرت ؐ نے ان کے حالات سے بخوبی واقفیت حاصل کی اور اکثر بُت پرستی کی ممانعت کرنے میں اس کا بیان فرماتے تھے۔ یہ آنحضرت کا اول سفر تھا جس میں چند معجزے آپ ؐ کے دیکھے گئے یعنی دوپہر کے وقت ایک ابر کا ٹکڑا ہمیشہ آپ ؐ کے سر پر سایہ کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور ایک خشک درخت کے نیچے جب آپ کھڑے ہوئے تو وہ سرسبز ہو گیا اور اس طرح آپ ؐ پر اُس کا سایہ ہُوا جب آپ صلعم کا قافلہ شہر بصرہ میں جو سرحد شام پر واقع ہے پہنچا یہاں قوم متاسخ رہتی تھی اور لوگ نصرانی عیسائی تھے یہ بڑی تجارت کی جگہ تھی اور قافلہ نصرانی درویشوں کی عبادت گاہ کے قریب ٹھیرا ان درویشوں کے عزیزوں نے آنحضرت کی بڑی خاطر کی اور آپ ؐ کی معہ آپ ؐ کے چچا ابو طالب کی ضیافت کی منجملہ ان کے بحیرا راہب نامی ایک درویش نے آپ ؐ کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ ؐ کے چچا سے چلتے وقت کہا کہ تم اس لڑکے کی بڑی خبرداری کرنا کیونکہ یہودی ان کے سخت دشمن ہوں گے اور آپ ؐ کی مہر نبوت کو دیکھ کر کہا کہ نبی آخر الزماں ہیں مجھکو کتب سماوی سے معلوم ہوا ہے اس لئے یہ پیشین گوئی کرتا ہوں میں آپ کا سفر طرف شام مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ وہاں کے علماء یہود ان سے عداوت ظاہر کریں گے۔

چنانچہ ابو طالب نے اس راہب کے مشورے سے تمام اسباب نفع کے ساتھ بصرے میں

عاد اور ثمود کے کھنڈرات



یہ قوم عاد اور ثمود کے برباد شدہ محلات اور مکانات ہین جنکا ذکر رسول صلعم اکثر لوگون کے سامنے فرمایا کرتے تھے۔

(متعلق صفحہ ۸۶)

فروخت کر دیا اور مکہ واپس آئے آنحضرت ملک شام کی منزلت فرماتے تھے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ جب اس ملک میں گئے اور اللہ کی توحید پھیلائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے شام کو چالیس ابدال سے دنیا کی حفاظت کے واسطے ہمیشہ آباد رکھا ہے۔

دوسرا قول آپؐ کا یہ بھی ہے کہ شامیوں کو خوشخبری ہو کہ خداوند تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے اپنے بازو اُس پر پھیلائے رکھتے ہیں۔

جب آپؐ کی عمر سولہ برس کی ہوئی تو ایک مرتبہ آپ صلعم اپنے چچا زبیر کے ہمراہ بنی ہوزان کی لڑائی میں گئے جس میں قوم کنانہ کی مدد اہل قریش نے بمقابلہ بنی ہوزاں کے کی تھی اور آپؐ اوس لڑائی میں تیر وغیرہ سے اپنے چچا کو مدد دیتے تھے۔ یہ اول معرکہ تھا جس میں آپؐ ہتھیار بند ہوئے گو خود نہ لڑے صرف اپنے چچا کی مدد ڈھال تلوار اور تیر سے کرتے رہے اہل عرب اس کو الفجار کہتے ہیں کیونکہ یہ لڑائی ماہ حرام ۵۸۶ء میں ہوئی۔

آنحضرت کا دوسرا سفر اور حضرت خدیجہ سے نکاح

اب آپ کی عمر بیس برس سے زائد ہوئی تو بچپنے کا بھولا پن عنفوان شباب کی متانت پر سب درجے توسط ہوئے اب آپؐ کا اقتدار لوگوں کی نگاہوں میں بڑھنا شروع ہوا۔ بڑے بوڑھے آپؐ کا لحاظ کرنے لگے کیونکہ یہ خبر تمام میں مشہور تھی کہ محمد صلعم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی کو بد نگاہ سے نہیں دیکھا نہ کسی کی غیبت اور نہ کسی سے ترش رو ہو کر گفتگو کی ان اوصاف پر تمام مکہ آپؐ کا مداح تھا ہر شخص آپؐ کے ساتھ ایک خاص عقیدت رکھنے لگا تمام قریش نے آپؐ کے اوصاف کے لحاظ سے آپؐ کو امین کا خطاب دیا۔ آپؐ کی منصف مزاجی کے باعث اکثر لوگ لڑائی جھگڑوں میں آپؐ کو ثالث مقرر کرتے تھے۔

دنیا کو روشن کر دیا۔ جب خواب سے چونکیں ایک شخص کو اپنے خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے واسطے
بحیرا راہب کے پاس بھیجا۔ راہب نے کہا کہ تعبیر اس خواب کی یہ ہے کہ پیغمبر آخر الزمان جو کہ پیدا
ہوئے ہیں تم کو اپنے نکاح میں لائیں گے اور تمھارے پاس اُن پر وحی اُترے گی اور تمام عالم اُن کے
دین کی روشنی سے منور ہو جائے گا اور اول جو اُن پر ایمان لائیگا آپ ہونگی۔ خدیجہ نے جب یہ تعبیر
اپنے خواب کی سُنی شکر الہٰی بجا لائیں اور اس دولت اور رحمت نامتناہی کے آثار ظاہر ہونے کی
منتظر رہیں۔

جب آنحضرت معہ قافلہ جانب شام روانہ ہوئے تو بحیرا راہب کے مکان کے پاس نسطورا
راہب سے ملاقات ہوئی نسطورا راہب نے بھی بحیرا راہب کی طرح محمد صلعم کو رسول
آخر الزمان بتایا نسطورا راہب کے ملنے کا واقعہ مورخوں نے یوں لکھا ہے کہ نسطورا راہب
نے اپنے مکان سے نکل کر آنحضرت صلعم کے چہرہ اور جسم کی دیکھ بھال شروع کی کبھی تو آپؐ
کیطرف دیکھتا اور کبھی کتب سماویہ کو پڑھتا اور مقابلہ کرتا۔ اس عجیب حرکت سے خزیمہ کے دل میں
شک پیدا ہوا خزیمہ نے بآواز بلند یا آل غالب کہا فوراً ہی آواز کو سن کر تمام قریش موجود ہوگئے
نسطورا بھاگ کر اپنے صومعہ کی چھت پر جا بیٹھا اور بآواز بلند آنحضرت صلعم کی تعظیم و عظمت و آپؐ کا
نبی آخر الزمان ہونا بیان کیا اُس وقت سب کو اطمینان ہوا اور آنحضرت صلعم کی عظمت سب
کے دلوں میں زیادہ ہوئی اور نسطورا کی رائے سے اب کی مرتبہ قافلہ بصرہ سے واپس آیا اور نہایت
نفع کے ساتھ مال فروخت ہوا اس سفر میں سب سے زیادہ فائدہ ہوا۔

بعد فروخت مال تجارت قافلہ واپس مکہ ہوا ہنوز آپ صلعم راہ میں تھے کہ خدیجہ نے سائبان
سے دیکھا کہ کوئی چیز آپؐ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس لئے آپ کو حضرت سے اور بھی
زیادہ اعتقاد ہوا اور اپنی دایہ سے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پر فرشتوں سے سایہ کرایا ہے

بوقت نکاح آنحضرت کی عمر پچیس برس کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ لیکن حضرت خدیجہ اپنے حسن اور درستی قویٰ کی وجہ سے کم سن معلوم ہوتی تھیں۔

حضرت خدیجہ کا پہلا نکاح عتیق بن عائد مخزومی سے ہوا تھا مگر اُن سے اولاد نہ ہوئی۔ اُن کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح ابوھالہ ھند بن نباش تمیمی سے ہوا تھا اور تین لڑکے ھالہ۔ طاہر۔ ھند۔ پیدا ہوئے اور یہ تینوں صحابی ہیں حضرت خدیجہ کا لقب ایام جاہلیت میں بھی طاہرہ تھا۔ یہ اسلام میں بھی سب سے پہلے داخل ہوئیں اس لئے اول اسلام لانے کا شرف ہر مرد و زن پر انہی کو حاصل ہے طاہرہ بن خدیجہ کو نبی صلعم نے ایک ربع یمن کا حاکم کر دیا تھا ھند بن خدیجہ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ کے طرفدار تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

حضرت خدیجہ کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں جو صحابیہ ہیں اِن کے فرزند ابوالعاص بن ربیع ہیں جو سیدہ زینب کے شوہر اور ہمارے صلعم کے داماد اول ہیں۔

حضرت خدیجہ کے برادر حقیقی کا نام عوام تھا اُن کے فرزند زبیر عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت خدیجہ نکاح کے بعد نبی صلعم کے گھر میں ۲۴ برس یا ۲۶ برس زندہ رہیں اور مکہ میں بماہ رمضان سنہ ۱۰ نبوی مطابق سنہ ۶۲۱ء انتقال کیا۔

بی بی خدیجہ کے ہاں آنحضرت صلعم سے چار بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام طیب طاہر اور قاسم تھا اسی وجہ سے آپ کو ابوالقاسم بھی کہتے ہیں مگر سخت افسوس یہ ہے کہ بچپن ہی میں اِن سب کا انتقال ہو گیا اول تو اس متواتر اولاد کے انتقال سے دوسرے چند نالائق قریشیوں کے بے موقع دل افسردہ کرنے والے الفاظ سے آنحضرت صلعم کے دل پر بڑا اثر رنج کا پڑا اور بداندیش اور دشمن جان قریشی آنحضرت صلعم کو الابتر[1] کہا کرتے تھے ایسے معنی اکثر

[1] الابتر ایک جانور کا نام ہے جسکی دم کٹی ہوتی ہے عرب میں نسبتی معنی یہ ہیں شخص ہیں جسکی اولاد [illegible] نہ رہتی ہو۔

قریشی عربوں کی بیہودہ باتیں اور بے بنیاد خیال تھے جنھوں نے انسانیت کا خاکہ اُڑا دیا تھا اور چاروں طرف وحشت کی تاریکی چھارہی تھی مگر آنحضرت صلعم کا بردبار اور متحمل قلب دشمن جان و ایمان قریشی عربوں کی ان ناکارہ باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا۔ اگرچہ انسانی قلب پر بُری بات کہنے کا صدمہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے مگر چونکہ آپؐ کے خیالات ایک اہم کام کے انجام دینے کی طرف مائل تھے اس لئے آپؐ قریشی عربوں کی فضول باتوں پر خیال نہ کرکے اپنے نیک کام میں جس کے واسطے آپ مخصوص تھے رخنہ ڈالنا نہ چاہتے تھے۔ بعد نکاح کے آپؐ نے چند سفر ملک شام اور یمن کے کئے مگر آپؐ کے مال میں کچھ ترقی نہ ہوئی۔

آنحضرت کے حالات نکاح حضرت خدیجہ سے نبوت تک

آنحضرت کے پندرہ برس کے حالات یعنی زمانہ نکاح سے آپ کی چالیس برس تک کی عمر کے کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہوتے کہ یہ عمر کن کن باطنی باتوں اور فکروں میں صرف ہوئی اسی طرح حضرت عیسیٰ کا وہ زمانہ جب کہ وہ یوسف بڑھئی کے ہاں کام کرتے تھے کسی کو نہیں معلوم کہ کن خیالات میں صرف ہوا۔ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے قوم کی اصلاح اور اُسکو دین حق کیطرف لانے کی کوشش میں اور اپنے کو تیار اور مستعد بنانے اور اپنے دل کو کدورتی خیالات سے صاف کرنے میں جس پر احکام الٰہی کندہ ہوسکیں وہ زمانہ صرف کیا ہوگا۔ جس طرح کسی شخص کے گھر کوئی مہمان آنے کو ہو مالک مکان اپنے مہمان کی خاطر کس کس تکلفات سے اپنے گھر کو سجاتا ہے کہ مہمان اگر خوش ہو اسی طرح سے ہمارے نبی آخر الزمان بھی پندرہ برس تک اپنے کو پیغام کے لینے کے لئے مستعد بنا رہے تھے۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد مکہ کی حکومت کم و بیش تقسیم ہوگئی اور کوئی ایسی عدالت

وہ محکمہ نہ تھا جس سے مال اور حقوق کی حفاظت ہو سکتی البتہ یہ بات تو ضرور تھی کہ ایک قوم ایک
ہی قبیلہ کے کسی شخص کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتا تھا وہ اِس وجہ سے تھا کہ قوم کے فساد اور بلوہ کا اندیشہ
تھا مگر بیچارے مسافروں پر ہر قسم کا ظلم کیا جاتا تھا اور اُن کے ساتھ وہ ظالمانہ برتاؤ ہوتا تھا کہ معاذ اللہ
دوسرے اُن پر یہ اور غضب ہوتا تھا کہ مال اسباب تو درکنار اُن کے جورو بچے بھی چھین لئے جاتے تھے
۵۹۵ء میں قوم کا ایک مشہور شاعر جو عبداللہ قریش کا منیب بن کر مکہ میں آنا چاہتا تھا
مکہ کی شاہ راہوں میں لوٹ لیا گیا جب ایسی ایسی آفتیں روز بروز نازل ہونے لگیں اور مکہ کے
لوگ سخت بدنام ہو گئے تو آنحضرت صلعم نے ایک انجمن نگرانی حقوق کے قائم کرنے کی رائے
پیش کی چنانچہ سب نے پسند کیا۔

ہاشم اور مطلب کی اولاد میں یہ مشورہ ہوا کہ ہم ایک انجمن مقرر کریں اور اُس کے سرپرست
ایسے تجویز کریں جو کہ اِن ظلموں کو روکیں جس سے تمام اہل مکہ سخت بدنام ہو رہے ہیں اور مسافروں
کی آسائش کا بندوبست بھی ایسا معقول ہو کہ خواہ بچہ ہو یا بوڑھا حدود مکہ میں داخل ہو کر سمجھے
کہ گویا اپنے مکان میں آگیا اور کوئی اُس کو مضرت نہ پہونچا سکے غرض کہ اُنھوں نے اپنی ثابت قدمی
سے اِس انجمن کو قایم کیا اور محمد صلعم سے زیادہ کسی کو لایق اور مدبر نہ پاکر آپ ہی کو سرپرست
انجمن مقرر کیا۔

اِس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد کرتے تھے۔

(۱) ہم مُلک سے بدامنی دور کریں گے اور مسافروں کی حفاظت اور غربا کی امداد کرتے رہیں گے
اور زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔ اِس انجمن میں بنو ہاشم۔ بنو اسد۔
بنو المطلب بنو اسد اور بنو تمیم شامل تھے۔

اس انجمن نے بڑے زور شور اور رعب سے احکام جاری کئے اور مشتہر کر دیا کہ اب کسی

کسی مسافر کو لوٹا یا ستایا یا دھوکا دیا تو وہ خوب سمجھ لے کہ اُس کو سخت سزا دی جائے گی۔ آخر کار اس انجمن نے تھوڑے زمانہ میں وہ ترقی حاصل کی اور اپنا وہ رعب اور صلح آمیز تعلق آپس میں پھیلایا کہ یک دم تمام مکہ میں امن کا نقارہ بج گیا چنانچہ عثمان جو قسطنطنیہ کا سونا لایا تھا اُس نے حجاز کو سلطنت روم میں شامل کرنے کی تدبیر کی۔ مگر اُس کی وہ تمام کوششیں جو اُس نے اس بارہ میں کی تھیں صرف آنحضرت صلعم ہی کی اعلیٰ تدبیروں سے بیکار گئیں اور وہ اپنے ارادوں میں سخت ناکامیاب ہو کر شام کو بھاگ گیا یہاں ایک ایرانی شاہزادے نے اُس کو زہر دیکر مار ڈالا۔

اُس کی ناکامیابی نے آنحضرتؐ کی لیاقت اور تدبیر اور انتظام مُلکی اور وقعت کو بخوبی اہل قریش پر ظاہر کرا دیا۔ اگر آنحضرت کی صالح رائے تیر بہدف نہ ہوتی تو نہ معلوم کہ کس قدر خونریزی ہوتی۔ اور کس قدر گھر اور خاندان تباہ ہو جاتے اور ملک حجاز سلطنت روم میں شامل ہو جاتا یا بچ جاتا آنحضرت صلعم کا شریفانہ مزاج۔ آپؐ کے مستقل مستحکم ارادے۔ آپؐ کا محبت آمیز برتاؤ اور اپنے فرائض میں جان لڑا دینے کا استحکام خدا کی وحدت کا عالم سے تسلیم کرانے کا خیال اور بے غرض زندگی نے اپنے ہموطنوں اور دشمنوں سے آخر کار یہ کہلوا دیا کہ بے شک تو عالم کی رحمت ہے اور خدا کا برگزیدہ نبی اور ہمارا نجات دہندہ ہے ایسی کی دوست تو بہت تعریف کرتے ہیں مگر دشمنوں کے دلوں پر وہ اثر پڑا کہ اُن کو بھی لامحالہ کہنا پڑا چنانچہ ایک متعصب مصنف کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپؐ نے جس امر کی شروع میں بنیاد ڈالی اور اُس کو جس طرح پورا کرنے کا ارادہ کر لیا آخر تک اُس کی وہی کیفیت رہی بلکہ روز افزوں اُس امر میں استحکام تو بڑھتا گیا مگر گھٹاؤ کی کوئی شکل نہ پیدا ہونے دی آپ کی کوئی غرض اپنے ذاتی فائدہ کے لئے نہ تھی آپ جو کام کرتے تھے اُس میں سراسر دوسروں ہی کا فائدہ مقصود تھا صدہا کو شہنشاہ

اور محکمہ نہ تھا جس سے مال اور حقوق کی حفاظت ہو سکتی البتہ یہ بات تو ضرور تھی کہ ایک قوم ایک ہی قبیلہ کے کسی شخص کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ قوم کے فساد اور بلوہ کا اندیشہ تھا مگر بیچارے مسافروں پر ہر قسم کا ظلم کیا جاتا تھا اور اُن کے ساتھ وہ ظالمانہ برتاؤ ہوتا تھا کہ معاذ اللہ دوسرے اُن پر یہ اور غضب ہوتا تھا کہ مال اسباب تو درکنار اُن کے جورو بچے بھی چھین لئے جاتے تھے سنہ ۵۹۵ء میں قوم کا ایک مشہور شاعر جو عبد اللہ قریش کا منیب بن کر مکہ میں آنا چاہتا تھا مکہ کی شاہ راہوں میں لوٹ لیا گیا جب ایسی ایسی آفتیں روز بروز نازل ہونے لگیں اور مکہ کے لوگ سخت بدنام ہو گئے تو آنحضرت صلعم نے ایک انجمن نگرانی حقوق کے قائم کرنے کی رائے پیش کی چنانچہ سب نے پسند کیا۔

ہاشم اور مطلب کی اولاد میں یہ مشورہ ہوا کہ ہم ایک انجمن مقرر کریں اور اُس کے سرپرست ایسے تجویز کریں جو کہ اِن ظلموں کو روکیں جس سے تمام اہل مکہ سخت بدنام ہو رہے ہیں اور مسافروں کی آسائش کا بندوبست بھی ایسا معقول ہو کہ خواہ بچہ ہو یا بوڑھا حدود مکہ میں داخل ہو کر سمجھ لے کہ گویا اپنے مکان میں آگیا اور کوئی اُس کو مضرت نہ پہونچا سکے غرض کہ اُنھوں نے اپنی ثابت قدمی سے اِس انجمن کو قایم کیا اور محمد صلعم سے زیادہ کسی کو لایق اور مدبر نہ پاکر آپ ہی کو سرپرست انجمن مقرر کیا۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد کرتے تھے۔

(۱) ہم مُلک سے بدامنی دور کریں گے اور مسافروں کی حفاظت اور غربا کی امداد کرتے رہیں گے۔ اور زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔ اس انجمن میں بنو ہاشم۔ بنو اسد۔ بنو المطلب بنو اسد اور بنو تمیم شامل تھے۔

اس انجمن نے بڑے زور شور اور رعب سے احکام جاری کئے اور مشتہر کر دیا کہ اگر اب کسی نے

کسی مسافر کو لوٹا یا ستایا یا دھوکا دیا تو وہ خوب سمجھ لے کہ اُس کو سخت سزا دی جائے گی۔ آخرکار اس انجمن نے تھوڑے زمانہ میں وہ ترقی حاصل کی اور اپنا وہ رعب اور صلح آمیز تعلق آپس میں پھیلایا کہ یک دم تمام مکہ میں امن کا نقارہ بج گیا۔ چنانچہ عثمان جو قسطنطنیہ کا سونا لایا تھا اُس نے حجاز کو سلطنت روم میں شامل کرنے کی تدبیر کی۔ مگر اُس کی وہ تمام کوششیں جو اُس نے اس بارہ میں کی تھیں صرف آنحضرت صلعم ہی کی اعلیٰ تدبیروں سے بیکار گئیں اور وہ اپنے ارادوں میں سخت ناکامیاب ہو کر شام کو بھاگ گیا یہاں ایک ایرانی شاہزادے نے اُس کو زہر دیکر مار ڈالا۔

اُس کی ناکامیابی نے آنحضرتؐ کی لیاقت اور تدبیر اور انتظام مُلکی اور وقعت کو بخوبی اہل قریش پر ظاہر کرا دیا۔ اگر آنحضرت کی صالح رائے تیر بہدف نہ ہوتی تو نہ معلوم کہ کس قدر خونریزی ہوتی۔ اور کس قدر گھر اور خاندان تباہ ہو جاتے اور ملک حجاز سلطنت روم میں شامل ہوتا یا بچ جاتا آنحضرت صلعم کا شریفانہ مزاج۔ آپؐ کے مستقل مستحکم ارادے۔ آپؐ کا محبت آمیز برتاؤ اور اپنے فرائض میں جان لڑا دینے کا استحکام خدا کی وحدت کا عالم سے تسلیم کرانے کا خیال اور بے غرض زندگی نے اپنے ہموطنوں اور دشمنوں سے آخرکار یہ کہلوا دیا کہ بے شک تو عالم کی رحمت ہے اور خدا کا برگزیدہ نبی اور ہمارا نجات دہندہ ہے ایسی کی دوست تو بہت تعریف کرتے ہیں مگر دشمنوں کے دلوں پر وہ اثر پڑا کہ اُن کو بھی لامحالہ کہنا پڑا چنانچہ ایک متعصب مصنف کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپؐ نے جس امر کی شروع میں بنیاد ڈالی اور اُس کو جس طرح پورا کرنے کا ارادہ کر لیا آخر تک اُس کی وہی کیفیت رہی بلکہ روز افزوں اُس امر میں استحکام تو بڑھتا گیا مگر گھٹاؤ کی کوئی شکل نہ پیدا ہونے دی آپ کی کوئی غرض اپنے ذاتی فائدہ کے لئے نہ تھی آپ جو کام کرتے تھے اُس میں سراسر دوسروں ہی کا فائدہ مقصود تھا۔ صدہا کو شہنشاہ

بنادیا مگر اپنا وہی قدیم حجرہ نہ چھوڑا ہزاروں کو بے انتہا روپیہ بخشدیا اور اپنے پاس دوسرے وقت کو بھی نہ رکھا۔

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے اِن دنوں میں لوگوں کے دلوں پر بہت بڑا اثر ہوا اور لوگوں نے آنحضرت کی نیکی اور بزرگی کا لحاظ کرکے آپکو الامین اور الصادق کہکر پکارنے لگے۔

جب آنحضرت کی عمر ۳۵ سال کی ہوئی تو خانہ کعبہ میں آتش زدگی کے باعث کچھ دلواریں شق ہو گیئں تھیں اور اُس کی مرمت کا انتظام قریش نے کیا۔ عمارت کے بنانے میں تو سب ہی لوگ شامل تھے مگر جب سنگ اسود کے قایم کرنے کا وقت آیا تو سخت اختلاف ہوا۔ کیونکہ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ یہ کام میرے ہاتھ سے سرانجام پائے اور یہ جھگڑا چار دن تک رہا یہاں تک نوبت جنگ و جدال کی پہونچی آخر ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ عمر کے تھے اُنھوں نے یہ رائے دی کہ کسی ایک شخص کو حاکم بنایا جاوے اور اُسی کے فیصلہ کو سب تسلیم کریں۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ شخص کس طرح تجویز ہو اُس پر یہ رائے قایم ہوئی کہ کل صبحکو حرم میں جو شخص اول پہنچے اُسی کو حاکم بنایا جاوے۔ اتفاق سے دوسرے روز آنحضرت صلعم حرم میں داخل ہوئے۔ آنحضرت کو دیکھنا تھا کہ سب نے خوشی کے ساتھ امین آگیا امین آگیا کے نعرے بلند کئے۔ اور سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم اِس کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔

آنحضرتؐ نے اپنی لیاقت اور قابلیت اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے یعنی ایک لمبی چادر بچھائی اور اُس پر سنگ اسود رکھا گیا اور آپؐ نے فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار اِس چادر کو پکڑ کر اوٹھائے اور جب اسی طرح اُس پتھر کو لائے جہاں قایم کرنا تھا تو آنحضرتؐ نے پھر خود ادسے اوٹھا کر اصل جگہ پر رکھ دیا تمام لوگ اِس دانشمندانہ حکمت سے نہایت خوش ہوئے۔ اور رسول پاک نے اِس تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا ورنہ اُس وقت کے عرب ایسے تھے

جو ذرا ذرا سی بات پر برسوں لڑائی جاری رکھتے تھے۔

اس عرصہ میں حضرت ابو طالب کو کچھ نقصان تجارت میں ہوا آپ اپنے دادا کی طرح یمن اور شام میں پوری تجارت کرتے تھے اور اپنا مال بحری راستوں سے دمشق اور شام کے دیگر شہروں میں لیجایا کرتے تھے حجاز کی کھجوریں یمن کا عطر اور اُسکے بدلے میں قسطنطنیہ کی چیزیں لاتے اور اُن ممالک میں فروخت کرتے اول تو تجارت میں ٹوٹا آیا دوسرے قحط سالی ہوئی جس کی وجہ سے رہا سہا سب خرچ ہوگیا اور یہانتک تنگدست ہوگئے کہ اپنی اولاد کا سنبھالنا ہی مشکل ہوگیا۔

یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فوراً مدد کرنی چاہی اور اُن احسانوں کا کچھ تھوڑا بہت معاوضہ دینا چاہا جو ابو طالب نے آپ کے ساتھ کئے تھے۔

چنانچہ ابو طالب کے لڑکوں میں سے حضرت علیؑ کو اپنی سرپرستی میں لیا اور تعلیم دلوانی شروع کی مکہ میں آنحضرتؐ اور عباس ابو طالب کے بھائی گویا دولتمند شمار کئے جاتے تھے ایک لڑکا سرپرستی کے لئے حضرت عباس کے سپرد کیا اور اس طرح ابو طالب کو اپنے کنبہ کی پرورش سے کسی قدر سبکدوش کیا چونکہ آنحضرت صلعم کی تمام اولاد نرینہ اوائل عمر ہی میں فوت ہوچکی تھی اس وجہ سے علیؑ کو مثل اپنے بچوں کے پرورش کیا اور اس طرح آپ کو تسکین ہوئی ادھر علیؑ کی اطاعت اور اپنے چچازاد بھائی کی فرمانبرداری اور ادھر آنحضرت صلعم کا عالم گیر خلق باہمی ربط ضبط محبت والفت کا نمونہ دکھا رہا تھا جسقدر آپ محبت کرتے تھے اُسی قدر علیؑ اطاعت میں سرگرم تھے اور بدوں اجازت قدم باہر نہ نکالتے تھے آخر کار اس محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری کا یہ نتیجہ نکلا کہ آنحضرتؐ نے اپنی پیاری بیٹی جناب فاطمہؑ کی شادی حضرت علیؑ سے کردی اس شادی نے گویا باہمی تعلق محبت کا ہمیشہ

کے واسطے پکا کر دیا یہ رشتہ کی محبت گویا خانگی محبت تھی لیکن اسلامی محبت میں سب درجہ برابر تھا اور وہی آپکا زیادہ پیارا تھا جسنے خدا کے احکام کے پورے کرنے اور اشاعت دین میں زیادہ کوشش کی۔

آنحضرت صلعم کے اسی عرصہ میں ایک اور بھی مثال خدا ترسی اور رحم دلی کی اہل عرب پر ثابت ہوئی کہ ایک نوجوان عرب زید نامی حارث کا بیٹا جو مکہ میں غلاموں کے زمرہ میں قریشیوں سے قید ہو کر آیا تھا حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے نے اُسکو خرید کر کے اپنی پھوپی کی خدمت میں پیش کیا مگر حضرت خدیجہؓ نے بطور تحفہ آنحضرت صلعم کو دیدیا آپنے زید کو فوراً آزاد کر دیا[۵۱]۔ اس رحم اور خدا ترسی نے زید کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اُسنے کہا کہ میں ایسے نیک اور رحم دل آقا کے پاس سے کہیں جانا نہیں چاہتا آخر کار نہ اُسے آنحضرت کو چھوڑنا منظور تھا نہ چھوڑا اگرچہ اُسکے ماں باپ اور چند برادری کے آدمی اُسکے لینے کو بھی آئے مگر اُسنے اپنے باپ سے کہا کہ مجکو ایسا مہربان سرپرست اگر دینا بھی جہاں ڈالونگا تو ہرگز نہ ملے گا اس لئے میں جانا نہیں چاہتا محمدؐ صلعم کے اس بے مثل رحم نے اہل عرب کو بہت مسخر کیا اور مخالف بھی رحم و اخلاق کے قائل ہو گئے۔

اس امتحان اور آزمائش میں پندرہ برس گذر گئے۔ اس عرصہ میں آپؐ کو اکثر دلگیری حاصل ہوتی رہی لیکن پھر بھی ہمدردی جو مخلوق کی طرف سے آپؐ کے دل میں پیدا ہوئی تھی ترقی کرتی رہی۔

[۵۱] شاید بعض لوگ ایک غلام کا آزاد کر دینا کچھ بڑی بات نہیں سمجھتے۔ مگر اُس زمانہ میں ایک غلام کا آزاد کر دینا بہت بڑی بات اور اعلیٰ درجہ کی سخاوت تھی کیونکہ عرب غلام کے حاصل کرنے میں اپنی جانیں تک تصدق کر دیتے تھے کیونکہ ایک غلام بیس بیس ہزار ریال تک کی قیمت تک کا ہوتا تھا مگر وہ بھی نہیں ملتا تھا ۱۲

بیان رسالت و نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۹- ربیع الاول ۴۱ سنہ میلادی   مطابق ۱۲ فروری ۶۱۱ سنہ بروز دوشنبہ

جب آپؐ کی عمر چالیس برس کے قریب پہنچی تو آپؐ کا خیال ریاضت اور عبادت کی طرف مائل ہوا اور طبیعت گوشہ نشینی کی طرف رجوع ہوئی اور روز بروز اُس میں ترقی ہوتی گئی۔ آپؐ کے اس خیال میں ورقہ بن نوفل یعنی خدیجہؓ کے چچازاد بھائی بھی اکثر شریک رہتے تھے ورقہ ایک مشہور عالم تھے جنہوں نے انجیل ۔ توراۃ اور زبور کا ترجمہ عربی میں کیا ہے ،

چونکہ آنحضرت صلعم کے دل میں توحید کی نہایت عظمت تھی اس لئے بت پرستی سے ازحد درجہ نفرت تھی۔ اس وقت خانہ کعبہ بتوں سے بھرا پڑا تھا اور ہر دن کا ایک بت جدا جدا تھا۔ اس حساب سے تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت موجود تھے جس میں ہبل نامی ایک بت سب سے بڑا تھا جو ملک شام سے لایا گیا تھا۔

آنحضرت صلعم کی ادراک میں ان باتوں نے عروج پکڑا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو اس کفر اور بت پرستی کے غارت کرنے کو بھیجا تھا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام و موسیٰؑ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام پیغمبروں کا مبعوث ہونا صرف اسی واسطے تھا کہ کفر کو مٹا کر خداوند تعالیٰ کی توحید پھیلا دیں آپؐ اکثر فرماتے تھے کہ میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کو پاک و مستحکم کرنے کو آیا ہوں نہ کوئی نیا مذہب قائم کرنے کو آنحضرت صلعم اکثر درہ کوہ میں پوشیدہ رہا کرتے تھے زیادہ تر کوہ حرا[1] کے غار میں جس کا ۴ گز طول اور پونے دو گز عرض تھا اور جو مکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک جگہ ویران گھاٹی کے قریب ہے۔ نہ یہاں سایہ دار درخت ہیں نہ

---

[1] اب اسکو جبل نور کہتے ہیں ۱۲

کوئی چشمہ موجود ہے - اور دن رات وہیں قیام فرماتے تھے ماہ رمضان کا مہینہ وہیں بسر ہوتا تھا
آنحضرت اکثر ستو اور پانی گھر سے لیجاتے تھے اور جب تک ختم نہ ہوجاتے گھر واپس نہ آتے۔[۵۱]
آنحضرت اس زمانہ میں اکثر مغموم رہا کرتے تھے اور غم و فکر میں رہنا آپکا دائمی تھا کبھی آرام نہ تھا
بلاضرورت کسی سے کلام نہ فرماتے تھے جب آپ کلام کرتے تو نہایت آہستہ آہستہ بولتے اور
چھوٹے چھوٹے فقروں میں جنکے بڑے بڑے مطلب ہوتے تھے جواب دیتے۔
بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی آپکو نظر آنے لگی تھی[۵۲] آنحضرت اسکو دیکھکر خوش
ہوتے تھے۔ اس چمک میں کوئی آواز اور صورت نہوتی تھی بعثت کا زمانہ جسقدر نزدیک ہوتا گیا
اُسیقدر آپکے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی گئی۔
ایک مرتبہ کامل چھ مہینہ تک آپ وہیں غائب رہے۔ اس زمانہ تنہائی میں اکثر بیخودی کی حالت
آپ پر طاری رہی اور آپ زمین پر پڑے رہے - حضرت خدیجہ بھی جو اکثر اس تنہائی میں آپکا
ساتھ دیتیں یہ حالت ملاحظہ کرتیں اور سبب دریافت کرنے پر جواب اسرار آمیز پاتیں۔
اب آنحضرت کو خواب بھی نظر آنے لگے خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو دیکھتے دن کو
ویسا ہی ظہور میں آتا۔[۵۳]
جب آنحضرت کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن زیادہ ہوا تو ۹ ربیع الاول ۴۱ سنہ میلادی مطابق
۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز دوشنبہ جبکہ آپ کوہ حرا کے غار میں تمام شب عمیق خیالات میں مستغرق
تھے۔ اور خدائے واحد کے حضور میں اپنا وقت گذار رہے تھے کہ ایک خاص فیضان الٰہی کو
آپ سے تعلق ہوا اور یکایک وحدت کا دریا امنڈا اور جوش ربانی کا جام چھلکا یعنی خدا کی

[۵۱] از صحیح ۱۲ [۵۲] از صحیح ۱۲ [۵۳] صحیح بخاری - حضرت موسیٰ کو بھی چالیس برس پورا ہونے پر
نبوت ملی تھی دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل ۱۲

وحی آپ پر نازل ہونے کا وقت آیا اور وہی پیغام دیا جو کہ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا پیغام کا بھیجنے والا اور لانے والا تو وہی تھا مگر آپؐ کے پیغام میں کچھ ترمیم ہو گئی تھی اور اُس میں کچھ طرز تبدیل ہو گیا تھا ترمیم تو صرف یہ کی گئی تھی کہ اور پیغمبر تو صرف ایک قوم اور خاص ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے اور ہمارے نبی آخر الزماں عام کے واسطے طرز یہ تبدیل ہوا تھا کہ وحی لکھی ہوئی دکھائی گئی۔ آپ صلعم نے ایک آواز پکارتی ہوئی سنی جب آپ نے سر مبارک اونچا کیا تو ایک بڑی روشنی ملاحظہ کی جس سے آپؐ پر بیخودی کی حالت طاری ہوئی جب افاقہ ہوا تو ایک فرشتہ کو آدمی کی صورت میں دیکھا روح نے کہا۔ محمدؐ بشارت قبول فرمایئے آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں [۹۲]۔

بعد غائب ہو جانے اُس فرشتے کے بھی آپ صلعم پر کچھ لرزا سا رہا۔ اس عرصہ بعد حضرت خدیجہؓ کے بلائے ہوئے مکان تشریف لے گئے۔ اور کل کیفیت حضرت خدیجہؓ سے بیان کی۔ اور کہا کہ اے خدیجہ دیکھو مجھے کیا ہوا۔ یہ کہکر آپؐ لیٹ گئے اور فرمایا کہ مجھ پر کپڑا اوڑھا دو حضرت خدیجہؓ بغور ملاحظہ فرماتی رہیں۔ جب آپ کو اس لرزہ سے افاقہ ہوا تو آپ نے خدیجہ سے کہا کہ مجھکو خیال ہے کہ کوئی شخص اس حالت کے مشاہدہ سے مکر یا جنون

[۹۱] وحی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جو بذریعہ حضرت جبرئیلؑ پیغمبروں کو بھیجی جاتی ہے کہتے ہیں۔ اسپر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے کیونکہ یہ اسرار الٰہی ہیں اس پر دوسروں کو اطلاع نہیں دیگئی۔ اسکو پیغمبر ہی خوب سمجھ سکتے ہیں ہمکو عقل اس قابل نہیں دی گئی جو خداوند تعالیٰ کے اسرار کو دریافت کر سکیں ہماری قوتیں محدود ہیں اسلئے کیسا ہی خیال کیوں نہو کرہ باد سے اوپر نہیں جا سکتا اور نہ ہمارے آلات اس قابل ہیں کہ جو قدرت کے کسی امر کو معلوم کر سکیں ایسی حالت میں جب کہ ہم قدرت کے مقابلہ میں بے بس بنائے گئے ہیں زیبا نہیں کہ ہم نبوت اور وحی نازل ہونے کے باریک تر مسئلہ پر آسانی سے بحث کر کے ثابت کرنے کی کوشش کریں ۱۲ [۹۲] از سفر السعادت مشرع ۱۲

[illegible]

جب اُس نے یہ تمام نشانیاں دیکھیں اور بخوبی سُن لیں تو اُسکے دل میں وہ جوش پیدا ہوا کہ جہاں دو چار آدمیوں کو بھی بیٹھا دیکھا دہیں آنحضرت کا ذکر کرنا شروع کر دیا اور آنحضرت پر ایمان لانے کی رغبت دلائی **ورقہ** نے آنحضرت صلعم سے قسمیہ کہا کہ آپ بیشک پیغمبر ہیں اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ہر طرح کا اطمینان دلایا۔ اور کہا کہ کاش میں جوان ہوتا اور اُس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو نکالتی آنحضرت نے فرمایا کہ کیا قوم مجھکو نکالدیگی **ورقہ** بولا بیشک کیونکہ دنیا میں جس شخص نے ایسی تعلیم پیش کی اُسکی قوم دشمن بن جاتی ہے **ورقہ** کی یہ تمنا کہ آنحضرت کے ساتھ ہوکر کفار سے لڑوں گا پوری نہوئی اور تھوڑے عرصہ بعد انتقال ہوگیا۔

آنحضرت کے زمانہ میں **عثمان بن حریث۔ عبید۔ زید بن عمرو** اور **ورقہ بن نوفل** بڑے مشہور عالم تھے۔

زید بن عمرو **عمر فاروق** کے چچا تھے انہوں نے حضرت صلعم کی تلاش میں بڑے بڑے سفر کئے اور آخر یہ معلوم کرکے کہ وہ مکہ میں پیدا ہونگے اسی انتظار میں ٹھکر مکہ میں انتقال کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲) مشغول ہونگے اور چار عضو کا وضو کرینگے (۲) انجیل میں ہے کہ عیسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ جب فارقلیطا (یعنی آنحضرت محمد صلعم) مبعوث ہوں جو اُنکا زمانہ پاوے ایمان لاوے (۳) انجیل برناس کہ پانچویں جلد انجیل کی ہے عیسائیوں نے اُسکو چھپایا اور ترجمہ نہ کیا جابجا صاف طور سے لفظ محمدؐ آیا ہے اور بالکل آپ کی تعریف ہے (۴) سلیتس کے ترجمۂ قرآن میں انجیل برناس کا ذکر ہے اور زبور اور داؤد میں لکھا ہے کہ اسے داؤد شمشیر حمائل کر اور لڑائی میں آ یہانتک کہ آمت تمہاری طرف مخاطب ہوا ور پیغمبر ہاشمی خلق کو تلوار کے زور سے اپنا مطیع کرے (۵) اور شعیب کے صحیفہ میں ہے کہ میرا ایک بندہ ہے کہ مہر نبوت اُسکے مونڈھوں کے درمیان ہے ۱۲

یہ فرشتہ آنحضرت صلعم کے پاس پیر ۸ اربارہ رمضان سنہ ۱ نبوت یوم جمعہ مطابق ۱۷ اگست سنہ ۶۱۰ کو آیا۔

آنحضرت صلعم جنہوں نے اسوقت تک کچھ پڑہا لکھا نہ تھا ایک ریشمیں کپڑا ساد کہلایا جس پر لکھا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقرا باسم ربك الذی الخ۔ اور فرشتہ نے کہا کہ پڑہ آپ نے فرمایا کہ میں پڑہنا نہیں جانتا تب وہ فرشتہ بغل گیر ہوا جس سے آپ پر علم کا نور چمکا اور موافق کہنے اُس فرشتہ کے آپنے بسم اللہ کہکر شروع سے آخر تک پڑہا پھر روح الامین نبی صلعم کو دامن کوہ میں لائے۔ خود وضو کیا اور آنحضرت صلعم نے بہی کیا دونوں نے مل کر نماز پڑہی اور روح الامین نے نماز پڑہائی۔

آنحضرت صلعم کا ہدایت کرنا اور اسلام کا شروع ہونا

بعد نبوت نبی صلعم نے ہدایت شروع کی اور سب سے اول آپ کی نبوت پر حضرت خدیجہ ایمان لائیں اور جہانتک کنبہ میں حضرت خدیجہ کا اثر تہا اُن سب کی بت پرستی چہڑا دی معتبر خبر ہے کہ اس روز علی ابن ابی طالب بہی دعوت اسلام سے مشرف ہوئے زید ابن حارثہ حضرت خدیجہ کا سابق غلام جسکو آنحضرت صلعم نے آزاد کیا تہا ایمان لایا ان تینوں کے بعد عبد اللہ ابن قحافہ جو ابو صدیق کے لقب سے مشہور ہوئے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے بعض کا قول ہے کہ حضرت خدیجہ رض کے بعد ہی ابو بکر داخل اسلام ہوئے یہ قوم قریش میں نہایت دولتمند تھے اور مکہ میں دوکان بزازی کی بہی تہی یہ اپنی ایمانداری اور بلند ہمتی میں شہرۂ آفاق تھے یہ آنحضرت ؐ سے دو برس چہوٹے تہے انکے ایمان لانے نے قوم قریش میں ایک ہلچل مچادی اور آپس میں ایک تہلکہ مچ گیا حضرت ابو بکر رض نے اپنے

دوست و احباب کو اسلام کی ترغیب دی ان میں سے پانچ آدمی عشرۂ مبشرہ[۱] کے بھی ایمان لائے جنکے نام یہ ہیں **عثمان ابن عفان** یہ خاندان بنی امیہ سے تھے اور بعدازاں خلیفہ سوم ہوئے **زبیر ابن عوام** یہ حضرت **خدیجہ** کا بیٹا بھی تھا **طلحہ ابن عبداللہ سعد ابن وقاص** جنہوں نے بعدازاں فارس فتح کیا **عبدالرحمٰن ابن عوف**۔ اسکے دوسرے روز **عثمان ابن مطعون**۔ **ابو عبیدہ بن الجراح** **ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی** **دارقم بن الارقم** کو حضرت **ابو بکر** نے آنحضرت کے سامنے پیش کرکے مشرف باسلام کرایا۔ اور پھر اسی سلسلہ میں **جعفر ابن ابی طالب**۔ **ابوذر** **عمار بن یاسر** اور **سعید ابن زید** بھی ایمان لائے یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے آپ کو آپ کی شان کے موافق سچا نبی خیال کیا اور آپ کی ایسی تعظیم و تکریم کی جیسی کہ نبی کے لئے زیبا ہے اور ہمیشہ جاں نثار اور حامی اور مددگار رہے۔

عورتوں میں حضرت خدیجہ کے بعد حضرت صلعم کے چچا عباس کی بیوی **ام الفضل** **اسمار بنت عمیس**۔ **اسمار بنت ابو بکر**۔ اور **فاطمہ** ہمشیرہ عمر فاروق مسلمان ہوئیں۔ اُس وقت مسلمان پہاڑ کی گھاٹیوں میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ نبوت کے تین سال تک آنحضرت لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے اور اُن کو بت پرستی سے منع کرتے تھے۔

آنحضرت صلعم کا اعلانیہ وعظ دینا اور قوم کا مخالفت پر کمر باندھنا

تین سال تک آنحضرت صلعم نے اعلانیہ طور سے اپنی نبوت کا اعلان نہ کیا صرف آپ کے

[۱] عشرہ مبشرہ وہ دس آدمی کہلاتے ہیں جنکے اعمال حسنہ پر نظر کرکے دنیا ہی میں اُن کو جنت کی خوشخبری سُنا دی گئی ہے ۱۲

خاص خاص احباب اور متوسلیں میں دعوت اسلام محدود تھی کچھ لوگ باہر سے بھی آکر ایمان
لائے تھے مگر انکی تعداد بہت کم تھی آپ صلعم کی نبوت کے اظہار پر قریش اور بنی امیہ اور بعض
بنی ہاشم آپ کے دشمن ہوگئے اُسوقت **بنی امیہ** اور **قریشیوں** کا سردار
ابوسفیان ابن حرب تھا جو امیہ کا پوتا اور **عبدالشمس** کا پرپوتا تھا۔ یہ سردار
نہایت مالدار ذی وقعت اور شجاع تھا اور آنحضرتؐ کا عرصہ دراز تک دشمن رہا غرضکہ تین
برس اسی طرح گزر گئے اور اس تین برس کے زمانہ میں اہل اسلام کی تعداد صرف اُنتالیس
تک پہنچی جس میں کم سن اور اکثر غلام بھی تھے یہ لوگ اپنی نماز اپنے گھروں یا پہاڑوں کے
دروں میں چھپکر پڑھا کرتے تھے اسکے بعد اس معنی کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے درست
کرنیوالے (دنیا کے) اُٹھ (ناپاک اعمال والوں کو) ڈرا اور اپنے رب کی بزرگی کو پھیلا کو اور
پاکدامنی اختیار کرو (بت پرستی) کی نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت
سے مت کرو کہ لوگوں سے اسکا فائدہ حاصل ہوگا۔ اپنے پروردگار کے لئے (ہر امتحان اور
تکلیف میں) استقلال رکھو۔[1]

پس آیت کے اُترتے ہی آنحضرت صلعم نے اعلانیہ طور سے دعوت اسلام شروع کی یہ پہلے لکھا
گیا ہے کہ آپ صلعم ابتدا میں بہت زیادہ ہر دل عزیز تھے عام طور پر آپؐ کی عزت کی جاتی تھی
اور تمام لوگ دل سے محبت کرتے تھے مگر یہ سب باتیں بعثت سے قبل تھیں جب کفار
عرب کے مذہب کو اور اُن کے بتوں کو آنحضرت صلعم نے بُرا ٹھیرایا تو پھر انکے نزدیک اور برا
کوئی دوسرا نہ تھا کفار کے ہاتھوں جو تکلیفیں آنحضرت کو پہونچیں اُن کا ذکر آگے آویگا اُسوقت

[1] وہ آیت کریمہ یہ ہے:۔ یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَأَنذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ وَثِيَابَكَ
فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ ۱۲

مختصر طور سے اس طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ابتدا میں جس طرح تمام نبیوں کو ذلتیں اٹھانی پڑی تھیں اسی طرح آنحضرتؐ کے ساتھ اہل عرب نے کوئی درجہ ذلت و خواری کا اٹھا نہ رکھا۔

ابھی تک آپ نے عام طور پر وعظ نہ دیا تھا بج کے طور پر جو شخص آپؐ کے پاس آتا اسکو وعظ سناتے اگر وہ اسلام لے آیا تو فبہا ورنہ کچھ زبردستی نہ تھی ایک مرتبہ آپؐ نے مستقل ارادہ کیا کہ عام طور سے خدائے واحد اور اس کی پرستش کا بیان کروں اور قریشیوں کو انکے جھوٹے عقائد پر ڈانٹوں اور مذہب ابراہیم کی تلقین کروں ایسی مخالفانہ حالت میں یہ ارادہ بھی ممتاز طبیعت کا نقشہ کھینچتا ہے معمولی انسان کی طبیعت جس میں نبوت کی صفت موجود نہ ہو ہرگز ہرگز ایسا ارادہ نہیں کر سکتی یہ ظاہر تھا کہ قریش ایک بہادر اور اولوالعزم قوم تھی اُن کو سو پچاس آدمیوں کا خون کرنا کچھ بات نہ تھی پھر ایسے موقع پر اُن کی جماعت میں جانا اور پھر اُلٹا اُنکے دیوتاؤں کو برا کہنا بیشک ایک جری اور بہادر نبی کا ہی کام تھا دوسرا شخص ہرگز نہیں کر سکتا۔

چنانچہ آپؐ نے موافق حکم ربانی اول اپنے خاندان سے اشاعت اسلام کا کام شروع کیا اور ایک روز اپنے کنبے والوں کی دعوت کر دی جنکی تعداد چالیس اکتالیس تھی ابو لہب بھی موجود تھا جسکی بیجا گو اس نے آپکو کلام کرنے کا موقع نہ دیا دوسرے روز پھر دعوت کی گئی اور جاضرین جب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو نبی صلعم نے فرمایا۔ اے حاضرین میں تم سب کے لئے دنیا و آخرت کی بہبودی لیکر آیا ہوں اسکے پیشتر عرب میں کوئی شخص بھی اس سے افضل تر تحفہ لیکر نہیں آیا۔ مجکو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو اسکی تعلیم دوں۔ بتلاؤ آپ لوگوں میں سے کون میرا ساتھ دے سکتا ہے۔ سب لوگ تو خاموش ہو گئے مگر حضرت علیؑ نے

اُن کو بنایا وہ بجنسہ ویسے ہی بنگئے اور جہاں تمنے رکھہ دیا وہاں رکھے رہے اُن میں نہ تو اسقدر قوت ہے کہ وہ کسی دوسرے کو بنا سکیں اور نہ اسقدر طاقت ہے کہ خودبھی ذرا سے اپنی جگہ سے سرک سکیں پھر ایسے معبودکوجس پر تم ہمیشہ سے قادر ہو اُنکو اُلٹا اپنا ہی معبود سمجھتے ہو تمکو تمہارے اصلی معبود نے اسواسطے نہیں بنایا ہے کہ تم ان واہیات باتوں میں اپنی زندگی بسر کرو اور اپنے ہی تراشے ہوئے پتھروں کے آگے اپنی ناک رگڑو اور سجدہ کرو جو خاص خداہی کے واسطے مخصوص ہے اسلیئے میں نے تمکو خدا کی عبادت کرنے کے واسطے بُلایا ہے کہ تم یہاں اگر میرا کہنا مانو اور سچی راہ جسکی میں تمکو ہدایت کرتا ہوں اختیار کرو تاکہ تمہارا دین و دنیا میں بھلا ہو اور نجات دارین حاصل ہو۔ تم خوب یقین کرلو کہ موت تمہارے سر پر موجود ہے اور تمکو خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور میں آخرت کو اس طرح دیکھہ رہا ہوں جس طرح دنیا کو تم دیکھہ سکتے ہو۔

یہ سُنکر تمام حاضرین قہقہہ مارکر ہنسے کوئی خفا ہوا۔ کسی نے کچھہ بیہودہ بکا کسی نے غصہ کیا اور دفعتاً مثل آگ کے بھڑک گئے۔ غرضکہ یہ گفتگو سُنکر لوگوں نے آنحضرت کو معاذاللہ خفیف الحرکت سمجھا اور اس جماعت میں **ابولہب** کو برداشت نہ ہوسکی اور مارے غصہ کے جامہ سے باہر نکل گیا اور کہا تبارک سائر الیوم **ھذا جمیعًا** [۱] پس یہیں سے سمجھئے کہ کفار عرب اور آنحضرت صلعم کے درمیان اعلانیہ عداوت کا آغاز ہوا۔

ابولہب آپکا چچا تھا جو نہایت مالدار اور مغرور اور تند مزاج تھا۔ اور آپ صلعم کا ... جانی دشمن تھا دوسری وجہ دشمنی کی یہ تھی کہ یہ اپنی بی بی **ام جمیل** جو **ابی صفیان** کی ہمشیرہ تھی آنحضرت صلعم کی سخت دشمن تھی اور دوسرے دشمنوں سے زیادہ گرمی دلی

---

[۱] یعنی تمہارے اوقات خراب ہوں بس اسی واسطے بلایا تھا ۱۲

قدیمی عداوت رکھتی تھی۔
ابولہب چونکہ زن مرید تھا اور اپنی بی بی کے حکم کی نافرمانی نکرتا تھا۔ اسکے ورغلانے
سے ابولہب کی دشمنی اور بھی بڑھی رہتی تھی آنحضرت کو اس مخالفت سے اپنی بیٹیوں
ام کلثوم اور رقیہ پر جو ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو بیاہی گئیں تھیں
نہایت افسوس ہوتا تھا۔ ان دونوں لڑکیوں کی شادی کم سنی میں ہو گئی تھی۔
اس وعظ سے ابولہب اور اس کی بی بی کو سخت صدمہ ہوا اور آپس میں مشورہ کیا کہ
آنحضرت صلعم کی بیٹیوں کو طلاق دلوانا چاہیئے تاکہ کچھ تو دل ٹھنڈا ہو چنانچہ انہوں نے اپنے
دونوں بیٹوں کو صلاح طلاق دی اور ان نالائقوں نے بھی ایسا ہی کیا اور طلاق دیدی
لیکن کچھ عرصہ بعد ان کے نکاح یکے بادیگرے عثمان بن عفان سے ہوئے۔
ان باتوں سے آپ کی دعوت اسلام کے طریقہ میں کسی طرح کا فرق نہ آیا اور ان شدید شدید
امتحانات سے بھی آنحضرت صلعم نے ایک قدم بھی اپنی جگہ سے نہ ڈگمگایا اور آپ کے ارادے
میں کسی قسم کا تزلزل نہ پیدا ہوا کیونکہ آپ کو اپنا ذاتی خیال ہی نہ تھا بلکہ قوم کی اصلاح
منظور تھی چنانچہ آپ نے بنی ہاشم کی دعوت خاص اپنے مکان میں کی اور لوگوں کو
کھانا کھلایا اور کھلم کھلا اپنی نبوت کا اظہار کیا۔ جبل حرا او ابوقبیس پر اکثر وعظ فرماتے
اور مذہب عیسوی وغیرہ اور دیگر مذہب کفار کی تنسیخ کرتے۔ ہر گلی اور کوچہ میں جاکر آپ
اسلام کی خوبیاں بتاتے۔ بتوں کی پرستش سے منع کرتے۔ بیٹیوں کے قتل سے روکتے
زنا اور جوئے کی برائی سمجھاتے۔ آپس کی لین دین کی صفائی اور ہمسایہ کے ساتھ ہمدردی
کی خوبیاں بتاتے۔ زمین آسمان چاند سورج کی پوجا سے روکتے اور خداوند تعالےٰ کو تمام صفات
کا منبع ثابت کرتے اور فرماتے کہ تمام مخلوق اور دنیا کی تمام اشیا سب اسی کی محتاج ہیں اس

وعظ نے اہل مکہ کو پورا دشمن بنا دیا اور وہ شب روز تکلیف دینے کی فکر میں رہنے لگے ۔ اور جہاں محمد صلعم یا آپ کے صحابہؓ عبادت کرنے جاتے ام جمیل زوجہ ابو لہب وہاں ببولے ہی سے کانٹے بچھا آتی اسکا شب و روز یہی کام رہتا تھا کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے معتقدوں کو جہانتک ہوسکے اذیت پہنچے یہ پتھری میں جو نہیں اُس جگہ قدم رکھتے خون کے نالے بہہ جاتے تھے وہ ایسی اذیت دینے پر ہی قناعت نہ کرتی بلکہ دن اور رات نئی نئی قسم کی تکلیف دہی کی تدبیریں سوچا کرتی مگر ان پے درپے عذابوں اور قسم قسم کی مصیبت سہنے پر بھی نہ تو آنحضرت صلعم ہی اور نہ آپ کے معتقد باز آتے اور جو کچھ تکلیفیں اُن کو پہنچتیں سہتے اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجالاتے ۔

یہ انسانی مادہ سے تو بعید ہے کہ انسان مصیبت میں گرفتار ہو کر اپنے مستقل ارادے سے ذرا نہ ہٹے مگر یہ ہمارے سچے اور اُولوالعزم پیغمبر کا ہی کام تھا اور آپ کی پُر اثر گفتگو کا ایسا ہی اثر اپنے معتقدوں پر تھا جو کہ سچے دین کی پیروی میں اس وقت تک ویسے ہی ثابت قدم رہے جیسے اول روز تھے سچ ہے دروغ کو فروغ نہیں اور راستی کو ضرر نہیں ۔

ان دنوں عرب میں عکاظہ ۔ لیعنہ ۔ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے آپ صلعم ہر میلے میں تشریف لیجاتے اور وعظ فرماتے اور باہر سے آنے والے لوگوں پر اپنا پورا اثر ڈالتے ایک مرتبہ جب آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر وعظ فرمایا تو اس عورت نے پتھر مارا غرضکہ اسکی سخت دشمنی کے برتاؤ نے خدا کی طرف سے حمالۃ الحطب کا خطاب دلوایا اور یہ آیت اس مقام پر نازل ہوئی تبت[1] یدا ابی لهب وتب الخ ۔ آنحضرتؐ کے ساتھ جو کفار اہل عرب کا

[1] ترجمہ ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ کام نہ آیا اسکو اسکا مال اور نہ جو کمایا اب پیٹھیگا [illegible] مارلی آگ میں اور اسکی جورو سر پر لیے پھرتی ایندھن اُسکی گردن میں رسی ہے مونج کی ۱۲

برتاؤ تہا وہ یہ اب نئے نئے ڈہنگ سے بدلتا رہا یعنی وہی محمد صلعم جو پیشتر مکہ والوں کی آنکہوں کے تارے تہے اور اسی قوم نے آپ کو امین کا خطاب دیا تہا اب اس دین اسلام کے پہیلانے کی وجہ سے مجنوں کا خطاب دیا گیا جب آپ راستہ سے گذرتے تہے تو قریشی مذاق کرتے رہتے اور آپس میں کہتے تہے کہ ایسا لائق فائق شخص نہ معلوم کس طرح ایسا مجنوں ہوگیا اور دفعتاً دماغ میں خلل آگیا۔ کبہی کہتا ہے کہ مجہہ سے آسمان کے لوگ باتیں کرتے ہیں ۔ کبہی کہتا ہے کہ آسمان سے مجکو حکم ہر کام کے کرنیکا آتا ہے جسکے موافق میں کام کرتا ہوں۔ مجنوں سمجہے جانے سے تو آنحضرتؐ کا چنداں نقصان نہ تہا۔ لیکن جب آنحضرتؐ نے جہوٹا کہنا اور قریش کے باپ داداؤں کو جو کفر پر مرے ہوئے تہے دوزخی جانا شروع کیا تو اسوقت قریشیوں کو سخت صدمہ ہوا اور آنحضرتؐ کے جانی دشمن ہوگئے پہر آپ نے اُن کی شرارت اور دشمنی سے جو جو تکلیفیں اُٹہائیں اُن کا کچہہ شمار نہیں۔

دشمنی بڑہنے پر ابو لہب اور عقبہ بن معیط آنحضرتؐ کے گہر کے قریب عین گذرگاہ میں گندی چیزیں جمع کردیتے تہے اور اس سے غرض صرف آنحضرتؐ کو دق کرنا اور عفونت سے صحت میں خلل ڈالنا ہوتی تہی۔ آنحضرت صلعم برداشت فرماتے اور اکثر صرف اسقدر کہدیتے کہ اے قریش کیا حق ہمسائگی یہی ہے[1]۔ مگر آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد کی طرف بڑہتی گئیں۔ زمانہ حج میں جب باہر کے لوگ آتے تہے تو آنحضرت صلعم دعوت اسلام کرتے تہے اور بعض بعض مشرف باسلام بہی ہوتے تہے ایسے موقع پر ابو لہب سخت بے ادبیاں کرتا تہا آنحضرتؐ صلعم تو وعظ اسلام فرماتے تہے اور یہ کمبخت پتہر پہینکتا تہا اور لوگوں سے کہتا پہرتا تہا کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ساحر ہے شعبدہ باز ہے اور شاعر ہے۔ کسی سے کہتا کہ یہ مجنون ہے دماغ پہر گیا ہے۔

---

[1] تاریخ طبری ۱۲

تم لوگ اس کی باتیں سُنکر کیا لوگے جاؤ اپنا کام کرو۔ آنحضرت صلعم یہ سب کچھ سُنتے تھے مگر صبر اور تحمل سے کام لیکر کچھ نہ بولتے اور اپنے ہی کام سے واسطہ رکھتے تھے۔

عمرو بن العاصؓ کا چشم دید واقعہ ہے کہ حضور صلعم ایک دن خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن مغیط آیا اور چادر کو بٹ کر سجدہ کرتے وقت گردن میں ڈالدیا اور پیچ دینے لگا یہانتک کہ گردن بھچ گئی مگر آپ سجدہ میں پڑے رہے اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے اور عقبہ کو دھکے دیکر ہٹایا اور کہا کہ تم ایک بزرگ کو مارتے ہو صرف اس جرم پر کہ وہ اپنے خداوند کو اپنا مالک سمجھتا ہے اور تمہارے سامنے ایک روشن دلیل بھی لایا ہے[۱] چند بدمعاش حضرت ابوبکرؓ سے لپٹ گئے اور آپ کو مارا پیٹا۔

ایک دفعہ جب کہ حج کا زمانہ قریب آیا تو قریش کے بڑے بڑے پچیس[۲۵] سردار جمع ہوئے اور ابولہب میر مجلس بنا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ عنقریب وقت حج کا آنیوالا ہے باہر کے لوگ آوینگے اور محمد صلعم اپنی سحر بیانی سے پھر کام لیگا یہ لوگ مفصلات کے رہنے والے سیدھے سادے ہوتے ہیں فریب میں آہی جاتے ہیں کچھ اس امر کی روک تھام ضرور کرنا چاہیے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ محمد صلعم ایک شریف خاندان سے ہیں ظاہر صورت شکل بھی اچھی ہے فصیح گفتگو ہے ہم ایسا پوچ حیلہ اُنکے مقابلہ میں کس طرح کرسکتے ہیں جن سے لوگ نفرت کرنے لگیں کیونکہ اگر ہمنے مجنوں کہا تو لوگ ہمکو ہی اُلٹا دیوانہ قرار دینگے۔ ایک نے کہا ساحر قرار دینگے۔ ولید بولا کہ ساحروں کی منحوس صورت اور غلیظ کپڑوں سے محمدؐ کو کیا نسبت لوگ ہرگز یقین نہ کرینگے پھر سب نے عاجز ہوکر ولید بڈھے خرانٹ سے کہا کہ پھر تم ہی بتاؤ کیا تدبیر کیجائے جو یہ اپنی باتوں سے باز آئے۔

---

[۱] صحیح امام محمد بخاریؒ ۱۲

بڑی ہمت اور دلیری سے کہا کہ یا رسول اللہ اگرچہ اس مجمع میں سب سے زیادہ کم سن میں ہی ہوں مگر اس مشکل خدمت کے بجا لانیکو کمربستہ تیار ہوں - اس مجمع میں علیؑ کے والد ابوطالب بھی جو آنحضرت کے دشمن نہ تھے موجود تھے مگر سب کو ایک ایسے شخص اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا دیکھکر کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے خیالات کے خلاف کوشش کر کر اُسپر قبضہ کرینگے ایک ہنسی کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ قہقہہ مار کر ادہر اُدہر چلدیئے مگر آگے چلکر اُن کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ وہ بات قابل ہنسی کے نہ تھی درحقیقت درست تھی۔

ایک دن عتبہ ابن ربیعہ آنحضرت صلعم کے پاس آکر کہنے لگا کہ محمدؐ تم اچھے یا عبداللہ آپؐ نے کچھ جواب ندیا اسکے بعد پوچھا کہ تم اچھے یا عبدالمطلب آنحضرت پھر خاموش ہو گئے عتبہ نے کہا کہ اگر تمہارے نزدیک یہ لوگ اچھے تھے تو پھر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ لوگ بھی تو بتوں کی پرستش ویسے ہی کرتے تھے جیسے میں کرتا ہوں اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ میں ان سب سے اچھا ہوں تو اب مجھ سے صاف طور سے کہو کہ میں بھی سنوں - تم نے ہماری قوم میں ایک تہلکہ ڈال رکھا ہے جماعت کو علیحدہ کر دیا ہے۔ قومی معبودوں کی بے عزتی کی اور برطرہ یہ کہ سب کے باپ دادو نکو کافر ٹہرایا - نوبت یہانتک پہنچی کہ قوم کے لوگ تمکو ساحر و مجنوں وغیرہ کہنے لگے ان باتوں سے کیا حصول ہے اگر روپیہ کی تمنا ہے تو میں دینے کو موجود ہوں اگر حسین عورت چاہتے ہو تو اُسکا بھی بندوبست کرنے کو تیار ہوں اگر مالدار بنا چاہتے ہو تو اس وقت ہی اسقدر روپیہ جمع کرا دوں کہ قوم میں مالدار ہو جاؤ اگر بادشاہ بننے کو جی چاہتا ہے تو تو تم کا بادشاہ بنا سکتا ہوں - اگر تمہارا واہمہ تمہارے خیال سے باہر ہے تو کہو طبیب لاکر اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے

علاج کرادوں۔ غرضکہ مجھکو کسی طرح سے عذر نہیں بشرطیکہ تم اپنے ان خیالات اور
عادتوں سے باز آؤ۔ جب **عتبہ** یہ گفتگو اپنی ختم کر چکا تو پیغمبرؐ خدا نے سورۂ **حٰم** آخر تک
سنائی جب آنحضرتؐ عاد وثمود تک پہونچے تو **عتبہ** پر محویت کا عالم طاری ہوگیا گردن
نیچی کرلی اور ہاتھ پر سر رکھہ لیا اور کہا بس بس مجھہ میں اس سے زیادہ سننے کی تاب
نہیں ہے اور پھر اپنی قوم کے پاس آکر تمام کیفیت بیان کی اور کہا کہ میں نے ایسا کلام سُنا
ہے کہ اُسکا مثل کبھی نہ سُنا تھا شاعری فصاحت اور سحر کو اُس سے کچھ نسبت نہیں ہے لہذا میری
تو یہ راے ہے کہ تم سب **محمدؐ** کو اُسکے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ کلام کچھ کر دکھاویگا کیونکہ اگر
دوسروں سے مغلوب ہوا تو تمہارا مطلب خاطر خواہ بے دردسر حاصل ہوا اور اگر یہ غالب
رہا تو اسکی عزت کے ساتھ تمام اہل مکہ کی عزت بڑہے گی بس میری تو یہی راے ہے آیندہ
جیسا تم مناسب سمجھو کرو مگر ایک عتبہ کی راے کیا کر سکتی تھی ہر کام کا ایک وقت مقرر
ہے جب تک وہ وقت نہیں آیا کفار کی عادت نہیں بدلی۔

ابو طالب جو درحقیقت اپنے بھتیجے کے سچے خیرخواہ تھے اور اونہوں نے قریشی طریقہ
کی تعلیم بھی بخوبی پائی تھی وہ اچھی طرح سے اسلام کے حالات اور اُس کی برکتوں سے
واقف تھے مگر پھر یہ بڑی مشکل تھی کہ اُن کے باپ دادا اور بچپن کے سنے سنائے خیالات
نے اُنکے دل میں ایسے جڑ پکڑی تھی کہ انہوں نے اعلانیہ طور پر اسلام قبول نہ کیا حالانکہ وہ
یہ خوب سمجھتے تھے کہ **محمد** صلعم جو کچھ کہتے ہیں وہ سب صحیح ہے ایک دفعہ **ابو طالب**
نے **علیؑ** سے کہا تھا کہ میں تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑتا مگر جب تو دین اسلام
پر ایمان لے آیا ہے تو یہ سب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ **محمد** صلعم تجھے بدی کے رستہ

لہ چھبیسواں پارہ شروع سے یہ عبارت شروع ہے اُسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا جاوے ۱۲

سے ضرور بچاوینگے۔

بعد عبدالمطلب کے **ابوطالب** سردار مکہ گنے جاتے رہتے اس لئے اُن کے خوف سے کفار آنحضرتؐ سے کچھہ منہ در منہ نہ بول سکتے تھے اور ویسے ہی مسلمانوں پر کچھہ قابو نہ چلسکتا تھا مگر جو خوش حال تھے وہ غریب مسلمانوں پر بڑی سختیاں کرتے تھے ذراسی بات پر دہوپ کی جلتی ہوئی **ریت** پر اُنکو سُلاتے تھے گرم پتہر جسم پر باندہتے تھے اور اوپر سے دُرّے مارتے تھے اور کہانا پینا بند کردیتے تھے یہ سب ہی کچھہ کرتے تھے لیکن جو ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے روبرو توحید اور رسالت کا اقرار کرجاتا تہا پہر کیا مجال جو اُس سے منحرف ہوجاتا۔ منجملہ اِن مفلس مسلمانوں کے حضرت **بلال** ایک حبشی کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے۔

جب امیہ نے یہ سُنا کہ بلال مسلمان ہوگیا تو اُسکو طرح طرح کے عذاب دینے شروع کئے کبہی گلے میں رسی باندہکر لڑکوں کے حوالے کردیا کہ گلیوں میں لئے پہریں۔ کبہی مشکیں باندہکر لکڑیوں سے پیٹا کبہی بہوکا رکہا اور کبہی دہوپ میں بٹھا دیا مگر وہ اذیتیں برداشت کرنے اور وحدہٗ لاشریک کے نعرے مارتے تھے۔

حضرت **ابوبکرؓ** نے ایک مرتبہ بطحاے مکہ میں اُنکو دیکھا کہ گرم ریت پر اُن کو ننگا لٹا کر گرم پتہر اُن کے پیٹ پر رکہدیا گیا ہے اور یہ سزا صرف اسواسطے تہی کہ دین محمدی کو چہوڑ دیں جب **ابوبکرؓ** نے اُنکے مالک سے سفارش کی تو مالک نے جواب دیا کہ تم ہی لوگوں نے اسکو بہکا کر خراب وخستہ کیا ہے اب میرے کام کا نہیں ہے اگر تم کو رحم ہے تو مجھہ سے خریدلو چنانچہ حضرت **ابوبکرؓ** نے اسکو فوراً ہی خریدکر اُسی وقت آزاد کردیا حضرت **بلال** مرتے وقت تک مسلمانوں کے ساتہہ رہے۔

حضرت عمارؓ اور انکی والدہ سمیہؓ اور والد یاسرؓ نے جب اسلام قبول کرلیا تو ابوجہل نے انکو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں ایک روز جب یہ پٹ رہے تھے تو رسولؐ پاک بھی آگئے آپ صلعم نے فرمایا کہ صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے۔ کمبخت ابوجہل نے بی بی سمیہؓ کی اندام نہانی میں نیزہ مارا اور اس صدمہ سے انکا انتقال ہوگیا۔[۹۱]

خباب بن ارت جب مسلمان ہوگئے تو انکے بال پکڑ کر گھسیٹا جاتا۔ تھپڑ مارے جاتے گرم پتھروں پر بٹھا کر داغ دئے جاتے۔ اور وہ سہتے۔

ابو فکیھہ جن کا نام افلح بھی ہے انکے پاؤں میں رسی باندھکر گھسیٹا جاتا اور گرم پتھروں سے تکلیف پہنچائی جاتی[۹۲]

لبیبہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور ام عبیس یہ سب بیچاری لونڈیاں تھیں مسلمان ہونیکے بعد انکے آقا گونا گونا عذاب انکو دیا کرتے اور وحشیانہ سزاؤں سے انکو تکلیف پہنچائی جاتی مگر یہ اپنے خیال سے ذرا نہ ٹلتی تھیں۔

قریش کا یہ سلوک غریبوں کو چھوڑ کر اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بھی تھا جو مسلمان ہوگئے تھے چنانچہ عثمان بن عفان کے مسلمان ہونیکی خبر جب انکے چچا کو ہوئی تو وہ سنگدل چچا ان کو اکثر کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں پہنچایا کرتا۔

مصعب بن عمیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو انکی ماں نے ان کو گھر سے نکالدیا۔

بعض مسلمانوں کو قریش اونٹ یا گائے کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر ڈالدیتے تھے۔

اور بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر گرم پتھروں پر لٹا دیا کرتے تھے۔

ایسی وحشیانہ سزائیں آئے دن غریب مسلمان پاتے تھے مگر اسلام کی صداقت اُن سے کا

---

[۹۱] مدارج النبوۃ ۱۲ [۹۲] اعجاز التنزیل ۱۲

مقابلہ کرتی تھی لیکن اگر گذشتہ امتوں پر خیال کیا جاوے تو آپکو معلوم ہوگا کہ بعض نے
تو چند کھوٹے ہی روپیہ لیکر انبیا کو گرفتار اور قتل کرادیا۔[۱]

اہل قریش نے حضرت کے ساتھ کوئی برائی کا درجہ اٹھا نہیں رکھا مگر آنحضرت صلعم نے ہمیشہ
صبر و تحمل سے کام فرمایا صرف ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے دعا ء بد کی تھی وہ بھی اپنی جسمانی
اذیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ رکن اسلام کے ساتھ کفار نے بے ادبی کی تھی
وہ اسطرح ہے کہ **ابوجہل** کے اشارے سے **عقبہ ابن معیط** نے اونٹ کی اوجھڑی آنحضرت
صلعم کے گلے میں ڈالدی تھی جبکہ آپ صلعم خانہ **کعبہ** میں سربسجود تھے اوجھڑی ڈالنے
کے بعد کفار نے قہقہہ لگایا۔ ابن مسعود موجود تھے زیادہ ہجوم کو دیکھکر انکا تو حوصلہ نہ پڑا
اتنے میں معصوم **فاطمہ زہرا** آگئیں اور انہوں نے آکر دوش مبارک کو سبکدوش کیا[۲]
آنحضرت صلعم نے نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ اللهم عليك بقريش کہا اور پھر نام بنام
ابوجہل بن ہشام - عتبہ ابن ربیعہ - ولید ابن عتبہ - عقبہ ابن ابی معیط
ابی ابن خلف عمارہ ابن عبید کے حق میں دعا ء بد کی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ تھوڑے
عرصہ بعد یہ تمام کافر مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگ بدر میں بری طرح مارے گئے اور نہایت
ذلت کے ساتھ گڑھے میں پھینکے گئے۔

غرضکہ ادھر تو قریشی آنحضرت کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے اور ہردم کمربستہ تیار رہتے تھے
مگر یہاں جو خیال تھا وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح قوم کی اصلاح ہو اُن کی یہ وحشت اور
کفر دور ہو جاوے اور بت پرستی کی رسم چھوٹ جاوے۔ خیال کرنے کے بعد یہ ترکیب
نکالی کہ سوداگروں اور مسافروں کو راستہ میں روک روک کر دعوت اسلام کرنی چاہئے

---

[۱] انجیل متی ۲۶[۱] ۱۲ [۲] صحیح بخاری ۱۲

جیساکہ مکہ میں دیکھہ کر آئے ہیں اُسکے الفاظ میں وہ اثر ہے جو کسی شخص کی زبانی نہیں سُنے گئے۔ چاہے ہم اپنی ہٹ دہرمی اور بے ایمانی سے اُسکی باتوں کو قبول نہ کریں ورنہ درحقیقت وہ جو کچھہ کہتا ہے سب سچ ہے اُس میں کوئی بڑی زبردست قوت موجود ہے جو ایسے لفظ ادا کراتی ہے ورنہ ہمارا تمہارا کام نہیں۔

ادہر تو مسافروں نے اپنے اپنے وطن پہنچکر یہ کہنا شروع کیا اور ادہر ابوطالب قریشیوں کی اس دشمنی کو جانچ کر ہوشیار ہوے اگرچہ ابوطالب نے آنحضرتؐ کا مذہب قبول نہ کیا تھا مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی میرے بھتیجے کی طرف نگاہ بھر کر دیکھے گا اگر کچھہ خیال تھا تو صرف اپنی قوم کے دنگہ فساد کرنے کا خیال تہا اس لیے اُنھوں نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ قریشیوں کی آپ سے صرف دشمنی ضرور میری خرابی لادیگی اور پہر میں تمہاری سرپرستی نہ کرسکونگا لہذا اپنے اس نئے دین کی اشاعت نہ کرو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ چاند اور سورج کو میرے ہاتوں پر رکھدیں میں جب بھی خدا کے حکم کے خلاف ذرہ بہر نکرونگا۔

اور اُدہر قریشیوں سے جاکر کہا کہ اگر کسی نے محمدؐ صلعم سے بجز زبانی باتوں کے کچھہ بھی دست درازی کی تو یاد رکھنا کہ اسی میدان میں سیکڑوں لاشیں خاک میں ملادونگا

اسی عرصہ میں ایک رقعہ مشہور یہودی سردار کا قریشیوں کے نام پہنچا جس میں یہ لکھا تھا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس نئے نبی کی نسبت ہمنے معتبر طور سے بہت کچھہ سُنا ہے اُس کے ساتھہ بجاے اس کے کہ تم اُسکی سچی باتوں پر یقین کرو اور ہر طرح سے اُسکے ساتھہ اور اُسکی کوششوں میں مدد دینا اپنا فخر سمجھو اُس کی سخت مخالفت پر کمر باندھے ہوے ہو کیا تمکو خبر نہیں ہے کہ پیشتر بہت نبی مبعوث ہوئے جنھوں نے قوم کو راہ راست پر لانے کی

کوششیں کیں اور جن لوگوں نے اِن کی ہدایت قبول نہ کی آخر کو وہ کیسے ذلیل اور
خوار ہوکر تباہ ہوے اب انسانیت یہ ہے کہ ایک محمدؐ نبی جیسا عقلمند تمکو واسطے ہدایت
اور تمہارے مذہب کی اصلاح کرنے کے واسطے اپنے پاس بلاتا ہے تم اُسکا کہنا مانو
اور فضول مت بھاگتے پھرو۔ یاد رکھو وہ خدا جس نے تمام دنیا اور آسمانوں کو بنایا ہے
اور جس کے قبضہ میں ہم سب کی جان ہے تمہاری ان ناکارہ حرکتوں کو خوب دیکھ رہا ہے
اگر تم بدستور اپنی جہالت سے اُسکے قول اور فعل کی تکذیب کرتے رہوگے تو تمکو بھی مثل اور
قوم کے پشیمانی اُٹھانی پڑے گی۔
اس رقعہ نے اہل عرب کے دل پر مثل طوفان کے اثر کیا جس کے آنے سے ایک تہلکہ ہوگیا اور
جو کچھ اُسکا اثر ہونا تھا اُسیوقت ہوگیا مگر وقت گذرنیکے بعد پھر وہی حالت مثل سابق ہوگئی وہی دق
کرنا روز بروز کمیٹیوں کا منعقد ہونا نئی نئی رائیں سوچنا غرضکہ قریشیوں کی دشمنی نے یہانتک
طول کھینچا کہ اُنہوں نے محمدؐ صلعم کو کعبہ میں آنے سے بھی روک دیا اور تاکید کردی کہ کسی
طرح سے محمدؐ صلعم زیارت کعبہ نکرسکیں پھر یہ تدبیر کی کہ جہاں آپؐ تشریف لیجاتے آپ کا پیچھا
کیا جاتا اور جو کچھ آپ سے ظہور میں آتا اُسکو روکنے کی کوششیں کی جاتیں۔ جس جگہ آپؐ معہ
اپنے چند مسلمانوں کے عبادت کرتے وہاں قریشی کیچڑ اور ناپاک چیزیں پھینکتے یہانتک کہ تمام کپڑے
ناپاک ہوجاتے۔ پھر بد ذات قریشیوں نے اس پر بھی قناعت نہ کی لونڈوں اور بدمعاشوں
کو کچھ دیکر مقرر کیا کہ جہاں تم محمدؐ صلعم کو آتے جاتے دیکھو خوب تالیاں بجاؤ اور بُرا بھلا کہو غرضکہ
سر بازار اچھی طرح ذلیل کرنے کی کوشش کرو اور کوئی دقیقہ اپنی بیجا حرکت کا اُٹھا نہ رکھو۔
ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کو بد ذات قریشیوں نے گھیر لیا۔ اُسوقت اُن جاہلوں کے ہاتھ میں
برہنہ تلواریں تھیں اور اُن کے تیور آنحضرت صلعم کی طرف سے بدلے ہوئے تھے۔ آخر کو آپ کی

نرم مزاجی اور فصاحت اور مزاج کی برداشت نے اُنکے غصہ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ایک دم میں سرد کر دیا اور وہ نہایت خفیف ہو کر چلے گئے۔

کفار عرب میں ایک اور ذاتی عیب یہ بھی تھا کہ وہ اپنے آپ کو جملہ اہل دنیا سے حسب نسب شرافت بہادری جرأت مالداری وغیرہ وغیرہ میں یکتا اور انتخاب شدہ سمجھتے تھے اور اُن میں خودی کا نقارہ بڑی آواز سے گونج رہا تھا پس ایسے موقع پر ظاہر ہے کہ جو شخص اُنکے خیالات کو باطل ٹھہرائے اور اُنکے باپ دادا کو بُرا اور اُنکے معبودوں کو محض ایک مٹی کا ڈھیر بتائے تو وہ جماعت کسقدر اُس کی دشمنی پر آمادہ ہوگی اور کیوں نہ اُسکی جان لینے کی خواہاں ہوگی وہ جانتے تھے کہ جس قدر اعلیٰ ترین صفتیں کہ انسانی فطرت کو لازم ہوسکتی ہیں وہ سب ہم میں موجود ہیں۔ دولتمند غریب کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا اور مالک اپنے محکوم پر تحقیر آمیز نگاہیں ڈالتا تھا۔ مگر وہاں اپنے خیال اور عادات کے خلاف یہ آواز محمد صلعم سے سُنی کہ خدا کے نزدیک سب برابر ہیں اگر فرق ہے تو صرف اپنے اعمال کا حقوق سب کے یکساں ہیں یہ سُنکر انہوں نے علاوہ اپنی روزی جاتی دیکھکر اپنی آبائی عزتوں کو بھی خاک میں ملتے پایا اور اب قریش کے ہر گروہ نے اپنی اپنی ہر جماعت کو علیحدہ کیا اور نئے دین کی مخالفت پر ٹوٹ پڑے اور حملہ آوری کا سلسلہ سوچا اور اپنی جماعت میں ایک دوسرے سے قسم کھا کر عہد واثق کیا کہ ہم محمد صلعم کی مخالفت میں ہرگز کوتاہی نہ کرینگے اور جب تک اس کی جان نہ کھودینگے ہرگز اطمینان سے نہ بیٹھیں گے یہ واہی قسمیں جس قدر مضبوط تھیں اُسی قدر خوفناک تھیں اور وہ اپنے ارادوں میں ایسے مضبوط تھے کہ آسمان ٹلجاوے گر اپنے وعدے سے ٹلنا سخت عیب تھا۔

اس تین سال کے کشمش زمانہ میں اہل اسلام کی تعداد اُنتالیس ۳۹ تک پہنچی ان میں اکثر

کم سن مسافر اور غلام بھی تھے یہ لوگ اپنی نماز اپنے گھروں میں یا پہاڑوں کے دروں میں پڑھتے تھے چنانچہ یہ لوگ ایکمرتبہ پوشیدہ نماز با جماعت ایک درہ کوہ میں پڑھ رہے تھے کہ اُن پر کفار آ پڑے جن میں سے ایک کے سر کو سعد ابن ابی وقاص نے زخمی کیا اور اُس تاریخ سے اُن کو ممتازی اس وجہ سے ہوئی کہ اُنھوں نے سب سے اول کافر کا خون بہایا - پھر اگر حضرت ابوبکر اور ابوطالب نہوتے تو واقعی بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ یہ دونوں صاحب سرداران قریش میں ممتاز تھے اور قوم کی اکثر افراد میں اُنکا اثر بہت بڑا تھا اور علاوہ اِن دو بزرگوں کے اور بھی چند مسلمان محمد صلعم پر سینہ سپر کیئے ہوئے تھے اسلیئے مخالفین محمد صلعم پر اپنی مخالفت کی آزمایش نہ کرسکے اور نہ آیندہ مخالفت کرنے کی جرأت دکھی

جب کفار عرب نے خاص محمد صلعم کی ذات پر اپنے خشمگیں پنجے دراز ہوتے نہ دیکھے تو وہ بیچارے چند نو مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے مگر سوا اسکے کہ اُنھوں نے اپنی آرزو پوری کی مسلمانوں کا بال بیکا تک نہوا -

ہجرت حبشہ

رجب سنہ ۵ نبوت مطابق ۶۱۵ء

جہاں تک کفار قریش کا بس چلا انھوں نے مسلمانوں کو ہر طریقہ اور ہر بہانہ سے تکلیفیں دیں اُن کے قیدخانے جو دوزخ سے بھی زیادہ دکھ دینے والے تھے اُس میں وہ مسلمان قید کیئے جاتے اور فاقے کرائے جاتے تھے جن مردوں اور عورتوں نے مسلمان ہو کر بت پرستی چھوڑ دی تھی کفار اُنکو زبردستی راہ چلتے لیجاتے تھے اور ننگا کرکے گرم ریت پر لٹا کر پتھر رکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تک تم یہ دین نچھوڑوگے اس سے نجات نہ پاؤگے - اول تو گرم ریت پر لیٹنا ہی از

حد تکلیف کا باعث تھا پھر اُسپر فاقہ اور دن بھر گرم دھوپ کا پڑنا جسمانی اور دماغی کس درجہ کی خوفناک تکالیف تھیں صرف ان مظلوموں کا سوائے آیندہ آخرت کی بشارت کے اور کوئی اطمینان دینے والا نہ تھا ان ظلموں پر بھی وہ اپنے دین سے دست بردار نہ ہوتے اِن قابل رحم شخصیتوں پر آنحضرتؐ کی یاس آمیز نظریں خاموشی سے پڑتی تھیں اور آپؐ ملاحظہ فرماتے تھے کہ میرے معتقد کس آفت میں مبتلا ہیں اور کیسے کیسے ظلم اُن پر ہو رہے ہیں میرے وعظ کی تاثیر اب تک اُنکے دلوں پر باقی ہے اس خیال سے تو آپؐ کسیقدر مطمئن ہوتے تھے لیکن اُن کی یہ کیفیت دیکھی نہ جاتی تھی ان مظلوموں میں سے چند شہید بھی ہوئے۔ جنہوں نے اپنی پیاری جانیں دین حق پر فدا کردیں۔ یہ صرف سچے دین کا اثر تھا جسنے ان کو مرکر بھی سرخرو کیا ایک روز مرنا تو ضرور ہی تھا مگر جو حالت کفر پر مرے اُنھوں نے اپنی سکونت جہنم میں اختیار کی اور شرمندگی اُٹھائی۔ شروع میں جو تکلیف کہ اہل اسلام کو اُٹھانی پڑی اگر اُسکا عشر عشیر بھی آجکل کے مسلمانوں پر پیش ہو جاوے تو ایک بھی اُسکا متحمل نہوگا تو پھر کیا ہم اور ہماری مسلمانی۔ پھر یہی مثل صادق آتی ہے کہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔

جب مسلمانوں کے ساتھ کفار مکہ کا ظلم زیادہ بڑھا اور اُسکا کچھ چارہ نہوا تو ناچار پیغمبرؐ نے اُنکی جان اور ایمان قائم رکھنے کے لیے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا۔ حبشہ جسکو انگریزی میں ابی سینا کہتے ہیں ہجرت کے واسطے منتخب کیا گیا اول اول بارہ مرد اور چار عورتیں جملہ سولہ[1] شخص مکہ سے چھپکر باہر گئے بندرگاہ شعیبہ[2] تک پاپیادہ گئے اور وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر حبشہ کے ساحل پر اُترے حبشہ میں اُسوقت عیسائی بادشاہ

---

[5] سیرۃ ابن ہشام ۱۲

تہا جسے نجاشی کہتے تھے سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اپنی زوجہ رقیہ
بنت رسول کے ساتھ گھر سے باہر نکلے اور قافلہ کی سردار بنی - تاریخ اسلام میں یہ پہلی ہجرت
مشہور ہے جو آنحضرتؐ کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب سنہ ۶۱۶ء وقوع میں آئی ان
تارک وطن لوگوں سے بعد ازاں اور مصیبت زدہ مؤمنین جن پر کفار عرب نے طرح طرح کے
ظلم توڑے تہے حبشہ جا جا کر ملگئے یہاں تک کہ اُن کی تعداد تراسی ہوگئی اور اٹھارہ
عورتیں بہی انکے شریک تہیں بعض کا قول ہے کہ مہاجران حبشہ کی تعداد بچوں کو چھوڑ کر
اسّی مرد اور گیارہ عورتیں جملہ اکیانوے تک پہنچ گئی تہی -
کچھ غلط فہمی اس طرح پر واقع ہوئی کہ مہاجران حبشہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیاں مصالحت
ہوجانا تصور کرکے حبشہ سے واپس آئے مکہ پہنچکر خبر غلط نکلی تو پہر وہ واپس حبشہ گئے
اور بہت سے نئے مسلمانوں کو بہی اپنے ساتھ لے گئے - اس جانے کو ہجرت ثانی کہتے ہیں
عبد اللہ ابن مسعود اور جعفر طیارؓ آنحضرتؐ صلعم کے چچازاد بھائی بہی مہاجران حبشہ
میں شریک تہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ ہجرت کی یا دوسری مرتبہ
جب کافروں نے یہ دیکھا کہ مکہ کے باشندے مسلمان ہونے پر چپ چاپ ملک حبش کو چلے
جاتے ہیں تو اُن کی ضد اور بڑہی اور اُن کی دشمنی نے یہ بہی گوارا نہیں کیا کہ یہاں سے
جاکر وہاں آرام لیں انہیں اپنے شکاروں کا اپنے پنجے سے جاتے رہنے کا بہت خیال ہوا
اور یہ خیال انکا سخت طیش میں تبدیل ہوگیا انہوں نے فوراً آپس میں صلاح و مشورہ
کرنے کے بعد چند کافر وکیل شاہ نجاشی اور اُسکے ارکین سلطنت کے پاس تحفہ تحائف
دیکر حبشہ کو روانہ کئے اور کہلا بہیجا کہ یہ گردن زدنی ہمارے مجرم ہیں انکو ہمیں واپس
کر دیا جاوے تاکہ ہم انکو اپنے جرموں پر بسرعت سزائے موت دیں اسکے علاوہ ان مظلوموں پہ نا گزیر

پر نئے نئے خداؤ اسطے کے الزام لگائے اور سب سے بڑا جرم یہ قائم کیا کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کا قدیمی مذہب چھوڑ دیا ہے اور ایک نیا دین اختیار کیا ہے۔
یہ لوگ حبشہ پہنچے اور تحفہ تحائف جو ہمراہ لائے تھے شاہ حبشہ اور ارا کین سلطنت کی نذر گذرانکر قریشیوں کا پیغام دیا شاہ **نجاشی** نے ہر دو فریق یعنی مہاجرین اور وکلار مکہ کو بلوایا تاکہ ہر دو فریق کی گفتگو ایک دوسرے کے روبرو سنی جاوے کفار مکہ جب دربار میں آئے تو **شاہ حبشہ** کو سجدہ کیا اور بعدہ باادب ایک گوشہ میں جا بیٹھے اہل اسلام بھی آئے اُنہوں نے صرف سلام کیا اور سجدہ نہ کیا شاہ **نجاشی** کے ندیموں نے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تمنے **بادشاہ** کو سجدہ کیوں نہیں کیا **جعفر طیارؓ** جو سب مسلمانوں کے پیشوا تھے اور جن میں اسلامی لب لباب بھرا ہوا تھا اور عبارت قرآن پر حاوی تھے آگے بڑھے اور کہا ہم مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے یہ تعلیم ہمکو ہمارے پیغمبر نے دی ہے۔ اس کہنے سے **شاہ نجاشی** کے دل میں مسلمانوں کی وقعت زیادہ ہوئی اور کہا کہ تمہارے ہموطن تم پر جو جرم عائد کرتے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط۔ جس مذہب کے آگے تم نے اپنا سابق دین چھوڑ دیا اور یہود اور نصاریٰ کے مذہب پر بھی تم قائم نہیں ہو تو پھر آخر تمہارا دین کیا ہے **جعفر طیارؓ** نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ جسنے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جس کے قبضہ میں سب کی جان ہے اُسنے اپنا ایک رسول ہمارے پاس بھیجا ہے جسکے کہنے سے ہمنے اپنا قدیم مذہب بالکل ترک کر دیا ہے اب ہم سب اُسی دین پر قائم ہیں کیونکہ وہ ہمکو اچھے کام کی ترغیب دیتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ ہمکو نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ صدقہ وغیرہ وغیرہ نیک کاموں کی تعلیم دی گئی ہے۔ تاکہ ہم راست گو۔ ایماندار اور رحم دل ہو جاویں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ برائیوں سے بھاگیں اور خیانت اور شرارت سے بچیں۔ ہم اُسے سچا

سمجھکر ایمان لے آئے ہیں اور ہمنے اُسکو اپنا نبی تسلیم کرلیا ہے - اسیوجہ سے ہمارے جاہل ہم وطن ہماری دشمنی پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمکو ملزم قرار دیا ہے جب ہم نے اپنی حفاظت ان لوگوں میں نہ دیکھی تب وطن چھوڑکر ہم یہاں چلے آئے تاکہ تیرے امن میں رہیں اور اُن کے بیجا ظلموں سے خلاصی پاویں -

شاہ نجاشی نے کہا کہ تمہارے نبی پر جو کلام کہ نازل ہوا ہے اُسکا کچھ حصہ تم ہمکو سنا سکتے ہو - جعفرؓ نے سورہ کہیعص پڑھکر سنائی نجاشی یہ کلام آلہی سُنکر بے چین ہوگیا اور رقت اُسپر طاری ہوئی -

نجاشی شاہ حبشہ کا معتقد باسلام ہونا

نجاشی یہ کلام اللہ سُنکر بولا کہ اس کلام میں وہی رنگ ہے جو حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کی توریت میں ہے یہ دونوں کلام ایک ہی سے معلوم ہوتے ہیں جب کفار نے مسلمانوں کا رنگ جمتا پایا تو بادشاہ کو بدظن کرنے کے واسطے کہا کہ یہ کس طرح سے ممکن ہے کیونکہ یہ مسلمان تو حضرت عیسٰے ابن مریم کے بھی تو مخالف ہیں جعفرؓ نے کہا ہرگز نہیں اور یہ آیہ کریمہ - ھوعبداللہ ورسولہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح پڑھا نجاشی بولا بیشک درست یہی مفہوم انجیل کا بھی ہے اسکے بعد جعفر طیارؓ نے جو گفتگو کی اُس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے -

(اے بادشاہ ہم سابق میں ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بتوں کی پرستش کرتے اور مردار گوشت کھایا کرتے تھے - بدکاریاں کرتے اپنے ہمسایہ سے بُری طرح پیش آتے تھے - جو زبردست ہوتا تھا کمزور کا مال کہا جاتا تھا - ایک عرصہ سے ہم لوگوں کی یہی حالت چلی آتی تھی یہانتک

کہ خداوند برتر نے ہمارے ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت۔ نسب۔ راستبازی ایمانداری۔ پاکدامنی سے ہم خوب واقف ہیں اُسنے ہمکو خدا کی طرف مخاطب کیا تاکہ ہم اُسی ایک خدا کو خدائے واحد جانیں اور اُسی کی عبادت کریں پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کو چھوڑ دیں اور کسی چیز کو ذات اور صفات اور استحقاق عبادت میں شریک نہ کریں دن میں پانچ وقت نماز پڑھیں اور ایک سال کے بعد اپنے بقیہ مال کا چالیسواں حصہ خیرات دیں اور ماہ رمضان میں بیماری اور سفر کی حالت کے سوا روزہ رکھنے کے واسطے اُس نے فرض جاننے کی تاکید کی پھر ایک ایک کر کے حضرت جعفر طیارؓ نے تمام ضروری احکام اُسکے سامنے بیان کئے اور کہا اُس پیغمبر نے ہمکو سچ بولنے اور امانت کو اُسکے مالک کے پاس بجنسہ پہنچانے اور عزیزوں سے اعانت اور مروت کرنے اور ہمسایوں سے نیکی سے پیش آنے اور بُرے اور حرام کاموں اور خون سے بچنے کا حکم دیا اور بدکاریوں اور جھوٹی گواہی دینے اور یتیم بچوں کا مال کھالینے اور پاکدامن عورتوں پر اتہام لگانے سے منع کیا ہمنے اُسکو سچا جانا اور جو احکام اُسنے خدا کی طرف سے پہنچائے اُن سب کی پیروی اختیار کی اب ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کسی چیز کو کسی بات میں اہی خدا کا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔ اور جو چیز خدا نے ہم پر حرام کردی ہے اُسکو حرام اور جو حلال کردی اُسکو حلال سمجھتے ہیں اس بات پر ہماری قوم ہمسے مخالفت کرنے لگی ہے اور ہمکو اس ایسے سچے دین سے پھرانا چاہتی ہے تاکہ ہم خدا کو چھوڑ کر پھر اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کو پوجنے لگیں اور جن بُری بھلی باتوں کو ہم جیسا سمجھتے تھے پھر بدستور ویسے ہی سمجھنے لگیں جب اُنھوں نے ہمکو تنگ کیا تو ہمنے وہ زمین ہی چھوڑدی اور تجھکو بہ نسبت اور بادشاہوں کے اچھا سمجھکر تیرے ملک میں چلے آئے اور یہ امید کر کے تیرے سامنے کوئی ہمپر

دست درازی نہ کرسکے گا تیری پناہ اختیار کی۔

حضرت جعفرؓ کی اس تقریر کو سنکر شاہ نجاشی بہت متاثر ہوا کیونکہ یہ باتیں جس صدق
دل سے کی گئی تہیں آپ سیدھے صاف اور بے لگاؤ تہیں انکا جتنا اثر ہوتا وہ کم تہا۔ اور بیساختہ
بول اُٹہا کہ اے مسلمانو تم پر اور تمہارے رسولؐ پر صد مرحبا بیشک وہ سچے نبی ہیں اور میں
گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ وہی رسول ہیں جنکی تعریف مینے انجیل میں پڑہی ہے اور عیسے ابن
مریم نے جن کی شہادت انجیل میں دی ہے۔ بخدا اگر انتظام سلطنت کا میرے سپرد نہوتا
تو میں خود آپ لوگوں کے ہمراہ چلکر اُس رسول برحق کی جوتیاں اٹہاتا اور آفتابہ لیکر
وضو کراتا بس یہیں سے مورخوں کا اتفاق ہے کہ نجاشی مسلمان ہوگیا اور مرتے دم تک
مسلمان رہا۔ اور کفار مکہ سے اسقدر ناراض ہوا کہ اُن کے تحفے واپس کر دیے اور
اور کہا ان لوگوں کا دین بالکل برحق اور سچا ہے یہ محض بہتان ہے پس تم اپنے بیجا ظلم وستم کرتے
ہو بس چلے جاؤ تمہاری باتیں نہیں سنی جاویگی یہ چونکہ میری حفاظت میں آئے اس لیے
یہ جب تک یہاں رہیں گے میں ان کی حفاظت کرونگا یہ جواب سنکر مکی وکیل نیچے منہ
پہرے اور سخت پریشانی اٹہائی۔ اب مناسب تو یہ تہا کہ مسلمانوں کی مخالفت سے بستبردار
ہوتے اور اپنے کیے پر پچہتاتے مگر ان چکنے گہڑوں پر کچہہ بہی اثر نہ پیدا ہوا۔ بلکہ اس واقعہ
نے اُنکی کدورت کو اور بڑہا دیا۔

ایسی حالت میں جبکہ چاروں طرف سے مخالفت کے بادل چہا رہے ہوں اور ہر سمت سے
مخالفانہ آوازیں کانوں میں گونج رہی ہوں اور ہر شخص خون کا پیاسا ہو اور حسد کے شعلے بہڑکتے
ہوں اور جونٹوں کو کوئی دوست تو دوست معمولی شخص بہی ہاں میں ہاں ملانے والا نہ ہو
جا بجا تکلیف دہی کی کوششیں ہوتی ہوں اور سرداران قسم کہا کر محمد صلعم کی جان لینے کا بیڑہ

اُٹھاتے ہوں اور عبادت کی جگہ نجاست اور تیز کانٹے رکھے جاتے ہوں محمد صلعم کا اپنے مستقل ارادوں پر جمے رہنا اپنی تنہائی کا خیال نہ کرنا بلکہ الٹی اُن کی بھلائی چاہنا ایسی نازک حالت میں اپنے معتقدوں کو امن کی جگہ روانہ کرنا اور آپ اپنی جگہ پر اسی استقلال سے جمے رہنا اسی نفس پاک کا کام کفار قریش کو جب اپنے تدابیر میں کچھ کامیابی نہوئی تو انہوں نے پھر کمیٹی کی اور یہ امر قرار پایا کہ قوم کے سامنے محمدؐ کو بلوایا جائے اور ہر قسم کا لالچ دیا جائے چنانچہ انہوں نے نبی صلعم کو کہلا بھیجا کہ آپ فوراً تشریف لائے خانہ کعبہ میں بہت سے سردار قوم جمع ہیں اور آپ کے منتظر ہیں حضور صلعم کو اُنکے ایمان لانیکے بہت خوشی تھی آپ وہاں تشریف لیگئے۔ اور گفتگو اس طرح شروع ہوئی اے محمدؐ تمکو یہاں اسلیئے بلایا ہے کہ صفائی کی بات چیت کی جائے کیونکہ تم نے قوم پر بہت کچھ مشکلات ڈالی ہیں اس سے اگر تمہارا مطلب روپیہ جمع کرنیکا ہے۔ تو ہم تمکو سب سے زیادہ لدا ر بنا سکتے ہیں اگر سلطنت کے طالب ہو تو ہم تمکو اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں۔ اگر تمکو دماغی خلل ہے یا تم پر کسی جن کا سایہ ہے تو بذریعہ عملیات علاج کرا سکتے ہیں اب بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی بات میری حالت کے مطابق نہیں اصل بات یہ ہے کہ خدا نے مجکو تم پر رسول بناکر بھیجا ہے اور مجھپر کتاب اُتاری ہے۔ میں اپنے رب کے پیغام کو تم تک پہنچاتا ہوں اگر تم میری تعلیم کو قبول کروگے تو وہ تمہارا دین اور دنیا کا سرمایہ ہوگا اگر رد کروگے تو میں انتظار کروں گا یہاں تک کہ ہمارا تمہارا خداوند تعالےٰ کوئی تصفیہ کرے۔

پھر سرداران قریش نے کہا کہ اگر تم ان باتوں کو نہیں مانتے اور اپنے کو رسول بناتے ہو تو ہماری آسانی کے لئے اپنے خدا سے کہو کہ وہ یہاں سے پہاڑوں کو ہٹادے اور عراق

حضرت حمزہؓ کا مسلمان ہونا

۶ نبوت مطابق ۶۱۵ء

نبوت کی چھٹی سال کا ذکر ہے کہ ایک دن نبی صلعم کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ابوجہل آگیا۔ پہلے تو اسنے برا بھلا کہا اور پھر گالیاں دینے لگا مگر آنحضرت صلعم نے کچھ جواب ندیا اور خاموش سنتے رہے تو اسنے ایک پتھر کھینچ مارا جو حضور کے سر مبارک پر لگا اور خون بہنے لگا۔ پھر یہ وہاں سے چلدیا۔

آنحضرت صلعم بہت مغموم تھے۔ حمزہ عم رسولؐ جو نہایت جری اور جنگجو تھے مکان پر موجود نہ تھے شکار کھیلنے باہر گئے ہوئے تھے جب وہ شکار سے واپس گھر آرہے تھے تو راستہ میں ابوجہل کی لونڈی ملی جسنے تمام سرگذشت ابوجہل کی کہ اسطرح آسنے گالیاں دیں اور مارا اور آنحضرتؐ نے صبر کیا بالتفصیل بیان کی حمزہ علاوہ چچا ہونیکے آنحضرت کے برادر رضاعی بھی تھے اور آپؐ سے بہت اُنس رکھتے تھے اس خبر نے اُنکو سخت مشتعل کردیا اور غصہ میں بھر کر کمان کندھے پر رکھے ہوئے سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے اور پہنچکر دفعتاً ایک کمان ابوجہل کے سر پر ایسی ماری کہ سر پھٹ گیا اور غصہ میں بھر کر باواز بلند کہا کہ تو نہیں جانتا کہ میں بھی محمدؐ صلعم پر ایمان لایا ہوں۔ حمزہؓ ایسے پہلوان سے بھلا وہ کیا بول سکتا تھا۔ مار کھا کر چپکا ہو رہا اور پھر حضرت حمزہؓ نے آنحضرتؐ صلعم کے پاس آکر کہا کہ بھتیجے یہ سنکر تم بہت خوش ہوگے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا آپنے فرمایا کہ میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا بلکہ جب تم بتوں کو توڑکر مسلمان ہوجاؤگے اسوقت خوش ہونگا یہ سنکر حمزہؓ فوراً مسلمان ہوگئے۔

جس سے آنحضرتؐ صلعم کو نہایت مسرت ہوئی۔ قریشی آنحضرتؐ صلعم سے بہت ہی کچھ
بے ادب ہو چکے تھے لیکن حمزہؓ کے اسلام لانے نے ان کو باادب کر دیا وہ سمجھے کہ
حمزہؓ سے لڑنا کچھ آسان نہیں ہے اور اس طرح انکے خیالات گو ذرا دھندلے ہونے لگے۔

حضرت عمرؓ ابن الخطاب کا اسلام قبول کرنا

سنہ ۶ نبوت مطابق سنہ ۶۱۵ع

ایسی ایسی ہزیمت اور ناکامیابی اٹھانے پر کچھ تو اہل قریش کو غیرت آنی چاہیے تھی مگر وہ
کیا کرے کہ جسکی گھٹی ہی میں مخالفت پڑی ہوئی ہو اس مخالفت کے سرگرم رہنے میں
کمیوں نے اپنا کاروبار اور فکر معاش بھی چھوڑ رکھا تھا انکو حالت خواب میں تو کچھ خبر نہ
رہتی تھی مگر سونے میں بھی وہ مذہب اور چال بازی کرنے کے خواب دیکھتے تھے جس وقت
وہ بستر پر سے اٹھتے تھے بجز اس کام کے کہ کسی طرح محمد صلعم کو زک ہو اور کچھ کام نہ تھا
سوچتے سوچتے ایک روز یہ تدبیر سوچی کہ ابوطالب نے چونکہ محمد صلعم کی پرورش کی ہے
وہ ضرور اسکا کہنا مانے گا اور اس طرح ہمارا مطلب بن آوے گا اور اس طرح کچھ اونچ
نیچ سوچکر معہ ایک جماعت کے ابوطالب کے پاس پہونچے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے
کا وعظ روکیں اور اسکو نئے دین کی اشاعت نہ کرنے دیں اول اول تو ابوطالب نے
ہاں ہاں کرکے ٹال دیا مگر جب آنحضرت صلعم نے دن بدن اور زیادہ تیزی کے ساتھ انکے بتوں
کو برا کہنا اور دین کی برائی کہنی شروع کی تو گویا ان کے زخموں پر نمک چھڑکا گیا اور
فوراً ابوطالب کے پاس آئے اور اب کی دفعہ انکا آنا نہایت آزردگی کے ساتھ تھا

اُن سبھوں نے ملکر کہا کہ ہم سب آپ کی عمر اور آپ کے درجہ کی عزت کرتے ہیں مگر ہمارا یہ عزت کرنا تمہارے ساتھ صرف محدود زمانہ تک ہے جہانتک ہمسے صبر ہو سکا کیا اب ہم سے صبر نہیں ہو سکتا اور اب ہم اپنے معبودوں اور دیبیوں کی اور اپنے باپ دادا کی برائی تمہارے بھتیجے محمدؐ کی زبان سے سننا نہیں چاہتے یا تمہارا بھی ارادہ اُسی کے ساتھ شرکت کرنے کا ہے اب ہم ہمہ تن جنگ کرنے کو آمادہ ہیں اور اپنی تلواروں کو زیادہ عرصہ تک نیام میں نہیں رکھ سکتے جب تک کہ ایک گروہ ہم میں سے نیست و نابود ہو جائے بہتر یہ ہوگا کہ تم محمدؐ کو ہمارے سپرد کردو تاکہ ہم اُس سے اپنا بدلہ لیں اور یہ کہکر وہ سب کے سب چلے گئے اب ایسی حالت میں ابوطالب کو سخت پریشانی تھی کیونکہ نہ تو وہ قوم کے خلاف جنگ کر سکتے ہیں اور نہ اپنے ایسے بھتیجے کو ظالموں کے سپرد کر سکتے ہیں ناچار ابوطالب نے محمدؐ صلعم کو بلوایا اور قریشیوں کے ان ارادوں سے آگاہ کیا اور نہایت منت اور دلی آواز سے کہا کہ اے محمدؐ ہم کو قریش سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے اپنی جان کا خیال کرو اور اہالی مکہ کے بتوں کو بُرا نہ کہو کہ اب مناسب اور مصلحت وقت بھی یہ ہے کہ تم اپنے وعظ سے باز آؤ۔

محمدؐ صلعم نے جب اپنے چچا ابوطالب کی یہ گفتگو سنی تو خیال کیا کہ ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ابوطالب کی تقریر کا منشا ہی یہ پایا جاتا تھا محمدؐ صلعم نے اس کا کچھ پرواہ نہ کی اور آپ کا بلند ارادہ کچھ بھی پست نہ ہوا اور نہایت عالی ہمتی سے آپ صلعم نے اپنے چچا سے فرمایا کہ اے چچا اگر وہ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ پر اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر بھی لا رکھدیں جب بھی میں اپنی تقریر بند نکرونگا اور میں کسی طرح اُس سے باز نہ آؤں گا جسکے واسطے میں مبعوث کیا گیا ہوں اور جب تک خدا کا نور

اُس کی بادشاہت میں نہ چمک لے اور اُسکی وحدت کا نقارہ اس جہاں میں نہ بج لے
یا میں اپنے اسی کام میں نیست نہ ہو جاؤں جب تک ہرگز ہرگز باز نہ آؤنگا - یہ کہہ کر آپ
واپس پھرے کیونکہ آپ صلعم نے سمجھ لیا تھا کہ میرے چچا اپنی سرپرستی کا ہاتھ میرے سر
سے اٹھانا چاہتے ہیں جب آپ چلنے لگے تو **ابوطالب** نے کہا کہ یہاں آؤ جب آپ لوٹے
تو کہا تم شوق سے جو کچھ چاہو سو کہو قسم ہے مجھکو کہ میں ہرگز تمکو نہیں چھوڑونگا قریشیوں نے
ایک اور بھی یہ کوشش **ابوطالب** کو ذہن نشین کرنے کی کی کہ یا تو تم ہم سے لڑو یا
اپنے بھتیجے کو روکو **ابوطالب** نے جواب دیا کہ تم ایک ذبوان کو جو خاندان قریش سے ہے
متبنے کر لو تو کیا مضائقہ ہے پھر تمہیں میرے بھتیجے کی ضرورت نہ رہیگی مگر ان کی یہ کوشش بھی
بیکار گئی بلکہ **ابوطالب** کا محمد صلعم کے ساتھ ہونے نے اور بھی اُن کی مخالفت کی آگ
پر تیل کا کام دیا - اسی عرصہ میں ایک بڑی جماعت نے انجمن قائم کی جس کا سردار **ابوجہل**
تھا اس میں تمام سردار قریش جمع تھے جو آنحضرت صلعم کی مخالفت برتتے ہوئے تھے بہادروں
کے عمر بھی شریک جلسہ تھے جو نہایت دلیر اُولوالعزم - بہادر اور شجاع تھے **ابوجہل** تمام
جماعت میں سے کھڑا ہوا اور بآواز بلند کہا کہ کوئی اِس جماعت سے ایسا بہادر ہے جو محمد کو
قتل کرکے مجھ سے سو اونٹ اور ہزار اوقیہ نقرئی انعام لے **عمر بن الخطاب** جو قبیلہ
کا ایک ممتاز اور قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کے سفارت کا کام انجام دیتے تھے اور
نہایت بہادر اور دلیر شخص تھے اور جو اسلام کی آواز سُن کر محمد صلعم کے جانی دشمن
ہوگئے تھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بڑی بات ہے تم نے ذرا سی بات کے واسطے
یہ کیوں بکھیڑا کیا بس میں ابھی جاتا ہوں اور اُسکا سر کاٹ کر تمہارے حوالے کئے دیتا ہوں
یہ سُنکر کفار قریش بہت ہی خوش ہوئے اور آپس میں کہا بس ہمیں اکیلا عمر جیسا بہادر اس

کام کے واسطے آمادہ ہوا ہے کافی ہے جو بغیر فتحمندی ہرگز واپس نہ آویگا۔
یہ کہکر عمرؓ نے تلوار ہاتھ میں لی اور سیدھے محمدؐ صلعم کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ رستہ میں **سعد ابن ابی وقاص** سے ملاقات ہوئی۔ **سعد ابن ابی وقاص** نے پوچھا کہ اے عمرؓ اس طرح کہاں جاتے ہو عمرؓ نے جواب دیا کہ ذرا محمدؐ کو قتل کرنے جاتا ہوں کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ قریش کی مصیبت کو اور اُن کی بیسیوں تدبیروں کو آج سہل کر دوں **سعد** نے کہا کہ تم **بنی ہاشم** کے انتقام سے نہیں ڈرتے ہو اور کیا نہیں سمجھتے ہو کہ محمدؐ کو قتل کرنا کچھ آسان نہیں ہے محمدؐ کا قتل ایک غضب عرب میں برپا کردے گا۔ عمرؓ نے کہا کہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے جب تک میرے ہاتھ میں یہ شمشیر ہے میں کسی کا خوف نہیں کرتا پھر عمرؓ نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شاید تو بھی اُنہیں کا حمایتی ہے اس سے بہتر ہے کہ تجھی کو پہلے قتل کروں **سعد ابن ابی وقاص** نے کہا کہ تو مجھے اور محمدؐ کو تو پیچھے قتل کیجیو پہلے اپنی بہن کی تو جا کر خبر لے کہ وہ بھی تو مسلمان ہو گئی ہے اول اُسے قتل کر آ پھر آکر مجھکو کیجیو یہ سُنکر عمرؓ نے پوچھا کہ ۔ن ہونے کا ثبوت ہی کیا ہے **سعد** نے جواب دیا کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ اگر مسلمان ہے تو نہ کھائیگی عمرؓ یہ سُنکر غصہ میں لال ہو گئے اور اپنے گھر کی طرف لوٹ پڑے جب گھر پر آئے تو دروازہ بند پایا چیخ کر آواز دی کہ کہ دروازہ جلد کھولو گھر میں اُسوقت حضرت **خبابؓ** صحابی عمرؓ کی بہن اور اُن کے شوہر **سعید بن زید** کو جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہوئے ہیں سورہ طٰہٰ جو ایک کاغذ پر لکھی ہوئی تھی یاد کرا رہے تھے جب عمرؓ کی آواز سُنی تو خبابؓ ایک گوشہ میں چھپ گئے ہمشیرۂ عمرؓ نے کواڑ کھولے عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم کیا کر رہے تھے اُن کی بہن نے کہا کہ ہم لوگ صرف باتیں کر رہے تھے۔ چونکہ عمرؓ کو اول تو آزمائش منظور تھی فوراً ایک بکری ذبح کی اور پکا کر دعوت کی اُنہوں نے

کہانے سے انکار کیا اس پر عمرؓ نے سعید بن زید اپنے بہنوئی سے کہا کہ کیا تو مسلمان ہوگیا
ہے جو میرے ہاتھ کا نہیں کہاتا ہے سعید نے جواب دیا بیشک میں مسلمان ہوگیا ہوں
اور اس وقت میں قرآن پڑہ رہا تہا کہ تو نے آکر رخنہ ڈالا یہ سنکر اس جری کو کب برداشت
ہوسکتی تہی فوراً جھپٹا اور سعیدؓ کو پچھاڑ کر چھاتی پر سوار ہوگیا عمرؓ کی بہن اپنے بہائی سے لپٹ
گئیں اور کہا اے عمرؓ کیا غضب کرتا ہے اور کہا پہلے خدا کا کلام تو سن لے اگر تجھے یقین نہ
آوے تو پہر جو جی چاہے سو کیجیو یہ سن کر عمرؓ کو کچھ اپنی ہمشیرہ کا پاس آیا اور اٹھ بیٹھے
اور کہا اچھا پڑہو کیا پڑہتے تہے فاطمہ ہمشیرہ عمرؓ نے یہ آیت قرآن شریف کی پڑہی طٰہ
ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی الا تذکرۃ لمن یخشیٰ ۔تا۔ لہ الاسماء الحسنیٰ بی بی فاطمہ
بس اسیقدر سورۂ طٰہ پڑہنے پائیں تہیں کہ یکایک نور الٰہی اور جوش اسلامی عمرؓ کے دل میں
امنڈا اور کہا بس کرو مجھکو زیادہ سننے کی طاقت نہیں ہے اور یہ کہکر زار و قطار رونے لگے
اور اپنی حرکت ناشائستہ پر لعن طعن کرنے لگے اور صاف دل سے ایمان لے آئے
یہ حالت دیکھکر حضرت خبابؓ گوشہ سے باہر نکلے اور کہا السلام علیکم اے عمرؓ مبارک ہو کہ
آج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی اور انکو اپنے ساتھ حضرت
صلعم کے پاس لے گئے محمد صلعم نے عمرؓ سے معانقہ کیا اور انہوں نے کلمہ طیبہ پڑہا حضرت
حمزہؓ سے تین دن بعد عمرؓ ایمان لائے اب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوئی اور یہ واقعہ ۶ سنہ
نبوت میں ہوا اب اسلام کو کوٹھریوں اور غاروں میں چھپ کر عبادت کرنے کی ضرورت نہ رہی
علاوہ اور لوگوں کے جو آنحضرت پر ایمان لائے تہے سب میں بڑے حمزہؓ ۔ ابوبکرؓ عمرؓ
تہے گو حضرت علیؑ اوائل عمر ہی میں ایمان لائے تہے مگر سب سے اول ایمان لائے تہے
کفار کی ضد تو بڑہ رہی تہی بہت سے مسلمان حبشہ چلے گئے تہے اور جو خاص مکہ میں تہے

وہ کفار سے کنارے رہتے تھے اور کفار کی بے ادبی کا خوف ہر دم لگ رہتا تھا خانہ کعبہ میں مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ عمر رض نے مسلمان ہوتے ہی کہا کہ نماز کعبہ میں پڑھنی چاہیے بڑے افسوس کی بات ہے کہ کفار تو اپنا جھوٹا مذہب نہ چھپائیں اور مسلمان اپنا دین حق چھپاتے پھریں یہ نامناسب ہے آنحضرت صلعم نے بڑی خوشی سے منظور کیا اور عمر رض۔ حمزہ رض علی ع۔ ابوبکر رض اور بہت سے اصحاب کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف چلے وہاں کفار منتظر تھے کہ اب کوئی دم جاتا ہے کہ عمر محمد صلعم کا سر کاٹے لاتا ہوا دکھائی دیگا اور پھر دیکھا تو یہ دیکھا کہ آنحضرت ص کے ساتھ وہ چلے آتے ہیں اور کعبہ میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں یہ دیکھکر کفار کو سخت حیرت ہوئی اور نہایت خوف غالب ہوا اور کہا کہ یہ چند آدمی تو ہیں آؤ ایک دل ہو کر حملہ کر کے کیوں نہ انکو مار ڈالیں تاکہ جھگڑا ہی جاتا رہے مگر وہ کب فتح پا سکتے تھے تھوڑے ہی مقابلہ کے بعد پسپا ہو کر گرتے پڑتے بھاگ گئے اور اسوقت دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ میں پڑھی گئی اور اسیوقت یہ آیہ کریمہ یاایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین نازل ہوئی۔

عمر رض کے مسلمان ہونے نے بہت کچھ مسلمانوں کی ڈہارس بندہوادی اور بہت کچھ اہل اسلام کی کمر ہمت مضبوط کردی اور اب یہ ارادہ کرلیا کہ اب ہم عوام میں بخوبی وعظ اور دین حق کی اشاعت کرینگے گو قریشیوں کا بہت بڑا مددگار عمر رض مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر بھی وہ جنگ کرنیکو طیار تھے عمر رض کے مسلمان ہونے نے تھوڑی بہت اسلامی کشش اور اثر تو ضرور اُنکے دل میں پیدا کیا ہوگا مگر پھر بھی اُن کی اندرونی حسد کچھ کم نہوئی۔

آنحضرت کا درہ کوہ میں پناہ گزیں ہونا

محرم سنہ ۷ تا ۱۰ نبوت مطابق سنہ ۶۱۶ تا سنہ ۶۱۸ء

ابوطالب نے جب آنحضرت صلعم کو کفار عرب کے حوالہ نکیا تو خود کفار آنحضرت کی گہات میں رہے کہ کسی طرح آپ کو ہلاک کریں ابوطالب نے تمام ہاشمیوں کو جمع کر کے صورت حال بیان کی سب نے ابوطالب کا ساتھ دیا اور اس طرح ایک مذہبی مخالفت کی جگہ ایک قومی لڑائی ٹھن گئی بنی ہاشم میں اسوقت تک بہت ہی کم مسلمان تھے مگر بمقتضائے حمیت جاہلیت یہ ایک طرف اور تمام قریشی دوسری طرف۔ تھے چونکہ مسلمانوں کو یہ خوف تہا کہ مبادا رات کو یا دن کو اچانک قریش حملہ آور ہوں اسلئے محمد صلعم بہ صلاح ابوطالب معہ تمام اصحاب کے ابوطالب کے وسیع میدان میں جو مکہ کی مشرقی سرحدوں کے ایک تنگ پہاڑی کے درمیاں واقع تہا جسکو چٹانوں اور دیواروں نے شہر سے علیحدہ کر دیا تہا اور جس کی ایک درہ کوہ سے آمد و رفت تہی چلے گئے اور وہیں تمام بنو ہاشم بہی رہنے لگے۔ چونکہ یہ حصاری جگہ مثل ایک مختصر قلعہ کے تہی اس لیے اس کو شعب کہتے ہیں ماہ محرم کی یکم تاریخ کا یہ واقعہ ہے جب کفار نے ان کو نہایت امن کی جگہ پایا جہاں پر انکا قابو نہ چل سکتا تہا اور کسیطرح لڑنے کی ہمت نہ دیکہی تو آپس میں مشورہ اور اتفاق کر کے اس شعب کے رہنے والوں کو اپنی قوم سے علیحدہ کر دیا اور انکے ساتھ لین دین بند کر دیا[1]۔ اور یہ علیحدگی اس طرح کی تہی جیسے ہندوستان کی اکثر ہنچ قوموں میں دستور ہے یعنی اُن کے ساتھ شادی بیاہ اور خرید و فروخت اور موت زیست کی شرکت بند کر دیتے

[1] زاد المعاد جلد اول۔

ہیں اور عہدنامہ مرتب کیا گیا کہ جبتک اہل شعب محمد صلعم کو قتل کے لئے اہل مکہ کے سپرد نہ کرینگے جبتک اُن کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاویگا اور یہ عہدنامہ در کعبہ پر آویزاں کیا گیا اور اسکی نقل ابوجہل کے خانہ ام الخلاس کی محافظت میں رکھی گئی۔

اُس حصار سے جو کوئی نکلتا تھا تو لوگ مارتے اور بُرا بھلا کہتے تھے۔ اور یہانتک اس دشمنی نے تجاوز کیا کہ اُنکو کوئی چیز بھی بازار سے نہیں مل سکتی تھی جس قدر کہ غلہ وغیرہ وہ اپنے ہمراہ لے گئے تھے بس وہی اُن کے پاس رہا اُسکے علاوہ ایک دانہ بھی وہ خرید نہ سکے حتیٰ کہ زمانہ حج میں بھی شعب سے باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔ چونکہ انسان کا کام ایک دوسرے کی مدد سے چلتا ہے مگر وہاں امداد نہ پہنچنے سے باشندہ شعب سخت مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔ اور روحانی اور جسمانی تکالیف کے علاوہ رزق کی تنگی بھی شروع ہوگئی کیونکہ جسقدر غلہ وہ اپنے ہمراہ لائے تھے اب ختم ہو چکا۔ اگر کوئی ناتے کنبہ والا کوئی چیز چھپا کر پہنچاتا اور اُس کی خبر ہوجاتی تو وہ بھی قریب قریب برادری سے خارج سمجھا جاتا اور عہد شکن مشہور ہوتا اس طرح اہل شعب کی حالت روز بروز گرنے لگی ان کے بال بچے جب بھوک سے شور مچاتے تو پڑوسیوں کی نیند حرام ہوجاتی اور آواز گھاٹی کے باہر جاتی[۱] یہ حالت پورے تین سال تک رہی۔

محمد صلعم اِن کے بیچ میں موجود تھے اور قریش برابر حصار کئے ہوئے تھے اور وہ لوگ اسلام میں اسقدر پختہ تھے کہ وہ اسی طرح رہکر فاقہ سے مرجاتے اگر اُنکے ہموطن اُنکی مدد نہ کرتے آخرکار قریشیوں کے چند سردار اپنی اس ناانصافی پر شرمائے سب سے پہلے ہشام بن عمر بن حارث کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے ہیں اور

---

[۱] زاد المعاد جلد اول ۱۲

بنو ہاشم فاقے کرتے ہیں یہ درست نہیں - آج ابوجہل کے اپنے بیگانے بنی ہاشم
کی سی حالت میں ہوتے اور ہم لوگ ابوجہل سے شرکت چاہتے تو وہ ہرگز ہرگز ہماری امداد
نہ کرتا اور ہمارے کسی حال میں بھی شریک ہوتا یہ کیا حماقت ہوئی کہ لوگوں کے بہکانے سے
ہم لوگ اپنے عزیزوں بنی ہاشم سے جدا ہو گئے حشام نے زہیر بن ابی امیہ -
معطعم بن عدی - ابوالبختری بن حشام اور زمعہ بن الاسود کو بھی اپنا ہم خیال پایا
دوسرے روز یہ لوگ قریش کے مجمع میں جا کر بیٹھے - زہیر کہنے لگا یا معاشر القریش کیا یہ مناسب
ہے کہ ہم لوگ اپنے بال بچوں میں عیش سے بسر کریں اور بنی ہاشم ہمارے عزیز ہو کر فاقہ کشی
سے مریں - ابوجہل نے کہا تم بہکتے ہو عہدنامہ سے تم ہرگز نہ پھرو گے زمعہ نے بھی عہدنامہ
کے نسبت گفتگو کی اور کہا کہ ہم لوگ، تو اچھی طرح راضی بھی نہ ہونے پائے تھے کہ جھٹ پٹ وہ مکمل
کر لیا گیا حشام معطعم وغیرہ جو شریک ہو کر گئے تھے سبھوں نے اسکی تائید کی اور رنگ تقریر
کا اور ہی ہو گیا ابوجہل بولا یہ واہیات باتیں قابل لحاظ نہیں ہو سکتیں - یہ گفتگو ہو ہی رہی
کہ ابوطالب وہاں پہنچے اور کہا کہ آج محمد صلعم نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ اس
تمہارے عہدنامہ میں تو کیڑے لگ گئے اور اس میں بجز نام خدا اور کوئی حرف باقی نہیں رہا ہے
لہذا تم اس عہدنامہ کو منگواؤ اور دیکھو کہ آیا یہ بات محمد صلعم کی درست ہے یا غلط اگر درست
نکلے تو تم سب کو مناسب ہے کہ محمد صلعم پر ایمان لاؤ اور عہدنامہ منسوخ سمجھو اور غلط نکلے تو
محمد صلعم سے بدلا لو - بس فوراً ہی پرچہ طلب کیا گیا اور دیکھا تو واقعی بجز نام خدا اسکے کاغذ
کا سب حصہ کیڑوں نے کھا لیا تھا وہ کاغذ دیکھ کر کفار بولے کہ ہم اس ردی کاغذ کے
پابند نہیں ہو سکتے تو معطعم نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالا وہ ایمان تو نہ لائے مگر شرما کر عہدنامہ کو منسوخ
کر دیا غرضکہ نبوت کے دسویں برس محمد صلعم معہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے پہاڑ کی

گھاٹی سے باہر نکلے اور مثل سابق مکہ میں رونق افروز ہوئے اور باہمی خرید و فروخت جاری ہوگئی اور مسلمان جس طرح پہلے رہتے تھے اسی طرح رہنے لگے اور آنحضرت صلعم وعظ و نصایح میں مصروف ہوئے

اسی سال میں فارسیوں نے رومیوں پر فتح پائی تو اس خبر کو سنکر کفار مکہ خوشی سے نہایت اُچھلے کودے اور کہنے لگے کہ جس طرح اہل فارس نے رومیوں پر جو اہل کتاب تھے فتح پائی اسی طرح ہم لوگ بھی اہل کتاب مسلمانوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے اُسیوقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین اس آیت کی پیشن گوئی نو برس بعد پوری ہوئی نو برس کی مدت کو بضع کہتے ہیں حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ رومیوں نے فارسیوں پر نو برس کے بعد فتح پائی۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال

سنہ ۱۰ نبوت

اس سال کے بعد جو سال شروع ہوا وہ اسلام میں سال غم کے نام سے مشہور ہے کیونکہ **ابوطالب** اور حضرت **خدیجہ**[رض] کا اسی ایک سال میں ایک دوسرے کے تین دن توقف سے انتقال ہوا۔ نبوت کے دسویں سال ۲۰ شوال میں **ابوطالب** نے انتقال کیا مرتے وقت قریش آکر جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ اسوقت تو اپنے بھتیجے سے جنت کے میوے منگواؤ تاکہ یہ تکلیف رفع ہو۔ چونکہ علیل کی رائے بھی علیل ہوتی ہے **ابوطالب** نے فوراً آدمی بھیجا محمد صلعم نے تو جواب جاہلانہ باشد خموشی پر عمل کیا لیکن حضرت **ابوبکر**[رض] نے صاف کہدیا کہ جنت کے میوے کفار کیواسطے نہیں ہیں تھوڑی دیر بعد

آنحضرت صلعم بھی تشریف لائے اور کہنے لگے چچا آپ کے حقوق مجھپر بہت زیادہ ہیں آپ
میری خاطر سے ایک کلمہ منہ سے کہہ ڈالیئے تاکہ روز قیامت مجھے آپ کی شفاعت کا موقع ملے
ابوطالب نے کہا کونسا کلمہ آنحضرت نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ
ابوطالب نے کہا کہ مجھے اسکے کہنے میں کوئی عذر نہیں ہے مگر صرف خیال یہ ہے کہ
لوگ تمہیں چھیڑینگے اور کہینگے کہ تمہارے چچا نے موت سے ڈر کر کلمہ پڑھ لیا۔ عرب کے لوگ بڑے
ادیب تھے فی البدیہ اشعار موزوں کردینا اُنکے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی ابوطالب نے
آنحضرت صلعم کے جواب میں چند اشعار اظہار محبت اور عقیدت میں پڑھے۔
جب یہ اشعار ابوطالب کی زبان سے نکلے تو شبہہ ہوا کہ ابوطالب مسلمان ہو گئے
اس لئے قریش نے پوچھا اے ابوطالب تم اپنے باپ دادا کے دین پر نہیں مرتے
ہو۔ ابوطالب نے کہا میں بزرگوں کے دین پر مرتا ہوں۔ اگر یہ گفتگو نہوتی تو البتہ
ابوطالب کا مسلمان ہونا بحث طلب رہجاتا۔
گو ابوطالب نے اقرار لسانی نہیں کیا یعنی کسی کے سامنے کلمہ طیب نہیں پڑھا مگر
آنحضرت صلعم کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور لوگوں کو اپنے بھتیجے کی طرف رجوع
کرتے تھے مرتے وقت ابوطالب عبدالمطلب سے آنحضرت کی حفاظت
اور حمایت کے لئے وصیت کر گئے ابوطالب کے مرنے پر تین دن بعد حضرت خدیجہ کبریٰ
زوجہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا آنحضرت کو ابوطالب اور
خدیجہؓ کے مرنے کا بڑا غم ہوا اور اس وجہ سے اس سال کا نام سنۃ الحزن رکھا
ابوطالب کا انتقال کیا ہوا گویا محمد صلعم نے اپنا مہربان اور شفیق سرپرست جسنے عمر بھر
نہایت خلوص دلی سے حمایت کی کھو دیا اور جو اپنے مرتے دم تک محمد اور اسکے دشمنوں

جنت المعلیٰ - میں مزار حضرت آمنہ و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

مزار حضرت خدیجہ رضہ

یہ وسیع قبرستان شہر مکہ معظمہ کے قریب جانب شمال و مشرق درہ کوہ میں واقع ہے۔ اسکا اصلی اور ابتدائی نام معلیٰ اور مالا ہے مکّی لوگ اسوقت بھی اسکو اسی نام سے پکارتے ہیں مگر آجکل میں اسکا نام جنت المعلیٰ مشہور ہے۔ یہ وہ قبرستان ہے جہاں حضرت صلعم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضہ کا مزار ہی جسکا گنبد نہایت تیاری کا اور فرش وغیرہ سے خوب آراستہ ہی اسی مزار کے قریب حضور کی زوجہ اول یعنی ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مقدس مزار ہی اسکا قبہ بڑا اور نہایت خوبصورت طرح طرح کے کتبوں اور خوشنما قیمتی جہاڑ فانوس سے آراستہ ہی حضرت خدیجہ کے مزار کا اصل نشان بالتحقیق کسیکو معلوم نہ تہا یہ موجودہ مزار حضرت فضیل ابن عیاض رضہ کے کشف کے ذریعہ تیار کیا گیا ہی جو کہ بزرگ کامل ولی اللہ تہے انکا بھی مزار اسی احاطہ میں ہے۔ صدہا صحابی و تابعین اور اولیا و عارفین اور خدا کے پیارے بندے یہاں مدفون ہیں

کے بیچ میں نہایت قائم مزاجی سے جمار ہا۔ بلکہ سینہ سپر رہا اور اپنے پیارے بھتیجے پر آنچ نہ آنے دی۔ یہ غم تو ابھی جما ہوا تھا کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال نے اور بھی مغموم کر دیا جس کی وجہ سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا آپ کو اکثر باتیں یاد آتی تھیں یعنی جس وقت کہ کوئی آپؐ پر ایمان نہ لایا تھا اور ایسی حالت میں کہ خود بھی اپنے پر مشتبہ تھے وہ نیک صفات اور روشن دل بی بی نہایت صدق دل سے ایمان لے آئی اور ہر قسم کی ڈہارس دے دیکر آپؐ کو اپنی جگہ پر قائم رکھا اور اپنی تمام آخری عمر آنحضرت صلعم کی سچی محبت کرنے میں صرف کر دی۔

جب قریشی آنحضرت صلعم کو دق کرتے تو آنحضرتؐ ایسے موقع پر اکثر یاد کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ **ابو طالب** کے زمانہ میں قریش دبے رہتے تھے خیر مشیت ایزدی میں کسی کو چارہ نہیں خدا خود میری حمایت کریگا ایکمرتبہ راہ چلتے کفار قریش نے آنحضرتؐ پر کیچڑ پھینکی آپ صلعم اُسی طرح گھر آئے معصوم بیٹی **فاطمہؑ** اُٹھیں آپؐ کا سر دہلاتی جاتی اور روتی جاتی تھیں آپ صلعم نے فرمایا تم مت روؤ تیرے باپ کی حفاظت خدا خود کریگا۔ کفار ایسی ایسی بے ادبیاں اکثر کرتے تھے مگر آنحضرتؐ صبر اور تحمل سے کام لیتے اور دعا فرماتے کہ اے خدا ان کفار قریش کو راہِ راست پر لا تا کہ تیرے کلام کی عزت کریں۔

چونکہ **ابولہب** کو کچھ تھوڑا بہت **ابو طالب** کا پاس تھا اور یہ واقعہ بھی تازہ تھا اس لئے **ابولہب** کو اِن فضول اور ناروا کفار کی بے ادبیوں پر غصہ آیا اور آنحضرتؐ کے پاس آکر کہا کہ اے محمدؐ تم جیسا چاہو وعظ میں بیان کرو میں جبتک موجود ہوں تمہارے اوپر آنچ نہ آنے دونگا مگر یہ کلمے استقلال سے نہیں کہے گئے تھے صرف اُسی وقت کے واسطے

سلہ تاریخ طبری

محدود تھے کیونکہ جناب ہی نہایت جاہل تھے ذرا سے بہکانے میں فوراً آجاتے تھے کفار
ابولہب کے یہ فقرے جو محمد صلعم سے کہے گئے تھے سن کر کچھ تو دب گئے اور اس فکر میں
رہے کہ اس کو بھی کسی طرح سے محمدؐ کا مخالف کرنا چاہیے ان کفار میں **ابوجہل** بڑا مفسد
تھا ایک دن اُسنے ایک عجیب شگوفہ چھوڑا وہ یہ کہ عقبہ کے ساتھ آکر **ابولہب** سے کہا
کہ تم ذرا آج محمدؐ سے یہ بات تو دریافت کرو کہ **ابوطالب** اب کہاں ہیں اور کس طرح
ہیں - **ابولہب** عقلمند تو تھے ہی پوچھ بیٹھے آنحضرت صلعم نے جواب دیا وہ اپنے باپ
دادا کے ساتھ ہیں - **ابولہب** تو اسکا مطلب مطلق نہ سمجھا مگر **ابوجہل** نے سمجھایا
کہ باپ دادا کے ساتھ رہنے سے یہ غرض ہے کہ دوزخ میں ہیں اس پر **ابولہب** نے
آنحضرتؐ سے خود بھی سمجھنا چاہا آنحضرت صلعم چونکہ صاف گو تھے صاف صاف کہدیا کہ
ابوطالب کی کیا خصوصیت ہے جتنے لوگ اس دین پر مرے ہیں سب کا ٹھکانا دوزخ
ہے **ابولہب** یہ سنکر ناخوش ہوا اور آنحضرتؐ کی حمایت سے کنارہ کش رہا -

آنحضرت صلعم کا عقد حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ اور حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے اسی
سال ہوا وقت نکاح کے عائشہؓ کی عمر سات سال کی تھی آنحضرت صلعم بیبیوں میں سب سے
زیادہ عائشہؓ کو عزیز رکھتے تھے یہ بڑی عالمہ اور سمجھدار ہوئیں قریب دو ثلث کے
حدیثوں میں ان سے روایت ہے اور اکثر اصحاب قرآن اور حدیث کی صحت ان ہی
سے کیا کرتے تھے -

حضرت سودہؓ بیوہ تھیں نکاح کے بعد ہی آنحضرت کے ساتھ رہنے لگیں یہ دونوں نکاح
خولہ بنت حکیم کی گفتگو سے ہوئے -

حضرت محمد صلعم کا سفر طائف میں اشاعت اسلام کرنا

سنہ ۱۰ نبوت مطابق سنہ ۶۱۹ء

ابولہب بھی جو تھوڑا بہت آنحضرت کا حمایتی ہوا تھا جب کنارہ کش ہوا اور کوئی محافظ اور سرپرست آنحضرت صلعم کا نہ رہا تو مکہ اب اس قابل نہ رہا کہ آپ وہاں قیام کرتے کیونکہ اول تو آپ کا قابل التعظیم محافظ اور حمایتی اور وفادار بی بی کا انتقال ہوگیا تھا اور دوسرے قریشی کفار کے ایمان نہ لانے نے اور بھی آپ کو مایوسی دی۔ اس دل نے جس میں توحید کے پھیلانے کی امیدیں اور آرزوئیں بھری ہوئی تھیں ارادہ کیا کہ جب اہالی مکہ نے حکم خدا سننے سے انکار کیا تو انکو اب ان ہی کے حال پر چھوڑیئے اور دوسری جگہ دین اسلام کی کوشش کریئے اس لئے آپ صلعم نے نواح مکہ میں دعوت اسلام کا ارادہ کیا اور اول آپ اپنے خادم زید بن حارثہ کے ساتھ قبیلہ بنی بکر میں تشریف لے گئے اور جب انکو بھی سنگدلی میں مثل قریشیوں کے پایا تو طائف اور مکہ کے درمیان جسقدر قبیلے تھے ان سب کو توحید کا وعظ سناتے ہوئے پیادہ پا طائف بنو ثقیف کے پاس تشریف لیگئے۔ زرخیز زمین سرسبز و شاداب پہاڑ ہونے کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے دماغ اہل مکہ سے کچھ زیادہ پائے۔ جب آپ نے دعوت اسلام شروع کی تو ایک بولا کہ میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈادوں اگر تو اللہ کا رسول ہو۔ دوسرا بولا کیا خدا کو دوسرا شخص نہ ملا جو تجھ غریب کو رسول بنایا جسکے پاس نہ تو عمدہ پوشاک اور نہ چڑھنے کو سواری تیسرا بولا کہ مجھکو تجھسے بات ہی نکرنا چاہیئے کیونکہ اگر تو درحقیقت خدا کا رسول ہے تو یہ بات میرے لئے خطرناک ہے اور اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو مجھکو تجھسے بات کرنا میری شان کے

عداس کو اُسکے آقا نے خوب ڈانٹا کہ خبردار اپنا مذہب چھوڑ کر اسکا مت اختیار کرلیجیو تیرا مذہب اُس سے اچھا ہے[۹۱] اسی جگہ ایک دن وعظ فرماتے رہے تھے کہ لوگوں نے اسقدر پتھر مارے کہ آپ زخمی ہو کر بیہوش ہوگئے زید اپنی پیٹھ پر ڈالکے لے گیا۔ اور جب پانی کے چھینٹے دئے تو آدھ گھنٹے بعد ہوش آیا۔

اس سفر میں سخت تکلیفیں اُٹھانیکے بعد ایک ہی مسلمان ہوا تو آپکو نہایت صدمہ ہوا اور درگاہ رب العزت میں دعا مانگی[۹۲]

طائف سے آنحضرت نے واپس ہوتے وقت فرمایا کہ میں انکے لئے کیوں بددعا کروں اگر یہ ایمان نہیں لائے تو ان کی آیندہ نسلیں ضرور مسلمان ہونگی۔[۹۳]

وہاں سے آپ صلعم نے پھر مکہ کا قصد کیا اور کوہ حرا پر قیام فرماکر مکیوں کے پاس پیغام بھیجا مگر کسی نے آپ صلعم کو اپنی حفاظت میں لینے کی حامی نہ بھری۔ آخرکار مطعم بن عدی راضی ہوا اور آنحضرت کو کوہ حرا سے اپنے ہمراہ گھر پر لایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کو محمد سے کیا واسطہ ہے اس پر مطعم نے جواب دیا کہ مجھے واسطہ تو کچھ نہیں صرف محمد صلعم کا حمایتی ہوں اُسکے تمام گھروالے آنحضرت صلعم کی اطاعت کرتے تھے۔ جب کفار نے محمد صلعم کا حمایتی دیکھا تو پھر کچھ دب گئے۔

اب آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مختلف قبیلوں کے قیام گاہ پر آپ چلے جاتے اور اسلام کا وعظ فرماتے ایک مرتبہ قبیلہ بنو کندہ کے سردار جسکا نام ملیح تھا پہنچے اور مختصر وعظ کے بعد قبیلہ بنو عبد اللہ کے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہارے باپ کا نام عبد اللہ تھا تم لوگ بھی اسم بامسمی بن جاؤ وہاں سے قبیلہ

---

[۹۱] از طبری ۱۲ [۹۲] دعا طبری میں درج ہے بغرض طوالت نہیں لکھی گئی ۱۲ [۹۳] صحیح مسلم ۱۲

بنو حنیفہ کی طرف روانہ ہوئے مگر ان لوگوں نے سب سے بدتر طریق پر دعوٰی نبوت کا انکار کیا۔

ایک روز قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ میں تشریف لے گئے اس قبیلہ کے سردار کا نام **بیحرہ بن فراس** تھا اسنے وعظ سنکر کہا کہ اگر تمہاری بات منظور کرلیں اور پھر دشمنوں پر غالب بھی آجائیں تو آپ اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ بعد تمہارے ہم تمہارے قائم مقام بنائے جائیں نبی صلعم نے فرمایا کہ یہ امر خدا کے اختیار میں ہے۔ **بیحرہ** بولا خوب اسوقت تو تمہارے مخالفوں سے ہم لڑیں اور جب کامیابی ہوجائے تو مزے آپ اڑائیں ہم تمہاری بات سننا پسند نہیں کرتے۔

سوید۔ انس۔ اور ضماد کا مسلمان ہونا

اسی دوران میں ایک روز **سوید بن صامت** سے ملاقات ہوئی جو اپنی قوم میں کامل کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ حضور صلعم کے وعظ سنکر بولا کہ شاید آپ کے پاس وہی سرمایہ ہے جو میرے پاس ہے۔ نبی نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے **سوید** بولا لقمان کی حکمت۔ آپ نے فرمایا مگر میرے پاس کہیں اس سے افضل تر ہے اسکے بعد آپ نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں اور سنتے ہی وہ مسلمان ہوگیا۔ مگر جب وہ مکہ سے لوٹ کر **یثرب** پہنچا تو قوم خزرج نے اسکو قتل کردیا[۱]

اسکے کچھ دن بعد **ابوالحیسر انس بن رافع** مکہ میں آیا اس کے ہمراہ بنی **عبد الاشہل** کے بھی چند شخص تھے جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا یہ سب لوگ اپنی قوم **خزرج**

[۱] از طبری

کی طرف سے معاہدہ کرنے مکہ آئے تھے۔ آنحضرت اُنکے پاس گئے اور فرمایا کہ میرے
پاس ایسی چیز ہے جو تم سب لوگوں کے واسطے مفید ہے وہ بولے وہ کیا چیز ہے آپ
صلعم نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور مجھہ پر خدا کی کتاب نازل ہوتی ہے اسکے بعد
اسلام کے اصل اصول بیان کئے ایاس نے اپنے ہمراہیوں کی طرف مخاطب ہوکر
کہا کہ تمہارے لئے اُس مقصد سے جسکے لئے تم آئے ہو یہ اصول کہیں زیادہ عمدہ ہیں۔
انس نے کنکریاں مٹھی میں لیکر ایاس کے منہ پر ماریں۔ مگر ایاس مسلمان ہوگیا اور
چندروز بعد اُسکا انتقال ہوگیا اور مرتے دم بھی اُسکی زبان سے توحید کے کلمے جاری تھے[لہ]

کچھہ عرصہ بعد **ضماد ازدی** جو یمن کا باشندہ تھا مکہ میں آیا یہ عرب کا مشہور جادوگر
تھا جب اسنے محمد صلعم کا حال سُنا تو قریش سے کہا کہ میں محمد کا علاج اپنے جادو
سے کرسکتا ہوں اور اُسکا جن اُتار سکتا ہوں۔ اور پھر نبی صلعم کی خدمت میں آیا اور
کہا ذرا میرے پاس آؤ تمکو اپنا جادو سناؤں رسول کریم نے فرمایا پہلے تو میرا کلام سن لے
اور فرمایا (**ترجمہ آیت**) سب تعریف اللہ کے لئے ہے ہم اُسکی نعمتوں کا شکر کرتے
اور ہر کام میں اُسکی مدد چاہتے ہیں جسکو خدا اپنا راستہ دکہاتا ہے اُسے کوئی گمراہ نہیں
کرسکتا اور جسکو خدا نہ چاہے اُسکی کوئی رہبری نہیں کرسکتا الخ
ضماد سنکر بولا پھر اسکو سنا دیجیے آپ نے دو تین مرتبہ سُنایا اور بولا میں نے بہت کاہن ساحر
اور شاعر دیکھے مگر ایسا کلام کسی کی زبان نہ سُنا اور بولا اے محمد اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں اسلام
کی بیعت کروں اور صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔[۲]

[لہ] طبری ۱۲ [۲] صحیح مسلم ۱۲

معراج

۲۷ رجب سنہ ۱۲ نبوت مطابق ۶۲۲ء (عمر ۵۱ سال ۵ ماہ)

نبوت کی بارہویں سال[1] ۲۷ رجب کو معراج ہوئی۔ اِس تاریخ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آسمان وزمین کی سیر کرائی۔ اول بیت المقدس تشریف لیگئے وہاں امام بنکر انبیا کو جماعت سے نماز پڑہائی۔ پہر آسمان کی سیر کرتے اور انبیا سے اُنکے مقام پر ملتے سدرۃ المنتہی تک پہنچے اور وہاں قرب حضوری حاصل ہوا اور اللہ کی نعمتوں سے مشرف ہوئے اب رہا یہ امر کہ اسرار بدن کے ساتھ ہوا یا روح کے ساتھ یا یہ کہ ایسا عالم بیداری میں ہوا یا عالم خواب میں[2] مذہبی بحث ہے اور اہم مسئلہ مذہب اسلامی ہے جسکی تشریح کو صدہا اوراق بہی کافی نہونگے مگر اتنا ضرور خیال رہے کہ کوئی مسلمان معراج سے انکار نہیں کر سکتا معراج کے واقعہ کو راویوں نے ہزارہا طرح کے رنگیں پیرایوں سے سنوارا ہے جو قرآن مجید

[1] بعض مورخ سنہ ۱۱ نبوت لکھتے ہیں۔

[2] علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ ومعاویہ وامام حسن بصری سے روایت ہے کہ اسرار روح مبارک کو ہوا تہا اور جسم اپنی جگہ سے نہیں مفقود ہوا تہا پہر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ اسرار روحی اور خواب میں بہت فرق ہے اسرار روحی سے یہ مطلب ہے کہ روح مبارک کو جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی اور خواب میں یہ بات نہیں اور یہ درجہ نہایت اعلیٰ ترین ہے۔ علما کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اسرا بدن اور روح کے ساتھ تہا (از زاد المعاد)

کے سادہ الفاظ کے آگے پانی بھرتے ہیں جن کا مطلب یہ ہے تعریف اُسی کے واسطے جو شب کو اپنے بندہ کو ایک معبد سے دوسرے معبد کو لے گیا جو بہت دور ہے۔ پھر خداوند تعالی فرماتا ہے یاد کر ہم نے تجھے کہا تھا یقیناً تیرا مالک مخلوق کا محیط ہے اگر بنظر تعمق دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہو جاوے گا کہ یہ واقعہ معراج خدا کی قدرت کے سامنے کچھ زیادہ دقیق نہیں ہے جبکہ آجکل یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بے انتہا اجرام فلکی کے بھاری بھاری جرم خلا میں ٹھیرے ہوئے ہیں اور برابر گردش کرتے ہیں۔ تو وہ ایک نہایت صغیر انسانی جسم کو بھی خلا میں لیجانے کی قوت رکھتا ہے جبکہ انسان نائٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز میں اُڑ سکتا ہے تو قادر مطلق بھی بسواری براق جو لفظ برق (بجلی سے مشتق ہے) آسمان کی سیر کرا سکتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ معراج کی نسبت مسلمانوں کے دو خیال ہیں ایک گروہ روحانی معراج کا قائل ہے اور دوسرا گروہ جسمانی معراج کا بڑے علما جسمانی معراج کی طرف رجوع ہیں معراج کو تسلیم کرنا ہر مسلمان کا ایمان ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا علما کا اور کسی کا کچھ خیال ہو مگر ہمارا یہ قول ہے کہ ہمارے نبی آخر الزماں ایک لمحہ میں اس سے زیادہ معراج حاصل کر سکتے تھے۔ جس خدا میں یہ طاقت اور قوت ہے کہ نیست سے ہست اور ہست سے نیست کر سکتا ہے بس وہ یہ بھی اور اسے زیادہ کر سکتا ہے کوئی اس سے منحرف نہیں ہو سکتا۔

معراج کے قبل دو وقت کی نماز فرض تھی اور اب پانچ وقت کی فرض ہو گئی۔

لہ از شرح سعادت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی۔ امام طبری معراج کا ہونا نبوت کے دوسرے دن لکھتے ہیں۔ مگر زیادہ کا اتفاق اسپر ہے کہ معراج بعد واپسی طائف ہوئی اور یہی زیادہ معتبر ہے ۱۲

اسلام کا آغاز مدینہ میں

اس عرصہ میں آپ صلعم گاہے گاہے پردیسیوں پر وعظ فرماتے مکیوں سے کچھ واسطہ نہ رکھتے
تھے۔ بعثت کے گیارہویں سال سنہ ۶۲۰ء میں یثرب کی قوم انصار سے کچھ لوگ مکہ میں آئے
تو نبی صلعم نے جب اُن کو اپنا پُراثر وعظ سنایا تو اُن پر وہ اثر ہوا کہ فوراً ہی چھ شخص داخل
اسلام ہو گئے اور کہا کہ ہم پار سال پھر آوینگے اور زیارت سے مشرف ہوں گے۔
یثرب جسکو اب مدینہ کہتے ہیں قوم یہود اور انصار میں برابر تکرار چلی آتی تھی اور قوم یہود
جب مغلوب ہوتی تھی تو کہتی کہ نبی آخرالزماں کے ظہور کا زمانہ آپہنچا ہے ہم لوگ اُنکے
ساتھ ہو کر تم سے لڑیں گے اور غالب آویں گے جسکی خبر ہمکو کتب قدیمہ سے پہنچی ہے
جب انصار مدینہ مکہ میں پہنچے اور خبر آپ صلعم کی نبوت کی سُنی تو سمجھے کہ یہ وہی پیغمبر
ہے اسلام لانے میں پیش قدمی کی تاکہ یہودیوں پر اب بھی غالب رہیں اور اُنہوں نے
بھی وعدہ کیا کہ ہم پار سال آکر مشرف بہ زیارت ہونگے جب یہ لوگ یثرب کو واپس گئے
تو آپ صلعم کی نبوت کی خبر گھر گھر پہنچ گئی اور ہر ایک شخص آپ کی زیارت کا خواہاں ہوا۔

طفیل بن عمرو کا مسلمان ہونا

سنہ ۶۲۱ء میں طفیل ابن عمرو جو قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں اسکے
خاندان کی رئیسانہ حکومت تھی یہ شخص نہایت عقلمند اور شاعر تھا اہل مکہ اسکی بہت
عزت کرتے تھے جب یہ مکہ میں آیا تو مکہ والوں نے آبادی سے باہر نکل کر استقبال کیا
کیونکہ یہ ذاتی امیر تھا اور اکثر اہل مکہ کے تجارتی تعلقات اُن سے وابستہ تھے

اسلئے انتہا درجہ اسکی تواضع کی اور طفیل کو آنحضرت صلعم سے بدظن کرنیکے لئے کہا کہ یہاں ایک شخص جسکا نام محمد صلعم ہے رہتا ہے وہ بڑا جادوگر اور تقار شخص ہے آپ اُس سے بچے رہنا وہ جادو سے باپ بیٹے اور زن و شو کو جدا کر دیتا ہے اسنے ہمارے گروہ کو پریشان اور ہمارے کاموں کو ابتر کر دیا ہے اُس سے ملنا ایک آفت کا سامنا ہے اس کہنے کا اثر اُس پر اسقدر ہوا کہ وہ جب باہر نکلتا تو کان میں روئی رکھ لیتا۔ تاکہ نبی صلعم کا ایک لفظ بھی کان تک نہ پہنچے۔

چونکہ مشیت یہ تھی کہ رسول کی آواز اُسکے کان تک پہنچے۔ ایک دن یہ اتفاق ہوا کہ طفیل صبح کو خانہ کعبہ میں گیا۔ رسول صلعم نماز پڑھ رہے تھے آپ صلعم کی آواز اُسکے کان تک گئی تو اپنے آپکو ملامت کرنے لگا اور کلام پر غور کرنے لگا کہ میں خود عالم اور شاعر ہوں اور بھلے بُرے کی تمیز کر سکتا ہوں پھر کونسی بات مانع ہے جو میں اسکی بات نہ سنوں معقول بات ہوگی مان لونگا بُری ہوگی اپنا راستہ لونگا یہ ارادہ کر کے ٹھیر گیا اور جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو اپنا تمام واقعہ کہہ آنے اور لوگوں کے بہکانے اور آپ کی بات نہ سننے کا بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی بات سنایئے نبی صلعم نے قرآن مجید پڑھا طفیل سُنکر محو ہو گیا اور بولا میں نے آجتک ایسا پاکیزہ کلام نہیں سُنا جو اسقدر بھلائی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہے اور اُسی وقت مسلمان ہو گیا مگر قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ناگوار گذرا[۱]

---

[۱] زادالمعاد ۱۲

ابوذر غفاری کا مشرف بہ اسلام ہونا

مکہ سے جب چند آدمی مدینہ میں پہنچے تو انہوں نے نبی صلعم کی نسبت جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا بیان کیا اس خبر نے آہستہ آہستہ گشت لگانا شروع کیا اُڑتی ہوئی خبر ابوذر غفاری کے کان تک بھی پہنچی انہوں نے اس نبی کی تحقیقات اور دریافت حال کے لئے اپنے بھائی انیس کو مکہ روانہ کیا۔ یہ شخص نہایت فصیح شاعر تھا یہ مکہ آیا اور نبی صلعم سے ملکر اسلام کا وعظ سنا اور نہایت متاثر ہوکر مدینہ لوٹا اور اپنے بھائی سے بیان کیا کہ میں نے محمدؐ کو نہایت نیک اور تمام نیکیوں کی ہدایت کرنے والا پایا۔

مگر ابوذر کو زیادہ تسلی نہوئی اور خود پیادہ پا مکہ کو چلدیئے۔ انہوں نے نہ تو کبھی محمد صلعم کو دیکھا تھا اور نہ کسی سے دریافت کرنا چاہتے تھے مکہ میں داخل ہوکر چاہ زمزم پر آئے اور آرام کرنے کو لیٹ گئے۔ اتفاقاً حضرت علیؑ اُدہر اور نکلے اور اس کو مسافر سمجھ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ آپ مسافر معلوم ہوتے ہیں ابوذر بولا بیشک حضرت علیؑ نے فرمایا میرے ساتھ چلکر آرام کیجئے۔ ابوذر ساتھ ہولیا اور رات بسر کی مگر اس عرصہ میں کسی نے دوسرے سے یہ نہ پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا مقصد ہے۔ صبح ابوذر اٹھکر کعبہ میں آیا حضرت علیؑ پھر وہاں پہنچ گئے اور بولے شاید آپکو اپنا مقام نہیں ملا اور پھر اپنے ساتھ لے گئے مکان پہنچکر آپؑ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں ابوذر بولا اگر میرا راز نہ بتاؤ تو میں بتا دوں آپنے وعدہ کیا ابوذر بولا کہ میں ایک شخص کی تلاش میں آیا ہوں جو اپنے کو نبی اللہ بتاتا ہے

میں نے اپنے بھائی کو بھی بھیجا تھا مگر اُس نے تسلی بخش جواب نہ دیا اسلئے خود آیا ہوں۔
حضرت علی نے جواب دیا تم نے خوب وقت پر کہا میں اُنہیں کی خدمت میں جارہا ہوں
میرے ہمراہ چلو تم باہر کھڑے رہنا میں اندر جاکر دیکھوں گا اگر موقع ہوا تو اندر آنے کا
اشارہ کرونگا ورنہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہوجاؤنگا گویا جوتہ اُتار رہا ہوں تم سمجھ جانا۔
ابوذر کو اندر آنے کا اشارہ کیا اُسنے قریب بیٹھ کر رسول اکرم سے دریافت کیا کہ مجھے
اسلام کی خوبی بتائے جائے۔
آنحضرت صلعم نے قرآن مجید کے چند احکام سُنائے اور شکروہ فوراً ہی مسلمان ہوگیا۔
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم ابھی اس بات کو ظاہر مت کرنا اور خاموش مدینہ لوٹ جانا
ابوذر نے کہا کہ میں بخدا اعلان کرونگا اور پھر جاؤنگا چنانچہ اُنہوں نے کعبہ میں جاکر
بہ آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا قریش مارنے کے لئے اُسپر ٹوٹ پڑے مگر حضرت عباس
نے وقت پر پہنچکر اُنکو چھڑایا اور کہا کمبختو ذرا غور سے تو دیکھو یہ قبیلہ غفار کا شخص ہے
جہاں سے تم کھجوریں لاتے ہو۔ دوسرے روز پھر اُنہوں نے کلمہ شہادت سُنایا اور قریش
نے پھر زد و کوب کی اور حضرت عباس نے چھڑایا اور پھر یہ اپنے وطن کو چلے گئے۔[ف]

معاہدہ عقبہ اول

سنہ ۶۲۱ء مطابق سنہ ۱۲ نبوت

نبی محمد صلعم چند میل باہر دعوت اسلام کی تلاش میں گشت لگا رہے تھے کہ مقام

[ف] از صحیح بخاری۔ کتاب مناقب ابواب النبوت میں ہے کہ ابوذر قریبا ایک ماہ مکہ میں رہے اور
چاہ زمزم کے پانی پر گذارہ کرتے رہتے جس سے اُنکی توند نکل آئی ۱۲

عقبہ پر رات کی تاریکی میں کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی آپ فوراً
اُس مقام پر پہنچے دیکھا کہ چھ شخص ہیں[۵۱] اور مدینہ سے آئے ہوئے ہیں انکے سامنے
آپ نے خداوند عالم کے جاہ وجلال کا بیان شروع کیا نیکی اور راستبازی کی تعلیم دی
جوا - چوری - زنا سے منع کیا اور اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے بتوں سے نفرت دلائی اور
کلام پاک کی چند آیتیں پڑھکر اُنکے دلوں کو پاکیزگی کی طرف مائل کیا اگرچہ یہ لوگ بت پرست
تھے مگر آپ کے وعظ نے انکے دلوں کو ایسا مسخر کیا کہ وہ اس کلام کے گرویدہ ہو گئے -
یہ یہودیوں کی زبانی اکثر سنا کرتے تھے کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے[۵۲] انکا قول
یاد کرکے فوراً یہ بات ذہن میں آئی کہ ہو نہ ہو یہ وہی شخص ہے جسکے کلام میں یہ خوبی
ہے جو سوائے برگزیدہ شخص کے کسی میں نہیں ہو سکتی اور فوراً سب کے سب ایمان
لے آئے اور اس دین کے ایسے دلدادہ ہوئے کہ جب وہ مدینہ پہنچے تو اعلانیہ منادی
کرنے لگے کہ جس نبی کا انتظار تھا وہ مکہ میں پیدا ہو گیا ہمنے اُسکو دیکھا اُس کا کلام سنا
اُسپر ایمان لائے جسکو اُسکا دیدار دیکھنا اور خدا سے ملنا ہو وہ بھی زیارت کر آئے -
ان چھ نو مسلم اشخاص نے مدینہ میں کچھ اس خوبی سے نبی صلعم کی اشاعت کی کہ مدینہ
کے گھر گھر میں چرچا ہونے لگا چنانچہ دوسرے سال ۶۲۱ء میں مدینہ کے بارہ شخص مکہ
معظمہ میں آئے اور داخل اسلام ہوئے اور آنحضرت صلعم سے ذیل کی باتوں پر
عہد واثق کیا -

۵۱ ان چند اشخاص کے نام یہ ہیں - (۱) عوف بن الحارث (۲) رافع بن مالک (۳) قطبہ بن عامر بن حدیدہ
(۴) عقبہ بن عامر بن نابی (۵) ابو امامہ اسعد بن زراہ (۶) جابر بن عبداللہ - از ابن خلدون ۱۲
۵۲ از زاد المعاد جلد اول ۱۲

(۱) ہم خدا کو واحد سمجھکر اُسکی عبادت کرینگے۔
(۲) چوری - زنا - اور بدکاری سے پرہیز کرینگے۔
(۳) اپنی لڑکیوں کو ہرگز نہ مارینگے۔
(۴) کسی پر جھوٹا بہتان نہ لگائینگے۔
(۵) کسی کی غیبت نہ کرینگے اور نہ چغلی کھائینگے۔
(۶) نبیؐ کو سچا مان کر اُسکے ہر ایک نیک کام کی پیروی کرینگے۔
(۷) جب آپؐ مدینہ تشریف لائینگے تو ہم لوگ آپکے حامی رہینگے۔
(۸) جو آپ صلعم کا مخالف ہوگا اُس سے لڑینگے۔

چونکہ یہ عہد ایک گھاٹی میں ہوا تھا جس کا نام عقبہ ہے اسلیے اسکو معاہدِ عقبہ اول یا بیعت عقبہ کہتے ہیں۔

جب یہ نومسلم انصار مدینہ جانے لگے تو نو انصار کے کہنے کے موافق رسول اکرم نے مصعب بن عمیر کو جو فقیہہ اور قاری تھے قرآن اور فقہ کی تعلیم کے لیئے ان کے ساتھ کردیا انکے وعظ اور نصائح سے تمام انصار میں نور ایمان پھیل گیا اور لوگ وہاں سے آکر مشرف باسلام ہونے لگے۔ اور مسلمانوں کی تعداد بہت بہتر ہوگئی۔

جب یہ ایمان لائے تو تمام زیب و زینت کا لباس چھوڑ دیا اور جب اسلام کی مدینہ میں اشاعت شروع کی تو اُسوقت سوائے ایک کمبل کے کچھ بھی کندھے پر نہ تھا جسکو وہ آگے کی طرف کانٹوں سے اٹکالیا کرتے۔

معاہدہ عقبہ دوم

مصعب بن عمیر جنکو رسول اللہ صلعم نے نومسلم انصار کے ساتھ مدینہ روانہ کیا تھا

ایک امیر گھرانے کے شخص تھے اسلام سے پیشتر جب یہ گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتے تو
آگے پیچھے انکی جلو میں سوار چلتے اور نہایت قیمتی پوشاک پہنتے تھے اور جب ایمان لائے
تو تمام زیب و زینت چھوڑ دی اور جب وعظ کے لئے کمر بستہ ہوئے تو معمولی لباس بھی
چھوڑ دیا اور سوائے کمبل کے اور کچھ اپنے پاس نہ رکھا جسکو وہ آگے کی طرف کانٹوں
سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

انہوں نے مدینہ پہنچکر اسعد بن زرارہ کے گھر قیام کیا۔ اور بہت جلد مدینہ میں استاد
کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ایک روز مصعبؓ اور اسعدؓ معہ چند انصار کے
بیر مرق پر جمع ہوئے تاکہ قبائل بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر میں اسلام پھیلانے کا
مشورہ کیا جائے۔ ان دونوں قبیلوں کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن
حضیر تھے جب انہوں کو خبر ہوئی تو سعد نے اسید سے کہا کہ تم جا کر ان لوگوں کو
ڈانٹ دو کہ وہ ہرگز ہمارے گھروں کی طرف نہ آئیں اور ہمارے محلہ کے بیوقوفوں
کو نہ بہکائیں۔ میں خود جاتا مگر اسعد میرا خالازاد بھائی ہے اسلئے تمکو بھیجتا ہوں
اسید مسلح ہوکر روانہ ہوا اسعد نے کہا دیکھو مصعب یہ آسی قبیلہ کا شخص
ہے خدا کرے کہ مسلمان ہو جائے۔ اتنے میں اسید آپہنچا اور کھڑے ہوکر
گالیاں دیتا رہا۔ اور کہا تم ہمارے بھولے اور ناسمجھ لوگوں کو بہکانے آئے ہو۔
مصعب نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ آپ ذرا بیٹھکر ہماری سخن تو لیں
اگر ہماری بات پسند آئے مان لیں ناپسند ہو چھوڑ دیں اسید بولا کیا مضائقہ
مصعب نے نہایت مختصر اسلام کے اصول بتائے اور کچھ کلام مجید کی آیتیں
پڑھکر سنائیں اسید چپ چاپ سنتا رہا جب مضمون ختم ہوا تو بولا کہ جو شخص تمہارا

دین قبول کرتا ہے تم کیا کرتے ہو۔ **مصعب** نے جواب دیا اُسکو نہلا دُہلا کر پاک کپڑے پہنا کے اور پہر کلمہ شہادت پڑہا کر دو رکعت نفل پڑہا دیتے ہیں۔ **اسید** فوراً اُٹھا نہا کر کپڑے پہنے اور کلمہ پڑہ کر دو رکعت ادا کیں۔ اور کہا صرف ایک شخص اور ہے اگر وہ بہی مسلمان ہو گیا تو پہر مدینہ میں کوئی تمہارا مخالف نرہے گا میں اُسکو ابہی جا کر بھیجتا ہوں **اسید** یہ کہہ کر چلدیا۔ **سعد بن معاذ** جو اسکا انتظار کر رہا تھا اسید کو اپنی طرف آتے دیکھکر بولا کہ **اسید** کا وہ چہرہ نہیں رہا جو جاتے وقت تہا جب **اسید** آگیا تو سعد نے پوچہا وہاں کیا گذرا اسید نے کہا میں نے اُنکو خوب سمجہا دیا اب وہ کہتے ہیں کہ ہم کبہی تمہارے خلاف نکرینگے۔

سعد نے کہا تم تو کچہہ کام بنا کر نہ آئے اسپر اسید نے کہا کہ وہاں ایک واقعہ پیش آگیا کہ بنو حارثہ کے لوگ وہاں آگئے اور وہ اسعد کو اس لئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تمہارا بہائی ہے یہ سُنکر **سعد** غصہ میں بہر گیا اور مسلح ہو کر اپنے بہائی کی حمایت کے لئے روانہ ہوا۔ جب یہ وہاں پہنچا تو **اسعد** کو بہ اطمینان باتیں کرتے پایا۔ جب یہ سمجہا کہ **اسید** نے اس چال سے مجکو انکی باتیں سننے بہیجا ہے یہ خیال آتے ہی وہ ان دونوں کو بُرا بہلا کہنے لگا اور **اسعد** سے یہ بہی کہا کہ اگر تم میرے بہائی نہوتے تو تمہاری کیا مجال تہی جو اس محلہ میں قدم بہی رکہہ جاتے **مصعب** نے کہا کہ آپ ذرا بیٹھہ تو جائیے تا کہ کچہہ بات چیت کریں آپکو ہماری بات اگر پسند آئے تو مان لیجئے گا ورنہ ہمسے مطلب نہ رکہے گا **سعد** نے ہتیار رکھکر کہا خیر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مصعب نے اسلام کی حقیقت کچہہ اس خوبی سے بیان کی کہ وہ بہی خاموش سُنتا رہا اور جب کلام ربانی کی آیتیں سُنیں تو وہی سوال کیا جو اس سے پیشتر اسید نے کیا تھا غرضکہ تمام ارکان بنانے

گئے اور سعد نے نہا دہوکر کپڑے بدلے اور کلمہ پڑہکر دو رکعت نفل ادا کیں اور ہتیار لے اپنے قبیلے میں آیا اور آتے ہی بہ آواز بلند کہا۔ کہ اے بنی عبد الاشہل تم سب کا میری نسبت کیا خیال ہے سب نے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں آپ کی عقل اور رائے ہمسے افضل تر ہے۔

سعد بولا۔ کہ آج سے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہیں اُس سے بات کرنا حرام سمجہتا ہوں جتبک کہ وہ خدا اور اُسکے رسول پر ایمان نہ لائے اس کہنے کا اثر یہ ہوا کہ شام تک تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

مصعب کی تعلیم تمام مدینہ میں پہیل گئی اور لوگوں کو نبی صلعم کے دیکہنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اگلے سال ۷۳ مرد اور دو عورتوں کا مختصر گروہ مدینہ کے قافلے کے ساتھہ مکہ روانہ ہوا تاکہ نبی اللہ کو مدینہ میں آنے کی دعوت دیں اور آپ سے آنے کی منظوری حاصل کریں اور یہ مختصر گروہ رات کی تاریکی میں اُسی گہاٹی عقبہ میں پہنچ گیا جہاں مدینہ کے لوگ دو سال سے آ آکر ٹہرا کرتے تہے اور نبی صلعم بہی مع اپنے چچا عباس کے وہاں جا پہنچے حضرت عباس جو ہنوز مسلمان نہوئے تہے اس گروہ سے مخاطب ہوکر بولے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کچہہ عہد و پیماں کرنے آئے ہو تو ذرا سوچ سمجہہ کر کرنا کیونکہ محمد صلعم سے عہد کرنا سرخ و سیاہ لڑائیوں کو اعلان دینا ہے جو کرو اوّل خوب سوچ سمجہہ لو۔ اسکا جواب عباس کو تو کچہہ نہ دیا مگر رسولؐ اکرم سے کہا کہ آپ کچہہ فرمائیں۔

رسول اللہ نے انکو خدائے پاک کے احکام سُنائے جسکے سُننے سے وہ نور ایمان سے معمور ہو گئے اب سب لوگوں نے درخواست کی کہ آپ یثرب تشریف لے چلیں تاکہ اور لوگ

بھی آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوں۔

(۱) رسولِ پاک نے فرمایا جب میں تمہارے شہر میں پہنچوں تو کیا تم میرے، و میرے تمام ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔

(۲) اور کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری امداد کرو گے۔

اس پر اُن لوگوں نے کہا کہ ہمکو اسکا کیا معاوضہ ملیگا رسول اللہ صلعم نے فرمایا بہشت پھر لوگوں نے کہا کہ اے رسول اللہ یہ تو ہمارا اطمینان کر دیجئے کہ آپ ہم کو چھوڑیں گے تو نہیں۔

نبی صلعم نے فرمایا کہ میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔ ان الفاظ کا سننا تھا کہ وہ بیخود ہوگئے اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑہائے سب سے اول جس نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑہایا اُسکا نام **براء بن معرور** تھا۔ اور یہ معاہدہ عقبہ دویم یا بیعت عقبہ ثانی کہلاتی ہے

ایک کافر پہاڑ کی چوٹی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا چلّا کر بولا کہ لوگو دوڑو محمد اور اُسکے شاگرد اہل مکہ سے لڑنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ مگر نبی صلعم نے فرمایا کہ تم اس آواز کی پرواہ نکرو۔ **عباس بن عباد** اُٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ اگر آپ ذرا اجازت دیدیں تو ہم مکہ والوں کو اسیوقت اپنی تلوار کے جوہر دکھادیں رسولؐ نے فرمایا مجھے ابھی لڑائی کی اجازت نہیں۔

اسکے بعد آنحضرتؐ نے ہر قبیلے سے بارہ آدمی منتخب کئے اور فرمایا کہ جس طرح عیسےٰ ابن مریم نے اپنے لئے بارہ شخص چنے تھے ویسے میں تمکو اپنے لئے چنتا ہوں۔ تم یثرب میں اشاعت

ﮯﻟﮧ زاد المعاد جلد اول ۱۲

اسلام کرو اور خود مکہ میں یہ کام کروں گا بارہ شخصوں کے نام یہ ہیں۔

قبیلہ خزرج کے نو شخص (۱) اسعد بن زراہ (۲) عبادہ بن صامت (۳) رافع بن مالک۔ یہ ہر سہ پہلے معاہدہ میں بھی تھے۔ (۴) سعد بن ربیع (۵) ثعلبہ بن کعب مگر زاد المعاد میں انکے بجائے منذر بن عمرو درج ہے (۶) عبد اللہ بن رواحہ (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) برار بن معرور (۹) سعد بن عبادہ۔

قبیلہ بن اوس کے تین شخص (۱) اسید بن حصیر (۲) سعد بن خیثمہ (۳) رفاعہ ابن المنذر[۹۱]

مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت اور کفار مکہ کا ظلم

سنہ ۱۳ نبوت مطابق سنہ ۶۲۲ء

اسکے بعد آنحضرت صلعم نے اُن مسلمانوں کے لئے جو اسوقت تک کفار مکہ کے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے اور جنکے لئے مکہ ایک دوزخ کا نمونہ بن گیا تھا یثرب جانیکی اجازت فرمائی یہ لوگ اپنے عزیز و اقارب۔ مال و اسباب چھوڑ کر یثرب جانیکے لئے نہایت خوش ہوئے تاکہ وہاں پہنچکر خدائے واحد کی عبادت نہایت خلوص اور آزادی کے ساتھہ کر سکیں۔

جب یہ مختصر قافلہ تیار ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے ان کو یثرب روانہ کر دیا قریش کو دن نکلنے کے بعد انکی روانگی کا حال معلوم ہوا وہ انکی تلاش میں مکہ سے باہر نکلے مگر مختصر قافلہ بہت صبح روانہ ہو چکا تھا مگر سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو پیچھے رہ گئے تھے جنکو قریش نے پکڑنے کا ارادہ کیا منذر تو انکے ہاتھہ سے نکل کر بھاگ گیا مگر سعد بن عبادہ

[۹۱] ابن خلدون ۱۲

گرفتار ہوگیا۔ کفار قریش نے اسکے اونٹ کا تنگ کہولکر اسکی مشکیں باندہیں اور مارتے اور بال نوچتے ہوئے مکہ میں لائے۔ زدوکوب کرتے وقت ایک خوبصورت شخص جو نیک معلوم ہوتا تہا انکی طرف آتا دکہائی دیا جسے سعد کو خیال ہوا کہ یہ بزرگ مجکو ضرور خلاصی دلادیگا مگر معاملہ برعکس نکلا جب وہ آیا تو اُسنے بہی نہایت زور سے منہ پر طمانچے مارے۔ یہ بہت مجبور تہا اور چاروں طرف دیکہ رہا تہا کہ ایک شخص اور آیا اور سعد پر ترس کہا کر کہا کہ کیا تجہے حق ہمسایگی کسی کے ساتہہ حاصل نہیں سعد نے کہا البتہ عبدمناف کے پوتوں جبیر بن معطم اور حارث بن امیہ پر کچہہ حق ہے جو تجارت کے لئے میرے یہاں جاتے ہیں اور میں نے انکی بارہا حفاظت کی ہے۔ اسنے کہا تو پہر تو انہیں دونوں کے نام کی دوہائی کیوں نہیں دیتا سعد نے ایسا ہی کیا اور اسنے خود جاکر ان دونوں کو اطلاع بہی کی کہ ایک شخص تمہارے دہائی دے رہا ہے انہوں نے نام پوچہا تو سنکر وہ بولے کہ بیشک اسکا احسان ہمپر ہے اور فوراً آئے اور سعد کو چہڑا کر اپنے گہر لیگئے۔ دوسرے روز یہ یثرب کو روانہ ہوگئے اور اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔

صہیب رومیرض نے مکہ والوں کی جب یہ حرکات دیکہیں تو ترک وطن کا ارادہ کیا کہیں کفار قریش کو اسکے ارادہ کی اطلاع ہوگئی اور انکا گہر آگہیرا اور کہا کہ اے **صہیب** جب تو مکہ میں آیا تہا تو کہانے تک کو نہ تہا اب جبکہ تو خوب مالدار ہوگیا تو یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی تمام دولت بہی لیجائے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

صہیب نے کہا کہ میں اگر تمکو اپنا سارا مال و متاع دیدوں اور جیسا پہلے تما پیسا ہی

پھر ہوجاؤں جب تو تم کچھ مزاحمت نکروگے۔
کفار مکہ نے کہا بیشک پھر ہم تم سے کچھ واسطہ نرکھینگے۔
صہیب نے اپنا تمام وکمال مال و اسباب دیدیا اور خود تن تنہا مدینہ کو چلے گئے
جب رسول اکرم کو یہ قصہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ صہیب نے اس تجارت میں
خوب نفع اٹھایا۔[۹۱]

دوسرا واقعہ ام سلمہؓ کا ہے جب انکے شوہر ابو سلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو
ایک اونٹ پر ام سلمہ اور انکے بچے سلمہ کو بٹھا کر مدینہ روانہ ہوئے کفار کو خبر
ہوگئی فوراً بنو مغیرہ اور بنو عبدالاسد انکے گرفتاری کو روانہ ہوئے اور
مکہ کے قریب ہی جا پکڑا بنو مغیرہ نے کہا تو جا سکتا ہے مگر ہماری لڑکی کو نہیں لیجا سکتا
اور بنو عبدالاسد بولا کہ تو ہمارے قبیلے کے بچہ کو نہیں لیجا سکتا اور یہ
کہکر بچہ کو گود سے چھین لیا اور دوسرے نے ماں کو اتار لیا اور مکہ کو چلدیئے ابو سلمہ
جسکو اسلام کی محبت تھی اور ہجرت کو ایک رکن اسلام سمجھتا تھا تن تنہا مدینہ روانہ
ہوگیا اور بیوی بچہ کی قطعی پرواہ نہ کی۔ مگر ام سلمہ کو شوہر کی مفارقت کا اسقدر
غم تھا کہ جس جگہ اسکا شوہر چھوٹا تھا وہاں روز شام کو جاکر رویا کرتی ایک سال کے بعد
اسکے چچا زاد بھائی کو ترس آیا اور دونوں قبیلوں کو سمجھا بجھا کر ماں اور اسکے
بچہ کو مدینہ بھیجدیا۔[۹۲]

ایک اور واقعہ عیاش ابن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاصی صحابیوں کا ہے
کہ جب یہ ہجرت کے ارادہ سے مدینہ جانے لگے تو عیاش وقت مقررہ پر

---

[۹۱] سیرۃ ابن ہشام ۱۲ [۹۲] ابن ہشام ۱۲

روانہ ہو کر منزل مقررہ پر پہنچ گئے۔ مگر ہشام کی نسبت کفار کو اطلاع ہو گئی اور یہ گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے۔

عیاشؓ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ **ابوجہل** انکی گرفتاری کے لئے اپنے بھائی **حرث** کو لیکر مدینہ جا پہنچا **عیاشؓ** ان کا چچازاد بھائی تھا اور ان تینوں کی ایک ہی ماں تھی۔

ابوجہل اور **حرث** نے کہا کہ بھائی تمہارے فراق میں والدہ کی بری حالت ہے اُنہوں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک عیاش نہ آئیگا تب تک نہ تو سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ سر میں کنگھی کرونگی اسلئے بھائی تم چلکر والدہ کو تسکین دے آؤ۔

حضرت **عمرؓ** نے کہا **عیاشؓ** مجھے تو اس میں فریب معلوم ہوتا ہے۔ اگر مکہ کی دھوپ نے ذرا بھی خبر لی تو وہ بغیر تمہارے دیکھے ہی سایہ میں جا بیٹھے گی اور اگر سر میں جوئیں پڑ گئیں ہیں تو خود ہی کنگھی کرے گی۔

عیاشؓ نے کہا کہ خیر میں ذرا جا کر تسکین دے آؤں پھر فوراً ہی آجاؤں گا۔

عمر فاروقؓ نے کہا اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو سواری کو میرا اونٹ لیجاؤ کیونکہ بہت تیز ہے اگر راستہ میں ذرا بھی شبہہ ہو تو فوراً لوٹ آنا۔

عیاشؓ معہ دونوں بھائیوں کے روانہ ہوا راستہ میں ابوجہل بولا کہ تمہاری سواری کا اونٹ تو اسقدر تیز ہے کہ میں ساتھ نہیں دے سکتا اگر تم مجھے اپنے ساتھ بٹھا لو تو اچھا ہو عیاش نے منظور کر لیا اور اپنا اونٹ بٹھا دیا بس فوراً ہی دونوں نے عیاشؓ کو پکڑ لیا اور مشکیں باندھ دیں اور نہایت فخر سے کہا کہ دیکھ بیوقوف ہم یوں گرفتار کرتے ہیں اور انکو بھی ہشام کے ساتھ قید کر دیا۔

کچھ دنوں بعد جب نبی صلعم مدینہ پہنچ گئے تو آپ صلعم نے انکی رہائی کے لئے **ولید بن مغیرہ** کو مکہ بھیجا جو دونوں کو اپنی ذہانت سے قید خانہ سے نکالکر مدینہ لے گئے -
حضرت ابو بکر صدیق رض نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا تھا مگر راستہ سے ایک مشرک جس کا نام **ابن الدغنہ** تھا واپس مکہ پھیر لایا اور مکہ والوں سے کہنے لگا کہ میں نے **ابو بکر** رض ایسے لائق اور برگزیدہ شخص کا ہجرت کرنا پسند نہیں کیا۔ کفار بولے ہمکو بھی منظور ہے مگر یہ اپنی نماز اور قرآن خوانی اپنے ہی گھر میں تنہا پڑھیں تاکہ اعلانیہ ان کی باتیں سنکر ہماری اولاد وغیرہ خراب نہ ہو جاوے - چند روز تک **ابو بکر** رض نے عمل کیا اور پھر اپنے گھر کے پاس ایک مختصر مسجد بنالی - اور جب قرآن پڑھتے تو قریش کے فرزند سنکر متاثر ہوتے یہ دیکھکر قریش نے **ابن الدغنہ** سے فریاد کی اور **ابن الدغنہ** نے حضرت ابو بکر رض سے کہا کہ آپ اپنے عہد سے پھر گئے اور نئی مسجد بنا کر قرآن پڑھنے لگے تم اس فعل سے باز آؤ یا میری زمین سے چلے جاؤ ابو بکر رض نے فرمایا کہ ذکر خدا تو میں چھوڑ نہیں سکتا البتہ تیری زمیں بخوشی چھوڑ دونگا۔ اور خدا کی زمین پر پناہ لونگا - اسکے بعد آپ نبی صلعم کے کہنے سے مکہ ہی میں رہے۔[۱]

---

[۱] اس موقع پر ایک بات لکھے بغیر دل نہیں مانتا - وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اسلام بذریعہ شمشیر پھیلا آئیں اور ان واقعات کو اور اسکی مثل کے صدہا دیگر واقعات کو دیکھیں اور انصاف سے کہیں کہ یہ رسول اکرم کا اخلاق تھا یا شمشیر کا زور جو آپکی محبت میں اپنے بچوں - مال ومتاع اور گھر بار کو چھوڑنا منظور کرتے تھے مگر وہ آپ کے گرویدہ ہو کر آپ صلعم کے حکم سے باہر نہیں ہوتے تھے ۱۲

ذکر ہجرت آنحضرت صلعم

یکم ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوت یوم دوشنبہ مطابق ۲۰ ستمبر سنہ ۶۲۲ء

جب ایام حج میں انصار کے بہت لوگ آکر داخل اسلام ہونے لگے تو پھر انہوں نے یہ استدعا کی کہ آپ صلعم یثرب تشریف لے چلیے ان کفار میں جن کے دل سیاہ ہو رہے ہیں قیام نہ فرمایئے بہت سی جماعتیں آپ کے دیدار کی مشتاق ہیں جب آنحضرت نے یثربیوں کا یہ شوق دیکھا اور کفار قریش کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو آنحضرت صلعم نے مسلمانان مکہ کو یثرب یعنی مدینہ جانے کے لئے عام اجازت فرمائی۔

مکہ میں یہ لوگ کفار سے سخت بیزار تھے یہ خوشی کی خبر سنکر فوراً روانگی کے لیے آمادہ ہو گئے پہلا شخص جو مکہ سے مدینہ گیا وہ مصعب بن عمیر تھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا اس کے بعد ابن مکتوم عمار یاسر بلال سعد ابن ابی وقاص روانہ ہوئے ان لوگوں کے بعد بیس اصحابؓ کی جمعیت سے حضرت عمر ابن الخطاب روانہ ہوئے ان سب کا کفار مکہ نے تعاقب کیا اور جس پر قابو پایا قید کیا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرتؐ نے روک لیا کہ ہمارے ساتھ چلنا عنقریب ایسا حکم جناب باری سے ہوا چاہتا ہے۔ غرضکہ ایک ایک کر کے تمام مسلمان چلے گئے صرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ آنحضرت کے ساتھ رہے گو اسوقت آنحضرت صلعم معہ دو حمایتوں کے ہی ساتھ دشمنوں میں موجود تھے مگر آپ صلعم کا دل اسی طرح اور طبیعت میں وہی جوش موجود تھا۔

جب کفار قریش نے مسلمانوں کی روانگی اس طرح دیکھی تو نہایت خائف ہوئے اور ڈر

کہ ایسا ہو کہ یہ مسلمان سب ملکر اور باہم مشورہ کرکے ہم پر حملہ آور ہوں اور ہم سے اپنا بدلہ لیں
اور معاً آنحضرت صلعم کے قتل کے درپے ہوئے اور دارالندوہ میں خفیہ جلسہ کا اعلان کیا گیا
اس ندوہ کو قصیّ بن کلاب نے قائم کیا تھا اور یہ ندوہ قریش کا گویا اجلاس پارلیمنٹ
تھا اور اسکے ممبر مشہور قبیلوں کے سردار تھے نبی صلعم کے قتل پر رائے قائم کرنیکے لئے
مندرجۂ ذیل مشہور قبائل کے سردار موجود تھے۔

(۱) قبیلۂ بنو عبدالدار میں سے۔ نضر بن حارث۔
(۲) قبیلۂ بنو اسد سے ابوالبختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود و حکیم بن حزام
(۳) قبیلۂ بنو نوفل سے۔ طعیمہ بن عدی جبیر بن مطعم حارث بن عامر
(۴) قبیلۂ بنو سہم سے۔ نبیہ و منبہ ابن حجاج
(۵) قبیلۂ بنو عبد شمس سے ابوسفیان بن حرب شیبہ و عتبہ ابن ربیعہ
(۶) قبیلۂ بنو مخزوم سے۔ ابوجہل بن ہشام
(۷) قبیلۂ بنو جمع سے۔ امیہ بن خلف

اس اجلاس میں نجد کا ایک بڈھا کا فر بھی شریک تھا۔
اول ان سرداروں کو محمد صلعم کے حالات اور نئے دین اسلام کی اشاعت کے واقعات
اور قبائل عرب کے بتوں کو نیست و نابود کرنیکے خیالات سنائے گئے اور پھر یہ سوال پیش کیا گیا کہ ایسے
شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔
ایک بولا۔ اُسکو گرفتار کرلو اور طوق و زنجیر سے کس کر قید کردو اور دروازہ میں تیغہ لگا دو تاکہ
اسکا بھی خاتمہ زہیر اور نابغہ شاعروں کی طرح ہو۔
بوڑھا شیطان نجدی بولا۔ کہ محمدؐ معمولی شخص نہیں ہے اسکی گرفتاری کی خبر مشہور ہو جائیگی

اور اسکے پیر اسکو چپٹا کر لیجائینگے اور موقع پاکر تمکو بھی فنا کر دینگے۔

دوسرا اُٹھا اور بولا۔ اسکو پکڑ کر اونٹ پر سوار کرو اور شہر بدر کردو پھر ہمارے سے دکہیں جائے خواہ مرے خواہ جئے۔ مگر یہاں سے بلا ٹالو۔

بڈھے بخدی نے اس پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ مجھے خوب علوم ہے کہ وہ بڑا لسان شخص ہے وہ جس سے باتیں کرتا ہے اُسکو اپنا بنا لیتا ہے اسلئے جہاں جہاں وہ جائیگا ایک بڑی جماعت کو اپنا طرفدار بنالے گا پھر اُس کی جماعت تمنے اپنے نبی کا بدلہ لئے بغیر باز نہ آئینگے۔

ابوجہل بولا۔ میں طول طویل جھگڑے کی بات پسند نہیں کرتا صرف محمد کو مار کر کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے۔ اور یہ اسطرح ہو کہ ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر کا انتخاب کیا جائے اور رات کو یہ سب لوگ گھر کا محاصرہ کئے رہیں صبح کو جب محمدؐ نماز پڑھنے گھر سے نکلے تو ایکدم حملہ کر کے بوٹی بوٹی اُڑا دیں۔

اس رائے کو سب نے پسند کیا کیونکہ اس میں یہ فائدہ تھا کہ جب سب قبیلے شامل ہوں گے تو پھر محمدؐ کا قبیلہ اور اُسکے مرید کچھ فساد نکر سکینگے۔

جو بہادر کہ منتخب کئے گئے اور جنہوں نے خود بھی آپکے قتل کا بیڑا اُٹھایا اُن کے نام یہ ہیں ابوجہل۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث امیہ بن خلف بن عیطلہ۔ طاحہ بن عدی۔ ابولہب ابی بن خلف ان کے علاوہ اور بھی چند شخص تھے۔

جب کچھ رات گذر گئی تو آنحضرت کے خیالی قاتلوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ایسی پوشیدگی سے گھات میں بیٹھے کہ اصلاح کسی کو خبر نہ ہوئی اور سوراخ وغیرہ سے تمام گھر کا معائنہ کرنے لگے کہ آج فلاں جگہ سو رہیں گے اور اُسی جگہ ٹکٹکی باندھے ہوئے موقع وار دات

کے منتظر رہتے۔

یہاں تو یہ ہو رہا تھا اور وہاں آنحضرتؐ کے آئینہ دل پر اس سب کا عکس پڑ رہا تھا آپ صلعم خود بخود مثل حضرت موسیٰ کے جب دشمنوں نے حملہ کیا فوراً تاڑ گئے۔ جب آنحضرتؐ پر اپنی قوم کی بدکرداری بخوبی ثابت ہو گئی تو آپ نے اپنی سبز پوشاک حضرت علیؑ پر ڈال دی اور فرمایا خاموشی سے اسی طرح لیٹے رہنا کیونکہ میری نسبت قوم نے آج یہ ارادہ کیا ہے تم ہرگز نہ ڈرنا تم سے کوئی کچھ نہ کہیگا۔

یہ پوشاک صرف اس وجہ سے ڈالدی تھی کہ دشمنوں کی نگاہ بدستور اسی جگہ جمی رہے اور وہ دشمن وہاں سے ٹلنے نہ پاویں پھر آنحضرت صلعم نے ایک مشت خاک اُن کی طرف پھینکدی اور دروازہ سے نکلکر حضرت ابو بکرؓ کے پاس تشریف لے گئے حضرت ابو بکرؓ سے دن ہی کو یہ تمام حقیقت آنحضرت صلعم نے بیان کردی تھی اس واسطے روانگی کا سامان تیار کر لیا تھا اور سفر کا کرنا اس طرح قرار پایا تھا کہ شب کو اپنے مکان سے پاپیادہ مدینہ کا راستہ اختیار کریں اور غار ثور جو مکہ سے جانب جنوب واقع ہے قیام کریں اور تین روز تک وہاں چھپے رہیں کہ اس عرصہ میں قریشی تگ و دو کر کے تھک جائیں گے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے متعلق یہ خدمت سپرد کی گئی کہ وہ دوسرے روز کفار کے حالات سے مطلع کریں اور عامر بن فہیرہ آزاد کردہ غلام حضرت ابو بکرؓ کو یہ خدمت دی گئی کہ وہ شب کو غار ثور میں دودھ پہنچایا کریں۔ اور ایک رہبر جو قبیلہ بنی دیل سے تھا اس واسطے مقرر کیا گیا تھا کہ وہ تیسرے روز دو اونٹ وہاں لائے اور مدینہ تک راستہ بتاتا چلے یہ دونوں اونٹ حضرت ابو بکرؓ نے خود خرید کر لئے تھے ایک اونٹ کا روپیہ آنحضرت صلعم نے دیدیا تھا جس کو ابو بکرؓ نے بمشکل تمام منظور کیا۔

واقعہ ۱۳ سنہ نبوت مطابق اردو پنجشنبہ ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء

جب آنحضرت صلعم ابوبکرؓ کے پاس پہنچے تو ابوبکرؓ نے فوراً کمر باندھ لی اور آنحضرتؐ کے ہمراہ غار ثور تک جس کا فاصلہ قریب تین میل تھا پہنچے اور فوراً داخل ہو کر تمام کوڑا کرکٹ اُس کا صاف کیا اور ایک جگہ صاف ستھری رہنے کے واسطے بنا لی۔ اور جس قدر اُس میں سوراخ تھے سب میں اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اُڑس دیئے صرف ایک سوراخ باقی رہ گیا جس میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنا انگوٹھا لگا دیا کسی موذی جانور نے انگوٹھے میں کاٹ کھایا اور وہ سوزش آنحضرت کے لعاب لگانے سے رفع ہو گئی۔

جب روز روشن ہوا تو ابوبکرؓ کو برہنہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے سبب دریافت کیا کیفیت معلوم ہونے پر فرط محبت اور خیر خواہی سے مرحبا کہا اور فرمایا یا بکر لاتحزن ان اللہ معنا یعنی اے ابوبکر غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے[۱]

جب کفار قریش موقع پا کر آنحضرتؐ کے مکان میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے حضرت علیؓ کو حضرت صلعم کے بستر پر پایا اُن سے دریافت کیا کہ محمد کہاں ہیں اُنہوں نے کہا مجھے کیا معلوم میں کیا پہرہ تھا۔ کفار حضرت علیؓ پر غصہ سے ابل پڑے اور ہاتھا پائی کر کے ست منہ ہو کر مکان سے نکل گئے اور آنحضرت کی جستجو میں سرگرداں پھرنے لگے ہر چند تلاش کیا مگر وہ مکہ میں تو موجود ہی نہ تھے ملتے کیونکر لیکن کفار نے اُنکا تعاقب غار ثور تک کیا جب غار ثور پر پہنچے تو خدا کی شان غار کے منہ پر مکڑی کے جالے پیدا ہو گئے تھے جس پر کفار کو خیال گذرا بھلا اس میں کوئی کیا ہو گا اور دوسری جگہ تلاش کرو فضول

---

[۱] حضرت ابوبکرؓ کے اس صدق و خلوص کا اللہ تعالےٰ نے یہ اجر دیا کہ ان اللہ معنا فرما کر جس معیت الہی میں نبی داخل تھے اسی میں ابوبکر صدیق کو بھی شامل کر دیا ۱۲ [۲] طبری ۱۲

وقت صرف مت کرو اور یہ کہکر اور طرف تلاش میں چلدئے۔ اس موقع پر ایک جماعت کو ابوبکرؓ نے غار کی طرف آتے دیکھا تو آنحضرت صلعم سے کہا کہ مجھکو نہایت خوف ہے کہ یہ جماعت جن کے ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں ہیں ہماری تلاش میں آرہی ہے اور ہم صرف دو ہی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ڈرو مت ہم دو نہیں بلکہ تین ہیں۔ ہمارے ساتھ خدا بھی ہے جو سب پر غالب ہے۔ غرضکہ خدا کے نام کے لینے والے اس طرح کفار سے بچے۔
جب محمد صلعم کا پتہ نہ لگا تو وہ ابوبکرؓ کے مکان پر آئے۔ دروازہ کھٹکٹایا اسمار ابوبکر کی لڑکی باہر آئی ابوجہل نے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے اسمار بولی مجھے نہیں معلوم۔ اس پر مغرور شیطان ابوجہل خفا ہوا اور ایک طمانچہ مارا کہ بالی گرگئی[۵] اور وہاں سے غصہ میں چلدیا۔
جب ہر طرح سے یہ لوگ ناکامیاب پھرے تو کفار قریش نے انعام مقرر کیا۔ بعض کا قول ہے کہ سو اونٹ انعام کے مقرر کئے گئے کہ لالچ سے یہ کارروائی ضرور عمل میں آئے۔ اور یہ لالچی کفار قتل محمدؐ کے اور ابوبکرؓ کے جستجو میں چاروں طرف مثل وبا کے پھیل گئے۔
ابوبکرؓ کے قتل کے واسطے بھی سو اونٹ کا انعام مقرر کیا گیا
نبی صلعم اور حضرت ابوبکرؓ تین روز تک غار ثور میں مقیم رہے اس اثنا میں اسمار ابوبکر کی لڑکی رات کو چھپکر روٹی دیجاتی عبداللہ بن ابوبکرؓ اہل مکہ کی خبریں دیتے[۵] اور عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہؓ کے بھائی کا غلام تھا اور جسکی پاس حضرت ابوبکرؓ کا گلہ رہا کرتا تھا وہاں بکریاں لے آتا اور دودھ بقدر ضرورت پہنچاکر واپس چلاجاتا اور نقش قدم

---

[۵] طبری ۱۲ [۵] ابن ہشام ۱۲

مٹا دیتا[۱]

چوتھی شب کو آنحضرت صلعم کے کہنے کے بموجب عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ نے دو اونٹ غار پر بھیجے جو اسی سفر کے لئے پہلے سے فربہ اور تیار کئے گئے تھے ایک پر حضرت صلعم اور حضرت ابو بکرؓ سوار ہوئے اور دوسرے پر عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن اریقط جو راستہ بتانے کے لئے نوکر رکھا گیا تھا سوار ہوئے اور سواحل کی راہ سے یکم ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ روانہ ہوئے۔ آپؐ کا گذر ام معبد کے خیمہ پر ہوا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی اور مسافروں کی تواضع کرتی اور پانی پلایا کرتی تھی مسافر یہاں پڑا دکیا کرتے اور ستایا کرتے تھے آپ صلعم نے بھی یہاں قیام کیا اور اس سے گوشت اور چھوارے طلب کئے۔ مگر موجود نہ ہونے سے اس نے نہایت معذرت کی تب آپؐ نے اسکی ایک دبلی پتلی اور بوڑھی بکری پر نظر ڈالکر فرمایا کہ دودھ ہی لے آ اس نے نہایت عاجزی اور نرمی سے کہا افسوس ہے کہ دودھ بھی نہیں دیتی کیونکہ کمزور اور عمر رسیدہ ہے آپ صلعم نے اس میں خود ہاتھ لگایا اور دوہنا شروع کیا تو اسقدر دودھ نکلا کہ سب سیر ہوگئے اور بچ رہا۔

ذرا دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا اور دودھ کا بھرا برتن دیکھکر حیران ہوگیا اور پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا بیوی نے جواب دیا ایک مبترک شخص آیا تھا اسکی قدم کی برکت سے یہ دودھ ہوا اسنے پتہ پوچھا تو ام معبد نے حلیہ بیان کیا وہ سنکر بولا یہ وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جسکی مجھے تلاش تھی۔ یہ دونوں شخص بھی بعد فتح مکہ کے مسلمان ہوگئے۔

---

[۱] بخاری۔ کتاب المغازی ۱۲

اسمار کا بیان ہے کہ جب میرے والد حضرت ابوبکر نبی صلعم کے ساتھ چلے گئے تو خرچ
کے لئے پانچ چھ ہزار روپیہ بھی جو گھر میں موجود تھا لیگئے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ
نے کہا کہ اسمار تیرے دو مصیبتیں تمہارا باپ ڈالگیا ایک تو خود گیا دوسرے روپیہ بھی لیگیا
اسمار بولی کہ دادا جان وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں اور ایک کپڑے میں
پتھر لپیٹ کر اُس جگہ رکھ جہاں روپیہ رہا کرتا تھا اور بوڑھے نابینا دادا کا ہاتھ پکڑ کر لیگئی
کہ دادا جان ذرا ٹٹول کر تو دیکھو کہ روپیہ یہ رکھا ہوا ہے۔ ابوقحافہ نے ہاتھ رکھکر
معلوم کیا اور اسطرح اُنکے دل کی تسکین ہوگئی اور کہا کہ جب تمہارے پاس سرمایہ کافی
ہے تو پھر اُنکے جانے کا غم نہیں

لالچی کفار چاروں طرف پھیلے ہوئے ہی تھے ایک شخص جسکا نام سراقہ تھا اور جسکا
مکان مدینہ میں تھا انعام کی تعداد سے مطلع ہوکر جستجو میں پھر رہا تھا کسی شخص نے
آپ صلعم کو اونٹ پر جاتے دیکھکر اس سراقہ کو خبر دی کہ وہ جھٹ گھوڑے کو چھپاکر
آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں آیا اور نزدیک آکر اُس کا گھوڑا ایسا گرا کہ جس کے گرنے
سے اسکو سخت زخم پہنچا اور پھر اپنے کو بے حس و حرکت دیکھکر گڑگڑانے لگا اور معافی چاہی
آپ صلعم نے معاف کیا اور کہا کہ جا کسی سے ہمارے جانے کا بھید مت کہنا اور اُس
نے یہ قبول کرلیا اور ایسا ہی کیا اور بعد فتح مکہ یہ بھی مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد
راستہ میں بریدہ بن الحصیب جو اپنی قوم کا سردار تھا مطلع ہوا اور فوراً مقابلہ
میں آیا جب آنکھیں چار ہوئیں اور گفتگو سنی تو پانی پانی ہوگیا اور اپنے ستر
آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور یہ حالت طاری ہوئی کہ اپنا صافہ اُتار کر جھنڈا
بنایا اور کہتا تھا کہ صلح اور امن و انصاف کا بادشاہ آگیا۔

اسی راستہ[۱] میں زبیر بن العوام بھی ملے - یہ تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے آرہے تھے انہوں نے رسول اکرام اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید پارچہ جات پیش کئے -

یہ تمام راستہ جس میں آپؐ چل رہے تھے تمام قسم کے خوفوں سے بھرا ہوا تھا اس پر گرمی کی یہ شدت کہ معاذ اللہ غرضکہ بدقت تمام یہ راستہ طے ہوا اور ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء بروز دوشنبہ مدینہ کے قریب مقام قبا میں قوم بنی عمر بن عوف کے ہاں قیام کیا اس تاریخ سے اسلامی تقویم شروع ہوتی ہے اور یثربیوں نے آنحضرتؐ کے آنیکی خوشی میں اس تاریخ سے یثرب کا نام مدینۃ النبی یا مختصر نام مدینہ رکھا - یہاں آپؐ نے چند یوم قیام فرمایا اور اس مختصر قیام میں سب سے بڑا کام یہ کیا کہ مسجد قبا کی بنیاد ڈالی - قبا ایک محلہ مدینہ کا ہے جو آبادی سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے

---

[۱] یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم خدا نہ تھے اور نہ آپ صلعم نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ کیا - جب آپؐ بندۂ خدا تھے تو بس جو لوازمات کہ انسان کے لئے خدائی روز ازل سے قائم کر دیئے ہیں وہ آپؐ کے واسطے بھی ہونے چاہئیں خداوند تعالےٰ نے ازل سے جو طاقت اور قدرت کہ جس جس میں دی رکھی ہے اس میں گھٹاؤ بڑھاؤ نہیں کرتا اور وسائل ایک دوسرے کے لئے ثبت کر دئیے ہیں وہ اسی کے لئے موزوں کر رکھے ہیں اور اس میں تغیر و تبدل نہیں کرتا مثلاً ابر کا آنا اور مینہ کا برسنا اور بجلی کا کوندنا وغیرہ اگر وہ چاہے تو بغیر ابر لائے مینہہ برسا سکتا ہے - وہ بغیر آگ کے جلا سکتا ہے بغیر بیج کے درخت پیدا کر سکتا ہے - مگر وہ اپنے اس قانون میں جس کو شروع میں بنا چکا ترمیم نہیں کرتا اکثر کافر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کہ ایسا برحق رسول جس کے واسطے تمام دنیا کی چیزوں اور تمام نبیوں پر ترجیح دی کیوں کفار کے ہاتھوں ستایا گیا کیوں نہ اس نے اپنے کو اور اپنے اصحاب کو کفار سے بچایا اور آخر کو مکہ چھوڑ دیا - یہ حرف ۴

اگرچہ یہ محلہ شہر سے باہر ہے مگر اسکا شمار شہر کے محلوں میں ہے۔
تین روز کے بعد حضرت علیؑ بھی بہجرت تمام یہاں آملے۔ مکہ سے آپ پا پیادہ ٥
چلے تھے دن کو چھپتے اور رات کو چلتے تھے۔ نبی صلعم حضرت علیؑ کو مکہ میں اس لیے
چھوڑ آئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس موجود ہیں وہ اُنکو واپس کر دیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷) اُن کی خام خیالی ہے۔ گو خداوند ایسا کر سکتا تھا اور خود نبی بھی کر سکتے تھے
مگر آپ کا درجہ دوسرا تسلیم کرنا پڑتا کیونکہ قرآن شریف میں نازل ہے کہ محمد میرا رسول یعنی پیغام پہنچانیوالا
ہے خداوند تعالیٰ کو اگر منظور ہوتا تو وہ بغیر ہی بھیجے ہوئے سب قوم کو راہ راست پر لے آتا اور ایک محمد صلعم
کو سب کفار قریش پر غالب کر دیتا اگر خداوند تعالیٰ ایسا کرتا تو ضرور آپ صلعم پر لاکھوں اعتراض ہوتے اور
معلوم عیسائیوں کی طرح آپ کے معتقدوں کو کیا مصیبتیں جھیلنی پڑتیں یہ خوبی جو اسلام میں اسوقت ہے
ہرگز نہوتی اور یہ فروغ جو اسلام کو اب حاصل ہے کہ ہر طبقہ دنیا میں مسلمان موجود ہے نہ ہوتا اس میں صدہا
حکمتیں تھیں جسکو اہل اسلام دل ہی میں خوب سمجھ سکتے ہیں آنحضرتؐ کوئی کام بجز حکم خدا نہیں کرتے تھے
آپکے ہجرت کرنے میں مصلحت تھی اور سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ وہ کفار جو آنحضرتؐ کے قتل کے درپے
تھے اور جنکے دل میں کوئی اثر آپکے قیام سے نہوتا تھا بلکہ آپؐ کے اصحاب کو تکلیفیں پہنچتی تھیں آپؐ کی ہجرت سے
وہ تکلیفیں بھی رفع ہوگئیں اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ سب داخل اسلام ہوگئے جو اُس طرح مشکل معلوم ہوتا تھا۔
اگر کسی پہاڑ کے نیچے کھڑے ہو اور اوپر سے کوئی بڑا پتھر تمہاری طرف لڑکتا ہوا آوے تو تم ہرگز اُس پتھر کو دفعتًا
نہیں روک سکتے اگر روکو گے ہلاک ہو جاؤ گے اور کسیطرح اُسپر قابو نہ پاسکو گے البتہ اُسپر قابو پانے کی یہی ایک
تدبیر ہے کہ اُسکی تیزی جب رُک جاوے یعنی وہ پتھر کہیں ٹھہر جاوے تو پھر تم ہر طرح سے اُسپر قابو پاؤ گے اور جسطرح
چاہو گے اُسکو تراش سکو گے اسطرح سے جب آپؐ نے ہجرت کی تو کفار کی دشمنی وہ نہ رہی اور وہ رفتہ رفتہ

داخلہ نبی صلعم مدینہ منورہ میں

۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوت یوم جمعہ مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ عیسوی یا ۱ ہجری

جب اہل مدینہ کو یہ خبر ملی کہ آنحضرت صلعم ہجرت کرکے یہاں تشریف لا رہے ہیں تو سب انصار روزانہ پہاڑ پر جاتے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کا انتظار کرتے اور جب دہوپ برداشت نہ ہوتی تو مکان کو آتے یہاں تک کہ آنحضرت صلعم مدینہ کے قریب پہنچے انصار مدینہ اُس وقت انتظار دیکھ کر مکان واپس جانے لگے تھے کہ ایک یہودی نے آپ کے اونٹ کو دور سے دیکھکر پکارا کہ ھذا جدکم اور وہ لوگ فوراً پلٹ کر پہاڑ پر چڑہ آئے اور آپ صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انصار مدینہ کی لڑکیاں بھی آپ کے آنے کی تہنیت میں غزلیں گاتی ہوئیں پیش قدمی کو آئیں۔

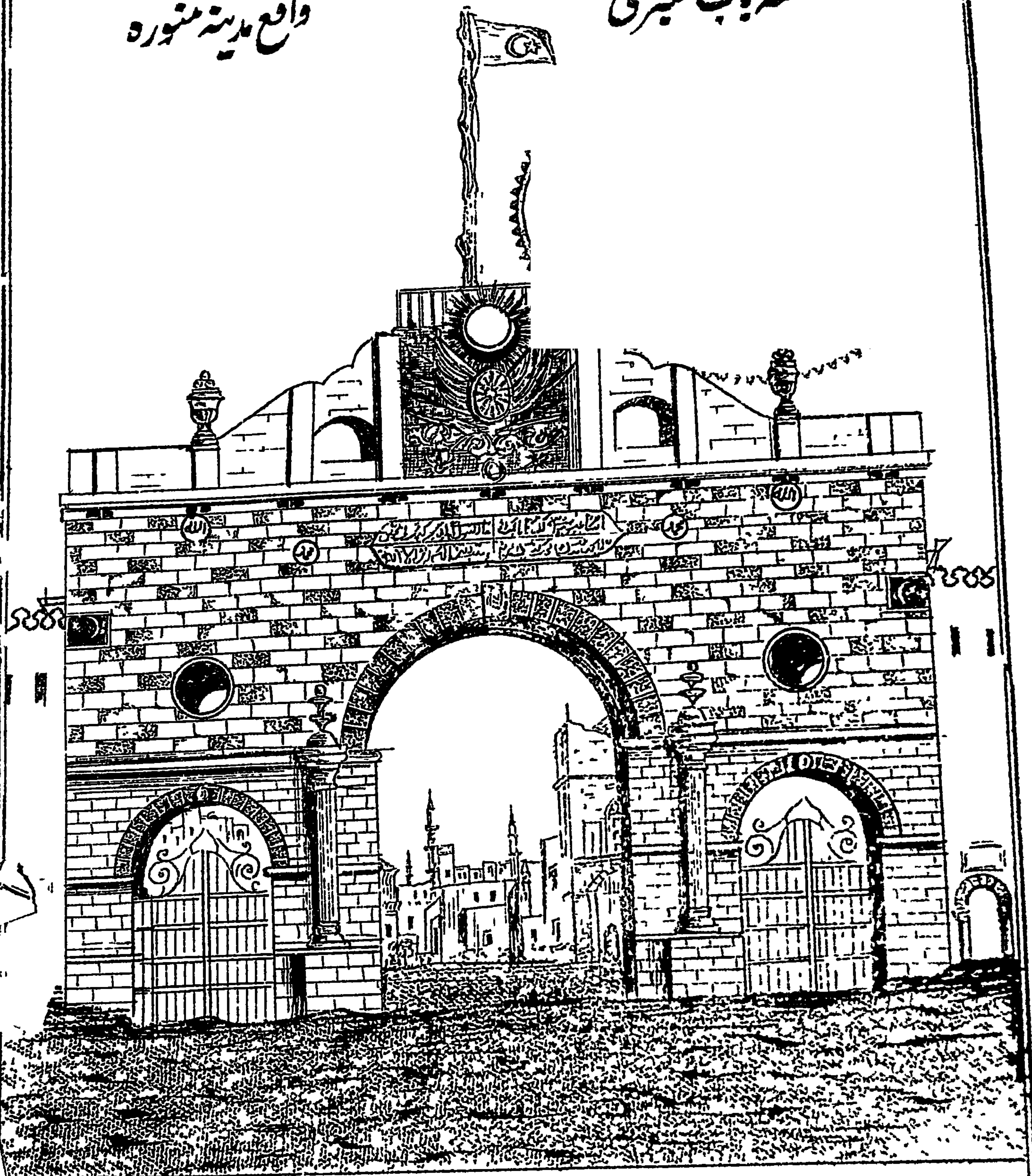
آنحضرت صلعم نے جمعہ کے دن شہر مدینہ میں داخل ہونیکا قصد فرمایا اسپر ہر شخص کو آرزو ہوئی کہ مدینہ میں میرے مکان پر قیام فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میرا اونٹ اللہ کے حکم سے مامور ہے اور میں وہیں ٹھیرونگا جہاں یہ خود بیٹھ جائیگا۔ آپ بنو سالم کے گھروں تک پہنچے تو آپ کا اونٹ بیٹھ گیا یہ مقام حضرت ابو ایوب انصاری کے قریب تھا اب اس جگہ مسجد نبوی ہے۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ کی سرپرستی میں تھے۔ اسعد نے پہلے سے نماز پڑھنے کے لئے ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۸) متعدد مدتیں ہوگئی کہ اسمیں کلام الٰہی کچھ کچھ جگہ پانے لگا یہانتک کہ اسلام نے اپنا سکہ ان کے دلوں میں بٹھا لیا ۱۲

مختصر جگہ یہاں بنالی تھی نبی صلعم نے اس جگہ کو مسجد کے لئے پسند فرمایا اور
اس جگہ کو خرید کرنا چاہا مگر بچوں نے قیمت لینے سے انکار کیا قبیلہ بنو النجار نے
درخواست کی کہ اس زمین کی قیمت ہمسے دلوادی جائے مگر آپ نے دونوں بالکوں
سے انکار کیا اور ابوبکر صدیق رضہ سے اسکی قیمت دس دینار دلوادی جو طے ہوئی۔
پھر زمین کو ہموار کر کے مسجد بنالی جسکا طول قریب ۱۰۰ گز تھا۔
چونکہ نماز کا وقت ہوگیا تھا لہذا نماز جمعہ کی تیاری کئیں اور قوم بنی عمرو بن عوف
میں سو آدمیوں کی جماعت سے نماز جمعہ پڑھی اور سب سے پہلا خطبہ جمعہ کا اسی جگہ
پڑھا گیا اور یہ اسلام کا پہلا جمعہ ہوا۔ اس مختصر قیام میں مسجد نبوی اور حجرہ ازواج
طیبات کی بنیاد ڈالی اور تا تیاری حجرہ ازواج آپ کا اسباب ابو ایوب انصاری
کے مکان میں رہا۔
نماز جمعہ سے فارغ ہو کر آپ جنوبی طرف سے یثرب میں داخل ہوئے۔ داخلہ نہایت
شاندار تھا ہر شخص دیکھنے اور ملنے کا خواہشمند تھا۔ لڑکیاں ترانے گا رہی تھیں۔ اور
تمام لوگ چاروں طرف سے نہایت شوق سے چلے آرہے تھے۔ جوان بڈھے خوشی
کے نعرے لگاتے تھے۔
ابو ایوب کو آنحضرت صلعم کی ہجرت کی خبر سو برس پیشتر ہو گئی تھی کیونکہ اپنے مورث اعلیٰ
سے پہنچی تھی اور ایک نوشتہ شاہ تبع کا بھی تھا جس میں آپ صلعم کی
ہجرت کی خبر درج تھی اور یہ ان کے خاندان میں برابر دست بدست چلا آتا تھا
انہوں نے وہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا۔
ابو ایوب انصاری کی قبر دارالسلطنت قسطنطنیہ میں اب تک موجود ہے

نقشہ باب عنبری

واقع مدینہ منورہ



مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے آٹھ دروازے ہیں مگر یہ دروازہ جس سے حضور صلعم داخل ہوئے تھے نہایت شاندار ہے اُسوقت سے اِسوقت تک تمام حجاج اور دیگر زائرین جو مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں اسی دروازہ سے داخل ہوتے ہیں محراب کی پیشانی پر سلطانی نشان اور اوپر سلطانی پھریرہ ہے۔ یہ پھریرہ ہر جمعہ کو لگایا جاتا اور ہر وقت ترکی پہرہ رہتا ہے۔ یہ دروازہ سب دروازوں سے بڑا ہے اور یہاں سے حرم کے منارہ دکھائی دیتے ہیں جسوقت عاشقانِ رسول اس میں داخل ہوتے ہیں تو جوشِ مسرت سے جو انکے قلب کی حالت ہوتی ہے اُسکو وہی خوب جانتے ہیں

متعلق صفحہ ۱۸۰

اور وہ امیر معاویہ بن ابی صفیان کے زمانہ خلافت میں ایک لشکر کے ساتھ جسکے سالار صفیان تھے اور جس میں جناب امام حسینؓ اور یزید بن معاویہ بھی تھے ۵۵ھ میں جو قسطنطینیہ کے محاصرہ کے واسطے بھیجا گیا تھا شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے اب جو سلطان روم جانشین ہوتا ہے پہلے وہیں حاضر ہوکر تاج شاہی سر پر رکھتا ہے۔

مسجد نبوی کو آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب نے تیار کیا دیواریں کچی اینٹوں کی اور لکڑیاں چھوارے کے درخت کی اس میں لگائی گئیں۔ آنحضرت صلعم خود اینٹیں لاتے اور لگاتے تھے صحابہ نے کہا کہ پختہ چھت پاٹ لیں آپ نے فرمایا نہیں یہ مثل عرش موسےٰ کے ہی اچھی ہے[۱]۔

پوری مسجد سایہ دار تو بعد کو ہوئی مگر شروع میں صرف ایک چبوترہ بنایا گیا اور اس کے چاروں طرف دیوار قائم کرلی گئی مسجد میں ایک عام دروازہ رکھا گیا اور دوسری طرف دروازہ اُن مکانوں کی طرف رکھا جو آنحضرت صلعم نے اپنی بی بیوں کے رہنے کے واسطے رفتہ رفتہ بنایا تیسرے دروازہ کا نام باب الرحمۃ رکھا۔ اسوقت تک بیت المقدس قبلہ تھا مگر اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد کعبہ کی طرف قبلہ ہوا۔

آنحضرت صلعم کے بعد جب اہل اسلام کی تعداد بکثرت ہوئی تو خلیفہ دوم عمرؓ بن الخطاب نے اس مسجد میں حضرت عباسؓ کے گھر کو جو انہوں نے مسجد کے لئے ہبہ کیا تھا شامل کرکے مسجد کو وسیع کیا تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو مگر اسکی ساخت بدستور سابق رکھی عثمانؓ بن عفان نے اپنے زمانہ خلافت میں اسے کچھ تبدیل کیا یعنی خام دیواروں کے بجائے

---

[۱] از زاد المعاد ۱۲

چلے آئے اور طلحہ بن عبید اللہ بھی آ گئے اور ان سب کے آنے پر آنحضرت صلعم اپنے نئے گھر میں رونق افروز ہوئے۔

انصار[1] اگرچہ مالدار نہ تھے مگر دل کے ایسے فیاض تھے کہ کسی مہاجر کی شکستہ حالت کو نہیں دیکھ سکتے تھے اور جو مسلمان کفار کے ظلم کا ستایا ہوا انکے پاس پہنچتا تو اسکی بیحد خاطر کرتے اور ہر شخص یہ خواہش کرتا کہ یہ میرے پاس رہے بعض وقت قرعہ ڈالا جاتا اور جسکے نام قرعہ نکلتا وہ اپنے گھر لیجاتا اور اپنی جائداد کا ایک حصہ بھی اس کو دیتا اور اس فیاضی پر فخر کرتا **مواخات** آپس کے قلبی اتحاد یا بھائی چارہ کو کہتے ہیں۔ انصار نے جو فیاضی کہ مہاجرین کے ساتھ کی اسکی نظیر دنیا پر نہیں مل سکتی۔

انصار نے مہاجرین کے لئے اپنے قریب کی تمام افتادہ زمینیں دیدیں اور جنکے پاس زمین نہ تھی انہوں نے اپنے مکانات خالی کر دئے۔

سب سے اول **حارث بن النعمان** نے اپنی زمین پیش کی اور بنو زہرہ کو وہاں آباد کر دیا۔ **عبد الرحمن بن عوف** نے یہاں ایک مختصر قلعہ بنایا۔ اسیطرح حضرت زبیر۔ حضرت عثمان۔ عبید اور مقداد کو مکان اور زمین دیگئی۔

رشتہ اتحاد یا بھائی چارہ جن جن مہاجرین کا انصار کے ساتھ قائم ہوا ان میں سے چند

---

[1] انصار کے معنی مددگار کے ہیں۔ اسلام میں انصار اہل مدینہ کو کہتے ہیں اور مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے یا وطن چھوڑنے والے کے ہیں اور اسلام میں یہ لقب ان کا ہے جو مکہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ مدینہ میں آ گئے۔ اسوقت مدینہ میں تین گروہ تھے (۱) مہاجرین (۲) انصار

(۳) یہود ۱۲

مدینہ آئے تو پنیر کی ٹوکری سر پر رکھ کر پنیر بیچتے تھے مگر سعد ابن ربیعہ کی وجہ سے مالدار ہوگئے جو انصار مالدار تھے وہ مہاجرین کو کھانا کھلایا کرتے حضرت سعد بن عبادہ نہایت مالدار اور فیاض تھے وہ ستر اسّی آدمی کا انتظام خورونوش روزانہ کیا کرتے۔

راتوں کو یہ لوگ عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھا کرتے۔ دعوتِ اسلام کے لئے اگر کہیں بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تو یہ بھیجے جاتے۔ اِن کی تعداد کم و بیش ۴۰۰ تک رہتی تھی۔

عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی کا ایمان لانا

۱ ھ مطابق ۶۲۲ء

۱ سنہ ہجری میں ایک بڑا ہوشیار اور عالم شخص قوم یہود کا جس کا نام عبداللہ بن سلام تھا مسلمان ہوئے انہوں نے رسول پاکؐ کے یہ الفاظ وعظ دیتے وقت سُن لئے تھے کہ اے لوگو سب کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو۔ عزیزوں سے نیک برتاؤ رکھو اور شب کے وقت جب سب سو رہے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔ یہ دلنشین کلمات سُن کر ان کا دل نور ایمان سے معمور ہوگیا اور جب آپؐ کے حالات پر غور کیا تو گذشتہ نبیوں کی پیشین گوئیوں کو آپ کی ذات پر درست پایا۔

اسلام لانے سے قبل اُنہوں نے آنحضرت سے یہ تین سوال کئے کہ آدمیوں کی اول غذا بہشت میں کیا ہوگی اور نشانی قیامت کی کیا ہوگی اور لڑکا کس وجہ سے باپ کی طرف مشابہت رکھتا ہے اور کس سبب سے ماں کی طرف۔ آپ نے جواب دیا کہ اول غذا اہل بہشت کی مچھلی کا جگر گوشہ ہوگا اور اول علامت قیامت کی آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے آوے گی اور جب نطفہ باپ کا غالب ہوتا ہے تو لڑکا باپ کے مشابہ یا اُس کے اقران کے

مشابہ ورنہ ماں یا اُس کی اقران کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس پر آپ نے حضرت صلعم سے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں مگر اول آپ یہود مدینہ سے میری حالت دریافت فرمالیں ایسا نہ ہو کہ وہ بعد میرے اسلام قبول کرنے کے مجکو کمینہ اور بے وقعت کہیں آنحضرت کے دریافت کرنے پر ۔ وہ سارا شہر نے ایک زبان ہو کر عبداللہ بن سلام کو رئیس ابن رئیس بتایا اور کہا کہ وہ اور اُس کا باپ دونوں بڑے عالم ہیں[1] جب ان کی تصدیق ہو گئی تو حضرت عبداللہ کود کلمہ پڑھتے ہوئے سامنے آگئے۔ جب کفار کو اصل کیفیت اُن کے اسلام لانے کی معلوم ہوئی تو خجالت کے ساتھ برا بھلا کہنا شروع کیا اور بولے تو نہایت جاہل اور سخت ذلیل شخص ہے

ان کے اسلام قبول کرنے کے کچھ دن بعد حضرت سلمانؓ فارسی بھی مشرف باسلام ہوئے یہ اصفہان کے باشندے تھے ان کے مذہب میں ابلق گھوڑے کی پرستش ہوتی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲۷ برس کی تھی۔ شروع میں یہ مجوسی تھے اور پیشہ تجارت کا کرتے تھے پھر یہودی ہو گئے مگر اس مذہب کو بھی چھوڑ کر مذہب نصاریٰ قبول کیا اور کتب سابقہ کے عالم فاضل تھے اور بعض علامتوں کو آنحضرت صلعم کی کتب سابقہ سے دریافت کر کر اور مدینہ کو آپ کی جائے ہجرت جانکر مدینہ ہی میں رہنے لگے اور کسی وجہ سے ایک نصاریٰ کی غلامی میں آگئے جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اول سلمان فارسی کوئی چیز جو صدقہ کی تھی لائے اور آپؐ کو دینی چاہیے مگر آپؐ نے قبول نہ کیا۔ پھر کوئی چیز بطور نذر کے پیشکش کی اُس کو آپ نے لے لیا اس کے بعد آپ نے آنحضرت کی مہر نبوت کو بھی کسی طرح دیکھ لیا اور تمام علامتیں جو کتب سابقہ میں دیکھی تھیں موجود پائیں تو نہایت سچی دل سے ایمان لے آئے۔ اور ملک فارس میں سب سے اول اسلام لے گئے۔

[1] صحیح بخاری ۱۲

آپ نے آنحضرت صلعم سے اپنی آزادی کی نسبت کہا آپ نے اُن کے آقا سے دریافت کیا اُن کے آقا نے یہ شرط آزادی کی کی کہ مسلمان ایک باغ لگائیں اور جب اُس میں پھل لگ جائیں اُس وقت ایک اوقیہ طلائی بھی مجکو دیں اُس وقت آزاد کردوں گا۔ چنانچہ آنحضرت نے خود اپنے ہاتھ سے باغ لگایا اور وہ بفضلہ اُسی سال بارآور ہوا اور کچھ سونا جو غنیمت میں آیا تھا سلمان کے حوالہ کیا اور اُنھوں نے وہ اپنے آقا کو دیکر اپنے کو خلاص کرایا سلمان[ا] فارسی نے ۳۳ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے اسلام کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس جو عیسائی مذہب کا عالم اور نہایت فصیح شخص تھا مسلمان ہوا۔

مہاجروں کو مدینہ کی آب ہوا بہ نسبت مکہ کے خوشگوار نہ پڑی کیونکہ مدینہ کی آب و ہوا مرطوب تھی اور مکہ کی بالکل خشک دوسرے اس وقت تک مدینہ میں کوئی انتظام صفائی کا بھی نہ تھا اس لئے تھوڑے عرصہ کے ہی بعد مسلمانوں کو تبدیل آب و ہوا کا اثر ہونے لگا اور چند بخار وغیرہ میں مبتلا ہو گئے جب حالتِ بخار میں وہ بکتے تھے تو کفار کو بُرا کہتے تھے جن کی وجہ سے مکہ کی عمدہ آب و ہوا اُن سے چھوٹی تھی مگر یہ مصیبت کچھ زیادہ عرصہ تک نہ رہی کچھ تو رفتہ رفتہ آب و ہوا موافق آنے لگی اور دوسرے انتظام صفائی کا ہو گیا۔ آب و ہوا کی تکلیف تو مسلمانوں کے سر سے ٹلی اب صرف ایک تکلیف فاقہ کشی کی رہ گئی جب تک امیر اور مہمان نواز انصار کے پاس روپیہ پیسہ رہا جب تک تو غریب مہاجروں کی وہ مدد کرتے رہے اور اُن کی چین سے گذرتی رہی مگر جب خود اُن کے پاس بھی نہ رہا تو اُن کو تکلیف ہونے لگی اور اُن کا زمانہ نہایت عسرت

[ا] حضرت سلمان کے انتساب باطنی کی تکمیل حضرت ابوبکر سے تھی اور اُن سے قاسم بن محمد بن ابوبکر فیضیاب ہوئے

نوٹ امام جعفر صادق کہ جو نواسہ قاسم بن محمد بن ابوبکر کے تھے پہلے اپنے نانا سے مستفید ہوئے اور پھر امام محمد باقر اپنے والد ماجد سے اس سبب سے اُن کو ذوبحرین کہتے ہیں۔ ۱۲

کے ساتھ بسر ہونے لگا اور سچ پوچھئے تو یہی زمانہ اُن کے امتحان کا تھا کیونکہ اول تو وہ اپنے وطن مالوفہ
سے جدا تھے تمام کنبہ داروں کے چھوٹنے کا غم تازہ اُن کے اوپر سوار تھا پھر تکلیف فاقہ کشی مگر وہ
ہی سچے مسلمان تھے جنہوں نے اپنے سچے رسولؐ کی محبت میں سب کو ہیچ سمجھا۔
غرضکہ ہجرت کے اول ہی سال مسلمانوں کا پورا انتظام مدینہ میں بیٹھ گیا۔ صرف ایک فاقہ کشی
کی حالت رہی وہ بھی کچھ عرصہ بعد رفع دفع ہو گئی۔ ہجرت کے اول ہی سال اہل اسلام میں
اذان کا رواج ہوا جب مدینے میں بے کھٹکے ارکان اسلام ادا ہونے لگے یعنی جمعہ اور نماز جماعت
نے ترقی پکڑی تو مسلمانوں کو نماز کے واسطے ٹھیک وقت پر آگاہ کرنے کی ضرورت پڑی آنحضرت
صلعم نے اس بارہ میں اصحاب سے مشورہ کیا کسی نے رائے دی کہ وقت نماز پر بوق بجایا جاوے
کسی نے کہا قوس بجانا اس سے عمدہ ہوگا۔ کسی نے بلند مقام پر آگ جلانے کی رائے دی
غرضکہ مختلف لوگوں کی مختلف رائیں پیش ہوئیں۔ مگر آپؐ نے کسی کو منظور نہ فرمایا اور بلال کو
حکم دیا کہ الصلوٰۃ جامعہ کہکر پکارا کرو۔ اس کے دوسرے دن حضرت عمر فاروقؓ اور
عبداللہ بن زید انصاری نے یکے بعد دیگرے نبی صلعم سے آکر کہا کہ ہم نے خواب میں ایک
شخص کو اس طرح اذان دیتے دیکھا ہے رسولِ صلعم نے انہیں الفاظ کو بہ آواز بلند کہنے کیلئے
بلال کو تعلیم دی جو اسوقت تک جاری ہے۔
ایک روز صبح کے وقت آنحضرت صلعم کے جگانے کو بلال نے الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ
خیر من النوم کہا آنحضرت نے اس کو پسند فرما کر اذان صبح میں شامل کر دیا۔

ف اذان کی نسبت مسٹر چیمبر ایک فاضل اور مامور عیسائی جو اپنی کتاب انسائیکلو پیڈیا جلد ۴ میں اسلام کا ذکر کرتے ہوئے
لکھتا ہے وہ خالی از لطف نہیں ہے وہ لکھتا ہے موذن کی آواز جو سادہ اور دلکش ہوتی ہے اگرچہ دن کو شہر کے شور و
غل میں بھی معلوم ہوتی ہے مگر رات کے سناٹے میں اس کا اثر عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ
بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبرؐ کو اس امر پر مبارکباد دئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے انسان کی آواز کو موسائیوں اور
عیسائیوں کے گرجا گھر کے گھنٹہ پر ترجیح دی۔ ۱۲

جہاد اس وقت دو طرح کے تھے ایک وہ جس میں آنحضرت صلعم خود شریک ہوتے تھے اور دوسرا وہ جس میں اپنا قایم مقام دوسرا آدمی کر کر روانہ کرتے تھے۔ اول قسم کے جہاد کو غزوہ اور دوسرے جہاد کو سریہ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں غزواۃ کی تعداد ۲۷ اور سریہ کی ۵۵ تک پہنچ گئی تھی۔

مکہ اور مدینہ کی موجودہ حالت

۱ھ مطابق ۶۲۲ء

اس وقت جبکہ نبی صلعم نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو مکہ میں سب سے زیادہ قوم قریش کا زور تھا اور گردو نواح میں بھی اُن کی حکومت تسلیم کی جاتی تھی اور تمام لوگوں کا مذہب بھی زیادہ تر بت پرستی تھا۔

مگر مدینہ مختلف قوموں اور مذہب کا مجموعہ تھا۔ یہاں بت پرستی بھی تھی۔ اور یہودی بھی اور کم تعداد میں عیسائی بھی موجود تھے۔

یہودی جس وقت ملک شام سے نکالے گئے اور غلامی کی ذلت میں مبتلا ہوئے تو مدینہ آکر آباد ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کی اس بشارت کے کہ خدا موسیٰ کے بھائیوں میں سے مثل موسیٰ نبی پیدا کرے گا انتظار کرتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ الفاظ ایک پیغمبر کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں ضرور ہو کر رہیں گے اور وہ برگزیدہ نبی ہماری گئی ہوئی عظمت و شان اور حکومت کو پھر دوبارہ قایم کرے گا۔ جب کہ نبی محمد صلعم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودی بہت خوش ہوئے۔

مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ نبی حضرت عیسیٰؑ کو راستباز اور اُس کی تعلیم کو صحیح

اور مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ایک رکن بتاتا ہے اور اُس کی عظمت و بزرگی کو تسلیم
کرکے یہودیوں کو قصوروار ٹھیراتا ہے تو اُن کی محبت عداوت سے بدل گئی اور تمام یہودی
ہمارے نبی صلعم کے دشمن ہو گئے۔
اب رہے مدینہ کے عیسائی وہ بھی حضرت مسیح کی آخری تعلیم کے موافق نبی صلعم کے
منتظر تھے۔ جس کے الفاظ یہ تھے کہ وہ دُنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے گا اور دُنیا کو سب باتیں
بتائے گا۔[1] اور عیسائیوں کو اس کے حکم پر چلنے کی تاکید تھی۔
مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ وہ عیسائیوں کے من گھڑت مسائل مسئلہ تثلیث کفارہ
رہبانیت اور پوپ کے اقتدار کے قطعی خلاف ہے تو وہ بھی نبی صلعم کے دشمن ہو گئے[2]
اب مدینہ کی اندرونی حالات پر غور فرمائیے تو یہاں بھی ایسے آدمی موجود تھے جو چاہتے
تھے کہ مدینہ میں کسی دوسرے کا رنگ نہ جمنے پائے۔
چنانچہ مدینہ میں یہودیوں کے علاوہ عبداللہ بن ابی قبائل اوس و خزرج میں
ایک با اثر اور ممتاز شخص تھا اور اُس کو یہ امید تھی کہ ان قبائل کی امداد سے میں مدینہ میں
سب سے طاقتور بنا رہوں گا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ یہ میرے زیر اثر قبائل مسلمان

---

[1] انجیل یوحنا - باب ۱۶ - آیت ۱۳-۱۴-

[2] دیکھو کتاب موسومہ مذہب سائنس مصنفہ ڈاکٹر ڈریپر۔ وہ لکھتا ہے کہ قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت
میں بت پرستی شامل ہوئی اور پادریوں کی پہلی کونسل ۳۲۵ء میں قائم ہوئی پھر کونسلوں کی رسم پڑ گئی ہر ایک
کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیم اور اصلاح کرنے لگی۔
اس کے علاوہ ٹرٹلین کی وہ تحریر مرقومہ ۲۰۰ء دیکھنے کے قابل ہے جو اُس نے قیصر سیویرس کے عہد حکومت
میں جب عیسائیوں پر سخت ظلم ہو رہے تھے بمقام روما لکھی تھی۔ اُس تحریر میں تثلیث کا قطعی ذکر نہیں اور کفارہ کی سخت تردید موجود

ہو رہے ہیں تو خود بھی بعد از جنگ بظاہر مسلمانوں سے مل گیا۔ اور یہ دیکھکر کہ یہودی مسلمانوں کے خلاف ہیں اُن پر اپنا اثر ڈالنا چاہا اور بظاہر مسلمان ہو کر یہ کوشش کی کہ مسلمانوں پر بھی اپنا رعب جمارہے تو جب مسلمانوں میں بیٹھتا تو ان کی سی کہتا اور یہودیوں میں بیٹھ کر ان کی رفاقت ظاہر کرتا جب مسلمانوں کو یہ حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے ایسے گروہ کا نام منافق رکھ دیا اور اس طرح اسلام کے دشمنوں میں ایک ایسا بھی گروہ شامل ہو گیا جو موقع پاکر مسلمانوں کو نقصان پہونچاتا تھا مدینہ کی جب یہ حالت تھی تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ نبی صلعم کو یہاں بھی اسلام کی اشاعت میں دشواری تھی مگر مکہ کے مقابلہ میں پھر بھی یہ غنیمت تھا اور آپؐ مطمئن تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتا دیا تھا کہ پچھلا (مقام) تیرے لئے اول سے بہتر ہوگا۔ اور اس خوش خبری پر غور کر کے خوش ہوتے تھے۔

بین الاقوامی معاہدہ

مدینہ اس وقت مسلمانوں کے لئے ایک بطور دارالسلطنت کے تھا جہاں مختلف قبائل اور مختلف مذہب کے لوگ آباد تھے خاصکر یہودیوں کے اکثر قبیلے نہایت طاقتور تھے۔ جو اپنے اپنے قلعوں میں آباد تھے۔ ان حالات کو دیکھکر ہجرت کے اول ہی سال آپ صلعم نے ارادہ کیا کہ ان تمام قبائل سے ایک معاہدہ ہو جانا چاہیئے جس سے شر و فساد کا کھٹکا جاتا رہے اور اشاعتِ اسلام میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو اور سب کو تہذیب و تمدن میں ایک دوسرے سے مدد ملتی رہے۔ چنانچہ آپؐ نے یہ تجویز سب کے سامنے پیش کی اور بالاتفاق سب نے پسند کیا اور مندرجہ ذیل شرائط پر

بین الاقوامی معاہدہ ہوگیا اور اس پر مدینہ کے سب آباد قوموں کے دستخط ہوگئے۔[۱]

شرائط معاہدہ

(۱) یہ تحریر ہے محمد النبیؐ کی طرف سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور ان کے کاروبار میں شامل ہیں۔

(۲) یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

(۳) بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۴) جو کوئی ان معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ لڑے گا تو اس کے خلاف سب ملکر کام کریں گے۔

(۵) مسلمانوں کے تعلقات اپنے عہد کرنے والی قوموں کے ساتھ خیرخواہی اور فائدہ رسانی کے ہونگے ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

(۶) جنگ کے زمانہ میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

(۷) یہودیوں کی دوست قوموں کے حقوق یہودیوں کے ہی برابر سمجھے جاویں گے۔

(۸) کوئی شخص معاہدہ کے خلاف کارروائی نہ کرے گا۔

(۹) کوئی شخص قریش کو پناہ نہ دیگا۔

(۱۰) مظلوم کی امداد کی جائے گی۔

(۱۱) مدینہ کے اندر کشت وخون کرنا معاہدہ کرنے والی قوموں پر حرام ہے۔

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام جلد اول۔

(۱۲) خونبہا اور فدیہ کا جو پہلے قاعدہ تھا اب بھی قایم رہیگا۔

(۱۳) اس عہد کے اندر کوئی نئی بات جھگڑے فساد کی پیدا ہو جائے تو اُسکا فیصلہ خدا اور اُس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق سمجھا جائیگا۔

جب یہ شرائط نامہ دستخطوں سے مکمل ہو گیا تو آپؐ نے گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اِس معاہدہ میں شریک کرنا چاہا اِس سے دو فائدے متصور تھے۔

(۱) مختلف قبائل کے درمیان جو خانہ جنگیاں ہمیشہ جاری رہتی ہیں اور جس سے آئے دن خونریزی ہوتی رہتی ہے اُسکا انسداد ہو جائیگا۔

(۲) قریش مکہ معاہدہ کرنے والے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار نہ سکیں گے۔

رسول صلعم کے یہ مبارک اور امن بخش خیالات دُنیا کو صاف صاف بتا رہے ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت بن کر آئے تھے نہ کہ تلوار چلانے جیسا کہ حضرت مسیح کا قول ہے۔ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔[۵۱]

رسول اکرم کا عالمگیر خلق تو یہ چاہتا تھا کہ تمام پر صلح رہے اور کشت و خون قطعی نہو مگر کفار مکہ جن کو آنحضرت اور آپ کے معتقدین سے سخت عداوت تھی ہر وقت یہی سوچتے تھے کہ جس طرح بھی ہو ان سب کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہئیے۔ جب تمام مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ آگئے اُن کو پھر بھی سینکڑوں کوس پرے جانے پر بھی چین نہ آیا۔ سب سے اول جب مسلمان حبش گئے جب بھی کفار قریش نے حبش تک پیچھا کیا مگر چونکہ وہ ملک ایک غیر بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان میں حائل تھا ان کا

۵۱ متی باب ۱۰ درس ۳۴۔

کچھ بس نہ چلا۔

اب جو مسلمان مدینہ آگئے تو سب نے ملکر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان سب کا سرغنہ ابوجہل تھا اور یہی لوگوں کو آئے دن ابھارتا رہتا اور تمام قریش مکہ کو اپنی طرف ملا کر نبی صلعم کا دشمن بنانے میں ہر طرح سے کوشش کرتا رہتا۔

انتظامات حفاظت خود اختیاری

سنہ ۱ ھ مطابق سنہ ۶۲۲ء

اب یہاں سے لڑائیوں کا آغاز ہوتا ہے اور پتا دیا گیا ہے کہ لشکر کی نقل و حرکت دو قسم کی ہوتی تھی۔ ایک وہ جس میں نبی صلعم بہ نفس نفیس شریک ہوتے اور لشکر کے سردار ہوتے ایسی لڑائیوں کو غزوات کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس میں اپنے قائم مقام کسی دوسرے کو سردار بنا کر روانہ کرتے تھے اور یہ سریہ کہلاتی ہیں۔

سریہ سیف البحر

رمضان سنہ ۱ ھ مطابق سنہ ۶۲۲ء

مسلمانوں کو خبر لگی کہ تین سو کفار قریش کا قافلہ شام سے مکہ کو جا رہا ہے اور اُن کا سردار ابوجہل ہے آنحضرت صلعم نے اس قافلہ کا حال دریافت کرنے کے لئے حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب کو معہ تیس مسلمانوں کے روانہ کیا جب یہ مسلمانوں کا مختصر گروہ مقام سیف البحر پر پہنچا تو دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوگئی مگر مجدی بن عمر جہنی بیچ میں پڑا اور لڑائی کی نوبت نہ آنے دی۔ یہ مسلمانوں کا گروہ اس میدان کی گرداوری کرتا ہوا واپس آیا۔

سریہ رابغ

شوال ۱ھ مطابق ۶۲۲ء عیسوی

ماہ شوال میں قریب دو سو کے کفار قریش کسی کام کے واسطے مکہ سے باہر نکلے چونکہ مسلمانوں کو ان کی عداوت کا ہر وقت خیال لگا رہتا تھا اس لئے ہر وقت ہوشیار رہتے تھے رسول صلعم کو اُن کی جماعت کی اطلاع دی گئی آپؐ نے اس خیال سے کہ دشمن کہیں موقع پاکر اچانک نہ آپڑیں ابو عبیدہ بن حارث جو آپؐ کے چچازاد بھائی تھے معہ ساٹھ آدمیوں کے تجسس حال کے لئے روانہ کئے گئے۔

رابغ کے میدان میں جو ابوا کے قریب ہے صرف تیروں سے تھوڑی دیر مقابلہ ہوا مگر خدا کی قدرت کہ دشمن باوجود چہار چند ہونے کے تاب مقابلہ نہ لاسکا اور مکہ کو واپس بھاگا۔ مگر جانبین میں سے کسی کا نقصان جان نہ ہوا۔

سریہ ضرار

ذلقعد ۱ھ مطابق ۶۲۲ء

اسی زمانہ میں آنحضرت صلعم نے سعدؓ[1] ابن ابی وقاصؓ کو قریش کے دوسرے قافلہ کی خبر لینے کو مامور کیا اور اسّی آدمی ان کے ساتھ روانہ ہوئے سعد میدان ضرار اور جحفہ تک گشت لگا کر واپس مدینہ آگئے۔ مگر اُس قافلہ کا کہیں پتہ نہ چلا۔

[1] یہ بزرگ خال النبی اور عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ اسلام لانے میں ان کا ساتواں نمبر تھا۔ فاتح فارس اور بانی کوفہ ہیں ۵۵ھ میں وفات پائی۔

سنہ ۱ ہجری کی برکات مختصراً ذیل میں درج ہیں۔

(۱) مسجد قبا کی بنیاد ڈالی گئی۔

(۲) رسول صلعم نے مدینہ میں مسجد تیار کی۔

(۳) ظہر۔ عصر۔ عشا کی نماز میں اب تک دو رکعتیں تھیں اب چار فرض ہوئیں۔

(۴) بین الاقوامی معاہدہ ہوا۔

(۵) مہاجرین اور انصار میں مواخات یعنی بھائی چارہ قائم ہوا۔

اہل قریش کی سازشیں اور جنگ

سنہ ۲ھ مطابق سنہ ۶۲۳ء

قریش مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے ایک خط عبد اللہ بن ابی کو روانہ کیا کہ تم نے ہمارے لوگوں کو اپنے یہاں ٹھیرا لیا ہے۔ لہذا تم کو لکھا جاتا ہے کہ یا تو ان کو وہاں سے نکال دو یا اُن سے لڑو۔ ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب ملکر تم پر چڑھائی کرینگے تمہارے جوانوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنائیں گے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ عبد اللہ بن ابی وہی شخص ہے جسکا پورا اثر قبیلہ اوس اور خزرج پر تھا اور جس کو مدینہ کی حکومت کا شوق دامن گیر تھا اور اسلام کے ساتھ منافقانہ برتاؤ رکھتا تھا۔

جب یہ خط مدینہ پہنچا تو عبد اللہ بن ابی اور اس کے رفقا نے اپنا حمایتی اہل مکہ کو پاکر نبی صلعم سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ رسول صلعم کو بھی اس واقعہ کی خبر ہوئی آپ نے حملہ آور مجمع میں جا کر فرمایا کہ قریش مکہ نے تم سے ایک چال چلی ہے اگر تم ان کے

بھڑکانے میں آگئے تو سراسر تمہارا ہی نقصان ہوگا۔ کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑوگے تو اپنے ہی ہاتھ اپنے بھائیوں کے خون میں رنگو گے اور اگر تم قریش مکہ سے لڑے تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔ یہ سُن کر انہیں ہوش آیا اور تمام مجمع منتشر ہوگیا

جب قریش مکہ نے دیکھا کہ وار خالی گیا تو دوسری تدبیر یہ کی کہ خفیہ طور پر مدینہ کے یہودیوں سے خط و کتابت شروع کی اور جب اُن کو اپنی طرف خوب ملا لیا اور اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ ہوگیا تو مدینہ کے مسلمانوں کو لکھ بھیجا کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم ہم سے دور چلے گئے ہو اور اس پر مغرور مت ہونا کہ ہمارے ہاتھوں سے صاف نکلکر امن کی جگہ پہنچ گئے ہو تم یقین کرنا کہ ہم وہیں پہونچکر تم سب کا قلعہ قمعہ کر دیں گے۔ اور اس خط کے بعد چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔ اور مسلمانوں کے خلاف دیگر اطراف میں بھی منافرت پھیلانے کی کوشش کی۔

غزوہ ودّان یا غزوہ ابوا

ماہ صفر ۲ھ مطابق ۶۲۳ء

رسول اکرم کو ہمیشہ یہ خیال رہا کہ آپس میں کشت و خون نہ ہو اور جس طرح ہو صلح سے [illegible] مگر کفار قریش کی یہ حالت تھی کہ وہ آئے دن لڑنے کی تیاریاں کیا کرتے اور اپنے گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی نبی حضور کے خلاف ابھارا کرتے تھے اس لئے آپ کو خیال ہوا کہ مدینہ کے گرد و نواح قبیلوں سے صلح رکھی جائے اور ان کو معاہدہ صلح میں شریک کیا جائے چنانچہ آپ نے اس امن بخش ارادہ کو پورا کرنے کے لئے ودّان کا سفر

[illegible]

اختیار کیا اور مدینہ میں اپنا خلیفہ اسعد بن عبادہ کو چھوڑا۔ (یہ مقام مکہ اور مدینہ کے راستہ میں واقع ہے) جب آپؐ معہ ستر آدمیوں کے وہاں پہنچے اور اپنے صلح کُن خیالات کا اظہار کیا تو قبیلہ بنی حمزہ بن بکر مناف اس عہدنامہ میں شریک ہوگیا اور معاہدہ پر عمرو بن مخشی الضمری کے دستخط ہوگئے جو اُس قبیلہ کا سردار تھا۔ اس معاہدہ میں یہ طے پایا کہ یہ قبیلہ ہمیشہ غیر جانب دار رہیگا۔[1]

غزوہ بواط

ربیع الاول ۲ھ مطابق ۶۲۲ء

اندنوں رسول صلعم کو کفار قریش کے ایک قافلہ کی خبر لگی کہ وہ ۱۰۰ آدمیوں کے ساتھ بہ سرداری امیہ بن خلف بواط کے میدان میں کسی ارادے سے مقیم ہے آپؐ ۲۰۰ آدمی اپنے ہمراہ لیکر مدینہ سے باہر نکلے اور سعد ابن وقاص کو علم بردار مقرر کیا اگرچہ دشمن راستہ میں ملا مگر کنارہ کش ہو کر مکہ کو لوٹ گیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی آپؐ وہاں سے کوہ رضوی چھوتے ہوئے واپس مدینہ آئے۔

غزوہ بدر اولیٰ

ربیع الاول ۲ھ مطابق ۶۲۲ء

کفار قریش کا ایک سردار کرز بن جابر الفہری نواح مدینہ میں پہونچا اور اہل مدینہ کے مویشی اور اونٹ جو میدان میں چر رہے تھے اپنی حکمت عملی سے چُرا کر صاف لے گیا

---

[1] زاد المعاد۔

اور اس طرح سینکڑوں میل کا سفر کر کے اہلِ مدینہ کو ثابت کر گیا کہ ہم اتنے فاصلہ پر بھی سب کچھ کر سکتے ہیں۔[۱]

آنحضرت نے خود ستر آدمیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا علم حضرت علی کے ہاتھ میں دیا اور چشمہ بدر[۲] تک گئے اور جب پتہ نہ چلا تو واپس آئے۔ اس واقعہ سے مسلمان بہت کچھ چوکنا ہو گئے اور ہر چہار طرف کی خبر رکھنے لگے۔

غزوہ ذوالعشیرہ

جمادی الآخر ۲ھ مطابق ۶۲۲ء

ذوالعشیرہ ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ جانب بندر ینبوع واقع ہے۔ جب معلوم ہوا کہ کچھ کفار قریش کسی ارادے سے وہاں جمع ہیں تو نبی صلعم ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ وہاں پہونچے تو اس عرصہ میں دشمن خبر پاکر چلدیا۔ مگر اس سفر سے یہ ایک فائدہ ضرور ہوا کہ وہاں کے قبائل بنی مدلج اور بنی ضمرا سے معاہدہ صلح کا ہو گیا۔

اسی سفر میں حضرت علی کو ابو تراب کا خطاب دیا گیا وہ اس طرح کہ حضرت علی ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے آپؐ نے پیار سے ابو تراب کہہ کر پکارا اور پھر جب سے یہی کنیت ہو گئی۔

اسی ۲ھ میں قبلہ کا رُخ کعبہ کی طرف قرار پایا۔ تحویل کعبہ میں بہت سی حکمتیں مخفی

---

[۱] سنین ابی داؤد۔

[۲] بدر ایک چشمہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی صفرا کے قریب واقع ہے سمندر کا کنارہ یہاں سے ایک رات کا راستہ ہے بعض کا قول ہے کہ اس چشمہ کے بنانے والے کا نام بدر تھا اسلئے یہ چشمہ انکے نام مشہور ہوا مکہ یہاں سے ۸۰ میل ہے۔

ہیں۔ یہودی اور عیسائی بیت المقدس کو قبلہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُن کی مذہبی ہستی ہی بیت المقدس تھا۔

رسول صلعم جب تک مکہ میں رہے ملتِ ابراہیمی کی تجدید کے لحاظ سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے مگر آپؐ کو یہ مشکل تھی کہ قبلہ کی جو اصلی غرض امتیاز ہے وہ حاصل نہیں ہوتی تھی کیونکہ مشرکین اور کفار بھی کعبہ کو اپنا قبلہ سمجھتے تھے اس بنا پر نبی صلعم مقام ابراہیم کے سامنے نماز ادا کرتے تھے جس کا رُخ وہاں سے بیت المقدس کی طرف پڑتا تھا اور اسطرح دونوں قبلے سامنے آجاتے تھے۔

مدینہ میں دو گروہ آباد تھے (۱) مشرکین جنکا قبلہ کعبہ تھا (۲) نصرانی اور یہودی جنکا قبلہ بیت المقدس تھا بشرک کے مقابلہ میں چونکہ اہل کتاب کو ترجیح تھی اس لئے آپؐ بھی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے لیکن جب آپؐ مدینہ آگئے تو اس کی ضرورت نہ رہی۔ اور جب حکم الٰہی ہوا تو فوراً ہی نماز پڑھتے میں اپنا رُخ کعبہ کی طرف کر لیا۔[1] کلام الٰہی کا ترجمہ یہ ہے۔ تو اپنا مُنہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دے اور جس جگہ ہو اُسی کی طرف مُنہ پھیرو۔ (سورہ بقر)

اس وقت تک یہودیوں کو فخر تھا کہ مسلمان بھی ہمارے قبلہ کی عزت کرتے ہیں مگر جب قبلہ بدل گیا تو وہ بہت ناراض ہوئے اور طعنہ دینے لگے کہ محمدؐ ہر بات میں ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ اس واقعہ پر اور چند آیتیں نازل ہوئیں (دیکھو سورہ بقر) جس میں خدا نے بتایا ہے کہ قبلہ بذات خاص کوئی چیز نہیں۔ خدا کی عبادت کے لئے تمام رُخ یکساں ہیں ضرورت پر تعین قبلہ کی ضرورت بتائی۔ کہ وہ تخصیص مذہبی ہے جو اصلی اور

[1] صحیح بخاری - ۱۲

نقلی مسلمانوں کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو منافق یہودی مسلمانوں کے ساتھ ملکر نماز پڑھتے تھے قبلہ بدلنے سے اُن کا راز فاش ہو گیا کیونکہ یہودی یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ جو چیز اُن کی قومیت بلکہ اُن کی ہستی کی بنیاد ہے اُس کو وہ چھوڑ دیں۔ اور اسطرح منافق یہودی شناخت ہونے لگے۔

سریۂ نخلہ

رجب ۲ھ مطابق دسمبر ۶۲۳ء

آنحضرت نے اپنے پھوپی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش کو ۱۲ اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ قریش کے اس قافلہ کی جو ابنائے امیہ کی زیر سرداری مکہ سے نکلکر مدینہ کی طرف رخ کئے ہوئے ہے خبر لائیں اور ایک نوشتہ اُن کو دے دیا جس کی نسبت یہ فرمایا کہ جب دو روز کا راستہ طے کر لو تو اس نوشتہ کو پڑھنا جو کچھ اس میں لکھا ہو ویسا عمل کرنا دو دن کی منزل طے کرنے کے بعد عبد اللہ بن جحش نے تحریر کو پڑھا تو اس میں لبطن نخل (جو ایک مقام مکہ اور طائف کے مابین ہے) میں پہنچکر کفار قریش کے حالات دریافت کرنے کا حکم پایا۔ عبد اللہ بن جحش روانہ ہوئے طائف سے آتے ہوئے کفار مکہ کی ایک جماعت معہ مال و متاع کے اُن کو ملی مسلمانوں نے اپنی صورت مثل عمرہ کرنے والوں کے تبدیل کر لی کہ کفار ان کو شناخت نہ کر سکے اور مسلمانوں نے ایک دم چھاپا مارا اور فتح پائی مسلمانوں کے ہاتھ سے ایک شخص عمرو بن الحضرمی مارا گیا اور دو کافر یعنی عثمان اور نوفل گرفتار ہوئے۔ اور بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

کے حساب میں غلطی ہوئی جب مدینہ میں صحابہ اور یہودیوں نے اعتراض کیا تو عبداللہ کو اپنی کارگذاری پر ملال ہوا۔ تو اسی موقع پر یسئلونک عن الشہر الحرام قتال الخ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک ماہ حرام میں لڑنا بُرا ہے لیکن مسلمانوں کو جو کفار نے مسجد حرام یعنی کعبہ سے نکالدیا وہ اس سے بھی بُرا تھا اس لئے بُرائی کے بدلے بُرائی کی گئی جو چنداں بیجا نہ ہوا۔

اس آیت سے تمام مسلمان خوش ہوئے۔

عثمان اور نوفل جو گرفتار ہوئے اُن کی رہائی کے لئے کفار قریش نے فدیہ بھیجا اور اس طرح وہ رہا کئے گئے نوفل تو مسلمان ہوکر مدینہ میں رہ گیا مگر عثمان مکہ چلا گیا اور کافر مرا۔

جنگ بدر

۱۷ رمضان یوم شنبہ ۲ھ مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۴ عیسوی

۲ سنہ ہجری میں جو سب سے بڑا واقعہ اسلام کو پیش آیا وہ غزوہ بدر ہے۔ لکھتے وقت بڑا خلجان پیدا ہوا کہ اکثر مورخین کی غلط فہمیاں جو انہوں نے جنگ کی نسبت لکھی ہیں پایہ ثبوت کو نہیں پہونچیں کس طرح ثابت کیا جائے۔

اکثر مورخین کا بیان ہے کہ نبی صلعم ابو سفیان کا قافلہ لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے جس سے مہاجرین کا افلاس کم ہوجائے۔ یہ محض غلط ہے ہم اس پر معقول شہادتیں پیش کرتے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے کلام پاک کی سورہ انفال میں تمام واقعات بدر کی کیفیت کھول دی تو اسے پڑھ کر کوئی دوسری شہادت آسان

کے نیچے نہیں ہو سکتی جس کے آگے سب کی گردنیں خم ہیں۔

اس جنگ کے اصلی اسباب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ذاتی عداوت قریش مکہ کی جو اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے اور ہر وقت دشمنی پر تلے رہتے تھے۔ کیونکہ اسلام کی موجودگی میں ان کے بتوں کی سخت مٹی پلید تھی اسی بنیاد پر ابوجہل نے قریش مکہ کی طرف سے عبداللہ بن ابی کو مدینہ لکھا تھا کہ اگر تم مہاجرین کو پناہ دو گے تو ہم تمکو اور محمدؐ کو مدینہ آکر قتل کر دیں گے۔ اور کرز بن فہری اسی عداوت پر مدینہ آکر چھاپا مار گیا۔

(۲) جب عبداللہ بن جحش نے ان کا قافلہ لوٹ لیا اور قریش کا سردار عمرو بن حضرمی قتل ہوا تو کفار قریش کا اشتعال اور بڑھ گیا کیونکہ عرب کا یہ خاصہ قومی تھا کہ جب کسی کے قبیلہ کا کوئی شخص مارا جاتا تو سخت ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا اور جب تک بدلا نہ لے لیتے چین نہ پڑتا تھا۔ اور ایسی لڑائیاں برسوں جاری رہتی تھیں اور خون کی ندیاں بہ جایا کرتی تھیں اور یہ جنگ بالکل اسی بنا پر ہوئی اور آئندہ کی لڑائیوں کا سلسلہ بھی اسی خون کا انتقام تھا

(۳) اگر یہ لڑائی جہاد نہ ہوتی بلکہ قافلہ کی غارت گری ہوتی تو انصار ہرگز شریک نہ ہوتے

۱؎ حضرت کعب بن مالک کی روایت جو قافلہ لوٹنے کی نسبت ہے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ خود شریک جنگ نہ تھے۔ شاید اس حدیث سے انکا مطلب یہ مقصود ہے کہ غزوہ بدر کی اہمیت کم ہو جائے تاکہ مجھ پر عدم شرکت کا الزام نہ آئے۔ کیونکہ بدر کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ قرآن میں اس کو یوم الفرقان سے پکارا گیا ہے اور تمام شرکائے جنگ کے گناہ معاف کر دئے گئے۔ صحابی کے نام کے ساتھ لفظ بدری کا شامل ہونا نہایت امتیازی اور اعزاز شمار ہوتا تھا۔

حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت میں ان لوگوں کے وظیفے سب سے زیادہ ہوتے تھے

کلام مجید کی سورہ انفال کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ تمام و کمال حقیقت درج ہے۔ ۱۲

کیونکہ اُن سے مدینہ کے باہر لڑنے کا معاہدہ نہ تھا۔ مگر اس جنگ میں انصار مہاجرین سے بڑھ گئے تھے۔

اس جنگ کی تشریح قرآن میں مفصل درج ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فتح اسلام کی خوشخبری دی ہے جو کفر و اسلام اور ظلمت و روشنی کو علیحدہ علیحدہ دکھا رہا ہے۔

یقین ہے کہ جنگ کے واقعات ناظرین خوب سمجھ گئے ہوں گے لہذا اب واقعات جنگ شروع کئے جاتے ہیں۔

بدر وہ مقام ہے جو مدینہ سے تقریباً اسی میل ہے جس کا راستہ دشوار گذار گھاٹیوں سے ہو کر جاتا ہے۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو کفار قریش طرح طرح کی ایذارسانی کی تدبیریں کرتے رہے اور اپنی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو مدینہ کے اطراف میں بھیجتے رہے جن سے مقصد یہ تھا کہ جو مہاجر ملے اسکو یا تو قتل کردے یا اُن کے مال و متاع پر قبضہ کر لے اور کسی بڑی مہم کی تیاریاں در پردہ کرتے رہتے۔

چونکہ بڑی مہم کی تیاری کے لئے مصارف کی بھی ضرورت پڑتی ہے اُس کی یہ تدبیر کی کہ اس موسم میں جو قافلہ تجارت قریش مکہ کا شام کو روانہ ہوا اُس میں تمام اہلیان مکہ شریک ہوئے اور جس کے پاس جو رقم تھی وہ تجارت میں لگا دی۔

علاوہ مردوں کے عورتوں نے بھی اس تجارت میں شرکت کی اور جو کچھ ان کے پاس تھا دیدیا۔ ابھی یہ قافلہ شام سے واپس بھی نہ ہوا تھا کہ اتفاقیہ حضرمی کے قتل کا واقعہ در پیش ہو گیا جس نے قریش مکہ کو اور بھی جلد تیار کر دیا۔

مکہ کے بعد اب مدینہ کی حالت پر غور کیجئے تو یہاں آنحضرت ؐ کا جانی دشمن عبداللہ ابن اُبی موجود تھا جو گرد نواح میں سردار مانا جاتا تھا جس کو بڑی آرزو مدینہ کی بادشاہت

کرنے کی تھی وہ ہمیشہ سے اسی خیال میں لگا ہوا تھا کہ میں کسی طرح اہل مدینہ پر قابو چل جاوے اور میں وہاں کا حکمراں ہو جاؤں آخر کار اس نے اپنے مطلب کے واسطے ابو صفیان کو اپنا شریک کر لیا۔ یہ شخص ابو صفیان بھی رسول اکرم کا سخت جانی دشمن تھا اور سردار قوم کا گنا جاتا تھا اس کے بعد عبد اللہ نے مضبوط اور خونخوار گروہ کافروں کا جمع کر لیا کیونکہ یہ عرصہ سے اسی خیال میں لگا ہوا تھا مگر جب آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف لے آئے تو اس کے تمام ارادوں پر خاک پڑ گئی اور جب اس نے اپنا قابو چلتا نہ پایا تو ظاہرا مسلمان ہو گیا اور اسی طرح اپنی جماعت کو بھی ظاہرا مسلمان کرا دیا مگر بدستور منافق بنا رہا۔ آنحضرت کی آنکھیں اس کی منافقانہ حالت کو بخوبی تاڑتی تھیں مگر آپ نے کبھی اس سے یہ نہ کہا کہ تو منافق ہے بلکہ دیکھ کر خاموش ہو جاتے تھے اور اس نتیجہ کے منتظر تھے جو اس کے اور اس کی جماعت کے واسطے ہونے والا تھا۔

اسلام میں تو وہ سر نہ اٹھا سکتا تھا مگر جب اپنی جماعت میں جاتا تو اسلام پر قہقہہ لگاتا اور مسخراپن اور مضحکہ کرتا تھا۔ خدا نے آنحضرت کو اس کے خیال سے آگاہ کرنے کے لئے جو آیت نازل کی اس کے معنی یہ ہیں (کہ جس وقت ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے لیکن جب وہ اپنے شیاطین کے گروہ میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ٹھٹھا اڑاتے ہیں خدا بھی ان سے ہنسی کرے گا) غرضکہ یہ بداندیش ظاہرا مسلمان بھی رہے اور پوشیدہ رسول اکرم کے قتل کی سازشیں بھی سوچتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے مکہ والوں کو بھی اپنا بنا لیا اور ان سے سلسلہ خط و کتابت کا شروع کر دیا اور بذریعہ تحریر محمد صلعم کے قتل کے بندوبست ہونے لگے۔

دوسری قوم یہود جو مدینہ میں رہتے تھے یہ بھی اسلام کی سخت مخالف تھی بلکہ مخالفت

کرنے میں اہل مکہ سے دو چار قدم بڑھ کر تھی جدھر سے اصحابؓ نکلتے وہ پھبتیاں کہتے اپنے مقدور موافق اسلام سے برابر بُرا کرتے۔ لین دین بھی بند کر دیا گوان کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں مگر پھر بھی ان کی حالت نہ درست ہوتی تھی۔

اس حالت کو دیکھکر آنحضرت صلعم نے اسلام پر سلطنت جمہوریہ کے اصول قائم کئے اور مدینہ کی قوموں سے ایک معاہدہ کیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا جس کی رو سے تمام قوموں کے حقوق مساوی ہو گئے۔ قاتل کی پہلے کوئی سزا نہ تھی مگر آپؐ نے سزائے موت اور خوں بہا مقرر کیا اور بظاہر آپس میں ایک مساوات سی قائم ہو گئی۔ اس اتحاد سے مخالفین عرب کے حوصلے تنگ ہو گئے اور اب وہ اپنی کوششوں کو نگاہ یاس سے بے سود پانے لگے غیر قومیں بھی آنحضرت کے قانون پر اپنا سر جھکانے لگیں یہانتک کہ انہوں نے بھی اپنا سردار قرار دیا۔

مدینہ میں یہودیوں کی تین قومیں جو سب سے زیادہ سرکش اور متعصب تھیں اس عہدو پیمان پر اتفاق نہ کرتی تھیں مگر جب انہوں نے اسلام سے مقابلہ کرنے میں اپنا ہی سراسر نقصان پایا تو وہ شریک حال اسلام کی ہو گئیں اور تمام شرطوں سے اتفاق کیا۔

مگر سب سے قابل افسوس یہ امر تھا کہ آنحضرت کی مہربانی۔ خُلق رحمدلی۔ اتفاق یہودیوں کے دلوں کو کچھ بھی تسکین نہ دیتی تھی۔ یا یوں سمجھو کہ آنحضرت کا خلق عظیم قانون کی پابندی نہ کرا سکتا تھا کیونکہ اُن کے دلوں پر تو مخالفت کے نقش کندہ تھے اور اُن کو ایک وقت خاص کا انتظار تھا کہ جب تک وہ کسی طرح سے مٹائے نہ جائیں باز نہ آئیں آخر کار اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور سب کے سب آنحضرتؐ کی مخالفت پر ٹوٹ پڑے اور ایسے ہو گئے گویا وہ سب عالم خواب میں دیکھا تھا۔ اگر کوئی ان سے سوال کرتا کہ تم

مسلمانوں کی طرف ہو تو وہ اس کا برجستہ یہ جواب دیتے تھے کہ ہم اپنی بت پرستی اور اس
کے آگے اسلام کے اعلیٰ اصول کو کچھ بھی نہیں سمجھتے ہمیں تو بت پرستی قبول ہے۔ انہوں نے
واہیات بکنا شروع کیا قرآن شریف کی آیتوں کے معنی تبدیل کرکے کہنے لگے مسلمان
کے ارکان نماز پر قہقہہ اڑانے لگے شاعر اور شاعرہ جو زیادہ تر یہودی تھے مسلمانوں کی دل
کھول کر ہجو نویسی کرنے لگے۔ ہجو نویسی پر انعام مقرر ہونے لگے جہاں کسی مسلمان کو آتے
جاتے دیکھا دس پانچ یہودی جمع ہو گئے اور واہی تباہی بکنے لگے۔ اور وہ اس کا گھر تک
پیچھا کرتے تھے۔ اور یہ سب ابوجہل کی کوششوں کا نتیجہ تھا جو بیٹھے بیٹھے مکہ سے
کرتا تھا۔

اس کے بعد یہودیوں نے خوب دل کھول کر کفار قریش سے خط و کتابت شروع کی اور
ان کو لکھا کہ اگر تم اپنی تحریر کے موافق ہماری مدد کرو تو پھر ہم محمد صلعم کو مدینہ سے نکال دیں
اور تمام اسلام کو نیست و نابود کر دیں قریش تو گویا منہ کھولے بیٹھے ہی ہوئے تھے اس کو پڑھ
کر اپنے خیالات کی نیک فال پائی اور نہایت خوشی اور شکریہ کے ساتھ منظور کیا۔ اور
اس تحریر کے آنے کی خوشی میں خوب ناچ و رنگ کئے اور اسرائیلیوں کو مبارکباد بھیجی۔
قریشی کفار کو انہوں نے یہ بھی اطمینان دلا دیا تھا کہ جو یہودی مسلمان ہو گئے ہیں بس
وہ جب ہی تک مسلمان ہیں جب تک کہ تم لوگ مدینہ نہ پہونچ لو گے۔ کفار قریش مکہ نے
فوراً سامان جنگ کرنا شروع کر دیا اور ادھر تو اسرائیلی جنگ پر تلے ہی ہوئے تھے۔
یہاں تک کہ یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی کہ یہودیوں نے عہد شکنی کی اور وہ کفار قریش سے
سازشیں رکھتے ہیں اور جنگ کرنے کو آمادہ ہیں بلکہ عنقریب جنگ کرنے کو ہیں۔
جب آپ نے دیکھا کہ کفار کسی طرح باز نہ آویں گے اور آتش کفر بغیر آب شمشیر کے سرد

نہ ہوگی تو ناچار آپ نے بھی جنگ کی طرف رجوع ہوئے۔ کیونکہ آپؐ ہرگز یہ نہ چاہتے تھے کہ میرے رفیق خون میں نہائیں یا خدا کی مخلوق درد سے چلائے مگر مشیت ایزدی کیونکہ آپ صرف اسلام ہی کی واعظ نہ تھے بلکہ لوگوں کے جان و مال کے بھی محافظ تھے اب آنحضرت صلعم بہت خبر گیری رکھنے لگے چنانچہ وہ مخبر جو پوشیدہ خبریں اہل مکہ کو دیتے تھے وہ چھ شخص گرفتار ہوئے اور وہ قانون رائج الوقت کے موافق سخت سزا یاب ہوئے۔

آنحضرت صلعم نے نگرانی کے واسطے آدمی مقرر کر دیئے اور دو اصحاب طلحہ بن عبداللہ اور سعید بن زید کو شام کیطرف روانہ کیا تاکہ ابو صفیان کے قافلہ کی واپسی کا حال دریافت کریں یہ اصحاب بتلاش قافلہ مقام نجبلہ تک پہنچے اور نیز کشد کی منزل میں قیام کیا کشد نہایت تکریم و تعظیم سے پیش آیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ابو صفیان بھی معہ قافلہ کے آپہونچا اور کشد سے آنحضرت صلعم کا حال دریافت کیا مگر اس نے کچھ بیان نہ کیا طلحہ و سعید ایک پہاڑی پر چڑھ کر اس کے قافلہ کا ملاحظہ کرنے لگے اور بعد معائنہ مدینہ کو روانہ ہوئے اور کل کیفیت نبی صلعم سے بیان کی آپ نے بسیس بن عمر و عدی کو اپنے لشکر کی روانگی سے قبل کفار کے لشکر کی خبر لانے کو روانہ فرمایا۔ جب یہ لوگ بدر پہونچے تو دو شخصوں کی زبانی معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ کل یا پرسوں اس جگہ پہنچ جائیگا۔ یہ سن کر واپس آئے اور جملہ حالات نبی صلعم سے عرض کئے۔

جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ مکی قریش مدینہ پر ضرور حملہ کریں گے اور ان کی سازش میں مدینہ کے بھی یہودی شریک ہیں تو آنحضرتؐ نے سب کو جمع کیا اور اس

معاملہ میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ تمام مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا دوبارہ پھر دریافت فرمایا اور جواب تسلی بخش پایا۔ بار سوم پھر دریافت کیا تو اس دفعہ انصار سمجھے کہ شاید نبی صلعم ہم سے بھی جواب چاہتے ہیں۔

اب سعد بن معاذؓ اٹھا اور عرض کیا کہ شاید حضور کا خیال ہے کہ انصار اپنے شہر سے نکلکر آپ کی اعانت میں کوتاہی کریں گے۔ لہذا میں تمام انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سب اپنا جان و مال حضور پر نثار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر آپ چاہیں لے لیں ہمکو اپنے بچے ہوئے مال سے وہ زیادہ عزیز ہوگا جو حضور لے لیں گے۔ ہم ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں اگر آپ سمندر میں ڈالیں تو حاضر ہیں۔

پھر مقداد بولا کہ یا رسول اللہ ہم موسیٰ کی قوم کے مانند نہیں جنہوں نے موسیٰ سے کہا تھا کہ (جا۔ تو اور تیرا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں) ہم تو حضورؐ کے چاروں طرف قتال کے لئے حاضر ہیں۔[1]

اس وقت تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اسلام جس کے معنی صلح کے ہیں اس کو جنگ سے کیا واسطہ جو مذہب دنیا کے لئے صلح کا پیغام لایا ہو اور جس کے معتقدوں کو منکسر اور متواضع رہنے کی تعلیم دی گئی ہو وہ کیونکر جنگ کر سکتا ہے۔ اور اسی تعلیم کو پورا کرنے کے لئے وہ حبش وغیرہ چلے گئے۔ اور جب کفار مکہ نے زیادہ دق کیا تو اپنی تمام املاک اور اپنے تمام عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ مگر اب اسلام پر ایسا وقت آ گیا تھا کہ بغیر تلوار اٹھائے چارہ ہی نہ تھا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ

[1] زاد المعاد ۱۲

رکے بیٹھے رہتے تو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔

کیا آپ نے انجیل لوقا میں نہیں پڑھا کہ جب حضرت مسیحؑ اپنے تین سال کے وعظ کے بعد اپنے اصلی مقصد سے مجبور ہوئے تو اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ اپنے کپڑے لتے اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاؤ۔ (لوقا ۲۲)

اسی ضرورت کے لحاظ سے خدائے عزوجل نے چودہ سال کفار کے ظلم و ستم سہنے کے بعد اسلام پر احسان فرمایا اور حملہ آور دشمنانِ دین مدافعت کا حکم نازل فرمایا۔

چونکہ یہ پہلا حکم جہاد کا ہے جس کی رو سے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی لہذا اُس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے اصل عبارت کلام مجید کی سورہ حج رکوع ۶ میں درج ہے۔

ترجمہ۔ جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہوا خدا اُن کی مدد پر بے شک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلاوجہ صرف اس لئے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے۔ اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (یعنی مسلمانوں) سے اللہ دفع نہ کراتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجا۔ یہودیوں کے معابد۔ اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسم الٰہی کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے گرا دی جاتیں۔

اس حکم میں صاف وجوہات درج ہیں جو جنگ کرنیکی باعث ہوئیں۔ کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ۔ دوسرے مسلمانوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم تیسرے مسلمانوں کا گھر بار چھوڑ کر نکلنا۔ اور اپنی ملکیت سے دست بردار کیا جانا صرف اس بنیاد پر کہ اسلام کیوں قبول کیا۔ چوتھے یہ بھی بتایا گیا کہ جنگ صرف مسلمانوں کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ عوام کے فائدے کے لئے ہے۔

ان تمام ضروری وجوہات نے مسلمانوں کو جنگ کیلئے آمادہ کر دیا خواہ وہ بے سروسامان

ہی کیوں نہ ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا تو رسول پاک اور تمام انصار و مہاجر
مدافعت کے لئے آمادہ ہوگئے اور جب لوگ مقام بیر ابی غیبتہ پر پہونچے تو آپؐ نے
پندرہ برس سے کم عمر لوگوں کو جن کو ناقابل جنگ سمجھا علیحدہ کر دیا۔ سب سے اول اور
سب سے زیادہ انصار ہی اس جنگ میں شریک ہوئے۔

عبداللہ عمر بن حرام انصاری نے کہا کہ مجھ کو قوی امید ہے کہ لشکر اسلام ضرور
فتح یاب ہوگا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جب میں یہودیوں سے لڑنے جاتا تھا تو اسی مقام
پر کر بن لوگوں کو چھانٹا کرتا تھا اور بعد جنگ فتح حاصل ہوتی تھی اور مالِ غنیمت خوب
ہاتھ لگتا تھا۔

جب لشکر اسلام اس مقام سے روانہ ہو کر عتبہ پر پہونچا تو آنحضرت نے قیس
بن ابی صعصعہ کو لشکر اسلام کے شمار کرنے کا حکم دیا بعد شمار معلوم ہوا کہ میزان
حسب ذیل ہے۔

(۱) اسّی مہاجر اور دو سو تینتیس[۲۳۳] انصار۔	میزان کل	۳۱۳	آدمی
(۲) تین گھوڑے۔ ساٹھ اونٹ	میزان کل	۶۳	جانور سواری
(۳) چھ زرہ آٹھ تلوار	میزان کل	۱۴	ہتیار

اسلام کے مقابلہ میں لشکر کفار کی تعداد حسب ذیل تھی

(۱) ابوجہل کی ماتحتی میں	۹۵۰ آدمی	۱۰۲۰
(۲) ابوسفیان کی ماتحتی میں قریب	۷۰ آدمی	

(۳) قسم سواری ۳۰۰ گھوڑے ۷۰۰ اونٹ میزان کل ۱۰۰۰ جانور سواری و باربرداری
(۴) کھانا تقسیم کرنیوالے ۱۳ - میزان کل ۱۳ باورچی

(۵) تمام لشکر کے آدمی زرہ پوش اور آلات حرب سے مسلح۔
(۶) متعدد گانے والی عورتیں اور رجز پڑھنے والے مرد۔
(۷) رسد کا انتظام مندرجہ ذیل امرائے قریش کے ہاتھ میں تھا۔
حرث بن عامر۔ نضر بن حارث۔ ابوجہل۔ عباس۔ امیہ وغیرہ۔ یہ لوگ ہر روز باری باری دس اونٹ ذبح کرتے اور فوج کو کھلاتے تھے۔[1]
عتبہ بن ربیعہ قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھا اور فوجی انتظام اسی کے ماتحت تھا۔
بدر جس مقام پر کہ لڑائی ہوئی وہ مکہ سے تین منزل اور مدینہ سے دو منزل ہے۔ جبتک کہ کفار مکہ نے زیادہ راستہ طے نہ کر لیا۔ آپؐ نے ارادہ جنگ کا نہ کیا۔
جنگ سے ایک روز قبل نبی صلعم نے میدان جنگ کا معائنہ کیا اور بتلایا کہ کل انشاء اللہ فلاں جگہ فلانا اور فلاں جگہ فلانا قتل ہوگا۔
جنگ سے پہلے نبی صلعم نے دعا مانگی اور کہا کہ اے خداوند ان مسلمانوں پر رحم کریو کیونکہ ان کے مارے جانے کے بعد دنیا میں تیرے جاہ و جلال اور وحدانیت کی منادی کرنے والا کوئی نہ رہیگا۔ اور اسی طرح مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔[2]
اب کفار قریش کا حال ملاحظہ ہو کہ یہ ہر دم و ہر لحظہ آنحضرتؐ کی خبریں منگواتے تھے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ محمد صلعم کے جاسوس جابجا ہماری تلاش میں پھرتے ہیں چنانچہ ان کی واپسی کے بعد جب ابوسفیان اس مقام پر پہونچا تو مجدی بن عمر سے حضرت کے اصحاب کا حال دریافت کیا مگر انہوں نے لاعلمی ظاہر کی صرف اس قدر کہا کہ صرف

---

[1] معارف ابن قتیبہ ۱۲

[2] ابن الاثیر ۱۲

دو شتر سوار یہاں تک آئے تھے اور پھر چلے گئے نہ معلوم وہ کون تھے اور اُن کی کیا
غرض تھی ابو صفیان اُس جگہ پر آیا اور اونٹ کی مینگنیاں جو اُس جگہ پڑی تھیں اُٹھا کر
کہنے لگا کہ وہ ضرور محمدؐ کے جاسوس تھے کیونکہ ان مینگنیوں میں یثرب کی گھاس ملی ہوئی
پائی جاتی ہے یہ سمجھ کر سخت پریشان اور خوف زدہ ہوا اس کے علاوہ اُس کا فر سے یہ
بھی معلوم ہوا کہ جس وقت تم لوگوں کا قافلہ شام کو روانہ ہو گیا تھا تب محمدؐ صلعم معہ اصحاب
کے تمہاری زد و کوب کے لئے مقام ذو العشیر تک آئے مگر جب تمہارا پتہ نہ چلا تو واپس
مدینہ ہوئے اور اس وقت وہ اپنے ارادوں میں بدستور مستعد ہیں تم لوگوں کو غافل نہ رہنا
چاہیئے اگر ایسی حالت میں وہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے تو تمہارا قطعی کام تمام کردیں گے اس
خبر کو سُن کر ابو صفیان اور قافلہ والوں کے چھکے چھوٹ گئے اور ازحد اسلام کا رعب چھا گیا اور
بدر کا راستہ چھوڑ کر ساحل کی راہ سے نکل گیا جس کی مسلمانوں کو خبر نہ ہوئی اور بغرض مدد
اور اطلاع اپنے آگے ضمضم غفاری ایک کافر کو بیس مثقال سونے کے دئے اور کہا کہ تو
بہت جلد مکہ جا اور قریش سے کہہ کہ اگر تم نے آنے میں ذرا بھی توقف کیا تو بس پھر ہم کو
زندہ نہ پاؤ گے کیونکہ محمدؐ تمہارے قافلہ کے غارت کرنے کی فکر میں ہے حالانکہ اُسوقت
تک نبی صلعم کا ارادہ قطعی لڑنے کا نہ تھا آپؐ کے چند آدمی صرف بغرض نگہبانی اطراف
مدینہ میں پہرا کرتے تھے۔ یہ قاصد اونٹ کے کان کاٹ کر اور زین اُلٹی باندھ کر گریبان
دریدہ مکہ میں داخل ہوا اور کیفیت بیان کی۔ اس کے آنے کا تمام شہر میں تہلکہ مچ گیا
کیونکہ مال تجارت قریب قریب سب قوم کا تھا اس لئے تمام شہر کو اس قافلہ سے
خاص تعلق تھا اور ویسے تو آنحضرتؐ سے دشمنی ہی کیا کچھ کم تھی حضرمی کے قتل کا واقعہ
لوگ ابھی بھولے ہی نہ تھے کہ یہ دوسری وحشت ناک خبر اور مدینہ میں پہونچی اس خبر

نے اون کی دشمنی کے میگزین میں آگ لگادی اور یک دم تمام مکہ کے لوگ جنگ کرنے کے لئے مستعد و آمادہ ہو کر نکل پڑے اور بدر کی طرف روانہ ہوگئے ایدہر وہ قافلہ صحیح وسلامت مکہ پہونچ گیا چنانچہ ابوصفیان نے ابوجہل کو فوراً اطلاع دی کہ جب مال بچ گیا تو پھر جنگ سے کیا مطلب مگر ابوجہل کی چالبازی کے آگے کسی کا بس نہ چلا دوسرے اس کی موت دامنگیر تھی بھلا کیوں کسی کی مانتا چونکہ قومی معاملہ تھا ابوصفیان بھی معہ جماعت کے ابوجہل کے ساتھ ملگیا مگر پھر بھی بحث رہی کہ لڑنا مصلحت ہے یا واپس جانا۔

قبائل عدی اور زہرہ کے سرداروں نے کہا کہ اب لڑنا ضرور نہیں مگر ابوجہل نے نہ مانا اور ان ہر دو قبائل کے لوگ شریک جنگ نہ ہوئے۔ ابوجہل نے آخرکار عامر کو بھی ملالیا جس کا بھائی عمر جنگ عبداللہ میں مارا گیا تھا۔

غرض کہ نہایت ساز و سامان سے کفار روانہ ہوئے۔ جس کی تفصیل درج ہو چکی ہے راستہ میں عتبہ وشیبہ پیچھے رہ گئے اور ذکر خواب[1] عاتکہ کا کرنے لگے اتنے میں ابوجہل آگیا اور پوچھنے لگا کہ کیا ذکر کر رہے تھے انہوں نے اصل واقعہ بیان کر دیا ابوجہل بولا کہ تعجب ہے اولاد عبدالمطلب پر کہ اپنے مردوں کی نبوت پر تو رضامند

[1] عاتکہ بنت عبدالمطلب نے قبل از روانگی یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک شتر سوار نے بطحا مکہ میں بآواز بلند تین مرتبہ یہ کہا کہ اے کفار قریش جلد قتل ہونے کے واسطے آؤ پھر وہ شتر سوار اسی طرح مسجد الحرام میں گیا اور خانہ کعبہ پر چڑھ کر یہی کہا اس کے بعد وہ سوار کوہ ابوقیس پر گیا اور وہی آواز دی اور ایک پتھر اٹھا کر نیچے پھینکا۔ ابھی وہ پتھر گرا بھی نہ تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تمام مکہ کی سرزمین پر پھیل گیا مگر خاندانے بنی ہاشم اور بنی زہرہ میں کوئی سنگریزہ اُس کا نہ گیا یہ خواب عاتکہ نے عباس پر ظاہر کیا اور دراشتے اوروں سے کہا۔ ۱۲

نہیں مگر عورتوں کی نبوت پر رضا مند ہیں. جس وقت میں اس سفر سے بعد فتح مدینہ واپس پہروں گا تو خوب ہی تدارک عبد المطلب کی عورتوں کا کروں گا اس کے سوا اہل لشکر میں سے اوروں نے بھی خواب دیکھے تھے جس سے اُن کو کامل یقین ہو گیا تھا کہ شکست فاش ہوگی مگر یہ خواب ظاہر نہ ہونے دئے جنہوں نے تشادہ دوڑے اور چپکے کھسک گئے اور بعض جبراً شامل جنگ کئے گئے۔

جب کفار مقام جحفہ پر پہنچے تو جہیم بن الصلت بن مخرمہ ابن عبد المطلب کا خوابؐ دہشت ناک جو اُسی شب اُس نے دیکھا تھا مشہور ہوا یہاں تک کہ یہ خبر ابوجہل کو پہونچی وہ سن کر کہنے لگا لو یہ دوسرا پیغمبر اولاد عبد مناف سے پیدا ہوا لو گو تم ہرگز ایسے وسوسہ شیطانی پر عمل نکرو کل تم خود دیکھ لوگے کہ ان تمام خوابوں کے برخلاف عمل میں آوے گا غرضکہ کفار کے مرد وزن مکہ ہی سے خواب پریشان دیکھتے آئے تھے اس کے علاوہ راستہ میں اور صدہا بدشگونیاں ہوئیں جس کی وجہ سے رہے سہے اُن کے دل ٹوٹ گئے۔ اور جنجبلا شر ماکر اول وہی لوگ میدان جنگ میں آئے جو لڑنے پر آمادہ نہ تھے ایسے لوگوں نے لڑائی سے منہ چُرا کر گھر لوٹ جانا تو بہتر اچھا تھا مگر ابوجہل کے فن فریب سے کسی کا قابو نہ چلا۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فتح کا مسلمانوں سے قرآن پاک میں کیا تھا اُس کے اسباب پیدا ہونے لگے۔ سورۂ آل عمران ۱۳ع میں مفصل کیفیت درج ہے۔

چونکہ قریش کہ مسلمانوں سے پہلے مقام بدر پر پہنچ گئے تھے اس لئے انہوں نے

ؐ جہیم نے خواب دیکھا کہ ایک اسپ سوار جس کے ہمراہ ایک اونٹ بھی ہے آیا اور نام بنام کافروں کا لیکر کہا کہ ہلاکت کے واسطے آؤ اور پھر اُس اونٹ کو ذبح کیا اور تمام خیمہ کفار پر اُس کا خون چھڑک دیا۔ ۱۲

عمدہ موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا اور چشمہ اور کنواں اپنی طرف کر لیا تھا چونکہ زمین ریتیلی تھی اونٹوں کے پاؤں تک دہنسے جاتے تھے اس پر حباب بن منذر نے کہا کہ حضور نے جو مقام تجویز کیا ہے اگر وحی کے رو سے نہیں ہے تو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھنا مناسب ہے تاکہ چشمہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے اور اس کی وجہ سے آس پاس کے کنویں بھی دشمن کے لئے بیکار ہو جائیں۔ آپ صلعم نے یہ رائے پسند فرمائی اور ایسا ہی کیا اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ مزید احسان ہوا کہ بارش ہو گئی جس سے زمین سخت ہو گئی اور آفتاب پس پشت تھا مسلمانوں نے بارش کا پانی جا بجا جمع کیا جو وضو اور غسل کے کام آیا۔ مگر بارش کا فائدہ دشمن کو بھی ملا[1] چونکہ یہ وقت رات کا تھا مسلمانوں نے کمر کھولی اور آرام کیا مگر رسول پاک شب بھر درگاہ الٰہی میں دعا کرتے رہے صبح کو نماز کے لئے اذان دی گئی اور بعد نماز آپ نے جہاد کا وعظ[2] فرمایا۔

قریش جنگ کی تیاریاں نہایت بیتابی سے کر رہے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس مختصر جماعت کو کچل کر اسلام سے بدلہ لینا معمولی بات ہے مگر ان کی جماعت میں دو چار نیک دل بھی تھے جن کا دل لڑنے کو نہ چاہتا تھا اور خونریزی سے ڈرتے تھے چنانچہ ان میں ایک شخص حکیم بن حزام تھا جو صلح کا خواہاں تھا اور اسی ارادہ سے عتبہ سردار فوج کے پاس جا کر بولا کہ اگر آپ نیک نام بننا چاہتے ہیں تو آج کے دن آپ اپنی یادگار قائم کر سکتے ہیں عتبہ بولا وہ کس طرح۔ حکیم نے کہا کہ قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا قتل ہے جو آپ کا حلیف تھا آپ خوں بہا دیدیجئے۔ عتبہ چونکہ سیدھا سادہ شخص تھا اس نے تو منظور کر لیا مگر چونکہ ابو جہل کا اتفاق رائے ضرور

[1] ابن ہشام ۔ [2] کنز العمال ۱۲

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نبی صلعم نے صبح کے وقت اصول جنگ کے مطابق فوجوں کو مرتب کیا قبیلہ اوس خزرج اور مہاجرین کے تین دستے بنائے اور ان کے علم ترتیب وار سعد بن معاذ حباب بن منذر اور مصعب بن عمیر کے سپرد کئے۔

صفیں درست کرتے وقت آپؐ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس کے اشارہ سے آپؐ ہر ایک کو ایک قطار میں کھڑے ہونے کا اشارہ فرماتے تھے شور و غل کرنے کی ممانعت تھی جب دونوں صفیں مقابل ہوئیں تو یہ عجیب منظر تھا۔ چند شخص مسلم کے مقابلہ میں کفار کی جرار فوج۔ باپ کے مقابلہ میں بیٹا اور بھائی کے مقابلہ میں بھائی۔ یہ معرکہ ایثار اور جان بازی کا بڑا حیرت انگیز تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے جو ابتک اسلام نہ لائے تھے فوج سے نکلے تو حضرت ابو بکر مقابلہ کو بڑھے۔ عتبہ میدان میں آیا تو ان کے مسلم بیٹے خدیفہ سامنے آئے دوسری طرف حضرت عمر اپنے ماموں کا خون بہا رہے ہیں[1] اللہ غنی کیا اسلام کی عزت تھی جو اپنے کافر عزیز کی محبت دل میں نہ آنے دیتے تھے۔

صبح جب ہر دو فوجیں قریب آگئیں اس وقت بھی آپؐ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ تیر سے روکو کفار بالمقابل جم گئے اور سب سے اول عامر اپنے بھائی حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے میدان میں آیا اس کے مقابلہ کو حضرت عمرؓ کا غلام مہجع آگے بڑھا مگر افسوس کہ عامر کی تلوار کا شکار ہو گیا۔

اس کے بعد عتبہ جو اس وقت سپہ سالار تھا اور ابو جہل کے طعنہ سے برہم ہو رہا تھا۔ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو ساتھ لیکر میدان جنگ میں آیا اور اپنا مبارز طلب کیا ان کے مقابلہ کو عوف معاذ اور عبد اللہ بن رواحہ انصار اسلامی فوج سے باہر

---

[1] سیرۃ ابن ہشام۔ ۱۲

جب بھی نوک ٹیڑھی ہو گئی اور یہ برچھی یادگار زمانہ ہو گئی۔ یعنی حضرت زبیر سے آنحضرت صلعم نے مانگ لی۔ آپؐ کے بعد چاروں خلفا کے پاس رہی پھر حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس آ گئی۔[1]

مگر حضرت زبیر نے بھی کئی زخم کاری کھائے ایک زخم شانہ پر ایسا سخت آیا کہ اچھے ہونے پر بھی اس قدر گہرا تھا کہ انگلی جا سکتی تھی چنانچہ ان کا بیٹا عروہ بچپن میں اس زخم میں انگلی ڈال ڈالکر کھیلا کرتا تھا۔

حضرت زبیر کی تلوار بھی لڑتے لڑتے گر گئی تھی۔ چنانچہ جب عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے تو عبدالملک نے عروہ سے پوچھا کہ تم زبیر کی تلوار پہچان سکتے ہو۔ عروہ بولے بیشک عبدالملک نے کہا کیونکر تو جواب دیا کہ جنگ بدر کے معرکے میں دندانے پڑ گئے تھے عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو دیدی۔ اسکی قیمت جو انکوائی تو چاندی کے قبضہ ہونے کی وجہ سے تین ہزار قرار پائی۔

حضرت علیؓ ابن ابو طالب نے ستر۱۷ہ اٹھارہ کفار قتل کئے حضرت علی کو یہ اول ہی موقع جنگ کا ملا تھا گو آپ کا اوسط بدن میانہ قد تھا مگر از حد درجہ کی چستی اور چالاکی بھری ہوئی تھی مزاج میں نہایت استقلال تھا۔ آپ کی اس عمر کی ہمت پر لوگ تعجب کرتے تھے حمزہ بن عبدالمطلب نے بھی چھ سات آدمی کفار کے ہلاک کئے ان کا طرز جنگ بھی نرالا تھا۔

وقت جنگ کچھ کلمہ منہ سے نکالتے تھے جس سے طبیعت کو زور اور کفار کی ہلاکت کی خوشی دل میں موجزن ہوتی تھی۔ دوسرے ان کلمات سے یہ بھی غرض تھی کہ اپنے اور بیگانے

[1] صحیح بخاری۔

تمیز کر لئے جاتے تھے ان کلمات کو اشعار کہتے تھے چنانچہ مہاجرین کا شعار اس جنگ میں یہ تھا۔ یا بنی عبد اللہ اس کہنے سے ایک عبد اللہ کہنے والا دوسرے عبد اللہ کہنے والے پر ہاتھ نہ اٹھاتا تھا۔ ان موقع پر گاہے گاہے فخریہ کلمات بھی کہے جاتے تھے اور ان کو رجز کہتے تھے کبھی کبھی رجز میں اشعار بھی پڑھے جاتے تھے اور اشعار فی البدیہ موزوں کر لئے جاتے تھے رجز میں باپ دادا کا بھی نام لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس لڑائی میں حارث بن سراقہ نے علی ابن ابی طالب پر تلوار چلائی آپ نے تلوار ڈھال پر روکی اور وہ تلوار میں پھنس گئی۔ یہ موقع پاکر فوراً ہی آپ نے ایک خنجر حارث پر چلایا جو زرہ کاٹ کر جسم تک پہنچا مگر پورا نہ لگا تھا اتنے میں آپ نے ایک تلوار اپنے پیچھے چمکتی ہوئی دیکھی آپ نے سر نیچا کر لیا تلوار نے حارث کے سر کو معہ خود جسم سے علیحدہ کر دیا (میں ابن عبد المطلب ہوں) کی آواز سے معلوم ہوا کہ وہ حربہ آپ کے چچا حمزہ کا تھا یہ آواز پہلے ہی آئی تھی جسکی وجہ سے آپ نے سر نیچا کر لیا تھا۔

بڑی بنیاد فتح کی یہ اور بھی تھی کہ سب سے زیادہ حسن اعتقاد آنحضرت کی طرف مسلمانوں کا بڑھا ہوا تھا جب سے اسلام قبول کیا انہوں نے یکلخت اپنے تمام کنبے سے منہ موڑ لیا چنانچہ اس جنگ میں بیٹے باپ کو اور بھائی بھائی کو مارتے تھے اور وہ دنیاوی طمع سے نہیں۔ کیونکہ اگر دنیاوی طمع ہوتی تو مسلمان ہو کر غریب اور مفلس کیوں بنتے بلکہ یہ امر صرف توحید کی محبت اور خدا کی خوشی میں اون سے ہوتا تھا ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا شہید ہوا جب بڑھیا نے اپنے بیٹے کی خبر سنی تو کہا مجھے کچھ غم نہیں اگر محمد صلعم کہدیں کہ وہ شہید ہونے پر جنت میں داخل ہو گیا۔ اللہ اکبر کس حسن عقیدت کے لوگ اسوقت میں تھے۔

مجاہدین اسلام کی عقیدت کا حال سُنیئے کہ صف درست کرتے وقت آنحضرت نے دیکھا
کہ ایک شخص بے قاعدہ کھڑا ہوا ہے آپ نے چاہا کہ اُس کو لکڑی سے ہٹا کر صف میں شامل
کردیں اتفاقاً وہ لکڑی اُس کے سینہ پر لگی اُس نے آنحضرت سے کہا کہ آپ نے مجھے بلا قصور
مارا اس کے عوض میں قصاص دیجئے کیونکہ انصاف یہی ہے آنحضرت نے اپنا سینہ
کھول دیا کہ تو بھی مار اُس نے دوڑ کر سینہ مبارک کو بوسہ دیا آنحضرت نے متحیر ہو کر
مجنونانہ حرکت کا سبب پوچھا اُس نے کہا کہ جب میں لڑائی میں شامل ہوا تو زندگی سے
ہاتھ دھو چکا مرتے وقت آپ کے جسم مبارک میرے ہونٹوں سے چھو جانا میرے
خیال میں ایک نعمت عظیم تھی۔ اس لئے میں نے یہ حرکت ایسا موقع پا کر کی۔

ابوجہل اپنی بدذاتی اور شرارت میں کامل شہرت رکھتا تھا اور اسلام کے ساتھ
اس کی دشمنی کا عام چرچا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر معاذ اور معوذ انصار کے دو لڑکوں
نے یہ عہد کیا کہ آج یا تو ہم ابوجہل کو ماریں گے یا لڑ کر خود مر جائیں گے۔ ابوجہل کو
چاروں طرف تلاش کرتے پھرتے حضرت ابوبکرؓ کے قریب آئے اور کان میں دریافت
کیا کہ ابوجہل کہاں ہے آپ نے پوچھا کہ میاں صاحبزادے پوچھنے سے تمہارا کیا
مطلب ہے وہ بولے ہم نے اُس کافر کے مارنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے آپ
نے اشارہ سے پتہ بتادیا۔

یہ دونوں شیر کی طرح جھپٹے اور جاتے ہی ایسا کاری تلوار کا لگایا کہ زمین پر لوٹنے لگا۔
یہ دیکھ کر ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آ کر معاذ کے بائیں شانہ میں ایسی تلوار
ماری کہ ہاتھ تسمہ کے سہارے جھولنے لگا معاذ کو چونکہ لڑنے میں ایسے لٹکنے والے
ہاتھ سے دقت ہوتی تھی اس لئے زخمی ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر بازو سے علیحدہ

کر دیا اور اس طرح آزاد ہو کر عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بھاگ کر نکل گیا آنحضرت صلعم
نے یہ شناخت اس کی تلوار سے کر کے کہ ٹھیک قاتل یہی ہے ابوجہل کا جملہ سامان
حرب معاذ کو دیدیا۔ یہ خلافت حضرت عثمانؓ تک زندہ رہے عبداللہ ابن مسعود کہ
اصحاب میں بڑے فقیہ تھے بحکم آنحضرت صلعم ابوجہل کی لاش کو تلاش کر رہے تھے
ایسے وقت پر پہنچے کہ اس میں کچھ جان باقی تھی ابوجہل نے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی۔
عبداللہ نے کہا مسلمانوں کی مگر اے دشمن خدا و رسول تو فرعون سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ مرتے
وقت پشیمان ہوا اور تو اب بھی نہیں شرماتا اور یہ کہکر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور
ڈاڑھی پکڑ کر سر کاٹ ڈالا سر کاٹتے وقت ابوجہل بولا کہ میرا سر کندھوں کے قریب
سے کاٹنا تاکہ بڑا معلوم ہو اور سب آدمی خیال کریں کہ یہ سر کسی بڑے سردار کا ہے عبداللہ
سر کاٹ کر آنحضرت کے پاس لائے اور قدموں پر ڈالدیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرعون[۱]
تھا اس لڑائی میں مسلمانوں کے پرانے دشمن تو سب کے سب مارے گئے اور وہ ۱۴
شخص بھی جنہوں نے آنحضرت کے مکان کا محاصرہ اور قتل کا ارادہ آپ کی ہجرت کے

(۱) اس موقع پر مغربی مورخ ایس ڈبلیو میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتا ہے کہ جب ابوجہل کا سر آنحضرت صلعم
کے روبرو لایا گیا تو آپ نے کہا کہ مجھکو اس سے بھی زیادہ پیارا ہے جتنا کہ اونٹ عرب میں ہوتا ہے یعنی اسکا قتل افضل تر
ہوا اب ذرا میور صاحب کو جھنجھوڑ کر پوچھئے کہ جناب نے یہ فقرہ کونسی کتاب سے نقل کیا مسلمانوں کی مستند اور معتبر تواریخ مثل ابن
ہشام ابن اثیر طبری وغیرہ میں تو کہیں نام کو بھی نہیں پھر یہ فقرے کہاں سے نقل کئے گئے۔ اکثر مقام پر صرف اہل اسلام کو
مغالطہ دینے کیواسطے متعصب مورخوں نے مسکراہٹ فقرے ایسے لکھے ہیں جن سے ناواقف مسلمان دھوکا کھاجاتے
ہیں پس ایسے مقام پر لازم ہے کہ اگر کہیں متعصب نے کوئی خلاف شان آنحضرت صلعم کوئی عبارت پاویں تو ضرور مسلمان
اپنے عالموں سے دریافت کر کے تسکین کرلیں ورنہ یہ خیال انکو بہت کچھ الجھن میں ڈال دیگا۔"

وذبت کیا تھا اُن میں سے گیارہ شخص قتل ہوئے باقی تین بھاگ گئے جو بعد کو مسلمان ہوئے مگر ان لوگوں کی ہلاکت سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے دشمن ہی غارت ہو گئے۔ جاہلیت کے جوش نے اور نئے نئے دشمن پیدا کردئے جن کا آگے ذکر آوے گا ابوجہل اور عتبہ کے مارے جانے سے کفار قریش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور سب کی ہمت ٹوٹ گئی امیہ بن خلف جو رسول صلعم کا جانی دشمن تھا وہ بھی اسی میدان میں کھیت رہا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے ایسے ہی کسی موقع پر وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مدینہ آیا تو میں ضامن ہوں گا یہ جنگ بدر میں شریک تھا اور اس سے بدلہ لینے کا اچھا موقع تھا لیکن عہد کی پابندی چونکہ اسلام کا ایک شعار ہے۔ اس لئے عبدالرحمٰن نے کوشش کی کہ وہ بچکر نکل جائے اور اسی لئے اس کو پہاڑ پر لے گئے مگر چونکہ موت دامن گیر تھی کسی طرح بلال نے دیکھ لیا اور انصار کو خبر ہو گئی یہ سب لوگ اسپر جھپٹے انہوں نے امیہ کے بیٹے کو سامنے کر دیا اور وہ فوراً قتل کر دیا گیا اب پھر اسکا نمبر آیا عبدالرحمٰن نے اس کو بچانے کے لئے اس کو زمین پر لٹا دیا اور آپ اس پر چھا گئے مگر لوگوں نے اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لیا اور قتل کر دیا اس کشمکش کی حالت میں حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگ بھی زخمی ہو گئی۔

کفار کے دل کا ٹوٹنا تھا کہ اُن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور فوجی انتظام قائم نہ رہ سکا اور دست بدست کی لڑائی ہو گئی مگر وہ کیا لڑ سکتا ہے جس کی ہمت ہی جواب دے چکی ہو بالآخر بھاگنا شروع کیا اور اب مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے ایک جماعت تو تعاقب میں تھی اور کفار کو گرفتار کرنے میں مشغول تھی اور دوسری مال غنیمت حاصل کر رہی تھی۔

اسلام کی مختصر فوج آخر وقت تک اپنی جگہ پر قایم رہی اور کسی قسم کی بے ترتیبی نہ ہوئی آنحضرت صلعم رات میں تیر لئے خود صفیں باقاعدہ درست کرتے تھے اور آپ کے ہر وقت کی موجودگی سے تمام لوگوں کو اطمینان قلب حاصل ہوتا تھا۔

بالآخر اسلام کو فتح کامل ہوئی اور شمار سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے چودہ شخص شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔

کفار کے بڑے بڑے سردار مارے گئے جن میں عتبہ۔ ابوجہل۔ شیبہ۔ ابوالبختری زمعہ۔ عاص بن ہشام۔ منبہ بن الحجاج۔ اور امیہ بن خلف خاص خاص تھے اس کے علاوہ قریب ستر آدمی کے قتل اور اسی قدر قید ہوئے۔ اسیران جنگ میں حضرت عباس۔ عقیل (برادر حضرت علی) اور ابوالعاص (آنحضرت صلعم کے داماد) بھی تھے۔

ان قیدیوں میں عقبہ بن ابی معیط اور نظر بن الحارث تو قتل کئے گئے اور باقی قیدی مشکیں باندھ کر بند کر دئے گئے۔ حالانکہ قانون جنگ عرب میں یہ دستور تھا کہ جو لڑائی میں گرفتار کیا جاتا تھا اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں حتی کہ وہ مرجاتا تھا مگر اس کے خلاف آنحضرت نے یہ حکم دے دیا کہ خبردار کسی قیدی کو تکلیف نہ ہونے پاوے بلکہ ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا جاوے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنے رسول کے حکم کے ایمانداری سے پیروی کی اور قیدیوں کو آرام سے رکھا بلکہ مسلمانوں نے اپنا پیٹ کاٹا اور قیدیوں کو بھوکا نہ رکھا۔[۱]

[۱] اس مقام پر الیس ڈبلیو میور نے یہی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے دیانت سے محمد کے حکم کی تقلید کی اور نہایت مہربانی سے پیش آئے اور انکو گھر رہنے کو دئے آخری وقت پر ایک قیدی نے یہ لکھا کہ اہل مدینہ پر برکت ہو کہ ہماری مصیبت کے وقت میں کام آئے انہوں نے اسوقت خوراک ہمکو دی جبکہ وہ خود کافی خوراک اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔

لڑائی میں آنحضرت کا معمول تہا کہ جہاں لاش نظر آئی آپ نے فوراً دفن کردیا مگر جب لاشوں کا ڈہیر ہوگیا تو آپ نے ایک کنوئیں میں سب کو ڈلوا دیا صرف ایک امیہ کی لاش باقی رہی وہ اس قدر خراب ہوگئی تہی کہ جگہ سے بہی نہیں ہٹ سکتی تہی۔ اس لئے اسکو وہیں خاک میں دبا دیا۔

شہدائے بدر نواح مدینہ میں دفن ہوئے۔ اس متبرک مقام پر اور بہی بہت سے شہدا کی قبریں ہیں جن کی زیارت کو ہر سال مسلمان جاتے ہیں۔

فہرست شہداء بدر

(۱) مہجع بن صالح — یہ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام قوم عک سے تہے سب سے پہلے میدان جنگ میں گئے اور شہید ہوئے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ یومئذٍ مہجع سید الشہدا۔

(۲) عبیدہ بن حارث — ابو الحارث یا ابو معاویہ کنیت سب سے اول اسلامی سریہ کے سردار بہی بنائے گئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

(۳) عمیر بن ابو وقاص — حضرت سعد کے چہوٹے بہائی ہیں عشرہ مبشرہ سے ہیں وقت شرکت جنگ ۱۶ سال کی عمر تہی آنحضرت صلعم نے بوجہ صغرسنی واپس کردیا تو آپ رو پڑے۔ پہر اجازت دیدی۔ پہر خنداں خنداں لڑے اور جنت کو سدہارے۔

(۴) عاقل بن بکیر — یہ خالد کے بہائیوں میں ہیں۔

(۵) عمیر بن عبد عمیر — ابو محمد کنیت۔ ذو الشمالین لقب تھا۔

(۶) معوذ بن عفراء
(۷) عوف بن عفراء
— یہ دونوں بھائی۔ انصاری بخاری۔ عفراء والدہ کا نام اور حارث والد کا نام ہے۔

(۸) حارث یا حارثہ بن سراقہ — ان کے حلق پر تیر لگا تھا۔

(۹) یزید بن حارث — انصاری بخاری۔

(۱۰) رافع بن معلی — انصاری۔

(۱۱) عمیر بن حمام — انصاری السلمی۔ حضرت عبیدہ کے ساتھ مواخات تھے وقت جنگ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

(۱۲) عمار بن زیاد — انصاری الاشہلی۔

(۱۳) سعد بن خیثمہ — انصاری۔ ابو عبد اللہ کنیت۔ سعد الخیر لقب۔ رسول صلعم کے نقیب تھے۔ وقت رخصت باپ نے کہا کہ تم ٹھیرو میں جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا غضب ہے کہ باپ تم مجھکو بہشت میں جانے سے روکتے ہو۔ گئے اور جام شہادت پیا۔ ان کے والد جنگ احد میں شہید ہوئے پس یہ شہید ابن شہید اور صحابی ابن صحابی ہیں

(۱۴) مبشر بن عبد المنذر — انصاری الاوسی[1]

---

[1] زرقانی اور الاستیعاب میں ۱۴ کی تعداد ہے۔ بعض مورخ ۲۲ نام لکھتے ہیں۔ چنانچہ شہداء بدر میں یہ تین نام اور پائے جاتے ہیں۔ یعنی (۱) سعد بن خولی (۲) صفوان بن بیضا (۳) عبد اللہ بن سعید اور اس طرح ۱۷ کی تعداد ہوتی ہے۔

قیدیوں میں عباس ابن عبد المطلب بھی تھے ان کی مشکیں بہت سخت بندھی ہوئی تھیں یہ رات کو بسبب بے چینی کے کراہ رہے تھے اور ادہر آنحضرت صلعم ان کی آواز سے بے قرار تھے کسی صحابی نے آپ کی بے چینی دریافت کرکے عباس کے ہاتھ ڈھیلے کردئے عباس کی وہ تکلیف رفع ہوگئی اور کراہنا بند ہوگیا جب آنحضرت نے آواز نہ سُنی تو معلوم کیا کہ ضرور رعایت کی گئی اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ تمام قیدیوں کی مُشکیں کھول دو۔

قیدی دُو دُو تین تین ہر صحابہ کے سپرد کردئے گئے تھے ان میں ابو عزیز بھی تھے جو حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی تھے ان کا بیان ہے کہ میں جب انصار کے گھر قید تھا وہ مجھکو دونوں وقت کھانا کھلاتا اور خود کھجوروں پر گذر کرتا مجھکو شرم آئی اور میں نے روٹی دیکر کھجوریں ان سے لےلیں مگر انہوں نے فوراً اپنی کھجوریں واپس کرلیں یہ صرف اسوجہ سے کہ رسول صلعم کا حکم قیدیوں کو آرام سے رکھنے کا تھا[۱]۔

سہیل بن عمرو بھی قیدی تھا جو نہایت فصیح تھا اور کھلے میدان آنحضرت صلعم کے خلاف تقریر کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا نبی اللہ اس کے دو نیچے کے دانت اُکھڑوا دیجئے تاکہ اچھا نہ بول سکے آنحضرت نے جواب دیا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو خداوند تعالی بھی میرے ساتھ ایسا ہی کرے گا[۲]۔

اسیرانِ بدر کے پاس کپڑے نہ رہے تو آنحضرت صلعم نے سب کو کپڑے دلوادئے مگر حضرت عباس کا قد اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کپڑا ٹھیک نہ آیا۔ عبداللہ بن اُبی نے جو منافق رئیس مدینہ میں تھا اپنا کرتہ اُتار کردیا جو حضرت عباس کے درست آیا

۱؎ تاریخ طبری۔ ۲؎ تاریخ طبری۔ ۱۲

اس مہربانی پر آنحضرت صلعم نے جو اپنا کرتہ عبداللہ کے کفن کے لئے دیا تھا وہ اسی بھلائی کا معاوضہ تھا۔[۱]

جب قیدیوں کی نسبت مشورہ ہوا تو حضرت ابوبکر کی رائے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی ہوئی حضرت عمرؓ نے گردن زدنی کی رائے دی اور کہا کہ ہر شخص اپنے عزیز کو خود قتل کرے آنحضرت نے فرمایا کہ ابوبکر نے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کی اور عمرؓ نے حضرت نوحؑ کی مگر آنحضرت نے اکثر مسلمانوں کو حضرت ابوبکر کی رائے کی طرف مایل پایا کیونکہ فدیہ لیکر چھوڑنے میں روپیہ کی امید تھی جس کی اس وقت مسلمانوں کو ضرورت تھی[۲] جب مکہ میں یہ خبر پہونچی تو لوگوں نے روپیہ دے دیکر اپنے اپنے عزیزوں کو چھڑا لیا عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ میں مسلمان تھا مجکو بغیر فدیہ چھوڑنا چاہیئے۔ کفار کی طرف سے جنگ میں شریک نہ تھا آپؐ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ مشکل ہے کہ کفار کی جانب سے حملہ آور کون کون تھا۔ عباس نے کہا کہ کیا یہ آپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے چچا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنی خلاصی کرائیں آپ صلعم نے جواب دیا

۱؎ صحیح بخاری۔

۲؎ اس پر خدا کا یہ عتاب نازل ہوا کہ (اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا گیا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا) آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر یہ عتاب سن کر رو دئے احادیث میں عتاب کے اسباب مختلف ہیں مگر ترمذی میں یہ تشریح موجود ہے کہ چونکہ اس وقت تک مال غنیمت کے متعلق احکام نہ آئے تھے اور صحابہ مال غنیمت میں مصروف ہو گئے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ قرآن میں عتاب کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ (جو تم نے لوٹا ہے اب کھاؤ کہ حلال ہے) اس سے سب کی تشفی ہو گئی۔

کہ ضرورت ہاتھ پھیلانے کی کیا ہے وہ نقد جو چلتے وقت اپنی بی بی کے سپرد کر آئے ہو منگوا لو
اس پر عباس نے بے اختیار ہو کر کہا کہ بیشک آپ سچے نبی اور برگزیدہ خدا ہیں اس نقد کی کسی
دوسرے کو خبر نہ تھی آپؐ کو منجانب اللہ معلوم ہوا۔ مگر جو لائق فدیہ دینے کے نہ سمجھے گئے وہ
ویسے ہی چھوڑ دئے گئے اور جو قابل فدیہ ادا کرنے کے تھے اُن سے چار چار ہزار درہم تک فدیہ
لیا گیا اور امراء سے اور بھی زیادہ۔ خواندہ قیدی اس شرط پر رہا کئے گئے کہ وہ انصار کے
لڑکوں کو پڑھائیں آنحضرت کے داماد **ابو العاص** بھی قیدیوں میں تھے ان کے چھڑانے
کے واسطے زینبؓ بنت رسول نے اپنی ہیکل فدیہ میں بھیجی اور یہ وہ ہیکل تھی جو حضرت
خدیجہؓ کبریٰ نے جہیز میں دی تھی اس ہیکل کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ آپؐ کو یاد آئیں
اور آپ بہت متاثر ہو کر آبدیدہ ہوئے اور اصحاب سے اجازت لیکر ہیکل کو واپس
کر دیا تاکہ بیٹی کے پاس ماں کی یادگار باقی رہے اور ابو العاص کو اس شرط پر رہا کر دیا
کہ وہ زینبؓ بنت رسول کو مدینہ بھیجدے تاکہ مبادلہ ہو جائے۔ چنانچہ ابو العاص
مکہ آئے اور حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجدیا۔

ابو العاص ایک بڑے تاجر تھے چند سال بعد نہایت سامان سے تجارت کے لئے
شام کو روانہ ہوئے واپسی میں مسلمانوں نے ان کا تمام مال لوٹ لیا اور آپس میں
تقسیم کر لیا یہ چھپکر حضرت زینب کے پاس پہنچے اور اماں چاہی آنحضرتؐ نے لوگوں
کو بلایا اور فرمایا اگر مناسب سمجھو تو ان کا مال واپس کر دو سب کی گردنیں جھک گئیں اور
ایک ایک تار تک واپس کر دیا اس احسان کا اثر ان پر اس قدر ہوا کہ مکہ آکر سب کا
حساب کر کے مال سپرد کیا اور خود مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

انصار نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ حضرت عباس ہمارے بھانجے ہیں ہم انکو

بلا فدیہ چھوڑتے ہیں مگر آپؐ نے مساوات کی بنا پر منظور نہ کیا اور ان کو بھی فدیہ ادا کرنا پڑا۔

جب مسلمان غزوہ بدر میں شریک ہوئے تو بالکل بے سرو سامان تھے کسی قسم کا سرمایہ موجود نہ تھا صرف اتفاق کا سرمایہ تھا جس نے اب آوارگی کو ذی وقعت بنا دیا تین سو آدمیوں میں صرف ستر اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سے چڑھتے تھے بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کو چڑھنا نصیب ہی نہ ہوا اور ایسے بھی ہوں گے جن کو فاقہ کی نوبت آئی ہوگی مگر اس فتح کے بعد کافروں پر ثابت ہو گیا کہ محمد صلعم صرف قوم کے مصلح ہی نہیں ہیں بلکہ فوج کے افسر اعلیٰ بھی ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم حضرت کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ صلعم ہم سے زیادہ قریب تر مخالفین کی صف کے ہوتے تھے۔

یہ بھی حضرت علی کا قول ہے کہ جب صفیں ملجاتی تھیں اور لڑائی گرم ہوتی تھی تو ہم محمدؐ کی آڑ میں ہو جاتے تھے۔ (نسائی و مسلم)

بہادر وہ شخص گنا جاتا تھا جو بوقت جنگ آنحضرت کے قریب تر ہوتا کیونکہ آپؐ بہت ہی قریب ہوتے تھے۔ (مسلم)

آنحضرت صلعم کو یہ اول موقع تھا کہ آپ نے اپنے مختصر گروہ کو کثیر التعداد دشمنوں سے بھڑایا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے پاس نہ تو ہتیار تھے نہ سواری تھی نہ روپیہ تھا ایسی شکستہ حالت میں کس طرح کس کو یقین ہو سکتا ہے کہ فتح ہوگی اور مشرکوں کا عظیم الشان گروہ فرار ہوگا۔ مگر اس فتح سے ثابت ہو گیا کہ خدا کے نام لینے والے اور اسپر بھروسہ رکھنے والے اسطرح مشرکوں اور منکروں پر فتح پاتے ہیں۔

بدر کے مال غنیمت میں مسلمانوں میں کچھہ چرچا ہوا مگر آپ صلعم نے فوراً ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کردیا اور ہمیشہ کے واسطے سورۂ انفال میں اس کا تصفیہ ہوگیا پھر کبھی اسلام میں مال غنیمت پر گفتگو تک نہ ہوئی مال غنیمت کا سردار کی مرضی پر منحصر رکھا گیا چنانچہ بدر کی لڑائی میں ایک خمس رسول کا الگ کردیا گیا اور چار خمس سب پر تقسیم کیا گیا رسول کے خمس کو سرمایہ بیت المال یا آجکل کی اصلاح کے موافق مالگذاری سرکار کہنا چاہیئے جس سے کہ مساکین و غربا کی مدد کی جاتی تھی مقتول کے ہتیار قاتل کو دئے جاتے تھے۔

حضرت عمرؓ صائب الرائے تھے مگر کفار کے حق میں سخت تھی آنحضرت آپ کی باتوں کو وقت پر سنتے تھے اور اکثر کاربند بھی ہوتے تھے بدر کے قیدیوں کی نسبت آپ کی رائے گردن مارنے کی تھی اور آپ نے آنحضرت سے کہا کہ میرے عزیز قتل ہونے کے لئے میری سپرد کردئے جاویں عقیل اپنے بھائی علی ابن ابی طالب کے حوالے ہوں اور عباس کی نسبت اُن کے بھائی حمزہؓ کو حکم دیا جاوے کہ وہ قتل کریں تاکہ عام طور پر معلوم ہوجاوے کہ اہل اسلام کو اب کفار کے ساتھ کسی قسم کی

لہ نزد شیعان حضرت عمر کی خوبیوں کا قایل نہیں ہے حضرت کے وقت میں حضرت عمر صائب الرائے اور بہادر سمجھے جاتے تھے وہ کہتا ہے کہ عمر جنگ کے مطلب ہی کے نہ تھے البتہ وہ قیدی یا مجبوری کی حالتیں جو پیش ہوا اُسکے قتل کرنیمیں ہی بڑے مرد تھے بلکہ یہ نزد حضرت علی کو سب پر ترجیح دیتا ہے اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی نے جو کارنمایاں کیں وہ صفحۂ روزگار سے مٹ نہیں سکتیں مگر اس کے ساتھ اس سے انکار بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ اور حضرت ابوبکر کے زمانہ اور خود اپنے وقت میں خود مختار حکمراں ہوکر اسلام کے ساتھ جو سلوک کئے اور جو کارگذاریاں دکھائیں وہ زبانوں سے چاہے نہ کہی جاویں مگر کتابوں کے صفحوں سے تو مٹ نہیں سکتیں۔ ۱۲

ہمدردی نہیں ہے خواہ عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جب زیادہ کا اتفاق حضرت ابوبکرؓ کی راے پر پایا گیا تو فدیہ قبول کیا گیا۔ مکہ میں جب کفار کے قتل اور شکست فاش کی خبر پہونچی اور اس کے بعد مفروریوں کی جماعت بھی آئی تو تمام کفار یہ ماجرا دیکھ کر ایک سناٹے میں آگئے بہتیرے گھر ویران اور کتنے بچے یتیم ہو گئے۔ عورتیں رانڈ ہو گئیں اسباب جاتا رہا۔ جانوں پر بن پڑی گویا کفار مکہ اپنی سزا کو پہونچے۔ ناظرین تو خیال کریں گے کہ اس فتح سے کفار کا غرور ڈہل گیا ہوگا مسلمانوں کو ان کے ہاتھ سے امن ملا۔ مگر درحقیقت ایسا نہ ہوا جو لوگ شکست کھا کر بھاگے تھے وہی اپنی خجالت مٹانے کی فکر میں ہوے اور آپس میں یہ صلاح کی کہ پھر ایک مرتبہ پوری تیاری اور سامان سے لڑنا چاہیئے۔ یہ کوئی شکست نہ تھی امر اتفاقیہ تھا ابوجہل تو مارا گیا مگر اب اس کی جگہ ابوسفیان کو سمجھنا چاہیئے۔

شکست کھانے والوں میں وہ ایک طور پر سردار تھا اس لئے وہ اس مجلس کا سردار ہوا جس میں آنحضرت محمد صلعم سے دوبارہ لڑنے کی طیاریاں ہوتی تھیں۔ قریشی کفار نے سخت حکم دے رکھا تھا کہ ہرگز کسی کے گھر ماتم نہ ہونے پاوے اور کہیں کوئی روتا ہوا نظر نہ آوے کیونکہ اگر ہم لوگوں کے رنج کی خبر مسلمانوں کو پہونچے گی تو وہ خوش ہوں گے دوسرے وہ اور ہم پر شیر ہوں گے۔ اسی لڑائی میں اسود نامی ایک قریشی کے تین لڑکے قتل ہوئے تھے۔ یہ بڈہا قریشیوں کے خوف سے رو نہ سکتا تھا بدلڑکوں کا غم رونے پر مجبور کرتا تھا جب اس کا دل بہت بھر آتا تھا تو وہ اپنے غلام کو لیکر شہر کے باہر نکل جاتا تھا اور ایک پہاڑ کے کنارے بیٹھکر جی بھر کر اور ڈاڑہیں مار مار کر رو یا کرتا تھا۔ ایک روز کسی عورت کے رونے کی آواز آئی بڈہا سمجھا کہ اب رونے کا قانون

جاتا رہا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے اونٹ کے کھو جانے پر روتی ہے مقتولان بدر پر ماتم کرنا بدستور منع ہے۔ اُس وقت اسود نے ایک نہایت دردناک مرثیہ تصنیف کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ گم ہونے پر لوگ رونے پاتے ہیں اور میرے تین لخت جگر مارے گئے مگر میں رونے نہیں پاتا۔

مدینہ میں بھی مسلمانوں کے دشمن موجود تھے مگر مکیوں کی طرح سنگ دل نہ تھے مگر پھر بھی مضرت پہونچانے کی جرأت رکھتے تھے وہ لوگوں کو بہکاتے تھے اسلام کی ہجو کرتے تھے اور اہل مدینہ کو اسلام قبول کرنے سے روکتے تھے منجملہ اُن کے عصما بنت مروان ایک عورت تھی کہ جو مثل ام جمیل کے مسلمانوں کو بہت بُرا کہتی تھی اور انصار کو تو بہت ہی ناشائستہ الفاظ سے یاد کرتی تھی جب مسلمان جنگ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو اس کی زبان اور بھی کھل گئی۔ عمیر نامی ایک شخص نابینا انصار سے تھا جو شریک بدر نہوا تھا جب مسلمان بعد فتح بدر سے واپس آئے تو عمیر رات کو اُس عورت کے مکان پر گیا اور ٹٹول کر نہایت چالاکی سے اس کے کلیجہ میں ایسا خنجر مارا کہ اُس کا کام تمام ہو گیا مگر قتل کرنے کے لئے بعد اُس کو یہ خیال ہوا کہ میں نے آنحضرتؐ کے بغیر پوچھے کیا ہے لیکن آپ نے سُن کر کچھ بُرا نہ کہا اور حضرت عمرؓ نے تو بہت تعریف کی اسی طرح ایک اور شخص دشمن خدا اور رسول **ابو عفک** نامی مدینہ میں تھا جس کو سالم بن عمر نے اچانک رات کے وقت مار ڈالا **کعب بن اشرف** بھی ایک شخص اسی کے ہمسر تھا جس کو چند اصحاب نے مکر حیلہ سے مار ڈالا کہ وہ بھی بہت موذی اور مفسد تھا آنحضرتؐ کے خلاف سازشیں کرنے کو اور کفار کو جنگ کے لئے ترغیب دینے کو وہ مکہ تک خود گیا تھا۔

ابتدائے اسلام کی حالت ہی ایسی تھی کہ بغیر جنگ و جدل کئے کام ہی نہ چلتا تھا اگر یہاں بھی خاموشی سے مسلمان بیٹھے رہتے تو تعجب نہ تھا کہ یہاں بھی مثل ابو جہل کے دو چار مفسد پیدا ہو جاتے جس سے مسلمانوں کا رہنا دشوار ہو جاتا۔

اس لئے اہل مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے یہودیوں سے جب کبھی ذرا سی بھی زیادتی ہوتی تھی تو مسلمان بدلہ لینے میں تامل نہ کرتے تھے لیکن کسی حالت میں وہ انصاف تہذیب اور اعتدال سے باہر بھی نہ ہوتے تھے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت کی حالت مدینہ میں سلطان وقت کی سی تھی اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیوں کو سزا دینا ہر حالت میں ضرور ہوتا ہے۔ اور اس طرح رہ کر مدینہ پر کچھ اپنا قابو چلا ورنہ اور طرح سے ممکن معلوم نہ ہوتا تھا اور اب اسلام کا رعب کافروں کے دل میں اثر کرنے لگا۔

حضرت عثمان رضؓ۔ بوجہ اپنی اہلیہ کی بیماری کے شریک جنگ بدر بحکم رسول نہ ہوئے تھے مگر حصہ غنیمت کا ان کو بھی دیا گیا جب اہل اسلام بعد فتح بدر داخل مدینہ ہوئے تو حضرت عثمان کی تعزیت میں شریک ہوئے بعد وفات رقیہ بنت رسولؐ کے حضرت صلعم نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا اور اسی سبب سے لقب ذی النورین کا ہوا۔

عمیر بن وہب مکہ میں ایک اسلام کا سخت دشمن تھا اس کا بیٹا مدینہ میں قید تھا یہ اور صفوان بن امیہ اس کا باپ جنگ بدر میں قتل ہوا تھا آپس میں بیٹھے مقتولین بدر کا ماتم کر رہے تھے صفوان بولا کہ اب جینے کا مزا جاتا رہا عمیر نے کہا سچ ہے اگر مجھ پر قرضہ کا بار اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمد (صلعم) کو قتل کر آتا اور

اپنے قیدی بیٹے کو بھی چھڑالاتا صفوان نے کہا تم کچھ فکر نہ کرو میں تمہارے اور تمہارے بچوں کے خرچ کا ذمہ دار ہوں۔ عمیر مطمئن ہو کر گھر آیا اور تلوار زہر میں بجھا کر مدینہ پہنچ گیا مسجد نبوی کے سامنے اپنا اونٹ بٹھا رہا تھا کہ اونٹ بلبلایا حضرت عمرؓ کی نگاہ اُس طرف پھری دیکھا تو عمیر ہے دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے ضرور کوئی شر و فساد برپا کرنے یہاں آیا ہے اوٹھے اور گلا دبا کر حضور صلعم میں پیش کیا آپؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور عمیر سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے بولا بیٹے کو چھٹانے۔ آپؐ نے فرمایا سچ سچ بتاؤ پھر وہی جواب دیا آپؐ نے فرمایا کہ پھر تلوار کیوں حمائل ہے۔ عمیر بولا کہ اس تلوار نے بدر کے موقع پر ہی آپؐ کا کیا کر لیا اس لئے یہ بیکار ہے آپؐ نے فرمایا دیکھ عمیر تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے اور صفوان نے تیرا اور تیرے کنبہ کے خرچ کا بار اپنے ذمہ لیا ہے اور کیا تو میرے قتل کا وعدہ کر کے یہاں نہیں آیا ہے۔ عمیر یہ پتہ کی بات سن کر حیران ہو گیا اور کہا کہ تو بیشک پیغمبر ہے کیونکہ اس معاملہ سے سوائے صفوان کوئی تیسرا واقف نہیں اور فوراً مسلمان ہو گیا۔ نبی صلعم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کو دین سکھاؤ اور قرآن یاد کراؤ۔ عمیر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت جانے کی دیجئے تاکہ مکہ میں دعوت اسلام دوں اور جس طرح اب تک اسلام کا دشمن بنا رہا اب کفار کا دشمن بنکر اون کو دق کروں اہل مکہ کو جب اس کے اسلام کی خبر ہوئی تو سخت صدمہ ہوا۔ عمیر نے کچھ عرصہ میں ایک اچھی خاصی جماعت اپنے ہم خیال بنالی۔ اور بہت لوگوں کو مسلمان کر لیا[۱]۔

غزوۂ بدر کو جو دیگر غزوات پر ترجیح ہے وہ اس لئے بھی ہے کہ خود خداوند تعالیٰ

[۱] طبری۔ صفوان بھی سنہ ہجری میں مسلمان ہو گیا

نے کلام پاک میں اس کا تفصیل وار ذکر کیا ہے سورۂ انفال میں بدر کے احسانات اور بعض دیگر مسائل متعلق جنگ بدر نہایت وضاحت کے ساتھ درج ہیں۔

بدر کی فتح نے مذہبی اور ملکی معاملات پر ایک کافی روشنی ڈالدی اور درحقیقت یہ اسلام کی ترقی کا اول قدم تھا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار جو اسلام کے جانی دشمن تھے فنا ہو گئے اور اب ابوجہل کی نخوت کا تاج ابوصفیان کے سرپر رکھا گیا یہود سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ ہر معاملہ میں اسلام کے موافق رہیں گے لیکن اس فتح نے ان کے حسد کے شعلے بھڑکا دئے اور وہ اسلام کے مخالف ہو گئے۔ قریش کو پہلے تو صرف حضرمی کا رونا تھا مگر فتح بدر کے بعد گھر گھر رونا پڑ گیا اور مقتولین بدر کے انتقام کے لئے مکہ کا بوڑھا جوان، بچہ اضطراب کی حالت میں تھا۔ چنانچہ آگے چلکر جو جنگ ہوئیں وہ اسی جوش کا نتیجہ ہیں۔

یہود مدینہ کی شرارت فساد اور عہد شکنی

جب مسلمان مدینہ آئے تو جہاں اور لوگ آباد تھے وہاں یہود بھی تھے۔ اگرچہ لفظ یہود سے صرف وہی قبیلہ مراد ہونا چاہیئے جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا قومی نام یہود ہو گیا۔ بنی اسرائیل شروع زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی مگر آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہو گئی کہ خدا کے غضب کی مستحق قرار پائی۔

چنانچہ حضرت مسیح جیسے رحمدل پیغمبر نے بھی ان کی حرکتوں کو دیکھ کر سانپ اور سانپ کے بچے ان کو بتایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کی بادشاہت ان سے لیجائیگی

اور دوسری قوم کو دے دی جائے گی۔ جو اس کے اچھے پھل لائے۔[۵۱]

نبی صلعم یہودیوں کے حالات سے خوب واقف تھے اور آپؐ نے امن عامہ قائم رکھنے کے لئے ایک معاہدہ بھی کیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا اور اسی وجہ سے آپؐ یہودیوں پر مہربانی کرتے اور مساوات کا درجہ قائم رکھنے کی کوشش فرماتے۔ چنانچہ یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے تو آپؐ نے بھی حکم دیدیا کہ مسلمان بھی عاشورہ کا روزہ رکھا کریں۔[۵۲]

اگر کسی یہودی کا جنازہ راستہ میں ملجاتا تو آپؐ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔[۵۳]

اہل عرب بالوں میں مانگ نکالتے تھے اور یہودی بالوں کو یوں ہی چھوڑ دیتے تھے آنحضرت صلعم بھی ان ہی کیطرح بالونکو چھوڑنے لگے۔

ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰ کی فضیلت اس طرح بیان کی گویا انکا درجہ حضرت محمد صلعم سے افضل تر ہے یہ سُن کر ایک انصاری کو غصہ آیا اور اس کے منہ پر تھپڑ مارا اس یہودی نے آنحضرتؐ سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اور پیغمبروں پر فضیلت مت دو ورنہ قیامت کے دن لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ اور مجھکو سب سے پہلے جب ہوش آئیگا تو موسیٰؑ کو عرش کا پایہ پکڑے دیکھونگا۔[۵۴]

اس زمانہ میں جو احکام قرآن مجید میں نازل ہوئے وہ اہل کتاب کے ساتھ مدارات قائم رکھنے کی بابت تھے۔ چنانچہ حکم الہی کہ اہل کتاب کے ساتھ کھانا تمھارے لئے حلال ہے نازل ہوا جو معاشرت اور ان کی قدر و منزلت پر پورا اثر ڈالتا ہے۔

---

۵۱ متی ۲۱ باب ۴۳-۴۴ ۵۲ صحیح بخاری ۵۳ بخاری شریف
۵۴ بخاری-۱۲

اسلام کی بابت جو کچھ یہودیوں کے سامنے بموجب حکم الٰہی پیش کیا گیا وہ صرف اس قدر
تھا کہ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جس کو ہم تم یکساں مانتے ہیں وہ یہ کہ ہم
خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔
اگر غور کیا جائے تو ان میں کوئی بات بھی ان کے خلاف مزاج نہ تھی مگر ان تمام
مہربانیوں خاطرداری اور اظہار لطف کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلام کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش
کی گئی۔ اسلام کی عظمت و اقتدار کم کرنے کے لئے مشرکوں سے کہتے کہ تم مسلمانوں سے
مذہب میں کہیں اچھے ہو۔ چنانچہ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اور کافروں
کی نسبت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔)
مذہب اسلام کی بے وقعتی کرنے کے لئے مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو جاتے تھے تاکہ یہ
خیال ہو کہ اگر اسلام کے اصول عمدہ اور خود اسلام سچا ہوتا تو اس کو قبول کرکے کوئی
ہرگز نہ چھوڑتا۔ اس کی شہادت کلام مجید کی سورۂ آل عمران رکوع ۸ میں ہے۔
(ترجمہ۔ اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو نازل ہوا ہے اس
پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو پھر جاؤ شاید کہ وہ لوگ (یعنی مسلمان) بھی پھر جائیں۔)
سلام کے بارے میں یہودیوں نے اپنا طریقہ کر لیا تھا کہ آنحضرت صلعم سے بجائے سلام علیک
کے السام علیک کہتے (یعنی تم پر موت ہو) حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ سنا تو سخت
ناراض ہوئیں اور کہا کہ نالائقو تم کو نہ موت آئے آپ صلعم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو
حضرت عائشہ نے کہا کہ آپؐ نے سنا بھی کہ اس نے کیا کہا آپؐ نے فرمایا کہ سنا۔ اور
میرا صرف علیک کہہ دینا ان کے لئے کافی ہے۔[۱]

[۱] صحیح بخاری - ۱۲

ان باتوں کے سوا انہوں نے اسلام کی بیخ کنی کی ملکی تدبیریں بھی شروع کر دیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو سب سے بڑی قوت انصار کے قبائل اوس اور خزرج سے پہونچی ہے۔ جو آپس میں ایک ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اگر یہ دونوں مثل سابق آپس میں لڑتے بھڑتے رہیں تو اسلام خود ضعیف ہو کر غارت ہو جائے گا۔ اور بتا دیا گیا ہے کہ عرب کو گذشتہ کینہ یاد دلا کر ابھار دینا نہایت معمولی کام تھا۔

ایک روز دونوں قبیلوں کے خاص خاص لوگ آپس میں بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے چند مفسد یہودی بھی وہاں پہونچ گئے اور گذشتہ جنگ بعاث کا ذکر شروع کیا یہ وہ لڑائی تھی جو ان ہر دو قبائل میں بہت عرصہ تک جاری رہی تھی اور ان کی تمام قوت برباد کر دی تھی۔ اس تذکرہ نے دونوں کے دلوں پر اثر کیا اور گذشتہ کینہ دماغ میں موجیں مارنے لگا۔ عداوت کی آگ سلگنے لگی اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگا اور ہاتھا پائی کی حد سے گذر کر تلواریں آپس میں کھچ گئیں رسول اکرم کو فوراً خبر ہو گئی آپ فوراً موقع پر تشریف لائے اور پند و نصائح سے دونوں فریق کو ٹھنڈا کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ اے مسلمانو۔ اگر تم اہل کتاب کے بعض لوگوں کا کہنا مانوگے تو وہ تم کو ایمان لائے بعد پھر کافر بنائیں گے (آل عمران))

یہودیوں کو مدینہ میں رہ کر سب سے بڑا نقصان جو مسلمانوں سے پہونچا تھا اور جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے دشمن بن گئے تھے وہ یہ تھا کہ ان کے سود کی گرم بازاری نہ رہی تھی اور ان کی مالی حالت روز بروز کمزور ہوتی جاتی تھی۔ مدینہ اور اطراف مدینہ میں ان کا لین دین جاری تھا اور قریب قریب تمام آبادی ان کی قرضدار تھی اور چونکہ یہی لوگ صرف مالدار تھے اس لئے جس شرح پر وہ روپیہ قرض دیتے

[illegible]

کا فرض تھا کہ ان کی بداعمالیوں پر آپؐ پند و وعظ فرماتے کیونکہ کلام مجید میں انکے اخلاق اور عادات کی پردہ دری پر آیتیں نازل ہو رہی تھیں۔ سورۂ نسآر میں حکم آیا (ترجمہ۔ وہ جھوٹی باتوں کے سننے والے اور حرام مال کے کھانے والے ہیں۔ اور تو ان میں اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ گناہ کی تعدی کی طرف بہت تیزی سے بڑھتے ہیں اور چونکہ یہ سود خوری کرتے ہیں حالانکہ ان کو سود سے منع کر دیا گیا تھا اور چونکہ یہ لوگوں کا مال خورد برد کر جاتے ہیں)

ان وجوہات سے تمام یہودی اسلام سے ناخوش رہنے لگے اور آنحضرتؐ کو تکلیفیں پہونچانے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر رسول صلعم کو حکم تھا کہ ان کی تمام ایذا رسانیوں کی برداشت کریں۔ چنانچہ سورۂ آل عمران رکوع ۱۹ میں نازل ہوا۔ کہ (ترجمہ۔ اور اہل کتاب اور مشرکوں سے تم بہت سی ایذا کی باتیں سنوگے اور اگر صبر کئے رہو اور پرہیزگاری پر قایم رہو تو یہ (تمہاری) ہمت کے کام ہیں)

مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس وقت یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے۔

(۱) قینقاع (۲) قریضہ (۳) نضیر اور یہ سب عموماً زمیندار تجارت پیشہ اور نہایت دستکار اور مالدار تھے۔

قبیلہ قینقاع زرگری کا پیشہ کرتے تھے چونکہ یہ سب میں زیادہ بہادر اور شجاع تھے اس لئے ان کے پاس ہمیشہ آلات جنگ کا ذخیرہ بھی کافی موجود رہتا تھا۔ تجارت اور زمینداری کے علاوہ ان میں علم بھی تھا ان کے مقابلہ میں انصار ناخواندہ اور مفلس تھے اس لئے اکثر ان کے قرض دار رہا کرتے اور جاہل ہونے کی وجہ سے ان کو عزت کی نگاہ سے بھی دیکھتے تھے جو انصار بت پرست تھے اور جن کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے وہ منت مانگتے تھے کہ اگر ہمارا بچہ زندہ رہے گا

تو ہم اس کو یہودی بنائیں گے چنانچہ مدینہ میں اس قسم کے دو غلے یہودی بھی موجود تھے[۱]

اس سے ظاہر ہے کہ یہودیوں کی کس قدر عزت اور ان کا اقتدار مدینہ میں تھا۔

مگر جب مسلمان جنگ بدر میں فتحیاب ہوئے تو یہودیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور

ان کو اعلانیہ نظر آیا کہ اسلام طاقت پکڑتا جاتا ہے اور ان کو اپنے اقبال کا وہ ستارا

جو عرصہ دراز سے نہایت تیزی کے ساتھ چمک رہا تھا اب دھندلا دکھائی دینے لگا

یہودیوں کے علاوہ مدینہ میں منافقین کا بھی ایک گروہ موجود تھا جس کا سردار

عبداللہ بن اُبّی تھا۔ یہودیوں نے اس کو اپنی طرف بہ آسانی ملا لیا کیونکہ یہ پہلے سے

بھی یہود بنی نضیر کا حلیف اور ہم عہد تھا۔

جنگ بدر سے قبل قریش نے اس عبداللہ بن اُبّی کو محمد صلعم کے نکالنے کے لئے

لکھا تھا مگر جب مطلب پورا نہ ہوا تو اب یہود کو خط لکھا (ترجمہ۔ تمہارے پاس آلات

جنگ اور حفاظت کو قلعے ہیں تم ہمارے دشمن محمدؐ سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کریں

گے اور کوئی طاقت ہم کو تمہاری عورتوں کے پازیب تک پہنچنے سے روک سکے گی (یعنی زیور تک

اُتار لیں گے۔)

یہ خط عام یہود کے نام تھا اس خط کے ملنے پر قبیلہ بنو نضیر نے عہد شکنی کی اور آنحضرتؐ

سے فریب کرنے کا ارادہ کر لیا[۲]۔

غرضکہ ان کی آئے دن کی حرکتوں اور خباثت نے ہر مسلمان کو چوکنا کر دیا اور

ہر وقت خطرہ کا اندیشہ رہنے لگا۔ نبی صلعم جب رات کو گھر سے نکلتے تھے تو یہودیوں

کی وجہ سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔

[۱] ابوداؤد کتاب الجہاد [۲] ابوداؤد۔ باب فی خبر النضیر۔ ۱۲

چنانچہ طلحہ بن برآر ایک صحابی تھے جب ان کا وقت آخر ہوا تو یہ وصیت کی کہ اگر میرا انتقال رات کو ہو جائے تو رسول صلعم کو خبر نہ پہنچنے دینا کیونکہ مجھکو خوف ہے کہ یہود آپؐ کو رات کے وقت کچھ نقصان نہ پہنچائیں[1]

غزوہ قینقاع

واقع ماہ شوال ۲ھ مطابق ماہ مارچ ۶۲۴ء

مذکورہ بالا بیان صاف بتا رہے ہیں کہ یہود مسلمانوں کے کس قدر خلاف تھے اسی دوران میں جبکہ مسلمان جنگ بدر سے واپس آئے تو ایک اتفاقیہ واقعہ درپیش آگیا جس سے ان کی آتش غضب اور بھڑک اٹھی اور ان کے خیالات کی پوری قلعی کھل گئی۔

ایک انصاری نوجوان عورت مدینہ کے محلہ قینقاع میں ایک دوکان پر دودھ فروخت کرنے گئی۔ چند بدمعاش یہودیوں نے شرارت کی اور اس خاتون کی بے حرمتی کرنی چاہی اور اس کو سر بازار برہنہ کر دیا عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہونچا اور یہ دیکھ کر غیرت سے بیتاب ہو گیا۔ اور طیش میں آکر فسادانگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو بھی قتل کر دیا اور بلوہ کیا۔ آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ صلعم نے بلوہ کی متعلق دریافت کرنے کے لئے یہودیوں کو بلایا تو انہوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس کر دیا اور خود نہ آئے جب یہ حالت معلوم ہوئی تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور

[1] اصابہ ترجمہ طلحہ بن ابراء ۔ ۱۴

فرمایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ اہلِ بدر کی سی حالت تمہاری بھی ہو جاوے اور خدا کا عذاب تم پر نازل ہو وہ بولے ہم قریش نہیں جو تم سے ڈریں ہم سے اگر پالا پڑا تو بتا دینگے کہ لڑائی کس کو کہتے ہیں۔

چونکہ ان کی طرف سے معاہدہ فسق ہو چکا تھا اور اعلان جنگ بھی ہو گیا تھا اس لئے آپؐ نے بھی مجبور ہو کر جنگ کی طیاریاں کیں۔ وہ قلعہ بند ہو گئے مسلمان پندرہ دن تک محاصرہ کئے پڑے رہے یہود جب اپنی تمام کوششوں میں ناکام رہے تو ہتیار ڈال دئے مسلمانوں نے سب کو قید کر لیا۔ پیشتر تو ارادہ تھا کہ ان کو ان کے اعمال کی پوری سزا دی جائے مگر آنحضرت صلعم نے چاہا کہ ان کا خون بہتا ہوا دیکھا نہ جائے جب یہودی ہر طرح بے بس ہو گئے تو وہ اس پر رضامند ہوئے کہ آنحضرت صلعم جو فیصلہ کر دیں گے اسپر وہ رضامند ہوں گے۔

عبداللہ بن اُبَی جو ان کا حلیف تھا اُس کی اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ وہ جلا وطن کر دئے جائیں چنانچہ یہودیوں کو یہ فیصلہ منظور کرنا پڑا اور وہ ماہ شوال سنہ ۲ھ میں مقام اذرعات میں جو شام کے علاقہ خیبر میں ہے جلا وطن کر دئے گئے جلا وطن ہونے والوں میں تین سو زرہ پوش اور چار سو تجارت پیشہ لوگ تھے۔

اسی سال سنہ ۲ھ ہجری ماہِ ذالحجہ میں حضرت علیؓ کی شادی حضرت فاطمہؓ زہرا بنت رسول سے ہوئی۔ حضرت فاطمہ زہرا آپؐ کی سب بیٹیوں میں کم سن تھیں اب ان کی عمر ۱۵ سال کی ہو گئی تھی حضرت علی جو آپؐ کے پیارے اور چہیتے تھے ان کے ساتھ شادی قرار پائی۔ ابن سعد کی یہ روایت کہ جب پیغام آنے لگے تو سب سے اول حضرت ابوبکر کا پیغام پہنچا مگر آپؐ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جو حکم خدا ہو اس کے بعد

حضرت عمر نے جرأت کی اور یہی جواب پایا کچھ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی بہرحال جب علی نے درخواست کی تو آپؐ نے اقرار فرمالیا اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا اثاثہ ہے آپ نے جواب دیا کچھ نہیں نبی صلعم نے فرمایا کہ وہ زرہ کہاں گئی کہ جو جنگِ بدر میں ہاتھ لگی تھی عرض کیا وہ موجود ہے آپ نے فرمایا بس وہ کافی ہے۔ یہ پڑھ کر شاید ناظرین کو خیال ہوگا کہ وہ کوئی قیمتی ہوگی۔ نہیں۔ بلکہ اُسکی قیمت ڈیڑھ دو روپیہ سے زائد نہ تھی اس کے علاوہ اور جو حضرت علی کے پاس سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک پُرانی چادر تھی۔

حضرت علی نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہؓ کے مہر میں ادا کیا حضرت علیؓ اس وقت تک آنحضرت کے پاس رہا کرتے تھے مگر عرب کے رواج کے موافق شادی کے بعد لڑکی کا بار باپ پر نہیں رہتا تھا۔ اس لئے حضرت علی کو الگ مکان لینے کی ضرورت پڑی۔

حارثہ بن نعمان انصاری کے چند مکان تھے جن کو وہ آنحضرت کے نذر کر چکے تھے حضرت فاطمہ نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھکو بھی کوئی مکان اُن سے دلوا دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ وہ بہت کچھ دے چکے ہیں اب زیادہ کہتے مجھکو شرم آتی ہے حارثہ نے جب یہ سنا تو دوڑے آئے اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب حضور کا ہے۔ قسم خدا کی میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھکو اُس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو میرے پاس رہ جاتا ہے چنانچہ حارثہ نے اپنا مکان ایک خالی کر دیا۔ اور حضرت فاطمہ اُس میں رہنے لگیں۔

رسول مقبول نے جو جہیز اپنی لاڈلی بیٹی کو دیا اُس کی فہرست یہ ہے۔

ایک چارپائی بانوں کی بنی ہوئی۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ دو چکیاں اور دو عدد مٹی کے گھڑے۔ ایک چھاگل اور ایک مشک۔

جب حضرت فاطمہؓ اپنے نئے گھر میں پہنچ گئیں تو رسول صلعم تشریف لے گئے اور دروازہ پر اجازت لیکر اندر داخل ہوئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ اُس میں ڈالے اور وہ پانی حضرت علی کے بازو اور سینہ پر چھڑکا پھر حضرت فاطمہ کو پاس بلایا اور تھوڑا سا پانی ان پر بھی چھڑکا اور برکت دے کر فرمایا کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جس کو میں نے اپنے خاندان میں افضل ترپایا۔[۱]

اسی سال آپ صلعم نے اپنا عقد حفصہؓ بنت عمرؓ سے کیا جو جنگ بدر میں بیوہ ہو گئی تھیں۔

برکات ۲ سنہ ہجری نبوی

(۱) رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے[۲] اور اسلام میں پہلا روزہ اتوار کے دن ۲۶ فروری ۶۲۴ء کو ہوا۔

---

[۱] طبقات ابن سعد۔

[۲] (۱) روزے صحت کو بڑھاتے (۲) امیروں کو غربا کی حالت سے خبردار کرتے (۳) بھوکوں اور پیٹ بھروں کو مساوی بناتے (۴) قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور کرتے (۵) خدا ترسی کی عادت کو مستحکم کرتے ہیں جس سے انسان پرہیزگار بن جاتا ہے اگر غور کیا جائے تو صدہا فوائد جو اس میں پوشیدہ ہیں صاف صاف ظاہر ہو جائیں یعنی روزہ انسان کو حرام کام۔ لغو گوئی۔ اور غیبت اور بدافعالیوں سے روکتا اور انسان کو نیک اور صالح بنا دیتا ہے۔

(۲) زکوٰۃ مسلمانوں پر فرض ہوئی[۱] اور یہ اسلام کا تیسرا رکن قرار پایا۔
(۳) قبلہ کا رُخ کعبہ کی طرف تبدیل ہوا[۲]۔
(۴) اذان کا طریق جاری ہوا۔

---

[۱] زکوٰۃ مسلمانوں کو مسکینوں کا ہمدرد بناتی اور غربا کی دستگیری سکھاتی اور اپنے بھائیوں کی رفاقت کی تعلیم دیتی ہے۔ زکوٰۃ حقیقت میں اس صفت ہمدردی اور رحمدلی کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے جو خداوند تعالیٰ نے انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ فطرتاً پیدا کی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اپنے مال کی محبت مغلوب نہیں کرتی بخل اور کنجوسی کی عادت انسان میں پیدا نہیں ہوتی۔ بے انتہا مالدار ہونے پر بھی غرور اور تکبر پیدا نہیں ہوتا۔ اور غربا کے گروہ کو اس کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ مالدار کے روپیہ میں اپنا ایک حصہ سمجھتا ہے۔ اب رہی تقسیم مال زکوٰۃ کی۔ اس کی تصریح کلام پاک اور احادیث میں دیکھو۔ کہ جن مدات پر زکوٰۃ تقسیم کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کس خوبی سے پورا کیا گیا ہے۔

[۲] قبلہ کی تبدیلی کا حکم رسول صلعم کے دلی منشا کے وقت نازل ہوا تھا۔ کیونکہ آپؐ کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ اور عبادت الٰہی کی غرض سے بیت اللہ اور عزت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا۔ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ (۱) کہ اللہ پاک کو جملہ اطراف سے یکساں نسبت ہے۔ (۲) عبادت کے واسطے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات انسان میں شائع رہا ہے۔ (۳) کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ (۴) تعین قبلہ کا بڑا مقصد یہی ہے کہ تابعین رسول صلعم کے لئے ایک تمیزی علامت قرار دی جائے۔

یہی وجہ تھی کہ جب تک حضورؐ مکہ میں رہے اس وقت تک بیت المقدس قبلہ رہا کیونکہ مشرک لوگ

غزوہ سویق

ذالحجہ سنہ ۲ ہجری مطابق مئی سنہ ۶۲۴ عیسوی

جب جنگ بدر سے ابو سفیان شکست کہاکر بہاگا تہا تو شیخی میں بہر کر یہ قسم کہائی تہی کہ میں جب تک محمد صلعم یا اصحاب محمد صلعم سے بدلہ نہ لے لوں گا ہرگز اپنی عورت پاس نہ جاؤں گا اور سر میں تیل بہی نہ ڈالوں گا۔ اور نہ غسل کروں گا کیونکہ اب یہ قریش کا سردار تہا اور اس منصب کا سب سے بڑا فرض مقتولان بدر کا انتقام تہا۔ آنحضرت صلعم سے بدلہ لینا تو کچہ مذاق نہ تہا اول تو وہ خود مُنہ کی کہا چکا تہا دوسرے جوش اسلام کی خبریں سُن کر اور چہکے چہوٹے جاتے تہے اس لئے محض قسم اوتارنے کو معہ دوسو شتر سواروں کے مدینہ کے گرد و نواح میں آیا اور قسم اُتارنے کی فکر میں ہوا اور مقام بنی النضیر میں قیام کیا اور ایک رات کو حُیی بن اخطب کے مکان پر اس غرض سے گیا کہ آنحضرت صلعم کا کچہ حال دریافت کرے مگر اُس نے حال بتانے اور ابو سفیان کو مہمان رکہنے سے صاف انکار کر دیا وہاں سے اپنا سامنہ لیکر واپس آیا اور سلام بن مشکم یہودی کے مکان پر شب کی تاریکی میں گیا اس نے اس کو مہمان رکہا اور شراب وکباب سے ضیافت کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۰۔ اس لئے اس کی قدامت ظاہر ہے۔ مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالی نے اہل کتاب کو بتا دیا تہا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ ہوگی وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔ انجیل کے صفحات بہی شاہد ہیں یسعیاہ نبی کی کتاب ۶۰ باب ملاحظہ کیجئے کہ تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے جا بجا لفظ شوکت کا گہر لکہا ہے جسکا عربی ترجمہ بیت الحرام ہے۔ اور خانہ کعبہ کا بہی یہی نام قرآن میں آیا ہے۔



گرفتار ہوئے اس گروہ کی تلاش کے لئے آنحضرت صلعم بھی معہ اصحابؓ کے بطن وادی کو روانہ ہوئے اور وہاں بھی چند آدمی معہ اونٹوں کے گرفتار ہوئے ان آدمیوں میں ایک غلام لیسار نامی گرفتار ہوا جب آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف لائے تو وہ اونٹ اصحاب پر تقسیم کر دئے گئے اور لیسار نامی غلام آنحضرت کے حصہ میں آیا اور وہ پکا مسلمان ہو گیا پھر اس غلام کو آپؐ نے آزاد کر دیا۔

قتل کعب بن اشرف

۱۴ ماہ صفر ۳ھ ہجری مطابق ۲۶ جولائی ۶۲۴ء یوم اتوار

مسلمانوں کے عروج پر کفار کا حسد روز بروز بڑھتا گیا جس طرح مسلمان کفار سے بچنے کی تدبیریں سوچتے تھے اسی طرح یہ کم بخت نئے نئے پہلو ایذا رسانی کے ٹٹولتے اور ایک نہ ایک مفسد پیدا ہو جاتا تھا۔

جب اہل اسلام جنگ بدر میں فتحمند ہوئے تو کوئی کافر مدینہ اور نواح مدینہ میں ایسا نہ رہا جو ذلیل و خوار نہ ہوا ہو۔ اور مسلمانوں کی کامیابی اور یک جہتی نے بالآخر یہودیوں کی زبان سے یہ کہلا دیا کہ مسلمان جس جگہ چڑھائی کریں گے فتح پائیں گے۔

کعب بن اشرف یہودیوں میں ایک مشہور شاعر تھا۔ اس کا باپ قبیلہ طے کا باشندہ تھا اسکے باپ اشرف نے اپنی لیاقت اور ہوشیاری سے اس قدر عزت اور اعتبار حاصل کر لیا تھا کہ ابو رافع ابن ابی الحقیق جو یہودیوں میں نہایت با عزت اور بڑا تاجر حجاز تھا اس کی لڑکی سے شادی کر لی اس کے بطن سے یہ کعب پیدا ہوا اس رشتہ داری کی بنیاد پر یہ یہود اور عرب سے برابر کا تعلق رکھتا تھا۔ پھر اس کی شاعری کا عوام پر

ایسا اثر تھا کہ ہر شخص اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ پر حصار میں رہتا تھا۔

رفتہ رفتہ دولت کی وجہ سے تمام عرب کے یہودیوں کا رئیس بن گیا۔ علمائے یہود اور بزرگان مذہب کی تنخواہیں مقرر کیں۔

جب نبی اکرمؐ مدینہ میں تشریف لائے تو سب پیشوایانِ مذہب کو بلا کر نبی صلعم کی نسبت رائے طلب کی جب سب کو اپنے خیال کے مطابق رسول صلعم کے خلاف پایا تو مقررہ مشاہرہ جاری کیا۔[۱]

اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ جنگ بدر میں جب سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ تعزیت کے لئے چالیس آدمی لیکر مکہ پہونچا اور مقتولان بدر کے پُردرد مرثیئے جس میں انتقام کی ترغیب اور رسول اکرم کی ہجو تھی لوگوں کو جمع کر کے پڑھتا اگرچہ ابوسفیان کے حکم سے کسی کو جنگ بدر کے مقتولان پر رونے کی اجازت نہ تھی مگر اس کی سحر بیانی سے ان کا رونا رک نہ سکتا تھا وہ زار و قطار روتے تھے۔[۲]

مکہ میں چونکہ ابوصفیان سردار مانا جاتا تھا اس لئے ابوصفیان سے ملا۔ اور اس کو بدر کے واقعات پر برانگیختہ کیا۔ ابوصفیان سب کو لیکر حرم میں آیا اور سبھوں نے حرم کا پردہ

---

[۱] زرقانی۔ ۱۲

[۲] کعب کے صرف دو شعروں کا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے جس سے اُس زمانہ کی طرز و روش معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ۔ جنگ بدر کی چکی نے اہلِ بدر کو پیس ڈالا۔ بدر جیسے واقعات پر خوب رونا پیٹنا چاہیئے کس قدر شریف سفید اور بارونق چہرے جنکے پاس اہلِ غرض پناہ لیتے تھے مارے گئے۔ ۱۲

پکڑ کر عہد کیا کہ ہم سب بدر کا انتقام لیں گے۔[1]

جب مدینہ واپس آیا تو نبی صلعم کی ہجو نویسی شروع کی اور لوگوں کو اپنی جماعت میں سناتا اور لوگوں کو رسول اکرمؐ کے خلاف اُبھارتا۔ عرب میں شاعری کا وہ زور و شور تھا جو آجکل دُنیا کے بڑے بڑے مدبروں اور قوم کے رہنمایوں میں پایا جاتا ہے۔ جو اپنی پُراثر تقریر سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیتے ہیں اور اپنی زبان کی سحر بیانی سے کایا پلٹ کا کام لیتے ہیں۔ اسی طرح عرب میں ایک شاعر اپنے شعر کے زور سے قبیلے کے قبیلے اُلٹ دیتا تھا۔

کعب نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ یہ قصد کیا کہ کسی نہ کسی طرح رسول اکرم کو قتل کرا دے۔[2] چنانچہ یہ ارادہ کر کے ایک روز آنحضرت صلعم کو دعوت میں بلایا اور چند آدمیوں کو اس کام پر مقرر کیا کہ جب آپؐ یہاں آجائیں تو دھوکے سے آپ کو قتل کر دیں۔[3] مگر آپ صلعم تشریف نہ لائے اور اس کے خبث باطن کا پتہ چل گیا۔ جب کعب کی جملہ بدذاتیوں کا راز افشا ہو گیا تو آپ صلعم نے اس کی فتنہ انگیزیوں کا حال صحابہ سے کیا تو محمد بن مسلمہ آنحضرت کے اشارے سے کعب کی شرارت دفع کرنے کے لئے تیار ہوا اور کعب کے قتل کی فکر میں ہوا اور تدبیر سوچ کر ابو نائلہ (برادر رضاعی کعب) اور عباد بن بشر۔ حارث بن معاذ اور ابو عبس کو اپنے ہمراہ لیا۔ سب سے اول ابو نائلہ۔ کعب کے مکان پر گیا اس نے تعظیم دی ابو نائلہ کہنے لگا کہ ہم لوگ تو محمد صلعم سے بڑے تنگ آگئے جب سے یہ مدینہ میں آئے ہیں ہم پر ایک بلائے عظیم نازل ہے اول تو آئے

---

[1] خمیس۔ ۱۲ [2] تاریخ علامۂ یعقوبی۔ ۱۲

[3] فتح الباری۔ ۱۲

دن کے دنگہ فساد سے اہل عرب کا راستہ بند ہے جس سے ہم روٹی کو محتاج ہو گئے بال
بچے بھوک کے مرنے لگے پھر اس حالت میں بھی وہ ہم سے جزیہ مانگتے ہیں یاں خود تو کھانے
کو ہے ہی نہیں دیں تو کس طرح کعب بولا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا میری سنتا ہی کون
ہے ابھی کیا ہے اور اس سے زیادہ خوار ہو گے ابو نائلہ خاموش ہو رہا اور پھر بولا کہ مجھ کو
اس وقت ضرورت روپیہ کی ہے جس کے لئے میں حاضر ہوا ہوں تم مجھ کو قرض دے دو
اور جو چیز پسند کرو اس کو رہن رکھ لو کعب بولا تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو
ابو نائلہ بولا کہ ان کا رہن رکھنا تو غیر ممکن ہے کیونکہ یہ ہمارے لئے بڑے شرم کی بات
ہے۔ دوسرے تمہارے حسن و جمال کی وجہ سے ہم کو اپنی بیویوں پر وفاداری کا یقین
نہیں پھر اس نے کہا کہ خیر اگر عورتیں نہیں رکھتے ہو تو اپنے بال بچے ہی رہن کر دو ابو نائلہ
بولا کہ اگر لڑکوں کو کوئی ذرا بھی برا کہے گا یا مارے گا تو ہم کو نہایت ہی رنج ہو گا دوسرے
باعث ننگ و عار کا ہے اگر تم رضامند ہو تو ہم اپنے ہتیار رہن رکھ سکتے ہیں کیونکہ آجکل
وہ بڑے قیمتی ہیں۔ کعب نے منظور کیا اور کہا جب چاہو رہن رکھ جاؤ اس پر ابو نائلہ
بولا کہ میں رات کو ضرور رہن رکھنے آؤں گا تم منتظر رہنا اور یہ کہہ کر لوٹ آیا۔ اور
اپنے ساتھیوں سے ذکر کیا محمد بن مسلمہ معہ اپنے چاروں یاروں کے رات کو روانہ ہوا
اور آنحضرتؐ مقام بقیع تک ان کے پہونچانے کو آئے اور جب کعب کے دروازہ
حصار پر آئے تو کعب کو آواز دی کہ یہاں آؤ۔ کعب فوراً آواز پہچان کر اٹھ کھڑا ہوا
ہر چند اس کی بیوی نے سمجھایا کہ اس آواز سے آثار خون معلوم ہوتا ہے تم اس وقت
ہرگز باہر حصار کے نہ جاؤ مگر قضا دامنگیر تھی بھلا وہ کب کسی کی سنتا تھا غرض کہ
حصار سے باہر نکلا اور ان سب سے ملا اور قرضہ کا معاملہ دوبارہ قرار پایا۔ پھر

محمد بن مسلمہ نے کہا کہ کیا خوب چاندنی رات ہے اگر طبیعت چاہے تو آؤ ذرا دور گھوم آئیں کعب سبھوں کے ہمراہ ہو لیا راستہ میں ابو نائلہ نے کہا کہ اے کعب تمہارے بدن سے بڑی خوش بو آرہی ہے کعب بولا کہ جناب از حد درجہ کی عمدہ عورت میرے نکاح میں ہے یہ اوس کی خوشبو میرے بدن سے آتی ہے بعدہٗ ابو نائلہ نے کعب سے اجازت لیکر اوس کے سر کے بال پکڑ کر سونگھے اور سبھوں کو تعجب سے سنگھائے اور پھر چھوڑ دیئے دوبارہ خوشبو سونگھنے کے حیلہ سے کعب کے سر کے بال نہایت مضبوطی سے پکڑ لئے اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس دشمن خدا اور رسول کو ہلاک کرو اس پر چند حملہ شمشیر کے کئے مگر وار کارگر نہ لگا آخر کار محمد بن مسلمہ نے ایسی تلوار ماری کہ سینہ سے ناف تک کھل گیا کعب اوس حالت میں نہایت ہیبت ناکی سے چلایا تمام اہل حصار جمع ہو گئے اور روشنی کے لئے آگ جلائی مگر اس کا سر فوراً ہی کاٹ لیا گیا اور سب وہاں سے چل دئے ہر چند اہل حصار نے تلاش کیا مگر راستہ بھول گئے اور پھر نہ پا سکے اوس اثنا میں تلوار اچٹ کر حارث کے بھی لگ گئی مگر جب آنحضرت کے روبرو آیا تو آپؐ کے لعاب دہن سے اچھا ہو گیا۔

قتل ابورافع تاجر حجاز

دوسرا یہودی ابورافع بن ابی الحقیق برادر کنانہ نہایت مالدار اور حجاز کا تاجر ایسا سخت مشرک اور دشمن خدا و رسولؐ تھا کہ اپنے جیب خرچ سے کفار کو روپیہ آنحضرت کے مقابلہ کرنے کے لئے دیا کرتا تھا اور خوب ورغلاتا اور فساد کے لئے آمادہ کیا کرتا تھا مسلمان اس سے سخت ناراض تھے اور بہت تنگ آ گئے تھے اب اسلام

ف ازواقدی۔ ۱۲

کی وہ حالت تو تھی ہی نہیں جیسی مکہ میں تھی کہ ادنیٰ کافر کا ظلم سہیں اور کچھ نہ کر سکیں اب
تو ذرا بھی کسی کافر نے سر اٹھایا اور فوراً مسلمان قتل کے لئے سر پر جا کھڑے ہوئے چنانچہ
اس قتل کے لئے قبیلہ خزرج کے عبداللہ بن عتیک و عبداللہ بن انیس و ابو قتادہ
معہ اور دو آدمیوں کے آمادہ ہوئے تاکہ بمقابلہ قبیلہ اوس کے جنہوں نے کعب کو قتل
کیا اپنے قبیلہ میں بھی سرخرو ہوں اور آنحضرت سے اجازت لینے کو آئے آپ نے عبداللہ
بن عتیک کو ان چار آدمیوں کا سردار بنایا اور اس طرح یہ پانچوں ابو رافع کے حصار کو
جو زمین حجاز خیبر کے قریب واقع تھا روانہ ہوئے اور قتل کی فکر میں ہوئے اور حصار میں
داخل ہونے کی تدبیر کی اہل حصار کا قاعدہ تھا کہ صرف رفع حاجت کے واسطے
حصار سے باہر نکلتے تھے اور حصار کے بہت ہی قریب رفع حاجت سے فراغت پاتے تھے
چونکہ وقت شام کا ہو گیا تھا ابو رافع کے مویشی وغیرہ اندر حصار کے جا رہے تھے اور دربان کہہ
رہا تھا کہ جلد داخل کرو عبداللہ کو یہ حیلہ خوب ہاتھ لگا یعنی اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر وہ
حصار کے قریب زمین پر اس طرح دامن اٹھا کر بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کر رہے ہیں دربان
نے یہ سمجھ کر کہ یہ شخص بھی اہل حصار سے ہوگا آواز دی کہ جب فارغ ہو جاؤ تو جلد آ جاؤ کہ
دروازہ بند ہوتا ہے اور اس طرح عبداللہ حصار میں داخل ہو گئے اور دیکھتے رہے کہ دربان
کنجیاں کہاں لٹکاتا ہے اور ایک گوشہ میں موقع کے منتظر رہے جب ابو رافع کے ہمنشین
سو گئے تو انہوں نے بہزار دقت اپنے تئیں ابو رافع کی خوابگاہ تک پہنچایا مگر وہاں اندھیرا تھا
اس کی شناخت کس طرح ہو کیونکہ وہاں اس کے سوا اور بھی تھے عبداللہ نے آواز دی ابو رافع
نے جواب دیا اور انہوں نے فوراً آواز پر وار کیا اور پیچھے ہٹ گئے مگر خیال ہوا کہ شاید
وار ہلکا بیٹھا دوبارہ پھر گئے اور آواز بدل کر کیفیت پوچھی اس نے گھر کا آدمی سمجھ کر مدد کی

درخواست کی انھوں نے پھر آواز بدل کر ابو رافع کو پکارا اور اسی وقت پھر آواز پر خنجر مارا اور اب کے زخم کاری لگا اور فوراً اطمینان کر کے چل دئے جلدی میں زینہ سے اترتے ہوئے ٹانگ میں چوٹ آئی پگڑی سے ٹانگ کو کس کر اور ایک ہی پیر سے لنگڑاتے ہوئے دروازہ تک آئے یہاں کنجیوں کی جگہ تو معلوم ہی تھی دروازہ کھولکر اپنے ہمراہیوں سے آملے۔ اور زیر قلعہ قیام کیا جب ابو رافع کا مرنا بخوبی ثابت ہوگیا تو چاروں آدمی باری باری عبد اللہ کو کندہوں پر بٹھاتے ہوئے مدینہ تک لائے اور آنحضرت کو تمام کیفیت سے مطلع کیا آنحضرت نے عبد اللہ کی ٹانگ پر ہاتھ پھیرا اور وہ بفضلہ اچھا ہوگیا اہل حصار کو جب ابو رافع کے قتل کا حال معلوم ہوا تو بہت اندیشہ ناک اور غمگین ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ معلوم محمدؐ اور ان کے تابعین کس قسم کے آدمی ہیں کہ خلق کو حصار ہائے مضبوط میں بھی قتل کر جاتے ہیں۔[۵۱]

[۵۱] عیسائی مورخ ان قتلوں کو جو مصلحت وقت سے کئے گئے تھے برا سمجھتے ہیں اور ان قتلوں کا الزام آنحضرت پر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمدؐ کی شان کے بالکل خلاف تھا کہ کسی کو پوشیدہ قتل کیا جاتا۔ یہ بے شک ہوا کہ مسلمان پوشیدہ ان کے قتل کو بھیجے گئے مگر ان کا یہ اعتراض انصاف پر مبنی نہیں ہے کیونکہ مصلحت وقت اسی کی مقتضی تھی کہ ان کو کسی نہ کسی تدبیر سے خواہ پوشیدگی سے خواہ ظاہر طریقہ سے ہو صفحۂ دنیا سے مٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے زندہ رہنے سے ہزاروں جانوں کے ضائع ہونے کا خوف تھا یہ آنحضرت صلعم کے خلاف سازشیں پھیلا رہے تھے اور انھوں نے وہ ہل چل مچا کر قوم میں برافروختگی پھیلا دی تھی کہ آخر کار وہ جنگ پر تل گئے اور بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جو شخص امن میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے اور جو صدہا جانوں کے ضائع ہونے کا بندوبست کرے اوس شخص کا کیا بندوبست کیا جاوے گا ہر شخص جو ذرا بھی عقل رکھتا ہوگا ضرور کہدے گا کہ اس کو سب سے اول قتل کرنا چاہیئے۔ پس ان کا قتل بھی مصلحت وقت سے کیا گیا تھا وہ انصاف کی رو سے الزام

غزوۂ اَمَر یا جنگ انمار

ربیع الاول ۳ھ ہجری مطابق ماہ اگست ۶۲۴ء

ہجرت کے دوسرے سال بلکہ حکم جہاد سے پیشتر ہی آنحضرت کی مدینہ میں حکمرانی کی ایک حیثیت پیدا ہو گئی تہی۔

آپؐ مسلمانوں کے سردار اور اُن کے پیشوا تو تہے ہی مگر اب گرد و نواح کے لوگ بہی آپ کا خیال رکھنے اور رعب ماننے لگے جو لوگ کہ آپؐ سے عداوت اور کینہ رکھتے تہے اب اُن کو مثل مکیوں کی یہ قدرت نہ ہوتی کہ کُھلم کُھلا عداوت اور بغض کا اظہار کر سکیں اور ایسے آدمی بہت تہے جو کہ مکیوں کی سازش سے ظاہرا مسلمانوں کی صورت بنائے ہوئے تہے اور اظہار عداوت نہ کر سکتے تہے کیونکہ اگر ذرا بہی اظہار عداوت کرتے تو باغی قرار پاکر اپنے اعمال کی سزا پاتے جن کا ذکر آگے جنگِ اُحد میں آوے گا جنہوں نے اسلام کے ساتھ بدسلوکی اور دغا کی۔

آنحضرت کو خبر پہونچی کہ مدینہ سے کچھ تہوڑے فاصلے پر نواح نجد میں بمقام ذی اَمر کچھ یہودیوں کی جماعت بنی ثعلبہ و بنو محارب کی صرف اس لئے جمع ہوئی ہے کہ حوالی مدینہ پر حملہ کرے اور مسلمانوں پر اچانک آپڑے اور نقصان پہونچائے آنحضرت نے خود پیش قدمی کی اور ساڑہے چار سو اصحاب کے ساتھ عین موقع پر جا پہونچے مگر یہودی پہاڑوں میں جا چُھپے اور مقابلہ نہ کر سکے۔ ایک یہودی گرفتار ہوا جب اُس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۹- نہیں رکھ سکتے۔ دوسرے یہ کہ عرب میں اس قسم کے قتل آئے دن ہوتے تہے اور یہ معیوب نہیں سمجھے جاتے تہے۔ ۱۲

کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ ان کا ارادہ پیشتر ہی سے یہ تہا کہ اگر مسلمان حملہ آور ہوں گے تو ہم درہ کوہ میں چھپ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا مسلمان بہی یہ خیال کر کے کہ واقعی اب لڑائی نہ ہوگی۔ ادہر ادہر منتشر ہو گئے اس روز کچہ مینہ برس گیا تہا کپڑے تر ہو گئے تہے آنحضرت صلعم نے اپنے کپڑے اتار دئیے تہے اور ایک درخت کے نیچے تنہا آرام فرما رہے تہے یہودی یہ تمام کیفیت درہ کوہ سے دیکہہ رہے تہے۔ جب آنحضرت صلعم کو انہوں نے تنہا سوتے دیکہا تو دعثور نامی یہودی ننگی تلوار لیکر پہاڑ سے اتر آیا گر آنحضرت صلعم کی آنکہ آہٹ پاکر کہل گئی یہودی آنحضرت پر تلوار تان کر کہنے لگا۔ بتاؤ تمہیں کون بچائے گا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہی اس وحشی بدو نے تلوار کا وار کرنا چاہا محمد صلعم نے اچانک تلوار چہین لی پہر آنحضرت صلعم نے تلوار لے کر فرمایا کہ بتا تجھے اب کون بچائے گا اور وہ زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد الرسول اللہ یعنی وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو بچایا یہ سن کر آنحضرت نے تلوار اس کو دے دی یہی یہودی پہر برسوں تک اسلام کا خادم اور جان نثار بنا رہا اس غزوہ میں نہ تو جنگ ہوئی اور نہ کچہ مال غنیمت دستیاب ہوا۔

سریہ قردہ

جمادی الآخر ۳ھ مطابق ماہ ستمبر ۶۲۴ء

مکہ والے یہ روز کی خبریں سن سن کر بہت ہی خبردار ہو گئے تہے اور بخوبی معلوم کر لیا تہا کہ مسلمان مدینہ ہماری تاک میں رہتے ہیں تو انہوں نے یثرب یعنی نواح مدینہ کا راستہ چہوڑ کر عراق عرب یعنی مدینہ سے مغرب ہو کر شام کو بغرض تجارت جانے کا

ارادہ کیا۔ مسلمانوں کو پتہ لگ گیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے زید بن حارثہ کو روانہ کیا مگر
قریش ہیبت سے مقابلہ نہ کر سکے اور بھاگ گئے اس قافلہ تجارت کا رہنما فرات بن حیان
تھا وہ گرفتار ہوا۔ اب کی مرتبہ ان کے ساتھ بہت ہی کچھ مال تھا اس لئے بہت سا نقد
و جنس مسلمانوں کے پلے پڑا

جنگ اُحد

۷۔ شوال یوم جمعہ ۳ھ مطابق ۲۲۔ مارچ ۶۲۵ء

جنگ بدر کے دوسرے سال جب کفار مکہ کو اپنے عزیز و اقارب کے ماتم سے کچھ فرصت
ملی تو جنگ کی طرف مخاطب ہوئے کیونکہ عرب کا یہ قومی خاصہ تھا کہ جب کوئی شخص ان
کے قبیلہ یا جماعت کا مارا جاتا تو سینکڑوں برس جنگ جاری رہتی۔ جانبین میں جس کو
شکست ہوتی وہ انتقام لینے کو اپنا ایسا قومی فرض سمجھتا کہ بغیر بدلہ لئے وہ اپنی ہستی
قائم نہیں کر سکتا تھا۔

پہلے ان کا ایک شخص حضرمی مارا گیا تو اس کے انتقام نے جنگ بدر شروع کی
اس لڑائی میں کفار قریش کے ستر بہتر آدمی قتل ہوئے جن میں اکثر وہ تھے جو قریش
مکہ کے افسر اور سرتاج تھے اور ان کے جوش انتقام نے جنگ اُحد کی بنیاد ڈالی۔
کفار قریش کا وہ قافلہ تجارت جو جنگ بدر کے زمانہ میں شام سے واپس آیا تھا
اس میں پچاس ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ اس اثناء میں جنگ شروع
ہو گئی اس لئے تمام مال تجارت بعد جنگ تقسیم ہونے کے لئے محفوظ رکھ دیا گیا۔
انتقام کے چرچے تو روزانہ ہی ہوا کرتے تھے مگر اب وقت آگیا جب کہ باقاعدہ

اس کا بند و بست کیا جائے۔ چنانچہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ ان معزز لوگوں کے پاس گیا۔ جن کے عزیز جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ اور اپنا ارادہ ظاہر کیا وہ تو پہلے ہی سے تیار تھے۔ سب نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ تمام لوگ ملکر ابوصفیان کے پاس گئے۔ چنانچہ ان تمام لوگوں کی ایک باقاعدہ کمیٹی ہوئی اور بالآخر سب کی اتفاق رائے سے یہ امر طے پایا کہ اصل روپیہ مالکان کو واپس کر دیا جائے اور جس قدر منافع کی رقم ہے وہ ضروریات جنگ میں صرف کی جائے۔ اس کو تمام اہالیان مکہ نے بخوشی منظور کیا۔ لیکن قریش کو مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا اس لئے وہ جانتے تھے کہ پہلے سے زیادہ ساز و سامان کی ضرورت ہے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ اب جو حملہ کیا جائے وہ ہر طرح کامیاب ہو اور مسلمانوں پر فتح پا کر اپنے مقتولین کی طرف سے دل ٹھنڈا کیا جائے۔

عرب میں لوگوں کو گرما کر اٹھا رنے اور جوش پھیلانے کا سب سے تیز آلہ شعر شاعری تھا۔ چنانچہ اس وقت کے یہ چار مشہور شاعر (۱) عمرو جمحی (۲) مسافع (۳) عمر بن العاص (۴) رہبر بن ابی وہب جو نہایت چرب زبان تھے منتخب کئے گئے تاکہ وہ اپنی سحر بیانی سے عرب کے قبائل کو جنگ کے لئے آمادہ کریں اور ان کو محمد صلعم سے بدلہ لینے کی ہمت دلائیں۔ ان چاروں میں اول کے دو شاعر نہایت ممتاز تھے اور پہلا عمرو جمحی شاعر وہ تھا جو جنگ بدر میں شریک ہو کر گرفتار ہو گیا تھا مگر رسول صلعم کی مہربانی اور رحمدلی سے وہ رہا ہو گیا تھا۔ اس نے اس خدمت کی انجام دہی سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں نے محمدؐ سے اس وعدہ پر اپنی جان بخشی کرائی ہے کہ ہرگز آپؐ کے خلاف لوگوں کو نہ بھڑکاؤں گا۔ مگر قریش کب ماننے والے تھے اس پر

بہت زور ڈالا اور نہایت مجبور کیا۔ اور اس کا انکار نہ چلنے دیا۔ کیونکہ اُس کا ہر قیمت کا
رہنا سہنا ہی ان میں تھا اہلِ مکہ کا ساتھ نہ دینا اس کے لئے نہایت مشکل تھا آخر کار
اس کو روپیہ کا لالچ دیا گیا۔ ہمیشہ اس کے ساتھ سلوک کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ اسکے
اہل وعیال کی خبر گیری کا ذمہ لیا گیا اور اس طرح اس کو رضامند کر لیا گیا اور یہ چاروں
شاعر مکہ کے باہر عرب کے تمام قبایل میں بھیجدئے گئے جنھوں نے اپنی آتش بیانی
سے قبائل قریش میں آگ لگادی۔

دوسری تجویز کفار قریش نے یہ پیش کی کہ اس لڑائی میں لشکر کے ساتھ خاتونانِ حرم بھی
ہوں کیوں کہ مردوں کو جوش دلانے اور اُن کا پایۂ ثبات قایم رکھنے کا یہ سب سے بڑا
ذریعہ ہیں کیونکہ جس لڑائی میں عورتیں ساتھ ہوتی تھیں عرب جانوں پر کھیل جاتے
تھے کہ شکست ہوگی تو عورتیں بے عزت ہوں گی۔ لڑائی کے وقت عورتیں گا بجا کر
اور رجز پڑھ کر کہتی تھیں کہ تم نے اگر لڑائی میں ذرا بھی کسر رکھی اور دشمن کو پیٹھ دکھائی تو
پھر ہم تمہاری نہ ہوں گے۔ اس غیرت دلانے پر وہ نہایت جوش کے ساتھ لڑتے
تھے اور موت کی قطعی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اس رائے کی عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن العاص نے تقلید کی مگر نوفل بن
معاویہ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر ہم کو شکست ہوئی تو پھر عورتوں کی نہایت ہی مٹی
پلید ہوگی اس لئے سب عورتوں کا لیجانا عبث ہے صرف اکابر قریش کی عورتیں
مثل اسود بن مطلب۔ جبیر بن مطعم۔ صفوان بن امیہ۔ حارث بن ہشام۔ خالد
بن ولید۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ و خویطب بن عبد العزیٰ شامل جنگ کی گئیں
چونکہ اس وقت مکہ میں بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کے اولاد یا کوئی قریبی

رشتہ دار غزوہ بدر میں قتل ہو چکا تھا اس لئے وہ خود انتقام کے لئے جوش میں بھری ہوئی تھیں انہوں نے اپنے بتوں سے منتیں مانگی تھیں کہ عزیز و اقارب کا بدلہ لیکر دم لیں گے چنانچہ اس لڑائی میں اور بہت سے معزز خاندان کی عورتیں بھی آکر شامل ہو گئیں جن کے چند نام درج ذیل ہیں۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی	مسماۃ	ام حکیم
عتبہ کی بیٹی یعنی والدہ امیر معاویہ	〃	ہندہ
حضرت خالد کی ہمشیرہ	〃	فاطمہ
دختر مسعود ثقفی رئیس طائف	〃	برزہ
عمرو بن العاص کی بیوی	〃	رلیطہ
والدہ حضرت مصعب بن عمیر	〃	خناس

عورتوں کے واسطے پندرہ ہودج تیار کئے گئے اور جنگ کا انتظام کیا گیا لڑائی کی خبر سن کر ابو عامر راہب جس کو ابو راہب فاسق بھی کہتے ہیں اپنے پچاس آدمیوں کے ساتھ کفار قریش سے آملا۔

چونکہ حضرت حمزہ کی تلوار سے جنگ بدر میں جبیر بن مطعم کا چچا اور ہندہ کا باپ عتبہ مارا گیا تھا اس بنا پر ہندہ نے جبیر کے ایک وحشی نامی غلام کو جو فنِ سپہ گری میں کمال رکھتا تھا اور تیر لگانے میں مشہور تھا حضرت حمزہ کے قتل پر مامور کیا اور انعام و اکرام کے علاوہ اس سے وعدہ کیا کہ اگر تو کامیاب ہوا تو اس صلہ میں آزاد بھی کر دیا جائے گا۔

غرضیکہ کفار قریش کا لشکر بڑے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے چل پڑا۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رسول صلعم کے چچا جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے مگر
اس وقت تک مکہ ہی میں مقیم تھے۔ انہوں نے تمام حالات قریش کے لکھ کر اور خط
سر مہر کر کے بنی غفان کے ایک معتبر تیز رفتار قاصد کے ہاتھ مدینہ رسول صلعم کے
پاس روانہ کیا۔ یہ شخص تین روز میں مدینہ پہونچا اور حضرت عباس کا خط رسول صلعم
کو کہ آپ اُس وقت مسجد قبا میں تشریف رکھتے تھے دیا۔ یہ خط ابی بن کعب نے
پڑھ کر سنایا مضمون جنگ سے آگاہ ہونے پر آنحضرت صلعم سعد بن ربیع کے
مکان پر تشریف لے گئے اور مضمون خط سے آگاہ کیا پھر ہر کس و ناکس کو اس کی
اطلاع ہو گئی۔

آنحضرت صلعم نے خبر پاتے ہی پانچویں شوال ۳ھ کو دو شخص جن کے نام انس
اور مونس تھے کفار قریش کی خبر لانے کو مکہ کی طرف روانہ کئے وہ فوراً ہی روانہ ہوئے
اور بعد دریافت حال خدمت صلعم میں آکر عرض کیا کہ دشمن اسلام کا لشکر مکہ سے روانہ ہو
مدینہ کے قریب آگیا ہے اور مدینہ کی چراگاہ کو ان کے گھوڑوں نے برباد کر دیا ہے۔

کفار قریش کا لشکر جب مکہ سے روانہ ہوا تو اس نے پہلا پڑاؤ مقام ابوا پر کیا یہ وہ
مقام ہے جہاں آپ صلعم کی والدہ کی قبر تھی۔ مشرکین نے آپس میں مشورہ کیا کہ قبر
والدہ آنحضرت صلعم کی کھود کر ہڈیاں اپنے پاس داشتہ آید بکار کے مصداق رکھ لو کیونکہ
اگر ہم کو شکست ہوئی اور ہماری عورتیں محمدؐ کی قید میں گئیں تو ہم ان ہڈیوں کی دھمکی سے
اپنی عورتوں کو خلاص کرا لیں گے اور اگر زنان قریش اُن کے قبضہ میں نہ پہونچیں تو ان
کے بدلے میں بڑا مال ہاتھ لگے گا۔ اس بارے میں ابوسفیان سے بھی مشورہ کیا اُس
نے جواب دیا کہ ہرگز ہرگز کبھی ایسی حرکت ناشائستہ کا خیال نہ کرنا بلکہ ایسی بیہودہ

بات بھی زبان سے مت نکالو اگر مسلمانوں کو ذرا بھی اس کی خبر لگ گئی تو یاد رکھنا کہ پھر ہماری نئی پُرانی قبروں کی خیر نہ ہوگی اور جڑ بنیاد سے تمام قبریں معہ مُردوں کے اُکھاڑ کر پھینک دیں گے۔[۵۱]

دوسرا پڑاؤ کفار کا ذوالحلیفہ پر ہوا یہاں تین روز قیام ہوا۔ اسی جگہہ پر انس اور مونس واسطے دریافت حال لشکر کفار کے بحکم حضرت صلعم پہونچے اور تمام حالات خفیہ طور سے معلوم کرکے واپس مدینہ گئے تھے اور آنحضرت کو صورت واقعہ سے مطلع کیا تھا۔

جب رسول صلعم کو خبر پہونچی کہ لشکر قریش مدینہ کے قریب آگیا تو آپ نے حباب بن منذر کو کفار کی تعداد دریافت کرنے کو روانہ کیا انہوں نے آکر صحیح تخمینہ بتایا چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ چاروں طرف پہرے بٹھا دئے گئے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ مسلح ہوکر رات بھر مسجد نبوی کا پہرہ دیتے رہے۔

جب صبح نماز سے فارغ ہوکر تمام صحابہ کو بُلایا اور لڑائی کے لئے مشورہ طلب کیا انصار کے ذی وقعت صاحبان اور مہاجرین نے عموماً یہ رائے پیش کی کہ دشمن چونکہ زیادہ تعداد کے ساتھ ہے اس لئے عورتیں باہر قلعوں میں بھیجدی جائیں اور ہم کو شہر میں پناہ گیر ہوکر مقابلہ کرنا چاہیئے تاکہ دشمن کا قابو نہ چل سکے عبداللہ بن ابی سلول جو اس وقت تک کبھی مشورہ میں شریک نہ ہوا تھا[۵۲] اس مشورہ میں موجود تھا اور اُس کی بھی رائے تھی کہ موافق قاعدہ سابق دمدمہ بناکر عورتوں کو وہاں پہونچا

---

۵۱ ازواقدی - ۱۲

۵۲ ازطبری - ۱۲

دیا جائے تاکہ وہ دشمن کے اینٹ پتھر مارتی رہیں اور ہم سب لوگ مصلح تمام ناکوں پر کھڑے
ہو کر مدافعت کرتے رہیں دشمن پریشان ہو کر خود چلا جائے گا۔ آنحضرت صلعم نے بھی اسی
مشورہ کو منظور فرمایا۔

مگر ایسے نوجوان صحابہ بہت سے تھے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے ان کے
شوق جہاد نے یہ گوارہ نہ کیا اور اپنا یہ خیال پیش کیا کہ اگر ہم گھر بیٹھے رہیں گے تو دشمن کی نگاہ میں
حقیر اور مغلوب خیال کئے جائیں گے اور اس وقت تک جو اسلام کا رعب ان پر چھایا ہوا
ہے وہ کم ہو جائے گا زیادہ تعداد میدان کی لڑائی کی طرفدار تھی جنہوں نے نہایت
منت و سماجت کی اور آنحضرت صلعم کو مجبور کر دیا اور نبی صلعم کی حکمت کو جس کا پہلو فائدہ
سے بھرا ہوتا ہے نہ پہچان سکے چونکہ دشمن مقابل تھا اور رائے طے پانے میں توقف ہو رہا
تھا آپؐ نے صرف اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی دل شکنی نہ ہو اس رائے کو منظور فرمالیا اور
جمعہ کو بعد نماز آپؐ گھر میں تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے
مسلمانوں سے کہا کہ تم ناحق نبی صلعم سے میدانی جنگ کے لئے اصرار کرتے ہو اور یہ نہیں
جانتے کہ نبی صلعم کی رائے وحی کے مطابق ہوا کرتی ہے پس آنحضرتؐ ہی کو تمام کاموں
میں مختار کہو۔ جب آنحضرتؐ زرہ پہن کر گھر سے باہر تشریف لائے اور لوگوں نے آپؐ
کو مسلح دیکھا تو اپنی پشیمانی ظاہر کی اور ندامت سے عرض کیا کہ ہم کو اس قدر قدرت
نہیں کہ حضور کی رائے میں دخل دیں پس جو مناسب رائے حضورؐ ہو وہی کیا جائے
آپؐ نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا مگر تم نے نہ سنا اب یہ پیغمبر کی شان کے بعید
ہے کہ ہتھیار پہن کر بغیر فیصلہ خداوندی اتار دے۔

ابو سفیان قریش کا لشکر لئے ہوئے بدھ کے دن مدینہ آگیا تھا اور آتے ہی اس نے

مقام اُحد پر قبضہ کر لیا جو لڑائی کی جان تھا اُحد مدینہ کے شمال و مغرب میں تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے جس کو مدینہ سے اُحد کی پہاڑی نے جدا کر دیا ہے اس مقام کو ابو صفیان نے حسب دلخواہ مورچہ بندی کر کے مستحکم کر لیا اور ہر طرح مطمئن ہو کر مسلمانوں کا انتظار کرنے لگا۔

آنحضرت صلعم مدینہ سے ایک ہزار آدمی لیکر اُحد کی طرف بڑہے اور پہلا پڑاو مقام سنخین پر کیا یہاں فوج کی درستی کی گئی اور جایزہ لیا گیا جو لوگ کم سن تھے واپس کر دئے گئے۔ ان میں حضرت زید بن ثابت۔ ابو سعید خدری۔ ایرار بن عازب۔ عبداللہ بن عمر اور عرابہ اوسی بھی تھے جو شوق جہاد اور آنحضرت کی محبت میں شریک جنگ ہونا چاہتے تھے۔ جان نثاری کی یہ حالت تھی کہ اِن ہی نوجوانوں میں سے جب رافع بن خدیج سے کہا کہ تم چھوٹے ہو ابھی جنگ کے قابل نہیں واپس چلے جاؤ تو وہ انگوٹھوں کے بل تن کر اور سینہ نکالکر کھڑے ہو گئے تاکہ قد اونچا معلوم ہو۔ چنانچہ اُن کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ داخل کر لئے گئے۔[۱]

اس چالاکی کو دیکھہ کر ایک نوجوان لڑکا جس کا نام سمرۃ تھا آگے بڑھا اور یہ دلیل پیش کی کہ میں رافع کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں جب یہ لے لیا گیا تو مجھے بھی لینا چاہیئے چنانچہ دونوں کی کشتی ہوئی اور سمرۃ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور اس بنا پر اُس کو بھی اجازت مل گئی۔

آنحضرتؐ کے ایک ہزار لوگوں میں عبداللہ بن ابی کے بھی تین سو جوان تھے مگر اس نے عین وقت پر دغا کی اور ابو صفیان کی درپردہ سازشوں کی وجہ سے

---

[۱] طبری جلد ۳۔

اس نے آنحضرت صلعم سے یہ بہانہ کیا کہ جب میری رائے نہیں مانی گئی تو میں بھی میدانی
جنگ میں شریک نہیں ہوتا اور یہ کہہ کر اپنے ۳۰۰ منافقوں کو لیکر لوٹ گیا اور غرض
اُن منافقوں کی ایسے وقت جدا ہونے سے یہ تھی کہ مسلمانوں کے دل ٹوٹ جائیں
اور جنگ سے پہلوتہی کر جائیں۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ اسلام کے نقش ان کے
دلوں پر کندہ ہیں اور وہ محمد صلعم پر اپنی جانیں قربان کرنا مایۂ آخرت سمجھتے ہیں باقی
سات سو مسلمانوں نے ان منافقوں کی قطعی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ مسلمانوں کو تعداد کی
ضرورت نہ تھی بلکہ جان نثار رفیقوں کی ضرورت تھی۔

آنحضرت صلعم نے مقام اُحد کو پشت کی طرف رکھ کر فوج کی صف بندی کی
مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ تھی جس میں صرف ۱۰۰ آدمی زرہ پوش تھے اسکے مقابلہ
میں کفار قریش کی تعداد حسب ذیل تھی۔

۱۰۰۰	اشتر سوار	کل ۳۰۱۵ [1]
۱۱۰۰	پیادہ	
۲۰۰	اسپ سوار	
۷۰۰	زرہ پوش	
۱۵	زنانہ ہودج	

اس کے علاوہ ہزار سے زائد اونٹ۔

سامان رسد نہایت معقول۔

[1] بعض مورخین نے ۲۰۰ گھوڑے اور ۳۰۰۰ اونٹ لکھے ہیں اور بعض کل تعداد قریش کی پانچہزار لکھتے ہیں
مگر ناسخ التواریخ اور دیگر کتب معتبرہ میں ۳۰۰۰ تعداد درج ہے۔

کفار کی تمام فوج کا سپہ سالار **ابو صفیان** تہا جس کو بدر میں تجربہ ہو چکا تہا اس لئے نہایت ہوشیاری سے صف آرائی کی تہی۔ یعنی میمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا میسرہ پر ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو تعینات کیا سواروں کا افسر **صفوان** بن امیہ کو بنایا جو قریش کا مشہور رئیس تہا۔ تیر اندازوں پر عبد اللہ بن ابی ربیعہ سردار تجویز ہوا طلحہ کو لشکر کا علم دیا گیا اور ان کی اردلی میں دو سو گہوڑوں کا دستہ حفاظت کے لئے مقرر کیا۔

آنحضرت صلعم نے میمنہ۔ میسرہ اور مقدمہ لشکر کے لئے عکاشہ بن محسن۔ ابو سلمہ بن عبد الاسد اور ابو عبیدہ بن جراح کو ترتیب وار مقرر کیا مصعب بن عمیر کو علم عنایت ہوا۔ زبیر بن العوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ جو حصہ فوج کا زرہ پوش نہ تہا اس کو حضرت حمزہ کی ماتحتی میں رکہا[1]۔ اور پچاس تیر انداز عبد اللہ بن جبیر کی ماتحتی میں دے کر فوج کے پیچھے ایک شگاف کوہ پر مقرر کیا اور ہدایت کر دی کہ اگر فتح بہی ہو جائے تاہم وہاں سے نہ ہٹیں۔ مال غنیمت میں مصروف نہوں۔ اور ضرورت کے وقت امداد کو آئیں۔

جب ہر دو لشکر مقابلہ میں آگئے اور طبل جنگ بجا تو سب سے پہلے لشکر کفار میں خاتونان قریش دف بجاتی اور اشعار پڑہتی آگے بڑہیں۔ جن میں کشتگان بدر کے پُر درد نوحے اور انتقام خون کے رجز تہے ابو صفیان کی بیوی ہندہ جو ... عورتوں کی گویا سردار تہی اور اسی کی آواز کے ساتھ تمام عورتیں چلا چلا کر گا ... رہی تہیں[2]۔

---

[1] طبری جلد ۳۔

[2] دلچسپی کے لئے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں تاکہ اس زمانہ کی طرز و انداز کا بخوبی پتہ چل جائے

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

جب عورتوں کا شور وغل ذرا کم ہوا اور قریش جوش میں گرما گئے تو ابو عامر ڈیڑہ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر میدان میں آیا۔ اسلام سے پہلے یہ شخص مدینہ میں اپنی زہد اور پارسائی کے لئے مشہور تہا اور تمام اہلِ مدینہ اس کو نہایت عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتا تہا اس کا مطلب سب سے اول میدان میں آنے کا یہ تہا کہ اہلِ مدینہ مجھکو دیکھہ کر رسول صلعم سے پہر جائیں گے اس لئے میدان میں آتے ہی پکارا کہ تم مجھہ کو پہچانتے ہو؟ میں عامر ہوں انصار نے بہ آواز بلند کہا او بدکردار کافر ہم تجھکو خوب جانتے ہیں خدا تیری امید پوری نہ کرے۔

جو شخص عرب کے قانون جنگ سے واقفیت رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ ہرگز سات سو بے سروسامان آدمی تین ہزار مسلح جنگ آزمودہ سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ شروع میں تو شخصی لڑائی ہوتی تہی اور پہر سب ایک دم غلبہ کر کے مخالف پر ٹوٹ پڑتے تہے۔ پہر وہ سب ایک قوم کے ہتیار اور سواری سے درست اور ادہر مختلف قوم کے جو تعداد میں کم اور وہ بہی نہتے محض بے سروسامان۔ مگر ان چند مسلمانوں میں صرف اسلام کی ایسی روح پہونکی ہوئی تہی جو دشمن کی کثیر تعداد کا دل میں خیال نہ آنے دیتی تہی۔ اور شوقِ جہاد میں مستانہ وار متعالی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۱۔ ہندہ کے اشعار یہ تہے۔

نحن بنات طارق ۔ ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں

نمشی علی النمارق ۔ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں

ان تقبلوا نعانق ۔ اگر تم بڑہ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے

او تدبروا نفارق ۔ اور اگر پیچھے ہٹے تو ہم تم سے ہٹ جائیں گے۔

میں جمے ہوئے شہادت کا بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔

اب لڑائی کا آغاز ہوا۔ کفار کی صف سے طلحہ علمبردار نکلا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر طنزیہ پکارا۔ اے مسلمانوں کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ مجھکو جلد دوزخ میں پہنچائے یا خود میرے ہاتوں بہشت پہونچ جائے۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ اسلامی صف سے نکلے اور بولے دیکھہ میں ہوں اور یہ کہہ کر تلوار ماری تو طلحہ کی لاش زمین پر تڑپتی نظر آئی۔

اس کے بعد طلحہ کا بیٹا عثمان علم ہاتھ میں لئے ہوئے رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا اس کے پیچھے عورتیں بھی اشعار پڑھ رہی تھیں اور اس کی ہمت بڑھا رہی تھیں حضرت حمزہؓ مقابلہ کو صف سے نکلے اور آتے ہی شانہ پر ایسی تلوار ماری کہ کمر تک اُتر گئی اور ساتھ ہی زبان سے نکلا کہ میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں۔

اس کیفیت کو دیکھہ کر طلحہ کا دوسرا بیٹا ابوسعید میدان میں آیا اور علم کو فوراً اٹھا کر اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے پر تیار ہو گیا اس کے مقابل حضرت سعد ابن ابی وقاص میدان میں آئے اور آتے ہی اپنے حریف کے حلقوں پر اس قدر تیر مارے کہ زبان باہر نکل پڑی اور زمین پر گر کر کام تمام ہوا۔

اس کے بعد طلحہ کے تین بیٹے سافع۔ حارث اور کلاب باری باری میدان میں علم بردار ہو کر آئے اور عاصم بن ثابت اور زبیر بن العوام کے ہاتوں مارے گئے۔

یہ کیفیت دیکھکر کفار کے چھکے چھوٹ گئے اور غصہ میں بھر کر ارطاۃ شرحبیل ور غلام عبدالدا اور شریح بن مارطب جن کو اپنی پہلوانی اور بہادری پر نہایت گھمنڈ تھا یکے بعد دیگرے میدان میں آکر اپنا مبارز طلب کیا اور حضرت علیؓ شیر خدا۔ سعد ابن ابی وقاص اور نقرہ

کام تمام کر دیا یہ دیکھ کر ایک خاتون جس کا نام عمرہ بن علقمہ تھا مردانہ وار آگے بڑھی اور علم ہاتھ میں لیکر بلند کر دیا یہ دیکھ کر قریشی ہر چار طرف سے آکر جمع ہو گئے اور اکھڑے پاؤں پھر جم گئے۔

حضرت حمزہ کے ہاتھ میں دو دستی تلوار تھی وہ جس طرف رُخ کرتے تھے کائی سی پھٹ جاتی تھی اسی دوران میں **سباع غبشانی** نظر پڑ گیا۔ للکار کر پکارا کہ حرامزادے کہاں جاتا ہے۔ وہ ذرا ٹھہرا ہی تھا کہ یہ سر پر جا پہنچے اور اس کا سر خاک پر تھا۔

وحشی غلام جس سے ہندہ اور اس کے آقا جبیر بن مطعم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر حمزہؓ کو قتل کر دیا تو فوراً آزاد کر دیا جائے گا وہ حضرت حمزہ کی تاک میں لگا ہوا تھا اور ایک پتھر کی آڑ لئے ہوئے تھا کہ اتفاقاً حمزہ اس کے قریب آئے تو اس نے ایک چھوٹا نیزہ جس کو حربہ کہتے ہیں اور جو حبشیوں کا **ایک** خاص آلہ ہوتا ہے پھینک کر مارا جو اتفاق سے ناف میں لگا اور گہرا زخم کر دیا۔ حضرت حمزہ اس پر حملہ کرنے کے لئے لپکے مگر لڑکھڑا کر گر گئے اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ ہندہ خوش خوش دوڑتی ہوئی امیر حمزہ کی لاش پر آئی اور پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی مگر نگل نہ سکی اس لئے اگلنا پڑا تاریخوں میں اس کا نام جگر خوار اسی بنا پر لکھا گیا ہے۔ یہی عورت فتح مکہ میں مسلمان ہو گئی۔ اس کے علاوہ اور خاتونان قریش تھیں جو مکہ سے صرف انتقام بدر کے جوش میں یہاں تک آئی تھیں ان کا کام گا رجا کر مردوں کو لڑاتا تھا۔ اس کے علاوہ زندہ مسلمانوں کا تو وہ کچھ کر نہ سکتی تھیں البتہ مُردوں کی فکر میں لگی رہتی تھیں جہاں کسی مسلمان کی لاش نظر پڑی اور انہوں نے اس کے ناک کان کاٹ لئے۔ ان کا پھر ہار بنایا اور گلے میں ڈالا۔ اسطرح بہت سی لاشیں بے حرمت کی گئیں۔

ابو عامر قریش مکہ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور اس کے لڑکے حضرت حنظلہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ باپ سے لڑنے کی اجازت دیجئے مگر آپ صلعم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار چلائے پھر حنظلہ ابو صفیان کے قتل کا ارادہ کرکے دشمن کی صف میں آئے اور ابو صفیان کی طرف لپکے قریب تھا کہ ان کا وار کام کر جائے کہ دفعۃً پہلو سے نکلکر شداد بن اسود نے ان کا وار روکا اور ان کو قتل کر دیا مگر دوسری طرف حضرت علی سعد ابن وقاص اور ابو دجانہ نے قیامت برپا کر دی تھی اور بالآخر ان کے بے پناہ حملوں کی تاب نہ لا کر کفار قریش کے پاؤں اکھڑ گئے کیونکہ ان کے اس وقت تک بارہ مشہور علم بردار مقتول ہو چکے تھے جن میں آٹھ کو حضرت علی نے راہی جہنم کیا تھا۔ عورتوں نے اس موقع پر دف بجا کر اور رجز پڑھ کر بہت کچھ مردوں کو گرمایا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ جب ان نازنینان مکہ نے دیکھا کہ ہمارے رجز کچھ اثر نہیں کرتے تو بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں۔ اور اب میدان صاف تھا۔

مسلمانوں نے جب لڑائی کا یہ رنگ دیکھا اور دشمن کو بدحواس بھاگتے پایا تو ایک دم مال غنیمت حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ لوٹ مار دیکھکر مسلمان تیراندازوں نے بھی اس درہ کو چھوڑ دیا جہاں نبی صلعم نے ان کو قایم کیا تھا عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا مگر وہ نہ رکے۔[1]

چالاک دشمن گھات میں لگا ہوا تھا درہ خالی دیکھ کر خالد نے اپنے تمام ہمراہیوں کو سمیٹ کر عقب سے حملہ کیا اس جگہ عبداللہ بن جبیر اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ خوب جم کر لڑے مگر دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کا افسر خالد ایک نہایت

---

[1] صحیح بخاری۔ ۱۲

بہادر اور کار آزمودہ شخص تہا جو بعد کو مسلمان ہوا اور سیف اللہ کا خطاب پایا اس کے سخت حملہ کی یہ چند نفوس تاب نہ لا سکے اور سب کے سب شہید ہو گئے اب خالد کے لئے راستہ صاف تہا انہوں نے سواروں کے دستہ سے مسلمانوں پر بے جگری کے ساتھ حملہ کیا۔ مسلمان لوٹنے میں مصروف تھے انہوں نے جو مُڑ کے دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں درہ چھوڑنے پر نادم ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تہا بد حواسی میں دونوں فوجیں آپس میں اس طرح مل گئیں کہ اپنے بیگانے کی بہی شناخت نہ رہی۔ گھبراہٹ میں اگلی صفیں پچہلی صفوں سے جا ملیں اور جنگ خوفناک ہو گئی دوست اور دشمن کی تمیز جاتی رہی مسلمان مسلمانوں کے ہی ہاتھ سے مارے گئے۔ حضرت خذیفہ کے والد یمان جنگ کی نازک حالت سنکر مدینہ سے بہاگے اور کشمکش میں آگئے اور ان پر تلواریں پڑنے لگیں حضرت خذیفہ چلاتے ہی رہے کہ ارے ٹھیرو میرے والد ہیں مگر وہاں کون سنتا تہا غرضکہ وہ بیچارے شہید ہو گئے اور حضرت خذیفہ صرف یہ کہکر رہ گئے کہ اے مسلمانو خدا تم پر رحم کرے۔ یمان کا خونبہا آنحضرتؐ نے مسلمانوں کی طرف سے دینا چاہا مگر خذیفہ نے معاف کر دیا۔ ان ہی کے ساتھ ثابت بہی مدینہ سے نکلے تہے اور راستہ میں مشرکوں کے ہاتھ سے مارے گئے یہ دونوں صاحب وہ تہے جنکی حفاظت میں نبی صلعم نے مستورات کو مدینہ کے پاس قلعوں میں بہیجدیا تہا۔

مصعب بن عمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تہے اور جن کے وعظ سے اوس اور خزرج کے قبیلے مسلمان ہو گئے تہے اس وقت لشکر اسلام کے علم بردار تہے یہ آنحضرت صلعم سے صورت میں مشابہ تہے اسی ہلچل میں ابن قمیہ ایک قریشی کے ہاتھ سے شہید ہوئے کفار نے یہ موقع پاکر مشہور کر دیا کہ محمد صلعم شہید ہو گئے اس آواز نے تمام مسلمانوں کو

بدحواس کردیا بڑے بڑے بہادروں کا استقلال جاتا رہا چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا اور چکر کاٹ کر عقب سے پورے طور پر گھیر لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہوگیا۔ آنحضرت صلعم نے جو مڑ کر دیکھا تو اپنے پہلو میں صرف ۱۱۔ ۱۲ جان نثار پائے جن میں ابوبکر۔ علی مرتضیٰ۔ سعد ابن وقاص عبدالرحمٰن بن عوف۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابو عبیدہ۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمہ۔ سہیل اور اسید بن حضیر تھے۔

مگر صحیح بخاری میں صرف حضرت طلحہ اور سعد کا نام ہے باقی بعد کو آئے۔

اس اضطراب اور ہلچل میں بعض لوگوں نے تو بالکل ہی ہمت ہار دی۔ بڑے بڑے بہادر جن کو اپنی طاقت اور ہمت پر ناز تھا کھڑے کے کھڑے رہ گئے ایسا گھراؤ پڑا کہ ہاتھ اٹھانا تک مشکل ہوگیا نبی صلعم کی کسی کو خبر نہ تھی رسول صلعم کی خبر شہادت مشہور ہوئی تمام صحابہ بے چین ہوگئے اسلامی جوش میں آکر صفوں کو چیرنا شروع کیا اور آنحضرت صلعم تک پہنچنے کی کوشش کی حضرت علیؓ دشمنوں پر تلوار چلاتے اور کفار کی صفیں الٹتے جاتے تھے مگر رسول صلعم کا پتہ نہ چلتا تھا۔ حضرت انسؓ بن نضر لڑتے بھڑتے صفوں کو چیر کر آگے آگئے تو دیکھا کہ چند بہادر مسلمانوں نے ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور سر نیچا کئے مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال ہوگیا۔ انسؓ نے نہایت جوش سے کہا کہ جب رسول اکرمؐ ہی دنیا سے رخصت ہوگئے تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ اور یہ کہہ کر جان نثاری کے جوش میں دشمنوں پر جا ٹوٹے اور لڑ کر شہادت پائی لڑائی کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو ان کے جسم پر اسّی کے قریب تلوار اور نیزے کے زخم تھے۔ کوئی شخص شناخت نہ کرسکا

تھا۔ ان کی بہن نے اُنگلی کی شناخت سے پہچانا۔[1]

صحابہ جان نثاری کے جوش میں برابر لڑتے جاتے تھے مگر نگاہیں نبی صلعم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ سب سے پہلے کعب بن مالک کی نظر پڑی حضور کا چہرہ مغفر سے چھپا تھا مگر آنکھیں نظر آتی تھیں کعب یہ چہرہ مبارک دیکھ کر چلائے کہ مسلمانوں مطمئن رہو حضور صلعم بخیریت ہیں یہ آواز سُن کر تمام کفار سب طرف سے سمٹ کر ادھر ٹوٹ پڑے اور ایک دم رسول صلعم پر ہلا کر دیا مگر رسول صلعم کے چند موجودہ جان نثاروں نے اپنی پوری قوت سے کام لیا اور دشمن کو تلوار کے زور سے پیچھے ہٹا دیا۔ دشمن نے پھر حملہ کیا تو رسول صلعم نے فرمایا کون ہے جو مجھ پر جان نثاری کر سکتا ہے زیاد بن سکن معہ چند انصار کے آگے بڑھے اور باری باری دشمن کفار سے لڑ کر اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ان میں[2] عمارہ بن زیاد کو یہ شرف ملا کہ جب آپ شہید ہو گئے تو رسول صلعم نے کہا اِن کا لاشہ میرے پاس لاؤ جب لوگ قریب لائے تو اِنکا آخری وقت تھا اور تھوڑی جان باقی تھی انہوں نے اپنا مُنہ حضور کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جان[3] دی۔

دُنیا میں ہر طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں اس ہنگامہ میں ایک بہادر مسلمان بھی تھا جو نہایت بے پرواہی سے کھجوریں کھا رہا تھا۔ رسول صلعم کے آگے آیا اور دریافت کیا کہ اگر میں لڑائی میں مارا گیا تو کہاں جاؤں گا رسول اکرم نے فرمایا بہشت میں اس خوشخبری کو سُنکر تلوار برہنہ کی اور بے ساختہ کفار کی صفوں پر جا ٹوٹا اس

---

[1] تاریخ طبری۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

[2] صحیح بخاری۔ [3] طبری۔ ۱۲

بے خودی کے عالم میں کسی کو زخمی کیا کسی کو راہی جہنم کیا اور خود بھی راہی عدم ہوا۔[۱]
لڑائی اب زیادہ خوفناک ہوگئی تھی کفار کا مقصد آنحضرت صلعم کا قتل تھا اس
لئے ہر چہار طرف سے تمام قریشی کفار اس طرف سمٹ سمٹ کر چلے آتے تھے مگر چند
جان نثار صحابہ کی بے جگری ان کو حضور تک نہ آنے دیتی تھی اور اسلامی تلوار بجلی
کا کام دیتی تھی مگر پھر بھی عبداللہ بن قمیہ جو قریش کے بڑے بہادروں میں تھا صفوں
کو چیرتا پھاڑتا رسول صلعم تک آپہونچا اور تلوار چہرۂ مبارک پر ماری آپ کا چہرہ
چونکہ مغفر سے چھپا ہوا تھا پورا اثر تلوار کا نہ ہوا مگر دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں ایسی
چبھ گئیں جو بدقت ایک صحابی نے دانتوں سے پکڑ کر نکالیں۔ کفار چاروں
طرف سے پتھر اور تیر کا مینہ برسا رہے تھے ایک پتھر حضور صلعم کی پیشانی پر لگا۔ دوسرا
پتھر جو ابن شہاب نے پھینکا اس سے آپ کا بازو زخمی ہوا تیسرا پتھر جو عتبہ نے
مارا اس کی ضرب سے آپ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ اور آپ غار میں گر گئے ہر
چہار طرف سے تلواریں پڑ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور کے جان نثاروں نے آپ کو
اپنے حلقہ میں لے لیا۔ ابو دجانہ آپ پر اس طرح جھک گئے کہ سپر بن گئے اب جو
تیر آتا وہ ان ہی کی پیٹھ پر لگتا۔ طلحہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا جو تلوار اور
تیر پڑتے اس کو اپنے ہاتھوں پر روکتے یہاں تک کہ ایک کٹ کر گر پڑا اور دوسرا
تیروں سے اس قدر چھد گیا تھا کہ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا[۲] اسی موقع پر بعض صحابہ
نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ آپ ان مشرکین کے لئے بددعا فرمائیں نبی صلعم نے
فرمایا کہ میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا

---

[۱] بخاری شریف [۲] تاریخ طبری۔ ۱۲

اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے اور پھر فرمایا کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے پہچانتی نہیں[1]۔

حضرت انسؓ کے علاتی باپ ابو طلحہؓ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے دشمن رسول پر اس قدر تیر برسائے کہ ان کے ہاتھ میں کئی کمانیں ٹوٹ گئیں انہوں نے اپنی سپر سے رسول صلعم کا چہرہ ڈھانک لیا تھا اور جب آنحضرتؐ منہ اٹھا کر فوج کو دیکھنا چاہتے تو آپ نہایت منت سے کہتے کہ آپؐ سر نہ اٹھائیں ایسا نہ ہو کہ تیر لگ جائے یہ میرا سینہ سامنے ہے[2]۔ حضرت سعد ابن وقاص بھی حضورؐ کے قریب تھے یہ بھی تیر چلانے میں کمال رکھتے تھے حضرت صلعم نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا کہ تیر چلاتے رہو۔ اسی حالت میں آنحضرت صلعم کی زبان سے عبرت کے لہجہ میں یہ کلمہ نکل گیا کہ اس قوم کو کیا بہبودی ہو سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرتی ہے اسیوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ۔ تم کو اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں) اس آیت نے آنحضرت صلعم پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ اور پھر کبھی ایسا لفظ نہیں نکلا۔ ان جان نثاروں کے علاوہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور حنظلہ کی بے نظیر شجاعت۔ کمال استقامت اور جانبازی کے بھی نہایت شاندار واقعات ظہور میں آئے۔

یہ جگہ جہاں آپؐ مقیم تھے چونکہ بہت زیادہ خطرناک ہو گئی تھی اس لئے آپؐ صلعم اپنے جان نثار ہمراہیوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے جہاں دشمن کا قابو نہیں چل سکتا تھا۔ ابو سفیان نے دیکھ لیا اور پیدل سپاہیوں کو ہمراہ لیکر پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اور چند صحابہ نے اس قدر پتھر مارے کہ

---

[1] صحیح مسلم۔ شفاء قاضی عیاض۔ [2] صحیح مسلم - ۱۲

وہ آگے نہ بڑھ سکا[۱] وہاں آپؐ نے ایک محفوظ گھاٹی میں قیام کیا آہستہ آہستہ آپؐ کے تمام جان نثار وہاں جا پہونچے۔

آپؐ کی وفات کا افواہ میدانِ جنگ میں گشت لگاتا ہوا مدینہ تک جا پہونچا تو محترم خواتین دوڑی آئیں۔ جناب فاطمہ زہرا نے آکر دیکھا تو ابھی چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا۔ جناب سیدہؓ باپ کے زخموں کو دھوتی تھیں لیکن خون تھمتا نہ تھا بالآخر اس میں چٹائی جلا کر بھری اور خون فوراً تھم گیا۔[۲] علی مرتضیٰ اسوقت اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے۔ عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیمؓ نے مشکیزے اوٹھائے اور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلایا۔[۳]

ابوسفیان سامنے کی پہاڑی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا چلایا کہ محمدؐ یہاں ہیں۔ حضور صلعم نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ پھر ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پکارا اور جب آواز نہ آئی تو مردود بولا کہ سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور طیش میں بولے کہ او مردود دشمنِ خدا ہم سب زندہ و سلامت ہیں۔

ابوسفیان بولا ۔ اے ہبل تیرا درجہ بلند ہو۔

صحابہ نے کہا ۔ خدا بلند تر ہے۔

ابوسفیان بولا ۔ ہمارے پاس عزہ (بت) ہے تمہارے پاس نہیں۔

صحابہ نے جواب دیا ۔ خدا ہمارا مولا ہے اور تمہارا مالک کوئی نہیں۔

۱؎ تاریخ طبری۔ ۲؎ صحیح بخاری۔

۳؎ بخاری عن سہل بن سعد۔

ابو صفیان بولا آج کا دن جنگ بدر کا جواب ہے فوج نے بغیر حکم مُردوں کے ناک کان کاٹ لئے مگر جب مجھے معلوم ہوا تو کچھ افسوس بھی نہیں ہوا[1]۔ جب ابو صفیان نے دیکھا کہ محمد صلعم حفاظت کی جگہ پہنچ گئے۔ جہاں اب قابو نہیں چل سکتا تو وہ مجبور ہو کر پیچھے لوٹ گیا۔ اور اپنی جماعت کو لیکر مکہ کا رُخ کیا۔

اس جنگ میں خاتونان اسلام نے بھی بڑی بڑی نازک خدمات انجام دیں۔ حضرت عائشہ رضؓ اور ام سلیم رضؓ جو حضرت انس رضؓ کی والدہ تھیں یہ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں ان دونوں نے اپنے پائینچے چڑھائے تھے اور مشک بھر بھر کر لاتیں[2] اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور مردانہ وار ان کی تیمارداری کرتی تھیں۔ ام سلیط رضؓ جو حضرت ابو سعید خدری رضؓ کی ماں تھیں وہ بھی یہی خدمات انجام دے رہی تھیں[3] اور ام عمارہ رضؓ نے تو وہ بہادری دکھائی کہ جس کو دیکھ کر بہادر بھی حیران ہو گئے یعنی عین اُسوقت جب کہ کافروں نے عام حملہ کر دیا تھا اور حضورؐ کے پاس چند جان نثار باقی رہ گئے تھے یہ آنحضرت صلعم کے پاس پہونچیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا کفار جب نبی صلعم پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ ابن قمیہ جب صفیں چیرتا ہوا رسول صلعم تک پہونچ گیا تھا تو ام عمارہ نے بڑھ کر روکا اور اُس کی تلوار کندھے پر پڑی مگر جان نثار اور جوش میں قطعی پرواہ نہ کی اور اُس کے ایسی تلوار ماری کہ اگر وہ دوہری زرہ نہ پہنے ہوتا تو کام تمام کر دیا تھا[4]۔

جنگ کے بعد حضرت صفیہ رضؓ (امیر حمزہ رضؓ کی بہن) شکست کی خبر سُن کر مدینہ سے

---

[1] بخاری شریف۔ [2] کتاب المغازی۔ ۱۲

[3] صحیح بخاری۔ [4] ابن ہشام۔ ۱۲

آئیں تو آنحضرت نے ان کے لڑکے زبیر کو بلاکر فرمایا کہ حمزہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں
زبیر نے اپنی والدہ کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی
کی لاش کفار مکہ نے بگاڑی اور بیحرمتی کی ہے مگر خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں
ہے بیٹا میں وہاں جاکر نہ روؤں گی نہ بیٹوں گی صرف دعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی۔ آنحضرت
نے اجازت دیدی اور وہ لاش پر گئیں دیکھا کہ لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔
اناللہ پڑھا اور چپ ہوگئیں دعاء مغفرت پڑھی اور چلی آئیں[1]۔
قبیلہ بنو دینار میں ایک خاتون[2] تھی جس کا بیٹا۔ بھائی اور شوہر اس جنگ میں
شہید ہوئے تھے باری باری تینوں حادثوں کی خبر اس کے کانوں میں پڑی مگر ہر بار

---

[1] طبری۔ ۱۲

[2] اس معزز خاتون کا نام ہند ہے۔ خلاد بدری ان کا فرزند، عبداللہ بدری و نقیب محمدی ان کا بھائی عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر تھے یہ ہر سہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے یہ خاتون بڑی قوی الایمان اور اعلیٰ خاندان سے تھیں اپنی تینوں لاشوں کو اونٹ پر لاد کر مدینہ لے گئیں اور پھر گنج شہیداں میں داخل کرنے کے لئے اُحد میں واپس لائیں۔ ایک روایت میں درج ہے کہ اس خاتون کا باپ بھائی اور شوہر شہید ہوا تھا۔ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ایسی خاتون اسماء بنت یزید ہوسکتی ہیں جو بڑے پایہ کی خاتون تھیں یہ رسول صلعم کی خدمت میں رسولۃ النساء ہوکر آئی تھیں ان کے والد یزید بن سکن اور بھائی عامر بن یزید جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے اگر ان کے شوہر کا نام بھی کسی معتبر کتاب میں ملجاتا تو پھر ان کی نسبت کوئی شبہ نہ رہتا اور یہی روایت زیادہ صحیح مانی جاتی کیونکہ یہ خاتون خود بھی جنگ یرموک میں (جو اس جنگ کے بعد ہوئی) شریک تھیں اور کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئیں۔ ۱۲



یہ مزار مدینہ منورہ سے باہر قریب تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ رہنما یہاں سلام پڑھاتا ہے۔ اسی جگہ گنج شہیداں۔ مقام شہادت دندان مبارک۔ درہ خالد بن ولید غار شگاف۔ پہاڑ مشہد امیر وغیرہ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ جبل اُحد بھی یہاں سخت معرکہ ہوا تھا اسی جگہ ہے۔ جس کی نسبت حضور نے فرمایا ہے کہ مجھکو سب سے زیادہ یہ پہاڑ عزیز ہے۔ جنگ اُحد کی تمام مشہور یادگار اسی جگہ ہیں۔

متعلقہ صفحہ ۲۸۷

پاؤں چھپاکر دفن کیا۔ یہ وہ منظر تھا کہ برسوں کے بعد جب یہ واقعہ یاد آجاتا تو آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ شہدا کو اسی طرح خون میں نہائے ہوئے دو دو ملا کر ایک قبر میں دفن کیا جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا وہ مقدم رکھا جاتا ان شہدا پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی۔ آٹھ برس کے بعد جب نبی صلعم کا اس طرف گذر ہوا تو ایک رقت طاری ہوگئی اور آپؐ نے وہ پُر درد کلمات فرمائے گویا زندوں سے باتیں کر رہے ہیں۔

یہ حضرت مصعبؓ وہ بزرگ ہیں جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آگئے تھے اور جن کے وعظ سے اوس اور خزرج کے قبائل مسلمان ہوئے تھے ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا اسی دن ان کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے ان کو بھائی کی شہادت کی خبر ملی تو انا للہ کہہ کر دعا رخیر کی تھوڑی دیر بعد ان کو ان کے شوہر حضرت مصعبؓ کی شہادت کی خبر دی تو بے اختیار چیخ ماری حضور صلعم نے فرمایا کہ دیکھو اسکے دل میں شوہر کی کس قدر محبت ہے[۱]۔

جب دونوں فوجیں میدان جنگ سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چور تھے مگر یہ خیال کرکے کہ کہیں دشمن مغلوب سمجھ کر پھر حملہ نہ کر بیٹھیں مدینہ کا جانا ملتوی کیا اور صحابہ کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ کون کفار کا تعاقب کر سکتا ہے سنکر فوراً ایک جماعت کی جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور تعاقب کے لئے ہتیار لگانے لگی جن میں حضرت ابوبکر اور زبیر بھی تھے[۲]۔

نبی صلعم کا یہ خیال درست نکلا کیونکہ جب ابوصفیان اُحد سے کوچ کرکے مقام

---

[۱] تاریخ طبری۔ ۱۲ [۲] صحیح بخاری۔ ۱۲۔

روحا پہونچا تو اُس کو خیال آیا کہ کام ادہورا رہ گیا ایک حملہ لگے ہاتھ اور کرنا چاہیئے جس سے یہ مصیبت ہمیشہ کے لئے ٹل جائے۔ چنانچہ دوسرے روز آپؐ نے اعلان کردیا کہ کوئی مدینہ واپس نہ جائے اور تعاقب کے لئے تیار ہوجائے آپؐ نے زخمی بدن پر ہتیار لگائے اور تمام صحابہ کے ساتھ تعاقب کا قصد کیا جب مسلمانوں کا لشکر مقام حمرا پر جو مدینہ سے ۸ میل ہے پہنچا تو معبد خزاعی جو یہاں کے قبیلہ خزاعہ کا سردار تہا اور اس وقت تک ایمان نہ لایا تہا۔ مگر درپردہ مسلمانوں کا طرف دار اور ہمدرد تہا شکست کی خبر سُن کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہاں سے جاکر پہر ابوصفیان سے ملاقات کی۔ ابوصفیان نے اپنا طرفدار سمجھ کر تمام ارادہ ظاہر کردیا معبد بولا میں ابہی دیکہتا آرہا ہوں کہ محمد صلعم ایسی تیاری کے ساتھ تمہارے تعاقب میں آرہے ہیں کہ مقابلہ ناممکن ہے ابوصفیان اور اس کے ہمراہی یہ سُن کر بہت ہی خائف ہوئے اور مکہ بہاگ گئے۔ مسلمانوں نے کچھ دُور تک تعاقب کیا مگر مقابلہ نہ ہوا اس مقام پر کفار کے دو شخص گرفتار ہوئے ایک ابوعزہ شاعر تہا جو اسیران معرکہ بدر میں شامل تہا اور اس عہد پر اپنی خلاصی کرائی تہی کہ میں کبہی اسلام کے خلاف قریش مکہ کا ساتھ نہ دوں گا۔ یہ آنحضرت صلعم کے روبرو لایا گیا اور بحکم نبی قتل کیا گیا دوسرا کافر اسیر معویہ بن المغیرہ تہا۔ یہ بہی رسول صلعم کے خلاف کوشش کرتا تہا اس کے ساتھ قتل ہوا۔ اسی واقعہ کو بعض مورخین نے غزوات کی تعداد زیادہ کرنے کے لئے غزوۂ حمراء الاسد کا نیا عنوان قایم کرکے علیحدہ لکہا ہے حالانکہ یہ ایک ہی ہے۔

لہ از طبری-۱۲

جب نبی صلعم مدینہ میں واپس آئے تو تمام مدینہ میں رونے کی آواز آتی تھی آپؐ
جس طرف تشریف لیجاتے گھروں سے ماتم کی آوازیں سنائی دیتیں آپؐ کو سب کا رونا
دیکھکر عبرت آئی اور رقت کے جوش میں بے اختیار زبان سے نکل گیا کہ سب کے عزیز
ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں مگر افسوس حمزہؓ کا رونے والا کوئی نہیں۔ انصار نے
یہ الفاظ سنے تو دل بھر آیا اور سب نے اپنی مستورات کو حضورؐ کے گھر بھیجدیا کہ امیر حمزہ
کا ماتم کریں نبی صلعم نے دیکھا تو دروازہ پر برقعہ پوش معزز خاتونان انصار کا ہجوم
تھا اور حمزہؓ کا ماتم بلند تھا۔ حضورؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور ہمدردی کا شکریہ
ادا کر کے فرمایا کہ مُردوں پر ماتم کرنا جائز نہیں۔ میرا اس وقت کہنے سے یہ مطلب نہ
تھا۔ بلکہ یہ تھا کہ مسلمان اپنی سوء تدبیری سے اس قدر شہید ہو گئے کہ ان کی تعداد
گھٹ گئی اور غریب مہاجر اس بے کسی میں شہید ہوئے کہ اُن پر کوئی رونے والا بھی
نہیں۔

عرب میں دستور تھا کہ سال کے خاص خاص زمانہ میں عورتیں اپنے متوفی عزیزوں کا
ماتم کیا کرتی تھیں مگر اس واقعہ کے بعد سے معمول ہو گیا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو اول
حضرت امیر حمزہ کے حالات سے شروع کیا جاتا اور یہ حضرت حمزہ کی حقیقی محبت کی
دلیل تھی۔

آنحضرتؐ کو اس زیادتی پر جو کفار نے حضرت حمزہ کی نعش کے ساتھ کی ایک جذبہ
آیا اور آپؐ نے حکم فرمایا کہ اب سے یہی درجہ کفار کا بھی کیا جاوے گا مگر آپؐ کے
رحیمانہ مزاج نے اس ترش تلخی حکم پر فتح حاصل نہ کی نیز مسلمانوں میں ایک غضب
انگیز طیش کی آگ بھڑکی۔ مگر آپؐ نے فوراً ہی فرمایا کہ صبر عمدہ چیز ہے کیونکہ خدا صابر

کے ساتھ ہے۔ اہل اسلام میں شہداء اُحد کا بڑا درجہ ہے جہاں یہ لوگ مدفون ہوئے ہیں وہاں آنحضرت صلعم اور آپ کے بعد خلیفۂ اول و دوم برابر جاکر سلام بھیجتے رہے۔ (جنگ اُحد کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں مفصل درج ہے)

فہرست شہداء اُحد

مہاجر ۴ - انصار ۶۶ میزان ۷۰

مہاجر

(۱) حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب۔ نبی صلعم کے چچا۔ اسداللہ و رسولہ لقب۔ سیدالشہدا خطاب تھا۔

(۲) عبداللہ بن حجش۔ نبی صلعم کے پھوپی زاد بھائی۔ المجدّع فی سبیل اللہ لقب تھا۔

(۳) مصعب بن عمیر۔ المقری القاری لقب۔ دو ہجرتیں کیں۔ انصار کے دو قبیلے اِن کی تعلیم سے مسلمان ہوئے۔ بدر اور اُحد میں عَلَم نبوی انہیں کے ہاتھ میں تھا جو بعد شہادت حضرت علیؓ کو دیا گیا۔ بڑے صحابہ میں سے ہیں عمر بوقت شہادت ۴۰ سال۔

(۴) شماس بن عثمان۔ بدری ہیں دو ہجرتیں کیں عمر بوقت شہادت ۴۴ سال تھی۔

انصار

(۵) انس بن نضر نجاری۔ انس بن مالکؓ انہیں کے بھتیجے تھے۔ جب لشکرِ اسلام بھاگنے لگا تو کہا کہ اے خدا میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا

قبہ مزارات

یہ متبرک قبرستان مدینہ منورہ میں باب جبرئیل کے [illegible] ر صحابہ کے مزار ہیں یہاں
جو شخص بغرض زیارت جاتا ہے ادباً پا برہنہ دا[illegible]گئے ہیں

کے ساتھ ہے۔ اہل اسلام میں شہدائے اُحد کا بڑا درجہ ہے جہاں یہ لوگ مدفون ہوئے ہیں وہاں آنحضرت صلعم اور آپؐ کے بعد خلیفۂ اول و دوم برابر جاکر سلام بھیجتے رہے۔ (جنگ اُحد کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں مفصل درج ہے)

فہرست شہدائے احد

مہاجر ۴ - انصار ۶۶ میزان ۷۰

مہاجر

(۱) حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب۔ نبی صلعم کے چچا۔ اسد اللہ و رسولہ لقب۔ سید الشہدا خطاب تھا۔

(۲) عبد اللہ بن جحش۔ نبی صلعم کے پھوپی زاد بھائی۔ المجدّع فی سبیل اللہ لقب تھا۔

(۳) مصعب بن عمیر۔ المقری القاری لقب۔ دو ہجرتیں کیں۔ انصار کے دو قبیلے ان کی تعلیم سے مسلمان ہوئے۔ بدر اور اُحد میں عَلَم نبوی انہیں کے ہاتھ میں تھا جو بعد شہادت حضرت علیؓ کو دیا گیا۔ بڑے صحابہ میں سے ہیں عمر بوقت شہادت ۴۰ سال۔

(۴) شماس بن عثمان۔ بدری ہیں دو ہجرتیں کیں عمر بوقت شہادت ۴۲ سال تھی

انصار

(۵) انس بن نضر نجاری۔ انس بن مالکؓ انہیں کے بھتیجے تھے۔ جب لشکرِ اسلام بھاگنے لگا تو کہا کہ اے خدا میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا

ہوں۔ پھر جوش میں تلوار لیکر بڑہے راستہ میں سعد بن معاذ کو دیکھ کر بولے کہ اے سعد دیکھو وہ بہشت ہے جسکی خوشبو مجھکو آرہی ہے۔ حملہ کیا کشتوں کے پشتے لگا دئیے اور شہید ہوئے ان کے جسم پر ۸۰ کے قریب زخم تلوار۔ نیزہ اور تیروں کے تھے۔

(۶) ایاس بن اوس۔ ان کے دوسرے بھائی انس تھے جو آگے چلکر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔

(۷) حنظلہ بن ابی عامر۔ خدا کی شان انکا لقب تو غَسِیلُ الْمَلٰئِکَۃ اور باپ کا لقب فاسق۔ ان کے بیٹے عبداللہ بھی صحابی اور شہید تھے جنہوں نے ۶۳ھ میں شہادت پائی۔

(۸) خارجہ بن زید بن زہیر۔ عقبی بدری۔ انکا خاندان بنو اغر کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی صاحبزادی حبیبہ کی شادی حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی تھی۔ وقت شہادت دس سے زیادہ زخم تھے۔ انکے بیٹے زید بن خارجہ کا بعد موت کلام کرنا روایات میں ہے۔

(۹) سعد بن ربیع۔ عقبی۔ بدری۔ نقیب محمدی۔ حضرت خارجہ کے چچا زاد بھائی تھے۔

یہ دونوں ایک قبر میں دفن ہوئے

(۱۰) خباب (۱۱) صیفی ابنان قیظی۔ دونوں حقیقی بھائی تھے۔

(۱۲) ذکوان بن عبد قیس۔ عقبی۔ بدری۔ مہاجر۔ انصار۔ سب سے اول یہ اور اسعد بن زرارہ اسلام مدینہ میں لے گئے۔

(۱۳) خیثمہ بن حارث۔ ان کے بیٹے سعد جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔

(۱۴) عبداللہ بن جبیر۔ عقبی۔ بدری اس جنگ میں تیر اندازوں کے سردار تھے۔

(۱۵) عبداللہ مجذر بن زیاد۔ بدری انصار کے حلیف

(۱۶) عباده بن خشخاش۔

(۱۷) نعمان بن عبد عمرو۔ بدری ہیں۔

(یہ تینوں ایک قبر میں دفن ہوئے۔)

(۱۸) عبید بن تیہان۔ بدری۔ عقبی۔ ابو شیخ کنیت

(۱۹) یسار۔ یہ عبید بن تیہان کے غلام تھے۔

(۲۰) عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ بدری۔ نقیب محمدی۔ ابو جابر کنیت۔ ان کے صاحبزادے حضرت جابرؓ بڑے صحابی تھے جنکی نسبت روایت ہے کہ ان کے جنازہ پر فرشتوں نے سایہ کیا تھا اور نبی صلعم نے بعد شہادت ان سے کلام فرمایا تھا۔ ہند انہیں کی بہن تہیں۔

(۲۱) عمرو بن جموح بن زید۔ سید الانصار تھے پاؤں سے لنگڑے تھے۔ لڑائی کے وقت فرمایا کہ میں یوں ہی لنگڑاتا ہوا بہشت میں جا پہونچوں گا۔ یہ نہایت سخی تھے۔ انہیں کی اہلیہ کا نام ہند تھا جنہوں نے ان کی خبر شہادت سن کر کہا تھا کہ سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ کیسے ہیں جب کہا کہ بخیریت ہیں تو بولیں کہ اب تمام مصیبتیں آسان ہیں۔

(یہ دونوں ایک قبر میں دفن ہوئے)

(۲۲) خلاد بن عمرو بن جموح۔ بدری ہیں اور نمبر ۲۱ کے فرزند رشید ہیں۔

(۲۳) ابو ایمن۔ یہ نمبر ۲۱ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۲۴) عمارہ بن زیاد۔ اشہلی ہیں ان کے جسم پر ۱۴ زخم تیر و تلوار کے تھے اب تقدیر دیکھو جب زخمی نبی صلعم کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے اپنے

پائے مبارک کو ان کا سرہانا بنا دیا اور اسی حالت میں خوشی خوشی اپنے رُخسارے
پائے مبارک پر رکھے ہوئے بڑے مزے سے جان دی۔
(۲۵) یزید بن سکن - ابو اسمار کنیت۔ نمبر ۲۴ کے چچا۔ ایک ہی روز شہید ہوئے۔
(۲۶) عمرو بن قیس - اور ان کے بیٹے (۲۷) قیس بن عمرو خاندان بنو نجار سے
ایک ہی روز شہید ہوئے۔
(۲۸) حارث بن عقبہ - جبل فرنیہ کے رہنے والے تھے۔ شہر مدینہ میں بکریاں فروخت
کرنے آئے تھے شہر کو مسلمانوں سے خالی دیکھا پوچھا یہ کیا بات ہے لوگوں نے
کہا کہ وہ سب جنگ میں مصروف ہیں۔ فوراً نبی صلعم کی خدمت میں حاضر
ہوئے مسلمان ہوئے۔ اور شہید ہو کر نام کر گئے۔
(۲۹) اوس بن ثابت - برادر حضرت حسان شاعر رسول اعظم۔
(۳۰) رفاعہ بن وقش - وقت جنگ بہت بوڑھے تھے شہادت کے شوق میں
جوانوں کی طرح لڑے۔
(۳۱) ثابت بن وقش - نمبر ۳۰ کے برادر حقیقی تھے۔
(۳۲) حارث بن اوس بن معاذ - بدری حضرت سعد بن معاذ کے بھانجے ۲۸
سال کی عمر میں جام شہادت پیا۔
(۳۳) عمرو بن معاذ - بدری حضرت سعد بن معاذ کے بھائی ۳۲ سال کی
عمر میں شہادت پائی۔
(۳۴) رافع بن مالک - ابو مالک کنیت۔ نقیب محمدی۔ ہر سہ بیعت عقبہ
میں شامل تھے۔

(۳۵) عامر بن مخلد بن حارث - بدری ہیں۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی جو نسل چلتی۔

(۳۶) اُنَیْس بن قتادہ بن ربیعہ۔ (بدری) (۳۷) ابو ہُبَیرہ بن حارث۔

(۳۸) اوس بن ارقم۔ (دیکھیے از اکابر صحابہ۔) (۳۹) عمرو بن ثابت (خدیفہ کے بھانجے)

(۴۰) سلمہ بن ثابت۔ (۴۱) ثابت بن عمرو۔ بدری۔

(۴۲) ثعلبہ بن سعد۔ (مشہور صحابی ہیں) (۴۳) حارث بن انس۔ بدری

(۴۴) حارث بن عبداللہ (۴۵) حارث بن ثابت

(۴۶) حارثہ بن عمرو (۴۷) حبیب بن زید۔

(۴۸) رافع (۴۹) رفاعہ بن عمرو (عقبی۔ بدری ابو الولید کنیت)

(۵۰) سعد بن سوید (خدری) (۵۱) سہل بن عدی۔

(۵۲) سہل بن قیس (بدری) (۵۳) شُبَیع بن حاطب۔ اوسی۔

(۵۴) سُوَیق بن حاطب (۵۵) صخرہ بن عمرو۔

(۵۶) عامر بن امیہ (بدری) (۵۷) عبید بن معلی (انکے بھائی رافع بدر میں شہید ہوئے)

(۵۸) عباس بن عبادہ (۵۹) عمرو بن ایاس۔

(۶۰) عمرو بن مطروف (۶۱) عتبہ بن ربیع

(۶۲) عباد بن سہل (۶۳) قیس بن مخلد۔

(۶۴) مالک بن سنان (۶۵) نوفل بن ثعلبہ

(۶۶) یزید بن حاطب (۶۷) وہب بن قابوس

(۶۸) اوس بن ارقم۔ (۶۹) ثقیب بن فروہ (انصاب انصار کے بڑے عالم تھے)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (17)

[illegible]

[illegible] (07)

قریش کے سربرآوردہ لوگ موجود ہوتے تھے جو اپنی عظمت اور اقتدار کا اثر ڈال کر اپنی سحر بیانی سے ان کو اسلام کا دشمن بنا دیتے تھے۔ قریش کے احکام پر چلنے کی ایک اور بڑی وجہ یہ تھی کہ اِن لوگوں کی معاش لوٹ اور غارت گری تھی اور اسلام اس کو منع کرتا تھا۔ اِس لئے ان کا یہ خیال تھا کہ اگر اسلام ترقی پکڑ گیا تو ہمارے ذریعے معاش بند ہو جائیں گے۔

بدر کی فتح نے جس طرح عرب کے تمام قبائل پر اپنا رعب جما لیا تھا جس کی وجہ سے ان کو اسلام کے خلاف سازش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور تمام قبیلے اپنی اپنی جگہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اسُی طرح اُحد کی شکست نے اُن کے حوصلے پھر بڑھا دئے اُن کی حالت میں خاصی تبدیلی ہو گئی اور تمام قبیلے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کو اپنی ہستی کے اچھے آثار نظر آنے لگے۔ چنانچہ ذیل کے واقعات اون کے خیالات کی پوری شہادت دیتے ہیں۔

سریہ قطن یا ابی سلمہ

یکم محرم ۴ھ ہجری مطابق ۱۳ جون ۶۲۵ء عیسوی بروز جمعرات

جنگِ اُحد کا نتیجہ دیکھ کر طلیحہ اور خویلد نے اپنے زیر اثر قبایل بنی اسد وغیرہ کو جو فید کے کوہستانی علاقہ قطن میں رہتے تھے رسول اکرم کے خلاف ابھارنا شروع کیا جب ان ڈاکوؤں کا پورا گروہ جمع ہو گیا تو مدینہ پر چھاپا مارنے کی تجویز ہوئی۔ حضور صلعم کو ان کے تمام ارادوں کی اطلاع ہو گئی تو آپؐ صلعم نے ابو سلمہ مخزومی کو ڈیڑھ سو مہاجر اور انصار کے ساتھ اُن کی گوشمالی کرنے کو روانہ

کیا۔ جب مسلمان مقام قطن پر پہنچے تو مخالفین سراسیمہ ہو کر ایسے منتشر ہو گئے[1] کہ اپنا مال و اسباب بھی چھوڑ گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ ابو سلمہ صرف مال غنیمت لے مدینہ واپس آئے۔

سریہ ابن انیس

۵ محرم ۴ھ مطابق ۱۷ جون ۶۲۵ء روز دوشنبہ

غرنہ۔ ایک مقام وادی عرفات کے قریب واقع ہے۔ یہاں کا رئیس سفیان بن خالد تھا جو قبیلہ لحیان پر اپنا پورا اثر رکھتا تھا۔ یہ شخص دشمن خدا و رسول تھا اور چند مسلمانوں کے قتل کا باعث ہوا تھا پھر ان دنوں یہ چند مشرکوں کو جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ یہ خبر رسول صلعم کو پہونچی تو آپ نے عبداللہ بن انیس کو اس کے قتل کے لئے روانہ کیا یہ صحابی دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے تاکہ کسی کو روانگی کا حال نہ معلوم ہو سکے غرضکہ اسی طرح مقام غرنہ پہنچ گئے اور کسی حکمت عملی سے اس کا سر کاٹ ڈالا اور پھر اسی طرح رات کو سفر کرتے ہوئے مدینہ آ داخل ہوئے اور سر کو رسول صلعم کے سامنے ڈال دیا۔

واقعہ رجیع

دس واعظان اسلام کا قتل

شروع ماہ صفر ۴ھ مطابق جولائی ۶۲۵ء

مذکورہ بالا واقعات کے دو ایک ماہ بعد کفار قریش نے بھی ایک نیا فریب

[1] ابن سعد۔ ۱۲

مسلمانوں کے ساتھ کیا یعنی انہوں نے دو مشہور قوموں عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو اپنی طرف ملا کر مدینہ روانہ کیا۔ جنہوں نے جا کر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپؐ چند لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیجدیجئے تاکہ وہ احکام اور عقائد سکھائیں آپؐ نے دس[1] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت (حضرت عمر فاروق کے نانا) تھے ان کے ہمراہ کر دیا۔

جب یہ معلموں کا گروہ مقام رجیع پر پہونچا جو عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہے تو ان بدذاتوں نے بدعہدی کی اور قبیلہ بنو لحیان کو اشارہ کر دیا کہ اب یہ سب ہماری زد میں ہیں ان کا کام تمام کر دیں۔ بنو لحیان دو سو آدمیوں کی جماعت سے جن میں سو تیرانداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں لگے اور ان کا محاصرہ کر لیا یہ سب لوگ ایک مختصر سی پہاڑی پر چڑھ گئے۔ تیراندازوں نے کہا کہ تم سب لوگ نیچے آجاؤ ہم تم کو پناہ دیتے ہیں مگر عاصم نے کہا کہ ہم کافر کی پناہ میں نہیں آنا چاہتے۔ یہ کہکر سر آسمان کی طرف کیا اور کہا کہ اے خدا اپنے رسول کو خبر کر دے۔ یہ کہکر لڑائی کی طرف متوجہ ہو گئے مگر وہ لوگ ان سے بیس گنا زیادہ تھے چاروں طرف کے تیروں سے کس طرح نجات مل سکتی تھی بالآخر لڑ بھڑ کر آٹھ شہید ہو گئے۔ اور دو بزرگوار خبیب اور زید جو کفار کی باتوں پر اعتماد کر کے نیچے اتر آئے گرفتار ہو گئے اور ان کی مشکیں کس دی گئیں۔ قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصم کے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے آئیں تاکہ مسماۃ سلامۃ زن طلحہ کو نشانی دکھائی جائے جس نے ان کے قتل پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا تھا۔ مگر خداوند تعالیٰ کو چونکہ ان کی

[1] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔

لاش کی بے حرمتی منظور نہ تھی شہد کی مکھیوں نے لاش پر قبضہ کر لیا اور کفار ڈر کے مارے ہاتھ نہ لگا سکے اور واپس گئے۔

صفیان ہزلی جو ان بدمعاشوں کے گروہ کا سردار تھا دونوں کو مکہ لے گیا اور مکہ پہونچکر دونوں کو فروخت کر دیا۔

خبیب نے جنگ اُحد میں چونکہ حارث بن عامر کو تہ تیغ کیا تھا اس لئے انکو حارث کے بیٹوں نے خرید لیا کہ ان کو قتل کر کے اپنے باپ کا بدلہ لیں گے۔

خبیب چند روز اسی کے گھر بھوکے پیاسے قید رہے ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب تک آپہونچا انہوں نے بچے کو پیار سے اپنے زانو پر بٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لیکر رکھ دی۔ بچہ کی ماں نے یکایک دیکھا کہ اس کا بچہ معہ تیز چھری کے قیدی کے پاس ہے جو کئی دن سے فاقہ کی تکلیف اُٹھا رہا ہے تو بے اختیار ہو کر چیخ ماری۔ خبیب نے کہا ڈرو مت شاید تم کو یہ خیال ہوا کہ میں بچہ کو مار دونگا۔ تم نہیں جانتی کہ اسلام مسلمانوں کو غدر کرنے اور نابالغ کو مارنے سے منع کرتا ہے۔ ظالم قریش چند روز کے بعد اِن کو حدود حرم سے باہر لے گیا اور صلیب کے نیچے لیجا کر کھڑا کر دیا اور کہا۔ دیکھو ادہر موت ہے اور ادہر اسلام چھوڑنے پر تمہاری رہائی ہے۔ خبیب نے جواب دیا جب اسلام نہ رہا تو جان رکھہ کر ہم کیا کریں گے۔ قریش نے پوچھا کوئی تمنا ہو تو بتاؤ۔ انہوں نے دو رکعت نماز پڑہنے کی اجازت مانگی۔ قاتلوں نے اجازت دیدی۔ خبیب نے دو رکعت نماز پڑھکر کہا کہ دیر تک نماز پڑہنے کو جی چاہتا تھا مگر تم کو یہ خیال ہوگا کہ موت سے ڈرتا ہوں[۱] اس کے بعد یہ

---

[۱] از بخاری شریف۔

اشعار پڑھے۔

ترجمہ:۔ جب میں اسلام کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھکو اسکی پرواہ نہیں کہ کس ڈھب
قتل کیا جاؤں گا یہ جو کچھ بھی ہے خالصاً للہ ہے اگر وہ چاہے گا تو ان جسم کے
ٹکڑوں پر اپنی رحمت نازل کرے گا۔

ظالموں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں نے ان کے جسم پر زخم لگائے اور جسم پر انی کے چرکے لگائے مگر زبان سے اُف تک نہ نکلا۔

دوسرے بزرگ حضرت زید تھے ان کو صفوان بن امیہ نے قتل کے ارادہ سے خریدا تھا۔ یہ بھی مقتل میں آئے تو قریش کے معزز سردار تماشا دیکھنے کے لئے موجود تھے جب قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابوسفیان بولا ذرا سچ کہنا اس وقت تمہارے بدلے اگر محمد (صلعم) قتل کئے جاتے تو تم کو کس قدر خوشی ہوتی زید نے کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے عوض میں نبی صلعم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے[۱]۔ دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد صفوان کے غلام نسطاس نے ان کا سر تلوار سے اڑا دیا۔ یا صلیب دیدی۔ اسی زمانہ سے دستور پڑ گیا کہ قتل کے وقت مقتول پہلے دو رکعت نماز ادا کر لیتا ہے۔

ان بزرگوں کی لاشیں ۴۰ دن تک مقتل میں لٹکتی رہیں۔

ایک سخت دل حضرت خبیب کے جگر پر انی لگاتا تھا تو دوسرا اپنا الگ وار کرتا تھا۔ مگر یہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہمیشہ کی نجات اور خوشنودی خدا اور رسول کا

---

[۱] طبری ابن ہشام جلد ۲۔

یقین کرتا ہوا نہایت استقامت اور استقلال کے ساتھ اسلام پر قایم تھا۔ مقتل میں تماشائیوں کے ہجوم میں جو فی البدیہ اشعار اس بزرگ نے کہے ہیں وہ اس منظر کی پوری کیفیت اور اس سچے دیندار بزرگ کی صداقت اور محبت اسلام کی پاکیزہ صورت کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں اُن کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

خلقت کا ایک انبوہ کثیر میرے گرد جمع ہے اور انہوں نے بڑی جماعتوں کو بھی بلا لیا ہے یہ سب کے سب عداوت نکال رہے ہیں اور میرے خلاف جوش دکھا رہے ہیں۔ اور میں اس مقتل میں بندھا ہوا ہوں۔ قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بُلا لیا ہے۔ اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے کفر اختیار کرنے سے خلاصی مل سکتی ہے۔ مگر اس حالت سے تو مجھے موت آسان ہے۔ میری آنکھوں سے اشک جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں۔ میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میں خدا کے سامنے جارہا ہوں۔ موت سے مجھے اس لئے ڈر نہیں کہ میں مرجاؤں گا۔ مگر میں تو شعلہ مارنے والی آگ سے ڈرتا ہوں۔ اُس عرش معظم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی اور مجھے صبر کے لئے فرمایا ہے اب انہوں نے زدوکوب سے میرا تمام گوشت قیمہ کر دیا ہے اور مجھے امید جاتی رہی ہے۔ میں اپنی بےکسی اور بے وطنی کی فریاد اور اُن ارادوں کی۔ جو میری جان جانے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں خدا سے فریاد کرتا ہوں۔ قسم خدا کی جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں۔ تو میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا اور کیونکر جان دیتا ہوں۔ خدا کی ذات سے اگر وہ چاہے یہ بالکل امید ہے کہ وہ میرے گوشت کے ٹکڑوں کو برکت

عطا فرمائے گا۔ فقط

سب سے آخر میں یہ دعا تھی کہ اے خدا ہم نے تیرے رسول کے احکام کو لوگوں تک پہونچا دیا۔ اب تو اپنے رسول کو ہمارے حال اور ان کفار کے فعلوں کی خبر پہونچا دے۔

حضرت سعید بن عامرؓ جو حضرت عمر فاروقؓ کے عمال سے تھے اونکا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ مجھے نہ تو کوئی مرض ہے اور نہ کوئی شکایت۔ جب حضرت خبیبؓ کو صلیب پر چڑہایا تو میں اس وقت موجود تھا مجھے جب اُن کی باتیں یاد آجاتی ہیں تو میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ اللہ غنی کیسے اہل دل اور رقیق القلب مسلمان تھے۔

واقعہ بیر معونہ

ستر معلمین اسلام کا قتل

آخر ماہ صفر سنہ ۴ھ مطابق اگست سنہ ۶۲۵ء

واقعہ بالا کے کچھ دن بعد کفار نے دوسرا فریب اور کیا۔ ابو براء کلابی جو قبیلہ کلاب کا سردار تھا نبیؐ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لیے چند واعظ اور معلم میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ اسلام کی دعوت دیں آپؐ نے فرمایا مجھکو نجد کے لوگوں کا اعتبار نہیں ابو براء نے کہا کہ میں اُن کا ضامن ہوں ہر طرح اون کی حفاظت کی جائے گی میرا بھتیجہ عامر بن

طفیل جو نجد کا حاکم ہے کسی طرح معترض نہ ہوگا۔ آپؐ نے منظور فرمالیا اور منذر بن عمرو انصاری کو معہ ستر[1] صحابہ کے جن میں زیادہ تر انصار تھے اس کے ساتھ کردیا یہ لوگ نہایت فاضل۔ مقدس اور درویش منش منتخب کئے گئے تھے اور اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا معمول تھا کہ دن بھر لکڑیاں چنتے اور شام کو فروخت کرکے کچھ اہل صفہ کے نذر کرتے اور کچھ اپنے کام میں لاتے۔

جب ان مسلمانوں کا گروہ بیر معونہ پر پہونچا جو بنی عامر کا علاقہ تھا تو وہاں قیام کیا اور شہر میں داخل ہونے کے لئے رسول صلعم کا نامہ مبارک حرام بن ملحان کو دیکر عامر بن طفیل حاکم نجد کے پاس روانہ کیا۔ اس نے اسلامی سفیر کو قتل کرادیا جبار بن سلمیٰ ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا جو پار نکل گیا انہوں نے گرتے ہوئے کہا۔

ترجمہ "قسم ہے کعبہ کے خدا کی میں اپنی مراد کو پہونچا۔

اس فقرہ کا اثر قاتل پر اس قدر ہوا کہ وہ نبی صلعم کی خدمت میں آکر فوراً مسلمان ہوگیا عامر نے سفیر کو قتل کرکے آس پاس کے قبائل کو لکھا کہ فوراً میری مدد کو آؤ ایک وہ نے تو ابو براء کا گذشتہ لغو معاہدہ کرکے انکار کردیا مگر قبائل رعل۔ ذکوان۔ عصیہ اپنے ہمراہی لے کر امداد کو روانہ ہوگئے اور اس طرح ایک پورا لشکر تیار ہوگیا اور عامر کی سرداری میں آگے بڑھا۔

یہاں تمام صحابی حرام بن ملحان کے منتظر تھے جب زیادہ دیر لگی تو خود روانہ ہوگئے راستہ میں عامر کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی جس نے تمام صحابہ کو گھیر لیا۔ یہ مسلمان نہ تو

[1] زاد المعاد۔ مگر ابن ہشام میں ۴۰ کی تعداد ہے ۱۲

سپاہی تھے اور نہ ان کے پاس ہتیار تھے محض پند و نصیحت کرنا ان کا کام تہا اس قدر گروہ میں کیا کر سکتے تھے۔ سب کے سب یہیں شہید ہو گئے۔ صرف حارث بن ضمہ اور عمرو بن امیّہ جو اونٹ چرانے گئے تھے بچ گئے۔ واپس ہوئے تو کسی کو نہ پایا اور ایک طرف جانور اڑتے ہوئے دیکھکر شبہ ہوا تو ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا تو سب کی لاشیں نظر آئیں مدینہ میں ایسی خبر دینا مناسب نہ جانا طیش میں آکر کفار پر جا ٹوٹے ان میں حارث بہادر شخص تھے جو چار کو مار کر خود بہی شہید ہو گئے۔ عمرو امیہ دو آدمی قتل کرنے کے بعد گرفتار ہو گئے جس کو عامر نے یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانگی تہی۔ میں تجہ کو آزاد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر ان کے بال کاٹے اور چھوڑ دیا۔ مدینہ پہونچکر کُل واقعہ رسول صلعم سے عرض کیا سُن کر آپؐ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبہی نہیں ہوا تھا۔ برابر ایک مہینہ فجر کی نماز میں آپؐ ان ظالموں کے حق میں بد دعا کرتے رہے۔

عمرو بن امیہ جب رہا ہو کر مدینہ آرہے تھے تو راستہ میں دو شخص اپنے دوستدار قبیلہ کے سوتے دیکھہ کر خیال ہوا کہ یہ بہی قاتلوں کی جماعت سے ہیں اور اس دہوکہ سے اُن دونوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرتؐ سے جب یہ راستہ کا واقعہ بیان کیا تو آپ ناخوش ہوئے اور ان دونوں کا خونبہا ان کے قبیلے میں بہیجنے کا انتظام کیا۔

غزوہ بنو نضیر

ربیع الاول سنہ ۴ھ مطابق اگست سنہ ۶۲۵ء

عمرو امیّہ نے قبیلہ عامر کے جو دو شخص قتل کر دئے تھے اس کا خونبہا ابتک واجب الادا

تھا اور معاہدہ کی رو سے اس کا ایک حصہ یہود بنی نضیر پر واجب الادا ہوتا تھا اس کے مطالبہ کی غرض سے رسول صلعم قبیلہ بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے انہوں نے بظاہر اس مطالبہ کو قبول کیا اور آپ کو ایک ایسی جگہ بٹھایا کہ جس کے پیچھے ایک بڑا پتھر مثل دیوار کے کھڑا تھا اور درپردہ یہ تدبیر کی کہ ملعون عمرو بن حجاش یہودی دیوار پر چڑھ کے اور وہ بھاری پتھر نبی صلعم پر گرادے اور اس طرح حضور صلعم کی زندگی کا خاتمہ کردے جب یہ ملعون دیوار پر چڑھا تو حضور کو اس فریب کا علم ہوگیا اور آپ وہاں سے اس طرح اوٹھے گویا قضائے حاجت کو جاتے ہیں اور اس طرح مکان سے باہر نکلکر فوراً مدینہ واپس چلے گئے[1]۔ اور صحابہ سے اُن کی تمام بدذاتی بیان کی۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ قریشی کفار نے بنو نضیر کو لکھ بھیجا تھا کہ محمد (صلعم) کو قتل کردو ورنہ ہم تمہاری خبر لیں گے۔ بنو نضیر تو پہلے ہی سے دشمن تھے اس تحریر نے اُن کو اور جلد آمادہ کردیا اور قتل کی مختلف تدابیر عمل میں لانے لگے۔ جب اِن کا یہ وار خالی گیا۔ تو آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس آدمیوں کو لیکر آئیں اور ہم بھی اپنے اسی قدر مقتدر شخص لیکر آئیں گے آپ کے کلام کی اگر ہمارے علما تصدیق کرلیں گے تو ہم مسلمان ہوجائیں گے۔ چونکہ وہ بغاوت کی پوری تیاری کرچکے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمکو تمہارے قول و فعل کا اعتبار نہیں جب تک کہ تم ایک معاہدہ نہ لکھ دو۔ اس پر وہ راضی نہ ہوئے۔ پھر آپ یہود بنی قریظہ کے پاس تجدید معاہدہ کی غرض سے گئے انہوں نے تعمیل کی اگرچہ بنو نضیر ان کے دینی بھائیوں کا معاہدہ کرنا ان کے لئے پوری نظیر تھی مگر پھر بھی یہ معاہدہ کرنے پر رضامند نہ ہوئے[2]۔

[1] ابن ہشام۔ زرقانی جلد ۲ [2] سنن ابو داؤد۔

آخرکار انہوں نے رسول صلعم کے پاس بذریعہ قاصد کہلا بہیجا کہ آپ صرف تین ہی شخص لیکر آجائیں۔ ہمارے بہی تین عالم ہوں گے اگر ہمارے عالم آپؐ پر ایمان لے آئے تو ہم بہی اسلام قبول کرلیں گے اور پہر کوئی جہگڑا آپس میں باقی نہ رہے گا۔ آپؐ اس پر رضامند ہوگئے۔ مگر آپؐ کو راستہ میں ہی [1] ایک ذریعہ سے معلوم ہوگیا کہ تمام یہودی مسلح آپؐ کے منتظر ہیں کہ آپؐ تشریف لائیں تو قتل کردیں۔

جب آپ صلعم کو اُن کی بدذاتی اور فریب کا پورا حال معلوم ہوگیا تو آپؐ نے صحابہ کو جمع کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جب تک اون کی پوری سرکوبی نہ ہوگی ہرگز یہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں گے اور آئے دن ایسے ہی فریب کرتے رہیں گے۔ آپ ایک کافی جماعت مسلمانوں کی لیکر بنو نضیر کی طرف بڑہے جب اُن کو اسلامی سپاہ کا حال معلوم ہوا تو اپنے مضبوط قلعوں میں قلعہ بند ہوگئے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا اور اس قلعہ کے گردِ جوانِ کے نخلستان تہے اُسکے کچہ درخت بہی کٹوا دئے جو لینۃ قسم کے تہے اور اہلِ عرب کے عام خوراک نہیں ہے۔ اس درخت کا کلام مجید میں بہی ذکر ہے۔ ترجمہ

تم نے لینۃ کے درخت جو کٹوا دیئے اور جس قدر قایم رکہے سب خدا کے حکم سے تہا تاکہ خدا فاسقوں کو رسوا کرے۔ (سورۂ حشر)

اب رہا یہ امر کہ یہ درخت فضول کیوں کٹوائے وہ صرف اس لئے تہا تاکہ منافقین ان جہنڈوں سے کمین گاہ کا کام نہ لے سکیں اور محاصرہ میں کوئی چیز حائل نہ ہو کیونکہ یہ ایسا موقع تہا کہ کفار اور منافقین سے ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا تہا۔

---

[1] فتح الباری۔ جلد سابع۔ صحیح بخاری۔

پندرہ روز تک محاصرہ رکھا اور چاروں طرف سے امداد بند کر دی گئی۔ جب بنو نضیر
نے دیکھا کہ ہمارے مضبوط قلعے جب تک کہ کھانے کو سرمایہ کافی نہ ہو کام نہیں دے سکتے
یا دوسرے قبیلوں کی امداد پہونچے۔ عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا تھا کہ تم ہرگز اطاعت
نہ قبول کرنا۔ بنو قریظہ تمہارا ساتھ دیں گے اور میں بھی دو ہزار آدمیوں سے تمہاری امداد
کو آؤں گا۔ اس کی اطلاع آنحضرت صلعم کو قرآن مجید میں اس طرح دی گئی۔

ترجمہ۔ تم نے دیکھا کہ منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ جب تم نکلو گے تو ہم بھی تمہارے
ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کوئی لڑا تو ہم
بھی تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ (سورۂ حشر)

لیکن بنو نضیر کے تمام خیالات غلط نکلے بنو قریظہ نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور دیگر یہودی
اور منافق تنہا اسلام کے مقابلہ میں آ نہیں سکتے تھے۔ جب ان کو کسی طرف سے امداد نہ
پہونچی تو انہوں نے ہتیار ڈال دیئے۔ یہ سب لوگ قید کر لئے گئے۔ ان کو کوئی تکلیف
جسمانی نہیں دی گئی جیسا کہ اس زمانہ میں قاعدہ تھا بالآخر ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ جلاوطن
ہو جائیں اور خیبر میں جاکر آباد ہوں۔ بنو نضیر نے اس حکم کو اس شرط پر منظور کر لیا کہ
جس قدر مال وہ اونٹوں پر لیجا سکیں لیجائیں یہ شرط منظور کر لی گئی۔

چنانچہ بنو نضیر نے اپنا اسباب چھ سو اونٹوں پر لادا۔ گھروں کو جس قدر مسمار کر سکے کیا۔
گھڑے مٹکے سب توڑ ڈالے تاکہ مسلمان فائدہ نہ اوٹھائیں اور مدینہ کو چھوڑ کر خیبر آباد
ہوئے ان جلاوطنوں میں معزز روسا مثل سلام بن ابی الحقیق کنانہ بن ربیع
حیی بن اخطب بھی تھے۔ مدینہ سے یہ لوگ نہایت شان اور دھوم دھام سے نکلے

ل ابن اثیر جلد ۲۔

کہ لوگوں کو جشن کا دہوکا ہو۔ خود اونٹوں پر سوار تھے۔ آگے باجا بجتا جاتا تہا۔ عورتیں دف بجاتی اور گاتی جاتی تہیں عُروہ بن الورد مشہور شاعر کی بیوی جس کو یہودیوں نے خرید لیا تہا وہ بہی ہمرکاب تہی۔

اہل مدینہ کا بیان ہے کہ ایسے دہوم کی سواری کبہی ان کی نظر سے نہیں گذری[1]۔ آلات حرب کا ذخیرہ جو وہ چہوڑ گئے اس میں پچاس خُود تین سو چالیس تلواریں اور پچاس زرہیں تہیں۔

اِن کے جانے کے وقت یہ قصہ درپیش ہوا کہ انصار کی وہ اولاد جنہوں نے مذہب یہود اختیار کر لیا تہا اور یہودی اُن کو اپنے ہمراہ لئے جاتے تہے انصار نے روک لیا کہ ہم ان کو نہ جانے دیں گے[2]۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ۔ مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔

اس پر انصار نے اُن کو چہوڑ دیا۔

اِن یہودیوں کی خیبر والوں نے بڑی قدر و منزلت کی یہاں تک کہ اِن کو خیبر کا رئیس تسلیم کر لیا[3]۔

اب یہودیوں کی زمین جس سے وہ جلاوطن کئے گئے موافق قانون جنگ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ جس کی تقسیم غریب مہاجرین پر انصار کی مرضی سے کی گئی۔ جو اب تک اپنے بہائی مدنیوں کی حفاظت میں تہے اور وہ بہی ان کی پرورش کرتے تہے اُسوقت مہاجرین نہایت ہی تنگدست تہے نہ رہنے کو مکان نہ کہانے کو مال موجود تہا جب

---

[1] طبری [2] ابوداؤد کتاب الجہاد۔ ۱۲

[3] طبری۔ ۱۲

آنحضرت صلعم نے یہودیوں کی زمین صرف مہاجرین پر تقسیم کرنی چاہی تو انصار سے مشورہ کیا تو
سبھوں نے برضا و رغبت قبول کیا اور کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ ہم سے بھی لیکر کچھ ان کو اور
دیدیں۔ اتفاق اس کو کہتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلعم نے یہودیوں کے اسباب اور زمین کو
مہاجرین پر تقسیم کردیا اور دو غریب انصار کو بھی حصہ دیا گیا جو سب سے غریب تھے۔[1]
اور اب سے یہ اصول مقرر ہو گیا کہ جو مال طرفین کی جنگ سے وصول ہوگا یا اور
کسی طریقہ سے ملجاوے تو وہ حق سلطنت سمجھا جاوے گا۔ اور صرف حکمران یا خلیفہ کی
مرضی پر اس کی تقسیم ہوگی۔

غزوہ بدر الاخریٰ

٢٨ ماہ ذیقعد سنہ ۴ھ مطابق یکم مئی سنہ ۶۲۶ء

ابوصفیان جب جنگ احد سے واپس مکہ گیا تو دوسری سال لڑنے کے لئے بھی کہتا
گیا تھا کہ ہوشیار رہنا ہم اگلے سال پھر آئیں گے اور بدر پر لڑائی ہوگی۔ جنگ احد کا
نتیجہ چونکہ اس کے موافق ہوا تھا اس لئے وہ بہت دلیر ہوگیا تھا اہل مکہ کو ابھارنے
اور جنگ کی ترغیب دینے میں اس کو بہت کچھ کامیابی ہوئی اور اس فرصت کے زمانہ
میں دو ہزار پیادے اور پچاس سوار آمادہ کرلئے جب سنہ ۴ ہجری قریب ختم آگیا تو اس
کو اپنے کہنے کا خیال ہوا۔ لوگوں کو جمع کیا اور جنگ کی گفتگو شروع کی۔ مگر اس سال مکہ
میں قحط پڑ گیا تھا اس لئے کفار قریش لڑنے میں ہچکچائے کہ ہم لوگ ایسی بے سروسامانی
سے کیونکر لڑ سکتے ہیں مگر ان کو مسلمانوں سے خفت اٹھانی بھی منظور نہ تھی لہذا انہوں نے

[1] طبری۔ ابن ہشام ابن الاطہر جلد ۲۔

یہ تدبیر کی کہ نعیم بن مسعود جو مدینہ سے آیا ہوا تھا اس کو ابوصفیان نے اپنی طرف گانٹھ لیا یہ شخص نہایت فصیح اور چرب زبان تھا اس سے کہا کہ ہم لوگ اس سال بوجہ قحط سالی لڑنا پسند نہیں کرتے اگر تو مسلمانوں کو ہماری شوکت وعظمت اور تیاری لشکر سے مطلع کر کے ان کو جنگ سے باز رکھے تو ہم تجھکو اس صلہ میں بیس اونٹ سالہ پیشن کر دیں گے۔ نعیم نے منظور کیا اور مدینہ آ کر ایسے فصاحت و بلاغت سے کفار کے سامان جنگ کا حال بیان کیا کہ مسلمانوں کی رائے پلٹ گئی اور جو خیالات مسلمانوں کے پیشتر تھے سرد ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو نبی صلعم سے کہا کہ کفار کے ساتھ تنہا مقابلہ کرنا کسی صورت سے برا نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا اگر کوئی نہ جائے گا تو میں تنہا جنگ کے لئے جاؤں گا خدا میری مدد خود کرے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ دفعتاً تمام مسلمانوں میں جوش پھیل گیا اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

ابوصفیان کو خیال تھا کہ مسلمان نعیم کی گفتگو سے متاثر ہو کر مقابلہ میں نہ آئیں گے اس لئے مسلمانوں پر اپنا پورا رعب جمانے کے لئے مکہ سے روانہ ہو گیا اور پہلا پڑاؤ ظہران یا عسفان پر کیا۔ نعیم مسلمانوں کی تیاریاں دیکھکر اہل مکہ کو خبر دینے کے لئے روانہ ہو گیا اور اس پڑاؤ پر ابوصفیان سے ملا اور تمام کیفیت بیان کی کہ مسلمان پہلے سے زیادہ اپنے ارادوں میں مستحکم ہیں اور عنقریب روانہ ہونے والے ہیں یہ سنکر کفار کی ہمتیں پست ہو گئیں اور رہے سہے ہوش جاتے رہے اور یہ کہہ کر کہ قحط سالی کے زمانہ میں لڑنا مصلحت کے خلاف ہے آیندہ سال دیکھا جائے گا واپس مکہ ہو لئے۔

آنحضرت صلعم کو جب خبر ملی کہ کفار قریش مکہ سے روانہ ہو گئے تو آپؐ ایکہزار یا نچسو
پیادہ اور دس سوار ہمراہ لے کر معہ مال تجارت مدینہ سے نکلے اور مقام بدر پر قیام کیا
یہاں خبر ملی کہ ابو سفیان معہ اپنے لشکر کے واپس مکہ ہو گیا تو آپؐ آگے بڑھنے سے رک
گئے اور بدر کے سالانہ میلے میں جو آجکل ہو رہا تھا تمام سامان تجارت معقول نفع کے
ساتھ فروخت کر کے مدینہ واپس آگئے۔

سنہ۴ھ کی برکات

مسلمانوں پر شراب کا پینا حرام ہوا

شراب اُس وقت تک آزادی سے پی جاتی تھی مگر ہمارے رسول مقبول محمد صلعم نے
کبھی شراب نہیں پی آپؐ نے شراب کا نام ام الخبائث[1] رکھا تھا (یعنی تمام برائیوں
کی ماں) آج دُنیا میں مختلف ذریعوں سے شراب کا انسداد ہو رہا ہے اس لئے جملہ
اقوام اس تعلیم کی زیر بار احسان ہیں جس نے شراب کے ایک قطرہ تک کو حرام
مطلق قرار دیا ہے۔
صحابہ شراب کی برائیوں کو دیکھکر اکثر رسول صلعم سے سوال کیا کرتے تھے۔ اول

---

[1] شراب انسان کے اخلاق و عادات اور تندرستی پر ملک کے انتظام امن پر برا اثر ڈالتی ہے اسلئے اُم الخبائث
اسکا نہایت موزوں نام ہے بعض متعصب اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہتے ہیں کہ اسلام نے
دُنیا دار کی خیالات کو تحریک دیکر اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے وہ ذرا غور کریں کہ شراب
کا حرام ٹھہرانیوالا کس قدر دُنیوی لذتوں کا دشمن ہو سکتا ہے۔ ۱۲

حکم اللہ تعالیٰ کا شراب کی نسبت یہ نازل ہوا۔

(کہ لوگ تجھ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ تو اُن سے کہہ اُن میں گناہ بڑا ہے اُس کے نفع سے) جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے شراب کو بُرا سمجھ کر پینا کچھ کم کر دیا۔

حضرت عمرؓ کو شراب سے زیادہ پرہیز تھا جب لوگوں کی زبان سے واہیات کلمے سنتے تو فرماتے کہ اے پروردگار شراب کے بارہ میں کافی حکم نازل کردے ایک مرتبہ نشے میں مسلمانوں نے نماز پڑھی اتفاقاً امام بھی اُس دن شراب میں مخمور تھے قرآن کے الفاظ اُلٹ پلٹ کر پڑھنے لگے۔ کہتے کچھ تھے نکلتا کچھ تھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ۔ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے اللہ پر نزدیک تھو نماز کے جب کہ نشہ میں ہو یہانتک کہ سمجھنے لگو اُس چیز کو جس کو کہ کہتے ہو۔) اِس آیت کے نزول سے لوگ شراب کو بہت بُرا سمجھنے لگے۔ کیونکہ جب حالت نشہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہوئی تو اِس سے وہ کچھ زیادہ پرہیز کرنے لگے۔

ایک مرتبہ چند اصحاب حالت نشہ میں خوب لڑے چنانچہ اُس جلسہ میں سعد ابن وقاص کا سر پھٹ گیا آنحضرت صلعم کے روبرو فریاد آئی۔ آپؐ نے ذراسی پینے کو بھی بُرا بتایا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ قطعی حکم نازل فرما۔ پھر تیسری مرتبہ جو آیت نازل ہوئی اُس میں شراب قطعی حرام کی گئی۔ آنحضرت صلعم نے فوراً تمام مدینہ میں اعلان کرادیا کہ شراب حرام ہوگئی اب کوئی ایک قطرہ تک نہ پیئے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ لوگ ابو طلحہ کے گھر بیٹھے تھے اور میں بھر بھر کر



شروع کردیں۔ سب سے پہلے قبیلہ بنی انمار اور ثعلبہ نے فوج مرتب کی اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک گڈریا جو بکریاں فروخت کرنے مدینہ آیا ہوا تھا اس نے تمام کیفیت بیان کی آنحضرتؐ نے اس کی خبر تصدیق کر کے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑا اور خود چار سو آدمیوں کو لیکر مدینہ سے روانہ ہوئے جب اون کی سرزمین ذات الرقاع پر پہونچے تو سوائے عورتوں کے کسی کو نہ پایا کیونکہ تمام مرد اسلامی لشکر کی خبر سنکر پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے۔

صحابہ کو یہ خیال ہوا کہ اگر ہم مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوئے اور دشمن موقع پاکر ہم پر ٹوٹ پڑا تو موقع بہت نازک ہو جائیگا۔ آنحضرت صلعم نے جب صحابہ کا یہ حال دیکھا تو نماز خوف ادا کی۔ اور یہ صلوٰۃ الخوف سب سے پہلے اسی جگہ ادا ہوئی۔ پندرہ دن اس سفر میں گذر گئے مگر لڑائی کا موقع نہ ہوا اور نہ کچھ مال غنیمت ملا۔

غزوہ دومۃ الجندل

ماہ ربیع الاول ۵ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء

کوفہ اور دمشق کے درمیان دس دس پڑاو کے فاصلہ پر ایک قلعہ دومۃ الجندل واقع ہے اس کا حاکم اکیدر بن مالک قوم نصاریٰ سے تھا یہ ایک لشکر آنحضرتؐ صلعم کے مقابلہ کے لئے جمع کر رہا تھا اور مسافروں کو بھی لوٹتا تھا۔ اس کی بغاوت کی خبر مدینہ آئی اور آپؐ ایک ہزار اسلامی لشکر لیکر اس کی سرکوبی کو روانہ ہوگئے بمقتضائے مصلحت وقت شب کو سفر کیا جاتا اور دن کسی محفوظ جگہ بسر کیا جاتا تھا

جب دشمن کا قلعہ ایک شب کا راستہ رہ گیا تو وہاں آپ نے قیام کیا اور فوج کی درستی اور ترتیب فرمائی۔

وہ رہنما جو آپؐ کو مدینہ سے یہاں تک لایا تھا اُس نے اطلاع دی کہ دشمن کے مویشی یہاں سے قریب ہیں بہتر ہوگا کہ سب سے اول اونہیں کو ضبط کیا جائے آپؐ نے اجازت دی اور مسلمانوں نے تمام مویشی اپنے قبضہ میں کر لئے۔

یہ خبر اکید والی قلعہ کو پہونچی تو ایک دم یہ حادثہ دیکھکر اس قدر بدحواس ہوگیا کہ تمام آدمیوں کو لیکر منتشر ہوگیا۔ جب نبی صلعم وہاں پہونچے تو مقام خالی پایا چند یوم وہاں قیام کیا اور واپس مدینہ ہوئے۔

محمد مسلمہ نے صرف ایک کافر گرفتار کیا اُس سے کیفیت پوچھی تو اُس نے صاف بتا دیا کہ وہ سب لوگ پہاڑوں میں روپوش ہیں اور جبتک آپؐ نہ جائیں گے واپس نہ آئیں گے۔ یہ کافر مسلمان ہوگیا۔

غزوہ بنی مصطلق یا مُریسیع

واقعہ ۳ شعبان ۵ھ روز اتوار مطابق ۲۸ دسمبر ۶۲۶ء

قریش کو ایک زمانہ میں یہ خبط پیدا ہوا کہ ہم چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اس لئے ہمکو اور لوگوں سے ہر بات میں ممتاز ہونا چاہیئے۔ حج کے زمانہ میں سب لوگ عرفات کے میدان میں قیام کرتے تھے جو حدود حرم سے باہر تھا مگر انہوں نے اپنی امتیاز کی صورت یہ نکالی کہ ہم کو مزدلفہ میں ٹھیرنا چاہیئے جو حرم کے اندر ہے اسی طرح کی اور چند باتیں پیدا کیں اور اپنا لقب احمس رکھا اور یہ عنایت کی کہ اپنے ہم خیال کو بھی یہ لقب

عنایت کیا چونکہ قبیلہ خزاعہ ان کا حلیف تھا اس نے ان کی تمام پابندیوں پر عمل کیا لہذا ان کو بھی اسی لقب سے ممتاز کیا۔

قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان بنی مصطلق کے نام سے مشہور تھا اور مقام مریسیع میں جو مدینہ سے ۹ منزل ہے رہا کرتا تھا۔ اس خاندان کا حاکم حارث بن ابی ضرار تھا یہ آنحضرت صلعم کا دشمن تھا اس نے اپنے میل کے قبیلوں کو لکھا کہ اگر تم میری امداد کرو تو میں محمد صلعم پر چڑھائی کروں۔ اور اس طرح کچھ گروہ اپنی طرف ملا لئے اسمیں منافقین مدینہ کا بھی اشارہ تھا۔ اس لئے حارث کو اپنی کامیابی کی بڑی امید تھی۔

شدہ شدہ یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی آپ نے مزید تحقیقات کے لئے بریدہ بن خصیب[1] کو روانہ کیا یہ بڑے ہوشیار شخص تھے۔ حارث سے جاکر ملے اور اجنبی بنکر اس سے کہا کہ اگر درحقیقت تمہارا ارادہ چڑھائی کا ہے تو میں ایک جرار فوج سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ حارث نے بریدہ کو اپنا درخواہ پاکر تمام کچا چٹھا بتا دیا اور ان کی بڑی خاطر داری کی بریدہ یہ بہانہ کرکے کہ میں اپنی فوج لینے جاتا ہوں وہاں سے رخصت ہوکر مدینہ میں داخل ہوئے اور تمام کیفیت سے نبی صلعم کو آگاہ کیا آپ نے جنگ کے لئے لشکر تیار کیا اور حضرت علی اور سعد بن عبادہ کو علمبردار بنایا۔ حضرت عمرؓ کو مقدمہ لشکر یعنے سب کے آگے رہنے کا حکم دیا۔ زید بن حارث اور عکاسہ کو دائیں بائیں لشکر کے تعینات کیا اور ۲ شعبان ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔

اثنائے راہ میں ایک جاسوس کفار کا ملا اور گرفتار ہوا جب اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو قتل کیا گیا۔ اس جاسوس کے قتل کی خبر جب کفار کو پہونچی تو ان پر اسلام کی

[1] بعض کتب میں بریدہ بن خصیب کے بجائے یزید بن خصیب درج ہے۔

ہیبت ایک دم ایسی چھاگئی کہ تمام خوف زدہ ہو کر مُنتشر ہو گئے اور خود بھی کسی طرف نکل گیا۔ مگر مریسیع میں جو لوگ آباد تھے انہوں نے صف آرائی کی اور اسلام کے مقابلہ میں آ جمے۔ کفار نے اپنے لشکر کا علم صفوان کو دیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس سے اسلام قبول کرنے کی نسبت کہو۔ حکم کی تعمیل کی گئی مگر جب اس نے انکار کیا تو لڑائی تیر و تفنگ کی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے ایک دم اُن پر حملہ کیا۔ صفوان ابو قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور باقی لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے[1]۔

مسلمانوں کا ایک آدمی شہید ہوا۔ کفار کے دس آدمی مارے گئے اور باقی معہ زخمیوں کے گرفتار ہو گئے جن کی تعداد قریب چھ سو تھی۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار بکریاں ہاتھ لگیں۔

اگرچہ یہ لڑائی کوئی بڑی لڑائی نہ تھی مگر اس میں چند واقعات ایسے پیش آئے جس سے اس جنگ میں ایک خاص خصوصیت پیدا ہو گئی۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہوئی کہ مال غنیمت کے لالچ میں بہت سے منافقین شامل ہو گئے تھے جو ہر موقع پر فتنہ برپا کرنے کی کوشش کرتے تھے واپسی میں ایک دن چشمہ سے پانی نکالنے پر ایک مہاجر اور انصار میں کچھ تکرار ہو گئی منافق تو تاک میں ہی لگے تھے کچھ انصار کو شہ دی اس نے عرب کے قدیم طریقہ پر انصار کی جے کا نعرہ لگایا۔ مہاجر نے بھی یا معشر المہاجرین کی آواز بلند کی نعرے سنکر قریش اور انصار جمع ہو گئے اور تلواریں نیام سے نکل

[1] یہ روایت ابن سعد کی ہے مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ نبی صلعم نے ایسی حالت میں حملہ کیا جبکہ وہ تیار نہ تھے اور اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے مگر اس روایت کو دیگر محدثین نے صحیح تسلیم نہیں کیا۔

آئیں قریب ہی تھا کہ تلواریں چل جائیں فوراً ہی چند لوگ درمیان میں آگئے اور بیچ بچاؤ کر دیا۔

منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے جب دیکھا تو دل میں خوش ہوا کہ اچھا موقع ہاتھ آگیا یہ لوگوں میں شیر و شکر کی طرح ملا ہوا تھا انصار سے بولا کہ بھائی یہ بلا تم نے خود مول لی ہے۔ مہاجرین کو تم نے بلا کر اپنے گھر رکھا اُن کی خاطر مدارات کر کے ایسا سر چڑھایا کہ خود تم سے برابری کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ اور آیندہ نہیں معلوم کہ کیا ہو اب بھی موقع ہے اگر تم اُن کی امداد سے ہاتھ اُٹھالو تو وہ خود پریشان ہو کر یہاں سے نکل جائیں۔

جب یہ واقعہ آنحضرت صلعم سے کہا تو حضرت عمرؓ اس وقت موجود تھے غصہ سے لال ہو گئے اور کہا کہ کسی شخص کو حکم دیجئے کہ اس منافق کا سر اُتار لے آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ قتل ہوا تو اور قوم کے لوگ چرچا کریں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو بھی مارتے ہیں۔[1]

عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے جس کا نام بھی عبداللہ تھا جب یہ سُنا کہ میرے باپ نے ایسی حرکت ناشائستہ کی ہے جس پر رسول صلعم قتل کا حکم دینے والے ہیں تو دوڑ کر نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سب جانتے ہیں کہ میں اپنے باپ کا کس قدر خدمت گذار بیٹا ہوں لیکن اگر اس کے قتل کا حکم آپؐ دینے والے ہیں تو مہربانی فرما کر مجھی کو اُس کے قتل کا حکم دیجئے گا میں ابھی اُس کا سر کاٹے لاتا ہوں۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کو حکم ہوا تو مجھے اپنے اوپر ایسی قدرت

---

[1] صحیح بخاری۔

نہیں کہ وہ میرے باپ کا سر کاٹے اور میں اُسے زندہ چھوڑ دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں بجائے عتاب کے مہربانی کروں‌گا۔ اور یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو حضورؐ نے اپنا پیرہن اُس کے کفن کے لئے مرحمت فرمایا اور جنازہ کی نماز پڑھائی اگرچہ حضرت عمرؓ نے دامن پکڑ کے کہا کہ حضور منافق کے جنازہ کی نماز پڑھاتے ہیں۔ مگر ابر کرم برس کر رہا۔

واقعہ حضرت جویریہ

دوسرا واقعہ حضرت جویریہؓ کا ہے جو حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں اور اس لڑائی میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ قانون وقت کے مطابق تمام اسیران جنگ غلام لونڈی بنا کر اہل لشکر پر تقسیم کر دئے گئے۔ حضرت جویریہؓ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ جویریہ نے ثابت سے درخواست کی کہ مجھ سے میری قیمت لے لیجائے اور مجھکو رہا کر دیا جائے اور یہ درخواست ثابت نے منظور کر لی مگر ان کے پاس اس وقت روپیہ کہاں اس لئے انہوں نے چاہا کہ لوگوں سے قرض یا چندہ لیکر یہ رقم ادا کر دیں۔ اور اسی غرض سے نبی صلعم کے پاس بھی آئیں حضرت عائشہؓ اُس وقت موجود تھیں حضرت عائشہ کا بیان ہے۔

کہ جویریہ نہایت شیریں آواز تھیں جب میں نے آنحضرت صلعمؐ کے پاس جاتے دیکھا تو سمجھی کہ آنحضرتؐ پر بھی اُس کے حسن کا وہی اثر پڑے گا جو مجھ پر ہوا۔ جب یہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچیں تو انہوں نے روپیہ کی درخواست کی آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارے ساتھ اس سے بھی زیادہ سلوک کیا جائے تو تم اوس کو منظور

۵ ابن سعد۔ طبری۔ صحیح بخاری۔ ۱۲

کرو گی انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے میں کل روپیہ ادا کردوں اور تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ جویریہ نے کہا یہ مجھکو بخوشی منظور ہے چنانچہ آپ نے وہ کل روپیہ ادا کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا۔[1]

مگر دوسری روایتوں میں یہ واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہے جس سے اس واقعہ کی اصلیت کھل جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ حارث چونکہ خاندان بنو المصطلق کا سردار اور مقام مُریسیع کا حاکم تھا اور عرب کے معززین میں اسکا شمار تھا اپنی صاحبزادی کی گرفتاری کی خبر سُن کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میری بیٹی کنیز نہ بنائی جائے کیونکہ یہ میری شان کے خلاف ہے اور عرب میں میری عزت بالاتر ہے اس لئے آپ اُس کو رہا کر دیں آپ نے فرمایا کہ یہ مناسب ہے کہ اس فیصلہ کو خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے بیٹی سے کہا کہ میں تجھ کو تیری مرضی پر چھوڑتا ہوں اب تجھ کو اختیار ہے کہ خواہ تو میری عزت افزائی کرے یا مجھ کو رُسوا کرے۔ انہوں نے کہا کہ رہائی کی نسبت میں نبی صلعم کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں چنانچہ رسول صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔[2]

دوسری روایت یہ ہے کہ ثابت نے بیٹی کا زر فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہو گئیں تو آپ نے نکاح کر لیا۔ ان کے نکاح کے بعد دیگر اسیران جنگ نے کہا کہ جس خاندان میں نبی صلعم نے شادی کی ہے وہ غلام نہیں بن سکتے۔[3] چنانچہ آپ نے انکی درخواست منظور کی اور بلا کسی معاوضہ کے سب کو آزاد کر دیا۔

---

[1] ابن ہشام۔ ابو داؤد۔ بروایت ابن اسحاق ۱۲ [2] اصابہ بروایت حافظ ابن حجر و ابن سعد۔
[3] سنن ابو داؤد۔

واقعہ افک

تیسرا واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر منافقین کی تہمت لگانے کا ہے جو اسی جنگ کی واپسی میں پیش آیا۔ حضرت عائشہ رضؓ اس جنگ میں آپؐ کے ہمراہ تھیں جب ایک مقام پر لشکر نے پڑاؤ کیا تو آپؓ قضائے حاجت کے لئے ایک طرف تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا۔ آپ کو اس کی تلاش میں دیر لگ گئی اور لشکر روانہ ہو گیا جب آپ واپس آئیں تو کسی کو نہ پایا۔ اتنے میں ایک صحابی جن کا نام صفوان تھا اور جو لشکر کے پیچھے بھولے بھٹکے آدمی اور اسباب کی حفاظت کے لئے مقرر تھے آپہنچے حضرت عائشہ رضؓ کو اپنے ہمراہ اونٹ پر بٹھا کر لشکر میں آگئے منافقین کو یہ موقع ملا اور آپ کو متہم کیا غرضکہ یہ بیہودہ اور بے اصل خبر پھیل گئی جس سے مسلمان بھی دھوکے میں آگئے۔ قرآن مجید میں اس کی صفائی پر آیت نازل ہوئی کہ بالکل افترا ہے۔ تحقیقات کے بعد منافقین کو پوری سزا دی گئی[۵] اسی کو واقعہ افک کہتے ہیں۔

یہ تو اس زمانہ کے منافقین تھے جو حضرت صلعم سے ذاتی کینہ رکھتے تھے مگر آج کل کے جو عیسائی مورخ ہیں ان کو بھی یہ اچھا مشغلہ مل گیا ہے کہ جو بات ایسی پائی اس پر حاشیہ چڑھا دیا اور اپنی رنگین عبارت سے کتاب کے صفحہ کے صفحہ بھر دئے۔ اور ان واقعات کی اصلی تردید کو خواہ وہ قرآن مجید میں ہوں یا حدیث میں پورے طرح پر چھپا دیا۔

---

۵ صحیح مسلم ۱۲

اسی طرح ایک اور موقع پر اتفاق ہوا۔ اُس وقت تمام لشکر ٹہرا دیا گیا اور وہ جگہ ایسی تھی کہ جہاں پانی میسر نہ ہوتا تھا اور نماز کا وقت قضا ہوا جاتا تھا حضرت ابوبکرؓ نے بہت کچھ حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آپ ایسے مقام پر آنحضرتؐ کو ٹہرا دیتی ہیں جہاں پانی بھی وضو کو نہیں ملتا۔ اسی وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔

غزوۂ خندق یا جنگ احزاب

یعنی تمام عرب کی متحدہ جنگ

۸ ذیقعدہ روز اتوار ۵ھ مطابق یکم اپریل ۶۲۷ء

اس سال کا سب سے مشہور واقعہ یہی جنگ خندق ہے۔ اس میں سب سے بڑی سازش یہودیوں کی تھی جو تمام قبائل کو اشتعال دلاکر مدینہ پر چڑھا لائے تھے قرآن مجید میں اس کا نام جنگ احزاب ہے۔

بنو نضیر جب مدینہ سے جلاوطن ہوکر خیبر میں آباد ہوئی تو وہاں بھی چین سے نہ بیٹھے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے جس کی فکر وہ شروع سے کررہے تھے ایک عظیم الشان سازش کا ارادہ کیا اور یہ کوشش کی کہ عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوکر مدینہ پر حملہ کریں اور اس طرح اسلام کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر پھینکدیں۔

چنانچہ انہوں نے بیس سردار اپنے قبیلے کے انتخاب کئے جو کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملے کے لئے آمادہ کریں۔ اِن سرداروں میں سے یہ تین ذی وقعت رئیس (۱) سلام بن ابی الحقیق (۲) حیی بن اخطب (۳) کنانہ بن الربیع مکہ معظمہ گئے اور قریش سے مل کر کہا کہ تم اگر ہماری امداد کرو تو آج ہم تمام مسلمانوں کو نیست و نابود کردیں۔ قریش تو مُنہ کھولے

[illegible]

[illegible]

[illegible] ([illegible])

[illegible] ([illegible])

[illegible] ([illegible])

[illegible] ([illegible])

[illegible] ([illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پیران کل کا سپہ سالار ابوصفیان تھا۔

مدینہ کے قریب پہنچکر حُیی بن اخطب (حضرت صفیہ کے باپ) نے قبیلہ بنو قریظہ کے ملانے کی کوشش کی تاکہ اندرون شہر میں بھی بغاوت ہو جائے اور خود بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس چھپکر پہونچا اس نے امداد دینے سے انکار کیا حُیی بولا میں اپنے ساتھ ایک لشکر عظیم لایا ہوں جس میں بچہ بچہ محمدؐ کے خون کا پیاسا ہے تم ایسے وقت ہم سے الگ ہوئے جاتے ہو جبکہ کل کام تیار ہے اور اسلام کا خاتمہ ہے اس جرار لشکر میں قریش اور عرب کے تمام قبایل موجود ہیں صرف تمہاری شرکت کا انتظار ہے۔ مگر کعب اس وقت تک راضی نہ ہوا اور بولا کہ تمہارا کہنا سب درست ہے مگر میں کس بنیاد پر محمدؐ سے علیحدہ ہو جاؤں جب میں نے اُن کو ہر بات میں سچا اور صادق الوعد پایا۔ مگر حُیی کی چرب زبانی اور تمام قریش اور عرب کے دیگر قبایل کے اثر سے اس کو مجبوراً ساتھ دینا پڑا غرض کہ بنو قریظہ نے اس کثیر فوج میں اور اضافہ کر دیا۔

آنحضرت صلعم کو یہ خبر لگی تو آپؐ نے اتمام حجت کے لئے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کو ان کی ہدایت کے لئے روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ اگر بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو آکر مبہم لفظوں میں بیان کرنا تاکہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلے۔ اُنہوں نے جاکر سمجھایا کہ تمکو ہرگز زیبا نہیں کہ معاہدہ کو توڑ دو اور امن میں خلل ڈالو اور خلل ڈالنے کے علاوہ اُلٹے ہمارے ہی دشمنوں سے ملکر ہم سے لڑو مگر بنو قریظہ نے ترش روئی سے جواب دیا کہ ہم محمدؐ اور اُسکے معاہدہ کو نہیں جانتے کہ کیا چیز ہے۔[1]

جب آنحضرت محمد صلعم کو تحقیق ہو گیا کہ تمام عرب کی مدینہ پر چڑھائی ہے تو آپؐ نے

---

[1] ابن ہشام۔ ۱۲

صحابہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا۔ حضرت سلمان فارسی جو ایرانی ہونے کی وجہ سے خندق کی طریقۂ جنگ سے واقف تھے بولے کہ اہلِ فارس جب کسی لشکرِ عظیم کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں تو خندق کھود کر لڑتے ہیں اگر اس موقع پر بھی خندق کھودی جائے تو دشمن کا حملہ بخوبی رک سکتا ہے اور کھلے میدان میں لڑنا مصلحت نہیں رسول صلعم اور تمام حاضرین نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات بہم پہونچائے گئے۔

اُس وقت مدینہ میں تین طرف مکانات اور نخلستان کا سلسلہ قایم تھا صرف کوہ مسع کی طرف شامی رخ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے اس مقام پر خندق کھودنے کی تیاری کی گئی۔ آنحضرت صلعم نے خود حدود قایم کر کے اپنے دستِ مبارک سے داغ بیل ڈالی۔ خندق کی گہرائی پانچ گز اور اسی قدر چوڑائی رکھی گئی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی[1]۔ اب ایک طرف پہاڑ دوسری طرف خندق بیچ میں ایک بیضاوی شکل کی گڑھی بنالی جس میں آنحضرتؐ کے واسطے ایک سُرخ چمڑے کا خیمہ نصب کیا گیا اور باقی مسلمانوں کے لئے مختصر مختصر جگہ پناہ کی تیار کی اور اس طرح یہ خندق ۸ ذلقیعد کو شروع کی گئی اور تین ہزار صحابہ نے بیس یوم میں تیار کر لی۔

چند سال ہوئے کہ جب مسجد نبوی بن رہی تھی تو حضور صلعم مزدوروں کی صورت میں تھے آج کا منظر بھی وہی عبرت انگیز ہے کہ رسول صلعم اپنے تین ہزار مہاجر اور انصار کے ساتھ مٹی کھود کر پھینک رہے ہیں۔ پھر اُس پر دن کی دھوپ رات کو سردی شبنم اُوس کی تکلیف شب و روز کھُدائی کی محنت تین تین دن کا فاقہ مگر سب لوگ اپنے رسول صلعم کی محبت میں سرشار ہیں اور کسی تکلیف کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور شوقِ محبت میں ہم آواز

[1] طبری جلد ۲۔

ہوکر رسول صلعم کی تعریف میں شعر پڑہتے جاتے اور کام کرتے جاتے ہیں اس کے ساتھ انصار کے حق میں دعائے خیر بہی دیتے جاتے تہے۔

رسول صلعم برابر کام میں مشغول تہے سینۂ مبارک کے بال مٹی میں چہپ جاتے اور اسی حالت میں رجز پڑہتے جاتے خندق[1] کہودتے کہودتے ایک سخت چٹان نکل آئی جس پر کسی کی ضرب نے کام نہ دیا حضرت صلعم تشریف لائے۔ تین دن کا فاقہ تہا اور پیٹ پر پتہر بندہا ہوا تہا اُسپر ضرب لگائی لوہے اور پتہر کی رگڑ سے تین مرتبہ غیر معمولی چمک پیدا ہوئی ہر دفعہ کی روشنی کی نسبت آپ نے فرمایا کہ مجہکو اس روشنی میں شام۔ فارس اور یمن کے محلات نظر آتے ہیں جو مسلمانوں کو عنقریب ملنے والے ہیں ان چند ضربوں میں وہ پتہر پاش پاش[2] ہوگیا۔ جب کفار کا محاصرہ کچہ دنوں تک رہا تو متعصب بن قشیر نے اسی فقرہ پر کہا کہ کہاں تو محمد یمن۔ شام۔ اور فارس کی حکومت مسلمانوں کو دیتے ہیں اور ہم یہ دیکہتے ہیں کہ مدینہ میں بہی اُنکا رہنا دشوار ہوا جاتا ہے[3]۔

اب کفار کی بے شمار فوجیں مدینہ کے قریب آگئیں اور مدینہ پر تین طرف سے اس زور شور سے حملہ کیا کہ زمین لرز گئی اللہ تعالیٰ کلام پاک میں اس واقعہ کو اس طرح فرماتا ہے

ترجمہ سورہ احزاب۔ (جب دشمن اوپر اور نیچے کی طرف سے آپڑے اور جب آنکہیں ڈگنے لگیں اور کلیجے مُنہ کو آگئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے خیال کرنے لگے تب مسلمانوں کی آزمائش کا وقت آگیا اور وہ زور سے کانپنے لگے۔)

گذشتہ جنگ کی طرح اس میں بہی منافقوں کی تعداد شامل تہی جو ظاہرا مسلمانوں

---

[1] صحیح بخاری۔ ۱۲ [2] صحیح بخاری۔ ۱۲

[3] ابن ہشام۔ ۱۲

کے ساتھ تھے مگر موسم کی تکلیف۔ خوراک کی کمی شب و روز کی محنت بے شمار فوجوں کا مقابلہ ان سب باتوں نے اُن کا راز فاش کر دیا اور آنحضرت صلعم کے پاس آ آ کر کہنے لگے کہ ہم کو شہر میں رہنے کی اجازت دیدیجئے کیونکہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ اس پر سورۂ احزاب میں نازل ہوا۔

(ترجمہ۔ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں بلکہ اِن کو بھاگنا مقصود ہے)

مگر جو لوگ کہ نبی صلعم پر ایمان لائے ہوئے اور اسلام پر مٹے ہوئے تھے انہوں نے قطعی اِن کی پرواہ نہیں کی چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

(ترجمہ۔ جب مسلمانوں نے (عرب کے تمام) قبائل کی فوجیں دیکھیں تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا اور اس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اور اس کا رسول دونوں سچے تھے اور اس بات نے ان کے یقین اور اطاعت کو اور بھی زیادہ کر دیا۔)

نبی صلعم نے سلع کی پہاڑی کو پشت کی طرف کر کے صف آرائی کی اور تمام مستورات اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعوں میں بھیجدیا چونکہ اس طرف بدعہد بنو قریظہ کے حملہ کا اندیشہ تھا اس لئے سلمہ بن اسلم کو معہ دو سو آدمیوں کے قلعوں کی حفاظت کے لئے معمور فرمادیا۔ خندق کی حفاظت کے لئے جگہ جگہ پہرے بٹھا دئے۔

کفار نے فوجوں کو مرتب کر کے ہر طرف سے مدینہ پر ایک دم حملہ کرنے کا حکم دیا جب فوجیں قریب آئیں تو دیکھا کہ خندق حائل ہے کفار یہ دیکھکر متحیر ہو گئے اور سب لشکر خندق کے مقابل خیمہ زن ہو گیا اور تیر و پتھر سے لڑنا شروع کیا اور یہ جرأت نہ ہوئی ایک دم مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں جیسا کہ اُن کا پہلے خیال تھا۔ کفار نے بہت کچھ ارادہ کیا کہ خندق کو کسی طرح عبور کر جائیں مگر جب پار کرنے کا ارادہ کیا پتھر اور تیروں سے پس پا

کردئے گئے۔

اب بنو قریظہ نے شہر میں بدامنی پھیلانی شروع کی اور مسلمان عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈالدیا مجبوراً تین ہزار آدمیوں میں سے ایک ہزار آدمیوں کو شہر کی حفاظت کے لئے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا لشکر حملہ کرے گا تو ہم شہر میں غدر پھیلا کر مسلمانوں کا ناطقہ بند کردیں گے پھر دنیا میں مسلمانوں کا نام ونشان بھی نہ رہے گا۔

کفار کی فوج مسلمانوں سے پو گنی تھی پھر مدینہ میں منافقین اور یہود کا زور جو ہر وقت اندرون شہر میں خلل ڈالنے کے لئے موقع کے منتظر رہتے تھے جس کے تدارک کے لئے تہائی حصہ الگ کرنا پڑا اور اب دس ہزار کے مقابلہ میں صرف دو ہزار ہی باقی رہ گئے پھر محاصرہ کی سختی دیکھتے ہوئے آنحضرت کی یہ رائے ہوئی کہ اگر کسی طرح غطفان اور فزارہ کے قبائل ان سے الگ ہو جائیں تو پھر اُن کی یہ قوت نہ رہے گی اور ہم پھر دل کھول کر اُن سے لڑسکیں گے لہذا صحابہ سے یہ مشورہ کیا کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار پر صلح کرلیجائے مگر انصار کی طرف سے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا کہ اگر حضور کی یہ رائے وحی کے مطابق ہے تو انکار کی مجال نہیں ورنہ قبل اسلام جب یہ قبایل آمادہ جنگ ہوئے تھے ہم نے جب بھی ان کو ایک چھوارہ تک نہیں دیا۔ آج جب کہ خدا نے ہم کو اسلام سے مشرف کیا اور کفر کی تاریکی کو نکالکر نور ایمان سے منور کیا ہم انہیں کیونکر اپنی پیداوار کا تہائی حصہ دے سکتے ہیں یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا اُن کے لئے یہ ہمارے پاس تلوار ہے۔[1] آنحضرت نے انصار کی یہ بات پسند کی یسعد پھر جوش میں اُٹھے اور معاہدہ کا کاغذ ہاتھ میں لے تمام

[1] طبری وسیرت ہشام جلد ۲۔

عبارت مٹادی اور کہا کہ ان بدعہدوں سے جو کچھ ہو سکے کرلیں[۵۱]۔

کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ حضرت صلعم اور صحابہ کے اہل وعیال یہیں قلعوں میں پناہ گزیں تھے مگر آنحضرت صلعم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں تقسیم کردی تھیں جو کفار کا تیر اور پتھر سے جواب دیتے تھے اور ایک حصہ پر اپنا اہتمام رکھا تھا اس سے ان کا کچھ قابو نہ چل سکتا تھا بیس روز تک اس سختی سے محاصرہ جاری رہا کہ فوج پر تین تین فاقے ہو گئے ایک دن صحابہ نے بھوک سے بیتاب ہوکر اپنے پیٹ سے پتھر کھول کر دکھلائے مگر جب آپ صلعم نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے[۵۲]۔

محاصرہ اس قدر سخت اور خطرناک تھا کہ ایک دفعہ نبی صلعم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکلکر کفار کی خبر لائے۔ تین دفعہ آپ نے یہی کہا مگر سوائے زبیر کے اور کسی کی آواز نہ نکلی اسی موقع پر حضرت زبیر کو حواری کا لقب عنایت ہوا[۵۳]۔

کفار نے خندق عبور کرنے کی بہت کوشش کی مگر جب کامیاب نہ ہوئے تو یہ انتظام کیا کہ قریش کے مشہور جنرل باری باری ایک ایک روز اپنی رائے اور قابلیت سے حملہ کریں۔ اور جس کے حملہ سے کچھ کامیابی ہو اس کی سب پیروی کریں۔ چنانچہ خالد بن ولید، ابوسفیان عمرو بن العاص، جبیرہ اور ضرار بن خطاب ان قریش کے مشہور سپہ سالاروں کو ایک ایک دن حملہ کا دیا گیا مگر ایک کو بھی کامیابی نہ ہوئی صرف باہر سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔

---

[۵۱] از طبری ۱۲ [۵۲] شمایل ترمذی - عرب کی عادت تھی کہ بھوک کے وقت پتھر باندھ لیا کرتے تھے تاکہ کام کرنے میں کمر نہ جھکے۔ [۵۳] صحیح بخاری - ۱۲

اگرچہ کفار کے مقابلہ میں مسلمان بہت کم تھے مگر پھر بھی کفار کو خندق پار کرنے میں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے ایک کمیٹی کی اور یہ طریقہ سوچا کہ ایک عام حملہ کیا جاوے۔ اتفاقاً خندق ایک طرف سے ذرا کم چوڑی تھی۔ یہی موقع حملہ کے لئے انتخاب کیا گیا۔

عرب کے مشہور بہادروں یعنی **جبیرہ۔ ضرار۔ نوفل۔ عکرمہ عمرو بن عبدود** نے خندق کے اس پار سے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی تو اس پار تھے ان بہادروں میں سب سے زیادہ مشہور دلاور **عمرو بن عبدود** تھا یہ ایسا شخص تھا کہ ہزار آدمیوں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاتا چنانچہ ایک مرتبہ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ تھا جو شام کو جا رہا تھا اس میں حضرت عمرؓ بھی تھے راستہ میں ایک ہزار ڈاکوؤں کا گروہ آ ٹوٹا سب بدحواس ہو کر مال سے ہاتھ دھو بیٹھے مگر عمرو مقابلہ میں آیا اور ایک شتر بچہ کے پاؤں پکڑ کر ڈھال بنائی اور ڈاکوؤں پر تلوار سے حملہ کیا۔ ڈاکوؤں نے یہ طاقت اور بہادری دیکھی تو بھاگ گئے اسی لئے اس کا شمار ایک ہزار آدمی کی برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں بھی یہ موجود تھا مگر زخمی ہو کر چلا گیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لوں گا سر میں تیل نہ ڈالوں گا اگرچہ اس کی عمر اس وقت نوے ۹۰ سال کی تھی تاہم سب سے پہلے وہی آگے رہا۔ اور عرب کے دستور کے موافق پکارا کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا ہے جو میرے مقابلہ میں آئے۔ حضرت علیؓ شیر خدا نے کہا کہ میں ہوں مگر نبی صلعم نے روکا کہ یہ عمرو بن عبدود ہے حضرت علی بیٹھ گئے۔ مگر عمرو کی آواز کا کسی اور طرف سے جواب بھی نہیں آیا۔ عمرو دوبارہ پکارا مگر سوائے حضرت علیؓ کے سب خاموش تیسری مرتبہ جب نبی صلعم نے فرمایا کہ یہ **عمرو بن عبدود** ہے تو **حضرت علیؓ** نے لاپرواہی سے جواب دیا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو مردود ہے غرض آپ نے اجازت دی

اور خود دستِ مبارک سے اپنی تلوار ذوالفقار نامی حمائل کی سر پر عمامہ باندھا اور اپنی زرہ پہنا کر درگاہ الٰہی میں نصرت کی دعا مانگی اور رخصت کیا۔

عمرو کا یہ قول تھا کہ جو شخص مجھ سے تین سوال کرے میں اُس کا ایک سوال ضرور پورا کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ جب سامنے آئے تو کہا کہ اے عمرو کیا درحقیقت تیرا یہ قول ہے وہ بولا بے شک۔ تب حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا وہ بولا ہرگز نہیں۔

حضرت علی نے دوبارہ کہا۔ کہ لڑائی سے واپس چلا جا۔ وہ بولا کہ میں زنان قریش کا طعنہ نہیں سن سکتا۔

پھر حضرت علی نے فرمایا۔ کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جا۔ اس پر عمرو ہنسا اور بولا مجھے یہ امید ہرگز نہ تھی کہ کوئی تجھ سا شخص مجھ سے یہ درخواست کرے گا۔ بہتر ہے کہ تو واپس جا اور کسی تجربہ کار پختہ عمر والے کو بھیج یہ اشارہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی طرف تھا۔ حضرت علیؓ چونکہ پیادہ تھے اور یہ سوار اس لئے بہادری کے نشہ میں غیرت کے مارے یہ بھی نیچے اُتر آیا اور پہلی تلوار گھوڑے پر ماری کہ پاؤں کٹ گئے پھر حضرت علیؓ سے پوچھا کہ نام کیا ہے آپؓ نے نام بتایا وہ بولا کہ میں تم سے لڑنا پسند نہیں کرتا آپؓ نے کہا مگر میں تو چاہتا ہوں اب عمرو کو تاب کہاں جامہ سے باہر ہو گیا اور طیش میں آ کر تلوار تولی اور بڑھ کر سر پر وار کیا آپؓ نے ڈھال پر روکا مگر کاٹ کر نکل گئی اور پیشانی پر چرکا دے گئی جس کا نشان آپ کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہ گیا[1]۔ اب حضرت علی کا

---

[1] قاموس میں لکھا ہے کہ حضرت علی کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ آپ کی پیشانی پر دو نشان تھے ایک ابن ملجم کا اور ایک عمرو بن عبدود کا۔

نیر تھا آپ نے نہایت پھرتی اور کمال ہوشیاری سے تلوار کا وار کیا تلوار شانہ کاٹ کر کمر تک اتر گئی اور یہ زمین پر تھا۔

دوسری روایت اس کے قتل کی اس طرح ہے کہ قبل جنگ آپس میں معاہدہ ہوگیا تھا کہ کوئی ایک دوسرے کی مدد کو نہ آئے چونکہ دونوں بلا کے بہادر تھے صبح سے دوپہر ہونے آئی اور فیصلہ نہ ہوسکا حضرت علی نے عمرو سے کہا کہ دیکھ تیرا بھائی آتا ہے اس نے مڑ کر دیکھا ہی تھا کہ حضرت علی کی تلوار ران کو کاٹ گئی یہ گرا کہ اتنے میں دوسرا ہاتھ تلوار کا سر پر پڑا جس نے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ اور فوراً ہی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جس نے فتح کا اعلان کر دیا۔ عمرو کو گرتے دیکھ کر ضرار اور جبیرہ نے حضرت علیؓ پر حملہ کیا مگر ذو الفقار بڑھتی دیکھ کر دونوں پیچھے ہٹے۔ جبیرہ تو الٹے پاؤں بھاگا مگر ضرار چند منٹ مقابلہ کے بعد زرہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا تعاقب کیا ضرار نے مڑ کر برچھی کا وار کرنا چاہا مگر ہاتھ روک لیا اور کہا کہ عمرؓ یہ یاد رکھنا۔ نوفل بہت سراسیمہ ہو کر بھاگا اور معہ گھوڑے خندق میں گر پڑا اصحابہ نے تیر مارنے شروع کئے اس نے کہا کہ میں شریف ہوں اور شریفوں ہی کی موت مرنا چاہتا ہوں۔ اس کو سُنکر حضرت علی خندق میں کود سے اور تلوار سے ضرار کا کام تمام کر دیا[1]۔ اور عمرو کا سر حضور صلعم کے قدموں پر لا ڈالا۔ حملہ کا یہ دن نہایت سخت تھا۔ تمام دن موقع خطرناک رہا اور پتھر اور تیر کا مینہ برستا رہا۔ یہی وہ دن ہے کہ جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی چار وقت کی متصل نمازیں قضا ہوئیں[2] کیونکہ موقع ایسا تھا کہ وہاں سے ہٹنا غیر ممکن تھا۔

[1] ابن سعد۔ ۲۔

[2] تفصیل زرقانی میں دیکھو کہ ایک دن کی چار با ختلاف اوقات میں چار نمازیں قضا ہوئیں۔

عمرو اور تین مشہور جرنیلوں کے غیر متوقع قتل نے کفار کو حیرت میں ڈالدیا اور اون کے
استقلال میں کمی پیدا ہو گئی۔ دانت پیس پیس کر رہ جاتے اور کچھہ نہ کر سکتے تھے۔ جب کفار
نے خندق کے مورچہ کو نہایت مستحکم دیکھا کہ باوجود پوری قوت صرف کرنے کے ایک مورچہ
بھی نہ لے سکے کیونکہ تمام مسلمان اس شد و مد کی لڑائی دیکھہ کر آنحضرت کی طرف آگئے تھے
تو انہوں نے مستورات کے قلعہ کو تاکا جو بنو قریظہ کے محلہ سے متصل اور فوجی انتظام سے
کمزور تھا۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہونچ گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع دیکھہ
رہا تھا کہ حضرت صفیہ (آنحضرت صلعم کی پھوپی) کی نظر جا پڑی۔ حضرت حسان سے
کہا جو نگرانی کے لئے مقرر تھے کہ اتر کر اس موذی یہودی کو قتل کردو ورنہ یہ لوٹ کر پتہ
بتادے گا۔ حضرت حسان ایسے عارضہ میں مبتلا تھے کہ نظر اٹھا کر بھی مقتول کو نہیں دیکھہ
سکتے تھے بولے کہ میں اگر ایسا ہوتا تو یہاں کیوں بھیجا جاتا۔ حضرت صفیہ نے خیمہ کی میخ
اکھاڑلی اور نیچے اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ آواز بھی نہ نکلی یہ واپس آئیں
اور حضرت حسان سے کہا کہ اب اس کے کپڑے اور ہتیار تو لے آؤ حسان بولے کہ
مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہ نے کہا کہ خیر اگر ہتیار کی ضرورت نہیں لیکن
اتنا تو کرو کہ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو تاکہ یہودیوں پر رعب چھا جائے
مگر حسان بولے کہ وہ ویسے ہی بھاگ جائیں گے۔ حضرت صفیہ ان کی معذوری سمجھ
کر خود گئیں اور سر نیچے پھینک دیا۔ سر دیکھہ کر یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں
بھی کچھہ فوج محفوظ ہے اور پھر ادھر کا رخ نہیں کیا۔[1]

جس قدر محاصرہ کو طول ہوتا جاتا تھا محاصرہ کرنے والے بددل ہو کر ہمت ہارے

---

[1] زرقانی بحوالہ طبری و بزار و ابویعلی بسند صحیح ابن ہشام جلد ۲۔

دیتے تھے اس قدر آدمیوں کو وقت پر رسد پہونچانا ہر قبیلے کی دلجوئی کرنا سردی کی تکلیف برداشت کرنا بڑے بڑے افسروں کا مارا جانا یہ تمام باتیں اون کی کمر توڑے دیتی تھیں پھر اس مصیبت پر ایک آفتِ ناگہانی یہ اور آئی کہ ہوا نہایت تیز و تند چلی جس نے طوفان برپا کر دیا تمام خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں خیمے اُکھڑ کر جا پڑے۔ یہاں تک کہ چولھوں پر دیگیں لوٹ پلٹ ہو گئیں اسباب کہیں کا کہیں جا پہونچا رسد کا انبار تتر بتر ہو گیا ایک کو دوسرے کی سُدھ نہ رہی غرض اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ بھاگتے ہی بنی اور ابو صفیان نے معہ اپنی جماعت قریش کے منزل عقیق پر جا کر دم لیا۔ اس طوفان باد نے فوجوں سے بڑھ کر کام دیا کلام مجید میں اس طوفانی ہوا کو لشکر الٰہی سے تعبیر کیا ہے سورہ احزاب میں ہے۔ (ترجمہ۔ اے مسلمانوں خدا کے احسان کو یاد کرو جس وقت کہ تم پر فوجیں آ پڑیں تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھیں۔

یہاں پہونچکر ایک آدمی کو دس ہزار درہم دے کر آنحضرت صلعم کے حضور بھیجا کہ عمرو بن عبدود کا سر قیمت دیکر لے آئے مگر رسول صلعم نے فرمایا کہ ہم کو ناپاک سر کی قیمت درکار نہیں اور سر ویسے ہی دے دیا۔ جب سب لوگ رفتہ رفتہ یہاں پہونچ گئے تو افسرانِ فوج کو جمع کیا اور اس قدر محنت برباد ہونے کا افسوس کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ کل پھر یکجائی قوت سے جنگ شروع کی جائے اور جب تک مدعا پورا نہ ہو محاصرہ قایم رکھا جائے۔ چنانچہ دوسرے ہی روز پھر مقابل میں آکر جم گئے اور تیر و تفنگ کا مینہہ برسانا شروع کیا۔

اسی اثنا میں قبیلہ غطفان کا ایک شخص نعیم بن مسعود ثقفی جو اپنے قبیلہ

میں ایک رئیس تھا اور یہود اور قریش دونوں اس کی عزت کرتے تھے یہ اسلام لاچکے تھے مگر کفار کو اس کا علم نہ تھا آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا حلفیہ اظہار کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی حیلہ سے کفار کو شکست ہو آپ مجھکو اجازت دیں تاکہ کفار کی جماعت میں جاکر جس حیلہ سے چاہوں آپس میں تفرقہ ڈلوادوں۔ آپؐ نے اجازت دی نعیم بنی قریظہ کے پاس گیا اور دوست بنکر کہنے لگا کہ ہم تم یہودی ہیں اور قریش بت پرست اگر ہم کو اُن سے کچھ ہمدردی ہے تو محمدؐ کی عداوت کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ہمارے کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں کفار قریش تو دو چار دن بعد یہاں سے چلے جائیں گے تمہارا اور مسلمانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے تم بیچ میں پڑکر کیوں ہمیشہ کی دشمنی مول لیتے ہو اور اگر قریش کا ساتھ دینا ہی منظور رہے تو اپنے اطمینان کے لئے اون سے یہ کہو کہ وہ کچھ معزز آدمی بطور ضمانت ہمارے پاس بھیج دیں وہ اس لئے کہ اگر قریش بغیر لڑائی کا فیصلہ کئے ہوئے تم کو تمہارے حال پر چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ اون کے آدمی تم روک لو اگر قریش کو تمہارا ساتھ دینا منظور ہوگا تو وہ ضرور تمہاری شرط منظور کرلیں گے ورنہ کوئی حیلہ حوالہ کرکے ٹال دیں گے۔ یہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ بنو قریظہ اول میں نقض عہد پر رضامند نہ تھے لیکن حیی بن اخطب نے ان کو سمجھا بجھا کر اور یہ شرط لگا کر ان کو رضامند کیا تھا کہ اگر قریش تم کو تنہا چھوڑ کر مکہ چلے گئے تو میں تمہاری مدد کے لئے خیبر سے یہاں چلا آؤں گا۔ اس پر یہ راضی ہوگئے تھے اس لئے نعیم کی گفتگو بنی قریظہ پر اثر کرگئی۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اُدھر نعیم نے قریش سے کہا کہ جناب آپ کس خیال میں ہیں بنو قریظہ محمدؐ سے مل گئے اور اب وہ اس فکر میں ہیں کہ جس حیلہ سے ہوسکے

تمہارے چند معزز سردار اپنے قبضہ میں لائیں اور محمدؐ کے حوالے کردیں تاکہ ادن کا معاہدہ سابق پھر تازہ ہوجائے۔ اس پر ابوصفیان نے امتحاناً بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ کل مسلمانوں پر حملہ ہوگا آپ لوگ تیار رہیں اس پر انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم شریک جنگ اس شرط پر ہوسکتے ہیں کہ تم چند سرداروں کو بطور ضمانت ہمارے پاس بھیجدو صرف اس غرض سے کہ تم کبھی ہماری حمایت سے دست بردار نہ ہوسکو۔ یہ سن کر نعیم کے کہنے کی تصدیق ہوئی اور ان کی عہد شکنی سے سخت صدمہ ہوا۔

اب صفیان نہایت کبیدہ خاطر ہوا اور محاصرہ قایم رکھنے کی تدبیریں سوچنے کے لئے ایک کمیٹی کی اور فوج سے مخاطب ہوکر بولا (۱) کہ رسد ختم ہوگئی (۲) موسم جنگ کے ناموافق ہے (۳) یہود نے ساتھ چھوڑدیا۔ اب آپ سب کی کیا رائے ہے سب فوج پے در پے تکلیفوں سے ہمت ہار چکی تھی اور خود چاہتے تھے کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہوجائے جس سے گھر پہنچنا نصیب ہو۔ یہ سن کر سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ محاصرہ بیکار ہے۔ ابوصفیان نے طبل بازگشت کا حکم دیا اور جنگ کا مطلع ۲۸ دن بعد صاف ہوگیا۔ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ۔ (اور خدا نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کو کچھ ہاتھ نہ لگا اور مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔)

اس جنگ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے دس مارے گئے۔ باوجود اس قدر جمعیت کے کفار ناکام واپس گئے اور مالی نقصان سب سے زیادہ ہوا حضرت سعد بن معاذ جو انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے زخمی ہوئے اور پھر جاں بر نہ ہوسکے جس سے انصار کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کے زخمی ہونے کا واقعہ بھی نہایت عبرت انگیز

ہے۔
حضرت عائشہؓ اور حضرت سعد کی والدہ ایک ہی قلعہ میں پناہ گزیں تہیں حضرت
عائشہؓ قلعہ سے باہر کہیں پہر رہی تہیں کہ پیچھے سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی مڑ کر دیکہا
تو حضرت سعد ہاتھ میں حربہ لئے جوش کے ساتھ نہایت تیزی سے جا رہے ہیں اور یہ
شعر پڑہتے جاتے ہیں۔ (ترجمہ۔ ذرا ٹہیرنا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہونچ جائے، وقت
جب آگیا تو پہر موت سے کیا ڈر۔)
سعد کی والدہ نے یہ سنا تو پکار کر کہا کہ بیٹا دوڑ کر جا دیر مت لگا۔ حضرت عائشہؓ
نے ان کی والدہ سے کہا کہ افسوس سعد کی زرہ اتنی چھوٹی ہے کہ ہاتھ باہر ہیں سعد
کی والدہ بولیں کہ اس کی پرواہ نہیں اتفاق یہ ہوا کہ ابن العرقہ نے جو تیر مارا وہ
ان کے ہاتھ میں لگا اور شہ رگ کو چھید گیا خون کا فوارہ جاری ہوا مگر اُس وقت باندہ
لیا گیا۔ جب خندق کا معرکہ ختم ہو گیا تو نبی صلعم نے سعد کے واسطے مسجد کے صحن میں
ایک مختصر خیمہ نصب کر دیا اور خود تیمارداری شروع کی۔
رفیدہ[1] ایک خاتون جو اپنے پاس سے زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تہیں اسی جنگ
میں شریک تہیں اور یہ خیمہ بہی انہیں کا تہا ان کی نگرانی میں حضرت سعد بہی رکہے
گئے رسول صلعم نے اپنے دستِ مبارک سے زخم کو داغا مگر پہر ورم آگیا دوبارہ پہر
داغا[2] مگر ورم کم نہ ہوا ایک مہینہ کے بعد زخم کا منہ کہل گیا اور اسی حالت میں بنو قریظہ
کا انجام اپنی آنکہوں سے دیکہ کر وفات پائی۔
جب کفار کوچ کر گئے تو احتیاطاً نبی صلعم نے حذیفہ بن الیمان کو انکی خبری

---

۱ ابن سعد۔ صحیح بخاری ۲ مسلم۔ ۱۲

مخبری کے لئے روانہ کیا انہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ وہ مکہ کے قریب پہونچ گئے اور اب واپسی کا قصد نہیں ہے رسول صلعم نے فرمایا کہ اب کفار کبھی ہم پر چڑھائی نہ کریں گے بلکہ ہم انپر حملہ آور ہوں گے۔

فہرست شہداء خندق

(۱) انس بن اوس بن عتیک	انصاری۔ اشہلی۔ احد میں شریک جنگ تھے۔ تیر سے شہید ہوئے ان کے بھائی ایاس جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔
(۲) عبداللہ بن سہل	انصاری۔ حارثی۔ بدری۔
(۳) ثعلبہ بن عتمہ	سلمی خزرجی۔ عقبی و بدری ہیں۔
(۴) طفیل بن مالک	انصاری۔ عقبی۔ بدری۔ جنگ اُحد میں ۱۳ زخم کھائے صحت پاکر اس جنگ میں شامل ہوئے۔
(۵) کعب بن زید	انصاری۔ بدری ہیں بیر معونہ کے ستر اصحاب سے یہی زندہ رہے تھے۔
(۶) سعد بن معاذ	اشہلی خزرجی۔ سید الاوس خطاب۔ جنگ خندق میں ہاتھ پر تیر لگا ایک ماہ علیل رہ کر رحلت کی اھتزلہٗ عرش الرحمٰن یعنی خدا کا عرش ان کے لئے جھوم گیا ان ہی کی شان میں ہے۔

بنو قریظہ کا خاتمہ

ذالحجہ ۵ھ مطابق اپریل ۶۲۷ء عیسوی

یہودیوں کے تمام اعمال نامہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلعم جب مدینہ میں تشریف لائے تو تمام یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور ان کو اپنے مذہب میں آزادی بخشی اون کی جان و مال کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور ہر بات میں مساوات قایم کی۔ لیکن جب قریش مکہ نے ان کو خط لکھا تو بغاوت پر آمادہ ہو گئے معاہدہ توڑ دیا اور جنگ بدر میں شریک ہوئے اور قریش کو ہتیاروں سے مدد دی۔ مگر آپ نے درگذر کی اور دوبارہ معاہدہ کرنا چاہا بنو نضیر نے انکار کیا اور وہ جلاوطن کردئے گئے بنو قریظہ نے نئے سرے سے معاہدہ کر لیا اور پہر ان کو دوبارہ امن دیا گیا[1]۔ اور ایک بڑا احسان یہ کیا کہ بنو قریظہ کا رتبہ بنو نضیر کے برابر کر دیا۔ اس سے پیشتر بنو نضیر کا کوئی آدمی اگر قریظہ کے کسی آدمی کو مار ڈالتا تھا تو آدہا خوں بہا ملتا تھا اور اسی معاملہ میں بنو نضیر پورا خونبہا لیا کرتے تہے مگر آپ نے دونوں کا خونبہا مساوی کر دیا۔

جب بنو نضیر جلاوطن ہو کر خیبر چلے گئے تو ان کے پیشوائے اعظم حُیَی بن اخطب ابو رافع سلام ابن ابی الحقیق نے وہاں بہی عام قبولیت حاصل کر کے روسا کا خطاب حاصل کر لیا۔ جنگ خندق انہیں جناب کی کوششوں سے ہوئی۔ اسی شخص نے تمام قبایل عرب میں گشت لگا کر جنگ کے لئے سب کو آمادہ کیا اور

[1] صحیح مسلم-۱۲

پھر قریش مکہ کو تمام قبایل عرب کی فوجیں دے کر مدینہ پر چڑھا لایا اور مدینہ آکر بنو قریظہ کو بھڑکا کر اعلانیہ جنگ میں شامل کر دیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر قریش مکہ تم کو تنہا چھوڑ گئے تو میں خیبر سے آکر تمہارا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ حُیّی بن اخطب نے اپنا وعدہ وفا کیا یعنی جب شکست ہوئی تو بنو قریظہ کی امداد کے لئے اس نے بھی خیبر کو خیرباد کہا اور ان کے ساتھ رہنے لگا۔ بنو قریظہ کی نسبت مندرجہ ذیل الزامات تھے۔

(۱) عہد شکنی کی اور پھر جنگ خندق میں شریک ہوئے۔

(۲) ازواج مُطہرات اور صحابہ کے بیوی بچے جو حفاظت کے لئے قلعہ میں بھیج دئے گئے تھے اُن پر حملہ کیا۔

(۳) حُیی بن اخطب جو دشمن اسلام تھا اور جلا وطن کر دیا گیا تھا اُسکو اپنے پاس رکھا

اس حالت میں سب سے مقدم یہ کام تھا کہ ان کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے چنانچہ جب نبی صلعم جنگ خندق سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ ابھی بنو قریظہ کا تصفیہ باقی ہے ہتیار نہ کھولیں اور بنو قریظہ کو بُلا بھیجا۔ کہ وہ سامنے آکر اپنے اس طرز عمل کی وجہ بتائیں۔ بنو قریظہ پہلے ہی مقابلہ کا فیصلہ کر چکے تھے اور پھر اُن کے مربی حُیی بن اخطب اون کی پشت پناہی کے لئے اُن کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے آنے سے انکار کیا۔ اور قلعہ بند ہو بیٹھے اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔

اب ان کے قلعہ بند ہونے سے نبی صلعم کو مجبوراً لڑنا پڑا اور تمام اسلامی فوج جو جنگ خندق کی مصیبت سے ذرا آرام بھی نہ لینے پائی تھی بنو قریظہ کے قلعوں پر بڑھی سب سے پہلے حضرت علیؓ یہودیوں کے قلعوں کے پاس پہونچے تو انہوں نے[1]

[1] طبری و ابن ہشام جلد ۲۔

رسول صلعم کو بہت سخت و سست کہا۔ مسلمانوں نے ان کے تمام قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ۲۵ دن تک محاصرہ کئے رہے۔ کبھی کبھی تیر اور پتھر برس جاتے تھے مگر جب وہ قلعوں میں دبک جاتے تو پھر مطلع صاف ہو جاتا غرضکہ محاصرہ کی سختی سے تمام اہل قلعہ تنگ آ گئے اور مجبوراً قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے اُن کا قدیم ربط ضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا اور اون کے ذریعہ رسول صلعم سے یہ درخواست کی کہ ہمارے معاملہ میں سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ نبی صلعم منظور فرما لیں۔ یہ درخواست اون کی منظور کی گئی اور سعد بن معاذ سر پنچ قرار پائے حضرت سعد بن معاذ اور اونکا قبیلہ اوس بنو قریظہ کا حلیف تھا اور عرب میں یہ تعلق ہم مذہبی سے بڑھ کر ہوتا ہے اس بنا پر بنو قریظہ کے یہودیوں اور خاندان اوس کے مسلمانوں نے نہ معلوم کیا کیا خیالات حضرت معاذ کے منصف بنانے پر کئے ہوں گے۔

تمام یہودی قلعہ سے باہر آ گئے اور فیصلہ سننے کے لئے ہر قبیلہ کے لوگ جمع ہو گئے۔

حضرت سعد نے جو فیصلہ دیا وہ یہ تھا کہ۔

(۱) بنو قریظہ کے لڑنے والے لوگ قتل کئے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے قید ہوں یا مملوک بنائے جائیں۔

(۳) مال اور اسباب غنیمت قرار دیا جائے۔

بنو قریظہ کو اپنے حلیف کا یہ فیصلہ سن کر سناٹا آ گیا اور دم بخود ہو کر ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگا۔

نبی صلعم نے جب سعد کا یہ فیصلہ سُنا تو فرمایا کہ تم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا یہ اشارہ توریات کی طرف تھا جس میں یہ فقرات درج ہیں۔

جب تو کسی شہر پر حملہ کرنے جائے تو اول صلح کا پیغام دے اگر مان لیں اور تیرے لئے
دروازے کھول دیں تو جس قدر لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہوجائینگے
لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو اِن کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا اُن پر قبضہ دلادے تو جس
قدر مرد ہوں سب کو قتل کردے باقی بچے عورتیں جانور اور جو چیز شہر میں موجود ہوں
سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے۔ توراۃ کتاب تثنیہ اصحاح ۲۰۔ آیت ۱۰)

یہودیوں نے بھی اس حکم کو موافق توریت سمجھا۔ چنانچہ جب تمام فتنوں کا بانی
حُیی بن اخطب قتل گاہ میں لایا گیا تو اُس نے نبی صلعم کی طرف دیکھکر کہا۔

ترجمہ۔ (ہاں خدا کی قسم مجھے اس کا افسوس نہیں کہ میں نے کیوں تیری عداوت کی مگر اصل
یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اُسے چھوڑ دیتا ہے۔)

بعض مورخین نے مقتولین کی تعداد ۶۰۰ سے زاید لکھی ہے مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ
۴۰۰ قتل کئے گئے[1] اور ۲۰۰ قید ہوئے۔

مسلمانوں کی طرف سے چار شہید ہوئے جن میں تین کے نام یہ ہیں (۱) خلاد بن سوید
(۲) سنان بن محصن (۳) خداش۔ یہ سزا کوئی غیر معمولی سزا نہ تھی کیونکہ اُس زمانہ میں
یہودی اس سے بھی زیادہ سخت سخت سزا دیا کرتے تھے البتہ اگر یہودی اپنا معاملہ
نبی صلعم کے سپرد کر دیتے تو ان کو زیادہ سے زیادہ یہ سزا ملتی کہ جاؤ خیبر میں آباد
ہو جاؤ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا فیصلہ تمثیلاً موجود ہے۔ اس موقع پر فیصلہ
دوسرے کے اختیار میں تھا مگر پھر بھی آپ صلعم نے اپنے رحم سے بعض کو مستثنیٰ
فرما دیا تھا زبیر یہودی کو معہ اہل وعیال آزاد کر دیا تھا اور رفاعہ بن شموئیل یہودی

[1] تاریخ طبری۔ ۱۲

کو بھی قتل سے بچایا۔

ان مقتولین میں ایک عورت بھی تھی جو اس قصاص میں ماری گئی کہ اس نے ایک پتھر گرا کر ایک مسلمان بچہ کو مار ڈالا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ مقتولین کی فہرست میں اس کا بھی نام ہے یہ حضرت عائشہؓ کے پاس نہایت اطمینان سے بیٹھی باتیں کر رہی تھی مقتل قریب تھا اور مقتولین کو پکارنے کی آواز اوس کے کانوں تک آ رہی تھی مگر اس پر کسی قسم کا ہراس نہ تھا۔ کہ جلاد نے اس کا نام پکارا اور یہ ہنستی ہوئی اٹھی اور چلنے لگی تو حضرت عائشہؓ نے حیرت سے پوچھا کہ کہاں جاتی ہے وہ بولی قتل ہونے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ عورتیں قتل نہیں ہوتیں۔ بولی کہ یہ اپنا قتل میں نے خود مول لیا ہے۔ آپؓ نے پوچھا وہ کس طرح یہ بولی کہ مجھ کو اپنے شوہر سے از حد محبت تھی محاصرہ کی حالت میں شوہر نے مجھ سے کہا کہ اب جدائی کا وقت قریب ہے کیونکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ضرور قتل ہوں گا اور تو دشمنوں کے تصرف میں آئے گی۔ یہ سُن کر میں نے ایک مسلمان کا لڑکا مار ڈالا اور کہا کہ اب تو جدائی نہ ہوگی تیرے ساتھ میری بھی گردن ماری جائے گی۔ یہ کہہ کر بے تکلف جلدی اور خوشی خوشی تلوار کے نیچے سر رکھ دیا۔ حضرت عائشہ جب کبھی اس واقعہ کو بیان کرتی تھیں تو نہایت حیرت کے لہجہ میں کہا کرتی تھیں۔

واقعہ ریحانہ

اکثر مورخین نے[۱] کہا ہے کہ جب بنو قریظہ کے قیدی آنحضرت صلعم کے روبرو پیش

---

[۱] تاریخ طبری۔

ہوئے تو اُن میں ایک یہودی عورت بھی تھی جس کا نام ریحانہ تھا اِس عورت کی نسبت آپؐ نے فرمایا کہ الگ کر لی جائے اور پھر چند روز کے بعد اِس کو حرم میں داخل کر لیا۔

جن مورخین نے آنحضرت صلعم کے چال چلن پر نکتہ چینیاں کی ہیں انہوں نے ماریہ قبطیہ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ عیسائی مورخوں نے اس واقعہ کو غنیمت سمجھکر اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو بھکانے کے لئے نہایت آب و تاب سے جلو دیکر لکھا ہے اور ایسی ناگوار صورت میں دکھایا ہے کہ معاذ اللہ منہاؐ۔ مگر ان کو یہ نہیں معلوم کہ یہ واقعہ بھی سرتا پا غلط ہے۔ آنحضرتؐ نے ان سے نکاح کیا تھا نہ کہ کنیز بنا کر رکھا تھا۔

واقدی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلعم نے ریحانہ سے نکاح کیا ابن سعد نے جو واقدی کی عبارت لکھی ہے اس میں خود ریحانہ کے یہ الفاظ درج ہیں۔

ترجمہ (پھر آنحضرتؐ نے مجکو آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کر لیا) اصابہ میں حافظ تاریخ مدینہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ترجمہ (اور ریحانہ قرظیہ جو نبی صلعم کی زوجہ تھیں اس مکان میں رہتی تھیں) اس کے علاوہ دیگر تاریخ اس کی شاہد ہیں کہ آپؐ نے نکاح کیا۔

شاید یہ کتابیں ہمارے نکتہ چیں عیسائیوں نے دیکھی نہیں۔ خیر ان سب باتوں کو جانے دیجئے اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ حرم میں داخل ہوئیں تو کیا ہرج واقعہ

۱؎ ایک متعصب مورخ لکھتے ہیں کہ جب بانی اسلام ۷۰۰ یہودیوں کا تڑپنا دیکھ چکے تو گھر آ کر تفریح کے لئے ریحانہ سے دل خوش کیا۔

۲؎ طبقات الصحابہ۔ حافظ ابن حجر۔ حافظ ابن مندہ وغیرہ صاف لکھتے ہیں کہ آپؐ نے نکاح کیا شاید یہ کتابیں عیسائی مورخوں نے دیکھی نہیں۔ ۱۲

ہوا اور ان کا شمار منکوحات میں ہوا نہ کہ کنیزوں میں۔

سردار نجد کا مسلمان ہونا

آخر ذالحجہ ۵ھ مطابق مئی ۶۲۷ء

جنگ خندق میں تھوڑے بہت آدمی ہر طرف اور ہر قبیلہ سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قبیلے بھی بڑوں کے ساتھ ملکر ایسے دلیر ہو گئے تھے کہ اپنی نامآوری اور شہرت کے لئے گرہ کا خرچ کر کے دور و دراز سفر اختیار کیا اور اسلام کے مقابل آ جمے۔ ا
جب نبی صلعم جنگ خندق اور اس جنگ کے بانی سے فارغ ہوئے تو آپ نے مدینہ کے گرد و نواح میں دشمنوں کی سرکوبی کے لئے ذیل کے اشخاص روانہ کئے۔ جو آخر ہفتہ ذالحجہ ۵ھ میں روانہ ہو کر ۶ھ میں واپس آئے۔

(۱) ابو عبیدہ بن الجراح۔ کو سیف البحر روانہ کیا۔

(۲) ایک رسالہ تیس سواروں کا۔ جانب بنی کلاب روانہ کیا۔

(۳) ایک رسالہ تیس سواروں کا زیر کمان محمد بن مسلمہ انصاری نجد روانہ کیا۔

ابو عبیدہ کو اپنے سفر میں خوراک کی تکلیف ہوئی یہ اور ان کے ساتھی دو دو تین تین چھواروں میں دن کاٹ دیتے تھے مگر ایک قوی مچھلی ایسی دستیاب ہو گئی کہ سب کو کافی ہو گئی۔ دشمن کا پتہ نہ چلا اور واپس آئے۔

دوسرے رسالہ نے قبیلہ بنی کلاب کے دس شخص قتل کئے باقی بھاگ گئے پچاس اونٹ تین ہزار بکریاں مال غنیمت میں ہاتھ آیا نجد کا رسالہ وہاں کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لایا اور مدینہ پہنچکر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ

دیا۔ اسی واقعہ کو سریہ قرنیطہ کہتے ہیں۔ نبی صلعم وہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ ثمامہ کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ اے محمدؐ میرا حال اچھا ہے۔ اگر آپؐ میرے قتل کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا اور اگر آپؐ رحم کریں گے تو ایک شکر گذار پر احسان کریں گے۔ اور اگر مال کی ضرورت ہے تو نذر کرنے کو موجود ہوں۔

دوسرے روز بھی آپؐ نے پھر سوال کیا اور جواب بدستور سابق پایا۔

تیسرے روز پھر آپؐ نے وہی سوال کیا اوس نے کہا کہ میں جواب دے چکا ہوں کہ اگر آپؐ رحم کریں گے تو ایک شکر گذار شخص پر کریں گے۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ ثمامہ خلاصی پاکر مسجد نبوی کے قریب باغ میں گیا اور غسل کرکے حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

ثمامہ نے کہا کہ یا رسول اللہ۔ مجھ کو تمام دُنیا میں سب سے زیادہ عداوت آپؐ سے تھی مگر اب آپؐ کے سوا مجھے کوئی عزیز نہیں اور نیز مجھکو آپؐ کے شہر سے بھی کمال نفرت تھی مگر اب مجھے اُس کے در و دیوار تک خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اور اسی طرح آپکے دین سے بھی مجھے بغض تھا مگر اب اس دین سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

ثمامہ نے عرض کیا کہ میں اس وقت بغرض عمرہ مکہ جارہا تھا کہ گرفتار کرلیا گیا اب کیا ارشاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا اپنا ارادہ پورا کر آؤ۔ ثمامہ جب مکہ پہونچا تو ایک قریشی نے پوچھا کیا تم صابی بن گئے ثمامہ نے کہا کہ نہیں بلکہ مسلمان اور محمد صلعم کا فدائی اور اب سے میں رسول صلعم کے مخالفوں کا بھی مخالف ہوں وہ بولے اس کا کیا مطلب ثمامہ نے کہا چونکہ تم دشمن اسلام ہو اس لئے اب غلہ سے ہاتھ دھو بیٹھو اب ایک دانہ بھی تمہارے ملک میں نہ آسکے گا جب تک کہ نبی صلعم

کی اجازت نہ ہوگی۔[1]

غلہ کے رک جانے سے اہل مکہ گھبرا گئے اور رسول صلعم کے حضور میں التجا کرنی پڑی حضور صلعم نے ثمامہ کو لکھ بھیجا کہ غلہ بدستور جاری کر دو۔ اس واقعہ سے حضور صلعم کے اوصاف حمیدہ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے جانی دشمنوں پر بھی کیسی کچھ مہربانی اور احسان فرماتے تھے۔

مختلف واقعات سنہ ۵ھ

عقد حضرت زینب

اسی سال آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ اگرچہ نکاح کا مسئلہ معمولی ہے مگر اس نکاح میں ایسے واقعات پیش آ گئے ہیں جو غیر متعصب قوموں کی نگاہ میں مہتم بالشان واقعہ بن گیا ہے۔ اور عیسائی مورخوں نے اس کو نہایت جوش کیساتھ اس پر نکتہ چینیاں کی ہیں۔ اس لئے ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ حضرت زینب نبی صلعم کی پھوپی زاد بہن تھیں اور آپ کی تربیت میں پرورش پائی تھی۔ ان کی والدہ امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔ آنحضرت صلعم کا ایک غلام زید نامی تھا جس کو آپ نے آزاد کر دیا تھا چونکہ یہ نہایت خدمت گذار اور نیک شخص تھا آنحضرت نے اس کو متبنیٰ بنا لیا تھا۔

جب زید جوان ہو گئے تو آپ نے ان کی شادی حضرت زینب سے کرنی چاہی چونکہ یہ ایک وقت میں غلام رہ چکے تھے اس لئے آپ نے گوارہ نہ کیا۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المغازی ۱۲

آخر کار رسول صلعم کے فرمانے سے مجبور ہو گئیں اور شادی ہو گئی ایک سال تک وہ زید کے پاس رہیں مگر کسی ایک روز بھی نہ بنی یہاں تک کہ ایک دن زید نے آنحضرت سے شکایت کی اور طلاق دینی چاہی[۱]۔ آپ نے فرمایا کہ طلاق نہ دو اُس وقت تو زید رک گئے مگر یہ باہمی نااتفاقی نہ گئی یہ مجبور ہو گئے اور بالآخر طلاق دیدی

اسلام میں مساوات قایم رکھنے کے لئے آپ نے زینب کا نکاح زید سے کیا تھا اور جب ان کو طلاق ہو گئی تو آپ نے اِن کی دلجوئی کے لئے نکاح کر لیا۔ اور نکاح کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ عرب میں اُس وقت تک متبنّیٰ کا رتبہ اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا چونکہ زید متبنّیٰ تھا اس لئے اس نکاح پر دشمنان اسلام نے بہت کچھ نکتہ چینیاں کریں مگر آپ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے یہ رسم جاتی رہے اور اس نکاح سے صرف اس رسم کا مٹانا مقصود تھا۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ۔ (اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیئے۔ سورہ احزاب)

زید کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو نبی صلعم کے پاس آکر کہا کہ اگر حضور کو زینب پسند ہیں تو میں طلاق دیدوں۔ اور یہی فقرہ عیسائی مورخوں کے لئے خزانہ اسناد ہے مگر اُن معترضوں کو یہ نہیں معلوم کہ طبری میں یہ روایت واقدی کے حوالہ سے لکھے گئے تھے۔ جو نہایت دروغگو مشہور ہے اور جس نے ایسی لغو عبارتیں محض سلاطین

---

[۱] فتح الباری میں یہ الفاظ ہیں ترجمہ۔ زید آنحضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں اُن کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ ۱۲

عباسیہ کے عیش پسند طبیعتوں کے لئے گھڑی تہیں مگر بڑے بڑے مؤرخ ایسے بیہودہ اور سرتاپا غلط عبارتوں کو اپنی کتاب میں بہی جگہ نہیں دیتے۔

برکات ۵ھ

(۱) پردہ کا حکم نازل ہوا۔[لہ]
(۲) متبنیٰ یا مُنہ بولے لڑکے کی بیوی سے نکاح جایز ہوا۔
(۳) زنا کی سزا۔ سو کوڑے مقرر ہوئے۔
(۴) عفیف عورتوں پر پہلے الزام لگانا ایک معمولی بات تہی جس کی روک تھام اُنکے پاس نہ تہی اس سال حدِّ قذف نازل ہوئی جسکی رو سے تنہا تہمت لگانا بغیر شہادت جرم قرار دیا گیا۔
(۵) بیشتر عرب میں ایک قسم کی طلاق تہی جس کو ظہار کہتے تہے وہ منسوخ ہوئی۔
(۶) پانی نہ ملنے کی حالت میں تیمم کا حکم ہوا۔
(۷) نماز خوف کا حکم نازل ہوا۔

لہ اب تک مسلمان عورتیں جاہلانہ طریق سے پہرتی تہیں اور ویسے ہی زیور اور لباس پہنتی تہیں۔ اب سے حکم ہوا کہ شریف عورتیں بڑی چادر پہنیں اور نقاب یا گہونگٹ منہ پر ڈالیں جس سے مُنہ چہپ جائے۔ آنچل سینہ پر ڈالکر چلیں۔ پاؤں میں اگر زیور ہو تو پاؤں دبا کر چلیں پردہ کی آڑ سے کلام کریں مصنوعی آواز نہ نکالیں ازواج مطہرات کے لئے غیر مردوں سے قطعی پردہ کا حکم ہوا۔ ۱۲

سنہ ۶ھ

نبی صلعم کے زمانہ میں تمام عرب میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں یہاں تک کہ محترم مہینوں میں بھی کچھ بہانہ ٹٹول کر لڑائی شروع کر دیتے تھے۔ تجارتی قافلے ہر وقت خطرہ میں رہتے تھے چنانچہ اس وقت بھی بدّو لوگ حاجیوں کو لوٹ لیتے اور اکثروں کو قتل کر دیتے ہیں۔ چونکہ نبی صلعم تمام دُنیا میں امن قایم رکھنے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے مناسب جگہ وعظ اور پند سے کام لیتے اور بعض جگہ دست وبازو کی قوت سے چونکہ اسلام کشت وخون اور غارت گری کو روکتا تھا اس لئے تمام عرب آپؐ کا دشمن تھا۔ کیونکہ اُن لوگوں کا ذریعہ معاش ہی غارتگری تھا۔

اس وقت عرب میں دو قسم کے لوگ آباد تھے ایک وہ جن کی جائے سکونت مقرر تھی اور تجارت یا زراعت کا کام کرتے تھے دوسرے خانہ بدوش تھے جنہوں نے جہاں کوئی سبزہ زار یا چشمہ دیکھا وہیں پڑاؤ ڈال دیا اور جب چشمہ خشک ہو گیا تو دوسری جگہ چل دئے۔ اگر اُن کو کوئی قافلہ مل گیا تو لوٹ لیا۔ یا اگر کسی غیر محفوظ مقام کی خبر لگ گئی تو اوس کے قابل جماعت تیار کر کے حملہ کر دیا۔ نبی صلعم محض تجارت کی آزادی اور راستوں کی نگرانی اور امن عامہ قایم رکھنے کی غرض سے اکثر فوج کا دستہ ہر چہار طرف بھیجا کرتے تھے۔ بعض موقعوں پر سے تو یہ محض گشت لگا کر بخیریت اپنے مرکز پر پہنچ جاتے تھے اور بعض وقت ان سے مڈبھیڑ ہو جاتی تھی۔ خانہ بدوش ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے جو حصہ فوج کا بھیجا جاتا تھا وہ اکثر رات کو سفر کرتا اور دن کو کسی محفوظ مقام میں چھپا ہوا جایا کرتا تھا تاکہ وہ لوگ خبر پا کر پہاڑوں اور دروں میں

چھپ کر غائب نہ ہو جائیں جہاں گرفتار کرنا مشکل ہے۔ ان اغراض کے علاوہ اور جو
سرایا بھیجے گئے ان کی غرض صرف اشاعت اسلام ہوتی تھی چونکہ اُس وقت امن
نہ تھا اور دشمن ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے تھے لہذا ان
لوگوں کی زندگی معرض خطر میں رہتی تھی اور اکثر مارے جاتے تھے اور ان کی سرکوبی کے
لئے فوج بھیجی جاتی تھی۔ ایسے واقعات کو دیکھ کر اکثر یوروپین مورخوں نے خیال قائم
کر رکھا ہے کہ اسلام نے غارت گری جائز کر رکھی تھی[1] مگر ان کو یہ نہیں معلوم کہ نبی صلعم
اپنے فرض منصبی کو نہایت نیک نیتی سے ادا کرتے تھے تاکہ ہر چہار طرف امن رہے اور
تجارت کو آزادی ملے۔ چنانچہ ایسے واقعات پیشتر بھی گذر چکے اور اس سال کے چند واقعات
بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔ اصل میں یہ کوئی غزوات یا سرایا نہ تھے محض امن عامہ
اور اشاعت اسلام کی غرض سے آدمی بھیجے جایا کرتے تھے (چونکہ یہ واقعات سریہ یا
غزوہ کے نام سے موسوم ہیں لہذا ہم بھی اسی سرخی سے لکھتے ہیں۔)

غزوہ بنی لحیان۔
ربیع الاول ۶ھ مطابق جولائی ۶۲۷ء

رجیع ایک مقام کا نام ہے جو حجاز کے قریب واقع ہے
یہاں قبیلہ بنو لحیان آباد ہے۔ یہ اوپر بیان ہو چکا ہے
کہ اہل رجیع نے نبی صلعم کو دھوکا دے کر اسلام کے دس معلم اپنے قبیلہ کی ہدایت کے
لئے مانگے تھے اور وہ ان کے ہمراہ کر دئے گئے تھے مگر بنو لحیان نے ان کو قتل کر دیا ان کی
سرکوبی کے لئے رسول صلعم معہ دو سو سواروں کے روانہ ہوئے۔ مخالف نبی صلعم کی خبر
سنکر بھاگ گئے۔

[1] چنانچہ مارگولیوس نے لکھا ہے کہ شروع میں مسلمانوں کے پاس چونکہ سرمایہ نہ تھا اس لئے وہ
بے خبری میں حملہ کر کے اسباب لوٹ لایا کرتے تھے۔

غزوہ ذی قردہ یا غابہ
ربیع الآخر ۶ھ مطابق اگست ۶۲۷ء

نبی صلعم کے اونٹ جوائے مدینہ میں چرنے جایا کرتے تھے۔ ایک روز موقع پاکر عُیینہ فزاری نے بنو غطفان کے سواروں کے ساتھ چھاپا مارا۔ ذر بن ابوذر کو قتل کردیا اور ان کی بیوی لیلیٰ کو اُٹھاکر لے گئے ان کے ساتھ دو مسلمان محرز بن نضلہ اور وقاص بن محرز بھی شہید ہوئے۔

سلمہ بن اکوع نے درختوں کی آڑ سے اس قدر تیر مارے کہ وہ ہتیار اور زرہ چھوڑ کر بھاگے تاکہ سلمہ اس کو لے اور ہمکو بھاگنے کا موقع ملے مگر وہ لالچی نہ تھے برابر حملہ کرتے رہے اور بالآخران کو اونٹ چھوڑ کر بھاگنا پڑا مسلمان وہاں سے واپس آرہے تھے کہ مقام ذی قردہ پر حضرت صلعم کو معہ ۵۰۰ آدمیوں کے امداد کے لئے پایا۔ مسلمانوں نے چاہا کہ پھر تعاقب کیا جائے مگر آپؐ نے رائے نہ دی اور مدینہ واپس آئے۔

سریہ عیص یا جموم
ربیع الآخر ۶ھ مطابق اگست ۶۲۷ء

ایک عورت حلیمہ نامی نے بنو سلیم کی نسبت جھوٹی مخبری کی کہ نبی صلعم کے خلاف سازش کا ارادہ رکھتے ہیں زید بن حارثہ ان کی گرفتاری کے لئے بھیجے گئے اور یہ گروہ کفار کا عیص مقام پر ملا مسلمانوں نے انپر حملہ کیا اور کچھ آدمی گرفتار ہوگئے جن میں اس عورت کا شوہر اور ابوالعاص بھی تھے جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ تجارتی قافلہ ہے جو شام کو جارہا تھا نبی صلعم نے سب کو رہا کردیا۔

سریہ عکاشہ بن محصن
ربیع الآخر ۶ھ مطابق اگست ۶۲۷ء

قبیلہ بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک جماعت فراہم کی تھی۔ یہ خبر اُن لوگوں کے ذریعہ سے جو گردو نواح

میں بغرض نگرانی گشت لگایا کرتے نبی صلعم کو پہونچی۔ آپؐ نے فوراً ہی چالیس آدمیوں کا گروہ زیر کمان عکاسہ بن محصن روانہ کیا دشمن کا گروہ خبر پاکر بھاگ گیا مگر انکے دو سو اونٹ گرفتار ہوکر مدینہ آئے۔

سریہ ذو القصہ
ربیع الآخر ۶ھ مطابق ستمبر ۶۲۷ء

قبیلہ بنو ثعلبہ کی ہدایت کے لئے دس عالم مدینہ سے روانہ کئے گئے جب یہ گروہ مقام ذی القصہ پر پہونچ کر سو رہا تھا تو کفار بنو ثعلبہ نے حملہ کر دیا اور سونے والوں کو قتل کر دیا صرف محمدؓ بن سلمہ زخمی ہوکر مدینہ پہونچے باقی نو وہیں شہید ہو گئے۔

سریہ بنو ثعلبہ
ربیع الآخر ۶ھ مطابق ستمبر ۶۲۷ء

بنو ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو عبیدہ بن جراح معہ مختصر جماعت کے مقام ذی القصہ روانہ کئے گئے دشمن خبر پاکر بھاگ گیا مسلمانوں نے انکے خراب خستہ سامان پر قبضہ کر لیا۔

سریہ طرق
جمادی الآخر ۶ھ مطابق اکتوبر ۶۲۷ء

بنو ثعلبہ کی نسبت دوبارہ خبر لگی کہ طرق مقام پر موجود ہیں چنانچہ مدینہ سے زید بن حارثہ اس قبیلہ کی دوبارہ سرکوبی کو روانہ کئے گئے دشمن پھر بھاگ گیا مگر ان کے دو سو اونٹ مال غنیمت میں ہاتھ آئے۔

سریہ وادی القریٰ
رجب ۶ھ مطابق نومبر ۶۲۷ء

حضرت زید مال تجارت لیکر شام کو جارہے تھے واپس آتے ہوئے جب وادی القریٰ پر پہونچے تو بنو فزارہ کے لوگوں نے ان پر حملہ کیا نو آدمی شہید ہوئے اور ایک زخمی آنحضرتؐ صلعم نے انکی سزا دہی کیلئے ایک جماعت مدینہ سے روانہ کی جسنے جاکر ان سکو سزا دی۔

؎ طبقات ابن سعد۔ ۱۲

اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔

سریہ دومۃ الجندل
شعبان ۶ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء

آنحضرت صلعم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اشاعت اسلام کے لئے مقام دومۃ الجندل روانہ کیا یہاں کے باشندوں کا سردار اصبغ بن عمرو کلبی عیسائی تھا۔ وعظ سے نمایاں کامیابی ہوئی اور یہ عیسائی سردار مسلمان ہو گیا۔ چند آدمی جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا جزیہ دینا قبول کیا۔ اسی سردار کی ایک لڑکی تماضر نامی سے عبدالرحمٰن بن عوف[۱] کا نکاح ہو گیا اسی کے بطن سے ابو سلمہ جو مشہور فقیہہ اور اکابر تابعین سے ہوئے ہیں پیدا ہوئے۔

سریہ حضرت علی ابن ابی طالب
شعبان ۶ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء

نبی صلعم کو خبر لگی کہ قبیلہ بنو سعد اُن یہودیوں کو جو مدینہ سے خارج ہو کر خیبر جا بسے تھے لڑائی کے لئے آمادہ کرتا ہے اور خود مدد دینے کا مستحکم وعدہ کر چکا ہے آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ دن کو چھپتے اور راتوں کو چلتے راہ میں ایک کافر گرفتار کیا اس نے کہا اگر مجھے چھوڑ دو تو میں ان کی جگہ پہونچا دوں حضرت علی نے وعدہ کیا اور اس نے اُن کے مقام ہمج پر پہونچا دیا اور اُن لوگوں پر حملہ کیا۔ مگر بنو سعد موقع پا کر اپنی مستورات لیکر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مگر ان کے پانسو اونٹ

---

[۱] یہ عبدالرحمٰن بن عوف عشرہ مبشرہ سے ہیں جن کو فاروق اعظم نے خلافت کا اہل بتایا۔ بڑے تاجر اور بڑے زمیندار اور نہایت مالدار زاہد اور پرہیزگار تھے امہات المومنین کی خدمت سب سے زیادہ انہوں نے ہی کی جنگ احد میں ۲۱ زخم کھائے۔ نبی صلعم نے ایک سفر میں ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی اون کے ترکہ کا ۱/۸ حصہ ان کی بیوی کو ملا جو ۸۰ ہزار نقد تھا ۳۱ھ ہجری میں بعمر ۷۲ سال رحلت کی۔

اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں ہاتھ آئیں۔

سریہ ام قرفہ رمضان ۶ھ مطابق جنوری ۶۲۸ء

بنو فزارہ نے **ام قرفہ** کی تحریک سے **زید بن حارثہ** کے تجارتی قافلہ کو لوٹا تھا جس میں ان کے نو آدمی شہید ہوئے تھے۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کی گرفتاری کے لئے ابو بکر صدیق معہ مختصر جماعت کے روانہ کئے گئے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے محاصرہ کر لیا۔ ام قرفہ اور اسکی دختر گرفتار ہوئی باقی بھاگ گئے۔

سریہ عرینہ شوال ۶ھ مطابق فروری ۶۲۸ء

عرینہ ایک مقام کا نام ہے وہاں کے چند بدمعاش جو بیمار تھے مدینہ آئے اور ظاہرہ مسلمان ہوگئے آنحضرتؐ نے ان کے علاج کا انتظام کر دیا چند روز رہ کر انہوں نے شکایت کی کہ ہم کو یہاں کی آب وہوا موافق نہیں۔

آنحضرتؐ نے ان کو قبا کی پہاڑیوں پر بھیج دیا جہاں اونٹوں کی چراگاہ تھی وہ دودھ پی پی کر خوب تندرست ہوگئے تو ان کی نیت بگڑ گئی یسار نامی آنحضرت کا غلام جو اونٹوں کی حفاظت کے لئے معمور تھا اس کو موقع پا کر بڑی بے رحمی سے مار ڈالا اوس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور آنکھوں میں کانٹے چبھو کر لٹکا گئے اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔

آنحضرت صلعم کو عین وقت پر خبر لگ گئی مدینہ سے کرز بن جابر فہری بیس سواروں کے ساتھ ان کی گرفتاری کے لئے بھیجے گئے۔ جنہوں نے ان بدمعاشوں کو عرینہ کے باغ میں گرفتار کیا اور قتل کئے گئے۔

اسی مہینہ میں عمرو بن امیہ ابو سفیان کے اشارے سے آنحضرت صلعم کے قتل کے لئے مکہ سے مدینہ آیا۔ اور بازاروں اور رہ گذروں میں موقع کا منتظر رہا۔ ایک روز

جب وہ قریب سے گذرا تو آپؐ نے ایک صحابہ سے فرمایا کہ یہ میرے ساتھ دغا کرنے آیا ہے اسید بن حضیرؓ نے اس کو گرفتار کر لیا اور جامہ تلاشی لی تو خنجر برآمد ہوا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت کو میرے حالات پر آگاہی ہو گئی تو وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور یہاں سے پھر وہ مکہ پہونچا اور عرصہ تک تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ اس پر ایک مورخ لکھتے ہیں کہ یہ اعرابی حضرت صلعم کے اشارہ سے ابوسفیان کے قتل پر معمور ہوا تھا مگر کسی تاریخ میں اسکا پتہ نہیں۔

صلح حدیبیہ

ذیقعدہ ۶ھ مطابق مارچ ۶۲۸ء

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے ایک منزل ہے گاؤں بھی اسی کنویں کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ معاہدہ صلح اسی جگہ ہوا اس لئے یہ واقع صلح حدیبیہ کے نام سے موسوم ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا دروازہ مانا جاتا ہے۔ بظاہر اگرچہ یہ صلح کا معاہدہ ایک معمولی معاہدہ تھا اور معاہدہ بھی کیا کہ مغلوبانہ مگر کلام مجید میں اس کو فتح مبین بتایا گیا ہے۔ چونکہ کعبہ اسلام کا مرکز تھا اور اسلام کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ڈالی اور ہم کو لفظ اسلام سے ممتاز فرمایا[1]۔ اس لئے کعبہ تمام عرب کا ایک اصلی قبلہ تھا اگرچہ زمانہ کے تغیرات سے ابراہیمی اولاد میں بت پرستی آگئی مگر پھر بھی اہل عرب مکہ کو اپنا مشترک ورثہ آبائی سمجھتے تھے اور یہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی جن کا سلسلہ نسب ان سے الگ

[1] کلام مجید سورۃ الحج کا ترجمہ۔ وہ ابراہیم ہی ہیں جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

تہا مکہ کی عزت اور عظمت کرتے تہے۔ اگرچہ اہل عرب کی معاش غارتگری تہی مگر چار مہینے
ماہ حرام کہلاتے تہے جن میں وہ تمام لڑائیاں بند کردیتے اور دور و دراز کا سفر طے کرکے
نہایت عقیدت مندی سے مکہ میں حاضر ہوتے اور اپنی عبادت کے رسوم بجا لاتے
اور وہ قبایل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے حدود مکہ میں آکر بہائی بہائی
بن جاتے۔ اس لئے وہ مسلمان جو مکہ سے بہ جبر نکالے گئے تہے ان کے دلوں میں
یہ خیال اس وقت تک باقی تہا کہ ہمارا بہی کچہہ نہ کچہہ حق ویسا ضرور ہے جیسا کہ اور
قبائل کو حاصل ہے اس کے علاوہ اور ہر طرح کے تعلقات مکہ سے تہے جس نے
مکہ کو اُن کی نظر میں محبوب بنا رکہا تہا چنانچہ حضرت بلال جن کو مکہ میں سخت سخت
تکلیفیں دی گئی تہیں جب یاد آتا تہا تو زار و قطار روتے تہے۔ اکثر مہاجرین مکہ سے
جلا وطن ہوگئے تہے مگر اپنے بال بچے اور تمام املاک وہیں چہوڑ آئے تہے یہی باتیں تہیں جس
کی یاد انکو اکثر ستاتی تہیں۔

چنانچہ جس روز نبی صلعم نے اپنا خواب صحابہؓ سے بیان کیا کہ گویا میں معہ صحابہ واسطے
عمرہ مکہ کو گیا ہوں اور بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں تو تمام حاضرین کے چہرہ خوشی
سے دمک اُٹہے اور کچہہ زیارت کعبہ کا شوق اور کچہہ وطن میں جانے کی خوشی سے
بیتاب ہوگئے۔ اور غریب الوطن مسلمانوں کو طواف بیت اللہ کے شوق نے بے چین
کردیا۔ اور انہوں نے اسی سال نبی صلعم کو سفر مکہ کے لئے آمادہ کرلیا۔ آنحضرت صلعم
نے اس غرض سے کہ قریش مکہ کو کسی قسم کی بدگمانی نہو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص ہتیار لیکر
نہ چلے صرف تلوار جو عرب کے سفر کا ضروری ہتیار ہے اپنے ساتھ لے اور وہ بہی
نیام میں بند ہو۔ چونکہ تمام مہاجر اور انصار اس سعادت کے منتظر تہے ۱۴۰۰ آدمیوں

کی جماعت فوراً تیار ہو گئی۔ اور مدینہ سے مسلمانوں نے عمرہ کا احرام باندہا اور صرف قربانی کے ستر اونٹ اپنے ہمراہ لیکر حضور صلعم کے ہمرکاب ہو لئے۔ اور یہ سفر ماہ ذیقعدہ میں اس غرض کیا گیا کہ قدیم عرب رواج کی پابندی سے جنگ نہیں کرتے تھے اور ہر شخص کو بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔

جب نبی صلعم مقام ذوالحلیفہ پہونچے تو یہاں قربانی کی ابتدائی رسم ادا ہوئی یعنی قربانی کے اونٹ کی گردن پر ایک لوہے کے نعل کا نشان لگا دیا گیا۔

آنحضرت صلعم نے احتیاطاً قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جس کے مسلمان ہونے کا حال قریش کو ابتک معلوم نہ تھا قریش کے ارادہ کی خبر لانے کو مکہ روانہ کیا۔ جب اسلامی قافلہ **غسفان** کے قریب پہونچا تو اُس نے آکر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل کو اکٹھا کرکے یہ کہدیا ہے کہ محمدؐ کو مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے اور تمام قبایل کو امداد کے لئے بُلا بھیجا یہ لشکر عظیم مکہ سے باہر مقام **بلدح** پر جمع ہوا **خالد بن ولید** اور **عکرمہ بن ابوجہل** دو سو سواروں کو لیکر آگے بڑہے اور مقام غمیم تک پہونچ گئے (یہ مقام رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے)

نبی صلعم نے فرمایا کہ قریش مکہ نے خالد کو خبر لانے کے لئے بھیجا ہے اور وہ مقام غمیم تک آگئے ہیں اسلئے دوسرے راستہ سے چلنا چاہیئے جب لشکر اسلام غمیم پہنچا تو خالد خبر لے کر مکہ روانہ ہوئے اور قریش سے بیان کیا کہ اسلامی فوج غمیم تک آگئی۔ رسول صلعم یہاں سے گذر کر حدیبیہ پُہنچ گئے یہاں سے مکہ صرف نو میل رہ گیا۔ اس جگہ صرف ایک کنواں تھا جو اسلامی فوج کے ایک ہی لہ سے خالی ہو گیا۔ پانی کی قلت ہوئی تو رسول صلعم سے عرض کیا آپؐ نے کنویں میں تیر ڈالا اور

پر اعجاز نبوی سے اس میں اس قدر پانی ہو گیا کہ تکلیف رفع ہو گئی۔

بدیل بن ورقہ (جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے) قبیلہ خزاعہ کے رئیس اعظم تھے اگرچہ اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے مگر نبی صلعم سے حسن عقیدت رکھتے تھے اور اسلام کے حلیف تھے نبی صلعم کی خدمت میں معہ چند معتبر شخصوں کے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کفار قریش کا لشکر آپؐ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے وہ آپ کو کعبہ میں جانے سے روکیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کفار قریش سے جا کر کہدو کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے صرف عمرہ[1] کی غرض سے آئے ہیں۔ قریش کو جنگ سے بہت نقصان پہونچا ہے اس لئے اُن کو بھی مناسب ہے کہ ایک مدت معینہ کے لئے معاہدہ صلح کر لیں اور ہم کو ہماری حالت پر چھوڑ دیں اور اگر اس پر بھی وہ رضامند نہ ہوں تو قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان سے یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن جسم سے علیحدہ ہو جائے اور خداوند تعالیٰ کو جو کچھ فیصلہ کرنا ہے وہ کر دے۔ بدیل نے یہ سنا تو خاموش اُٹھ کر قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمدؐ کے پاس سے ایک پیغام لایا ہوں چند خبیث بول اُٹھے کہ ہم کو محمدؐ کے پیغام سُننے کی ضرورت نہیں مگر چند مدبر اور ذی شعور لوگوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں تم بیان کرو بدیل نے آنحضرت صلعم کی شرطیں پیش کیں اس جماعت میں بڈھا عروہ بن مسعود ثقفی موجود تھا معقول بات سُن کر اُٹھا اور بولا۔ کہ اے قریش کیا تم میرے بچے اور میں تمہارا باپ نہیں ہوں؟ وہ بولے بیشک عروہ نے کہا کہ تم کو میری طرف سے کچھ بدگمانی تو نہیں ہے؟

[1] عمرہ اس کو کہتے ہیں جس میں حج کی چند رسمیں ادا کیجاتی ہیں گویا یہ ایک چھوٹا سا حج ہے۔

قریش بولے ہرگز نہیں۔ اس پر عروہ نے کہا کہ جب تم کو میری طرف سے ہر طرح اطمینان ہے تو تم یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور مجھے اجازت دو کہ میں خود محمدؐ کے پاس جاکر معاملہ طے کروں محمدؐ نے معقول شرائط پیش کی ہیں اور تم لوگ فضول بات بڑھا کر معاملہ کو طول دیتے ہو بالآخر عروہ رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قریش کا پیغام سنایا اور بولا کہ محمدؐ فرض کرو کہ اگر تم نے قریش کا خاتمہ کر دیا تو کیا آپؐ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے اپنی ہی قوم کو خود اپنے ہاتھوں برباد کیا ہو۔ اور اگر اس کے خلاف لڑائی کا رخ بدلگیا تو تمہارے ساتھ جو یہ غریب جماعت ہے یہ گرد کی طرح اُڑ جائے گی حضرت ابوبکرؓ کو یہ سُن کر بہت غصہ آیا اور بولے کہ او مردود کیا تجھکو یہ خیال ہے کہ ہم نبی صلعم کو چھوڑ دیں گے یاد رکھ کہ جب تک ہماری رگوں میں خون ہے کوئی ادھر نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ عروہ نے رسول صلعم سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ۔ عروہ نے کہا کہ اگر ان کا احسان میں اُتار چکا ہوتا تو اس وقت ان کی سخت کلامی کا جواب دیتا مگر افسوس ان کا ایک احسان اب تک میری گردن پر باقی ہے۔

عرب میں دستور تھا کہ جب دو شخص بے تکلفانہ آپس میں گفتگو کرتے تو اکثر مخاطب کی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتے تھے عروہ جو اس وقت رسول صلعم سے دوستانہ طریقہ پر گفتگو کر رہا تھا حسب عادت ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا مغیرہ بن شعبہ جو آنحضرت صلعم کے پیچھے مسلح کھڑے تھے اس کی بیہودگی کو گوارہ نہ کر سکے اور سخت لہجہ میں عروہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹالے ورنہ یہ ہاتھ اگر تیری طرف بڑھا تو پھر بغیر فیصلہ کئے پیچھے نہ ہٹے گا۔ عروہ نے چونک کر دیکھا تو مغیرہ ہے پہچان کر

کہا کہ او دغا باز کیا میں تیری شرارت کے معاملہ میں تیرا مطلب پورا نہیں کر رہا ہوں۔
یہ اس وجہ سے کہا کہ مغیرہ نے چند آدمی مار ڈالے تھے اور اُن کا خون بہا اس نے
اپنی جیب سے دیا تھا۔ مگر اس عقیدت مندی کا اثر عروہ[1] پر اس قدر ہوا کہ جب وہ
یہاں سے رخصت ہو کر مکہ پہنچا تو قریش سے کہا کہ مجکو بارہا نجاشی بادشاہ حبش،
قیصر بادشاہ قسطنطنیہ اور کسریٰ بادشاہ ایران کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے
مگر اے قوم میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے کوئی بھی ایسا بادشاہ نہ دیکھا کہ جس کی عزت و
عظمت درباریوں کے دل میں ایسی ہو جیسی محمدؐ کے اصحاب کے دل میں۔ اس سے
بڑھ کر کیا عزت ہو سکتی ہے کہ جب محمدؐ بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔ اور کوئی شخص
نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ محمدؐ تھوکتے ہیں تو زمین پر گرنے نہیں دیتے ان کے عقیدت مند
ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔ جب محمدؐ کوئی حکم
دیتے ہیں تو سب تعمیل کے لئے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ ان کے وضو کا مستعمل پانی
لینے پر ایسے گرتے ہیں گویا آپس میں جھگڑا ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ جس طرح
بھی ہو ان سے صلح کر لو[2]۔

عروہ کے جانے کے بعد معاملہ کو تکمیل پر پہونچانے کے لئے آپ صلعم نے خراش
بن امیہ کو اپنی سواری کا ثعلب نامی اونٹ دیکر ایک قریش کے پاس روانہ کیا تاکہ
وہ مسلمانوں کے اصلی ارادہ کا اطمینان دلا دے۔ مگر قریش نے ان کی سواری کا

[1] یہی عروہ جو اس وقت قریش کا سفیر بن کر آیا تھا چند سال بعد خود بخود مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم
میں اشاعت اسلام کے لئے نبی صلعم کی طرف سے سفیر بنکر گیا تھا۔

[2] صحیح بخاری - ۱۲ -

اونٹ مار ڈالا اور ان پر بھی قاتلانہ حملہ کیا مگر متحدہ قبائل کے لوگ بیچ میں آگئے اور احابیش نے اس جماعت سے علیحدہ کردیا پھر یہ کسی نہ کسی طرح نبی صلعم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

اس کے بعد صلح کی گفتگو کرنے کے لئے حضرت عمرؓ کو انتخاب کیا مگر چونکہ ان کے دشمن مکہ میں بہت تھے اسلئے حضرت عثمانؓ کو بھیجا وہ اپنے ایک عزیز امان بن سعید کی حمایت میں معہ دس ہمراہیوں کے مکہ پہونچے رسول صلعم کا پیغام دیا اور ہر طرح ان کو اطمینان دلایا۔ مگر قریش نے ان سے کہا کہ تم اگر چاہو تو تنہا زیارت کر سکتے ہو مگر انہوں نے کہا کہ میں بغیر نبی صلعم ہرگز زیارت نہ کروں گا اس پر وہ ناراض ہوئے اور نظر بند کرلیا اور پھر کسی طرح یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ قتل کر ڈالے گئے۔

یہ سنکر تمام مسلمان سخت غضبناک ہوئے اور نبی صلعم نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے اور یہ فرما کر آپؐ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا دایاں ہاتھ قرار دے کر سب سے جان نثاری کی بیعت لی جس میں عورت مرد سب شامل تھے اس بیعت کا نام بیعۃ الرضوان[1] ہے اور اسلامی تاریخ میں ایک مہتم بالشان واقعہ ہے۔

پھر قریش نے دوسری شرارت یہ اور کی کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک دستہ فوج کا روانہ کیا اور اس سے کہہ دیا کہ جو مسلمان ملے اسکو قتل کردو یہ دستہ رات کے

---

[1] اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے (ترجمہ۔ خدا مسلمانوں سے رضامند تھا۔ جبکہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پس خدا نے جان لیا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا تو خدا نے ان پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔ سورۂ فتح)

وقت لشکر اسلام کے قریب آیا تو اُس وقت اسلامی فوج میں محمد بن سلمہ کا پہرہ تھا
انہوں نے کل آدمی کفار قریش کے گرفتار کر لئے۔

اب قریش نے ایک اور شخص کو جس کا نام جلیس تھا واسطے دریافت حال اہل
اسلام روانہ کیا اس نے یہاں آکر خفیہ طور پر تمام حالات کی تحقیقات کی اور جا کر کفار قریش
سے بیان کیا کہ درحقیقت وہ عمرہ کی غرض سے آئے ہیں نہ کہ جنگ کو کسی شخص کو حق
نہیں کہ طواف مکہ سے اُنکو روکیں قریش بولے کہ اے جلیس خاموش رہ وہ تو ایک اعرابی ہے
ملک کی کیفیت سے واقف نہیں جلیس یہ سنکر ناراض ہوا اور کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم محمد کو مکہ آنے
سے روکو گے تو میں تم سے علیحدہ ہو جاؤنگا قریش نے کہا کہ اطمینان رکھو تمہارے حسب منشا ر کام ہوگا۔

جب کفار قریش کو اسلام کے دبدبہ شوکت و عظمت کا پورا اندازہ اپنے لوگوں سے
ہوگیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ اگر جنگ ہوئی تو مسلمان بھی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے
اور جب تک ان میں ایک بھی زندہ ہے منہ نہ پھیریں گے تو انہوں نے سہیل بن عمرو
کو سفیر بنا کر نبی صلعم کی خدمت میں بھیجا یہ شخص نہایت فصیح اور بلیغ تھا اور ملک نے
خطیب قریش کا خطاب دیا تھا۔ قریش نے ان سے کہدیا تھا کہ صلح صرف اس
شرط پر ہو سکتی ہے کہ محمد اس سال واپس مدینہ جائیں۔

سہیل نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اول آپ نے حضرت عثمان اور ان
کے ہمراہیوں کی نسبت دریافت فرمایا اُس نے کہا کہ لایق قریش نے تو انکو روکا
نہیں مگر چند نامعقول لوگوں کی یہ حرکت ہے آپ ہمارے پچاس آدمی خلاص کر دیجئے
تو میں آپ کے اصحاب یہاں پہنچا جاؤں۔ رسول صلعم نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا
جب تک وہ یہاں نہ آجائیں گے اُس وقت تک تمہارے آدمیوں کی خلاصی

نہیں ہوسکتی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت عثمانؓ معہ اپنے ہمراہیوں کے آ گئے تو کفار مکہ خلاص کر دئے گئے اس کے بعد صلح کی گفتگو شروع ہوئی اور دیر تک شرائط پر گفتگو ہوئی بالآخر معاملہ طے ہو گیا نبی صلعم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ معاہدہ کے شرائط قلمبند کریں حضرت علیؓ نے عنوان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔ سہیل بولا کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ رحمٰن کس کو کہتے ہیں۔ باسمک اللھم لکھو۔ کیونکہ قدیم عرب کا طریقہ تہا کہ خط کے ابتداء میں باسمک اللھم لکھتے تھے۔ اور بسم اللہ کے الفاظ سے ناآشنا تھے اس بنا پر سہیل نے وہی قدیم الفاظ لکھوائے۔ آنحضرتؐ نے منظور فرمایا اور وہی لکھنے کا حکم دیا۔

پھر حضرت علیؓ نے اس کے آگے کا فقرہ یہ لکھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان طے ہوا ہے۔ سہیلؓ نے اس پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ جب ہم آپ کو پیغمبر ہی تسلیم کر لیتے تو پھر یہ جھگڑا کیوں ہوتا آپؐ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیں نبی صلعم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اچھا یہی لکھو مگر حضرت علیؓ نے محبت کے جوش میں کہا کہ مجھ سے رسول اللہ کا لفظ نہیں مٹایا جاتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا مجھے دکھاؤ اور حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر بتایا۔ آپؐ نے مٹا کر اپنے والد کا نام وہاں لکھوا دیا۔ کیونکہ آپؐ لکھے پڑھے نہ تھے اور اُمّی ہونا آپ کا فخر تہا۔

جب عنوان لکھا جا چکا تو مندرجہ ذیل شرائط لکھے گئے۔

لہ یہی سہیل جس نے اس وقت اسم مبارک کے ساتھ لفظ رسول اللہ پر اعتراض کیا تہا چند سال بعد مسلمان ہو گیا رسول صلعم کے انتقال کے بعد اس نے مکہ میں حقانیت اسلام پر ایسے زبردست تقریر کی تھی جس نے ہزاروں کے دل کفر سے پھیر دئے۔ از بخاری ۱۲

(۱) یہ صلح دس برس تک رہے گی اور اس مدت میں ایک فریق دوسرے فریق کی جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔

(۲) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں ملجائیں۔

(۳) جو لوگ جس قبیلے کے ہم عہد ہوں گے وہ بھی اس معاہدہ سے ہم عہد سمجھے جائیں گے۔

(۴) مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں اور مدینہ واپس جائیں۔

(۵) مسلمان اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کرکے واپس جائیں۔

(۶) جب مسلمان عمرہ کرنے آئیں تو سوائے تلوار کے کہ وہ بھی نیام میں اور نیام تھیلے میں ہو دوسرا ہتیار اپنے ساتھ نہ لائیں۔

(۷) اگر قریش مکہ کا کوئی شخص کا فریا مسلمان مدینہ چلا جائے تو اس کو واپس کردیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمانوں کا آدمی مکہ میں آجائے تو وہ واپس نہ کیا جائیگا[۱]

آخری شرط سے مسلمان ناخوش تھے نبی صلعم نے فرمایا کہ صلح کے شرائط ہمارے لئے کچھ بری نہیں غور سے معلوم ہوگا کہ مرتد ہمارے کس کام کا وہ کفار ہی کے پاس رہے تو اچھا ہے منافق کا ہم سے جدا ہونا ہی بہتر ہے۔ رہے مسلمان جو سچے دل سے مسلمان ہو کر اگر قریش ہی میں رہیں گے تو کیا ہرج ہے واپس جانے پر بھی اُن کا دل اُنسے نہ ملے گا اُسکے آنے کی راہ خدا خود پیدا کردے گا۔

صلح نامہ کی کل شرائط لکھہ کر تیار ہوگئے صرف دستخط ہونے باقی تھے کہ سہیل کے صاحبزادے ابو جندل جو مشرف بہ اسلام ہوچکے تھے اور اس وقت تک مکہ والوں

[۱] از صحیح مسلم ۔ و دیگر کتب سیر۔

کی قید میں تھے جو اِن کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے کسی طرح اُن کے چنگل سے نکلکر بیڑیاں پہنے ہوئے گرتے پڑتے نبی صلعم کی خدمت میں آن پہونچے۔ سہیل نے اپنے لڑکے کو دیکھکر رسول صلعم سے کہا کہ اِس لڑکے کو میرے حوالہ کر دیجئے تاکہ صلح نامہ کی تکمیل کا اطمینان ہو جائے۔ رسول صلعم نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہوا اور نہ جانبین کے اس پر دستخط ہوئے اِس لئے اُن کو یہیں رہنے دو سہیل نے اس کو نامنظور کیا۔ رسول صلعم نے کئی دفعہ اصرار سے کہا مگر اُس نے نہ مانا اور کہا کہ اگر اس کو واپس نہ کریں گے تو ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔ رسول صلعم کو مجبوری تسلیم کرنا پڑا۔ ابو جندل نے اول تو اپنے وہ نشانِ زخم دکھائے جو کفار نے قید کی حالت میں پہونچائی تھی اور پھر کہا کہ اے برادرانِ اسلام کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں مسلمان ہو کر کفار کے ہاتھوں میں پھر گرفتار ہو جاؤں۔

حضرت عمرؓ نے پھر کہا کہ جب ہمارا دین سچا ہے تو پھر ہم کیوں دب کر صلح کریں آپؐ نے فرمایا کہ میں رسول خدا ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ ذرا صبر سے کام لو خدا خود مدد کرے گا۔ حضرت عمر کو اپنی اس بے تکلفانہ گفتگو کا عرصہ تک رنج رہا۔ اور اس کے کفارہ کے لئے نمازیں تک پڑھیں، روزے رکھے غلام آزاد کیا اور خیرات کی۔

اس واقعہ کو دیکھتے ہوئے ایک مسلمان صحابی کا بڑا خطرناک امتحان تھا کیونکہ ایک طرف تو اسلام کی توہین یعنی ابو جندل بیڑیاں پہنے کھڑا ہے اور چودہ سو مسلمان اُس کے طرفداری کرنے کے لئے تیار ہیں اگر رسول صلعم ذرا اشارہ کر دیں تو تلوار فوراً فیصلہ کر دے اور دوسری طرف معاہدہ کی پابندی اور ایفائے عہد کی ذمہ داری

نبی صلعم کے کہنے پر ابو جندل واپس کردیا گیا۔ قریش نے وہیں مشکیں باندہیں اور پاؤں میں زنجیر ڈالکر کشاں کشاں لے گئے رسول صلعم نے ابو جندل کی طرف دیکھکر فرمایا۔ ابو جندل ذرا صبر اور استقلال سے کام لو خدا تمہارے لئے اور مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی اور اب ہم بد عہدی نہیں کرسکتے۔

نبی صلعم نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ یہیں قربانی کرلو اور سر منڈوا کر مدینہ واپس چلو اس حکم سے مسلمان اور بھی افسردہ خاطر ہوئے تین مرتبہ رسول صلعم نے فرمایا مگر کسی نے جواب نہ دیا آنحضرت صلعم گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت سلمہؓ سے شکایت کی انہوں نے کہا کہ آپؐ کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اول خود ہی قربانی کریں اور احرام اُتارنے کے لئے سر منڈوالیں۔ آپؐ نے باہر نکل کر قربانی کی اور بال منڈوائے جب لوگوں نے دیکھا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی ناممکن ہے تو پھر سب نے قربانی اور سر منڈوانا شروع کردیا۔

نبی صلعم ابھی حدیبیہ میں ٹھیرے ہوئے تھے اور صبح کی نماز میں مشغول تھے کہ اسّی آدمی کوہ تنعیم کے اس ارادے سے اُترے کہ مسلمانوں کو نماز میں مشغول پاکر حملہ کریں اور قتل کردیں مگر اتفاق یہ ہوا کہ جب وہ قریب آگئے تو نماز ختم ہوچکی تھی یہ سب کے سب گرفتار ہوگئے مگر رسول صلعم نے سب کو اپنی رحمدلی سے معاف کردیا اور چھوڑ دیا اس واقعہ پر قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ترجمہ۔ وہ وہی خدا ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دئے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دئے باوجودیکہ تم کو اُن پر قابو دے دیا تھا۔

سورہ فتح آیت ۲۴)

صلح کے بعد تین یوم تک آپ نے حدیبیہ میں قیام کیا پھر وہاں سے مدینہ روانہ ہوئے راستہ میں یہ سورۃ (انا فتحنالك فتحا مبينا یعنی ہم نے تجھکو کھلی ہوئی فتح عنایت کی) نازل ہوئی۔ فتح مبین سے یا تو آئندہ سال کامیاب ہونا مقصود ہی یا یہ مقصود ہے کہ صلح حدیبیہ کے باعث اسلام میں بہت ترقی ہوگئی بعض مفسرین فتح خیبر خیال کرتے ہیں۔

اس آیت کے نازل ہونے سے مسلمانوں کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ جس کو وہ شکست سمجھتے تھے خدا نے اس کو فتح بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے آپؐ نے فرمایا۔ ہاںؐ۔ حضرت عمر فاروق کو تسکین ہوگئی۔ اور آیندہ کے نتائج نے اس راز سربستہ کو صاف صاف ظاہر کردیا۔ اور یہ سفر بہت خیر و برکت کا سبب ہوا۔

اس صلح سے سب سے بڑا فائدہ مسلمانوں کو یہ پہونچا کہ اب تک مسلمان اور کفار جو آپس میں ملتے جلتے نہ تھے اب اون کی آمد و رفت شروع ہوگئی اور ایک دوسرے سے بلا روک ٹوک ملنے لگا۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے قریش مدینہ میں آتے ہفتوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے اور اس آپس کی نشست برخاست سے باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا ذکر بھی آجاتا۔ پھر اوس کے ساتھ مسلمانوں کا پاکیزہ اخلاق۔ نیکوکاری انپر پورا پورا اثر ڈالتی یہ لوگ جب مکہ میں جاتے تو اسلام کی زندہ تصویر کا نظارہ اپنے ساتھ لیجاتے اور اس طرح ان کے دل اسلام کی طرف خود بخود کھنچنے لگے۔ چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ صلح حدیبیہ سے

لہ بخاری شریف۔ ۱۲

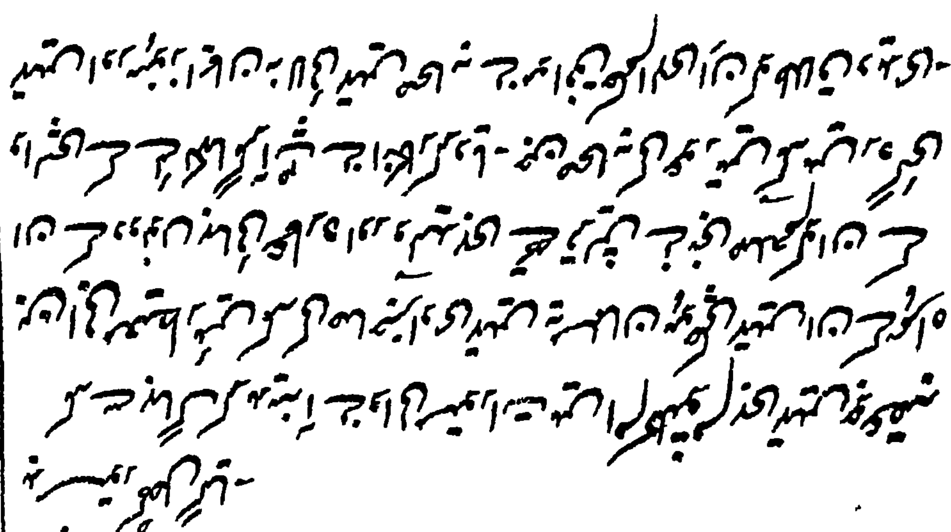
صلح مکہ تک اس قدر کفار داخل اسلام ہوئے کہ کبھی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت خالد
فاتح شام اور عمرو بن عاص فاتح مصر کا اسلام لانا اسی زمانہ کی یادگار ہے۔
معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ مکہ سے جو مسلمان بھاگ کر مدینہ چلا جائے گا وہ پھر مکہ
واپس کر دیا جائے گا۔ اس شرط میں صرف مرد داخل تھے عورتیں نہ تھیں خاص
عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ۔ اے مسلمانو جب تمہارے پاس عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزمالو۔ خدا
ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ وہ مسلمان ہیں تو پھر ان
کو کافروں کے پاس نہ بھیجو۔ نہ وہ عورتیں کافروں کے قابل ہیں اور نہ کافران کے
قابل ہیں۔ ان عورتوں پر انھوں نے جو خرچ کیا ہے وہ ان کو تم واپس کر دو اور تم ان
سے شادی کر سکتے ہو بشرطیکہ ان کے مہر ادا کر دو۔ اور کافرہ عورت سے نکاح
مت کرو۔

اس آیت کے نازل ہونے سے عورتوں کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے صاف ہو گیا اور
معاہدہ کے ہونے سے وہ عورت مرد جو مکہ میں قریش کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے تھے
بھاگ بھاگ کر مدینہ آنے لگے سب سے پہلے عتبہ بن اسید (یا ابو بصیر) مدینہ آئے
کفار قریش نے واپسی کے لئے لکھا کہ ہمارا آدمی واپس کر دیجئے آنحضرت ؐ نے عتبہ سے فرمایا
کہ تم واپس مکہ جاؤ ابو بصیر نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ کیا آپ مجھ کو پھر کفار کے قبضہ میں دینا
چاہتے ہیں جہاں میں نے ہر طرح کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جو مجھکو ہر وقت کفر پر مجبور
کرتے ہیں آپ ؐ نے فرمایا اللہ تمہارے ساتھ ہے کوئی فکر ضرور نکالے گا۔ عتبہ مجبوراً اپنے
دو کافر محافظوں کی حراست میں مکہ روانہ ہوئے مگر عتبہ کا دل جانے کو نہ چاہتا اور

کسی موقع کے منتظر تھے جب یہ مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو انہوں نے ایک محافظ کو قتل کر دیا
دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ پہنچا اور رسول صلعم سے عتبہ کے اس فعل کی شکایت کی
عتبہ بھی خدمت میں نبی صلعم کے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے معاہدہ کے
موافق مجھ کو واپس کر دیا اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں رسول صلعم نے فرمایا کہ تم
فساد انگیز ہو یہ عتاب کا کلمہ سن کر ابوبصیر بہت نادم ہوئے اور اس شرمندگی کی وجہ
سے مدینہ چھوڑ دیا اور مقام عیص میں جو سمندر کے کنارے ذومرہ کے قریب واقع ہے
رہنا اختیار کیا۔ جب مکہ کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ جان بچانے کا یہ اچھا
ذریعہ ہے تو وہ بھی بھاگ بھاگ کر یہاں پہنچ گئے۔ اور اس طرح عتبہ کے پاس ایک
کافی جماعت مسلمانوں کی ہو گئی اب رہی فکر معاشرت اس کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب
کفار قریش کا قافلہ شام کو جانے والا ادہر سے گذرتا تو اس کو لوٹ لیتے اور مال
غنیمت سے اپنی اوقات بسری کرتے۔

ابوجندل جب پابزنجیر ہو کر مکہ واپس گئے تو کفار قریش نے ان کو قید کر دیا تھا
تو انہوں نے قید خانہ میں دین حق کی تعلیم شروع کی۔ جو شخص ان کی نگرانی پر معمور
ہوتا اس کو کلام مجید کی آیتیں سناتے اسلام کے پاک مسائل سمجھاتے اور توحید کی
خوبیاں بتاتے اور جب یہ ایمان لے آتا اور قریش کو اس محافظ کا اسلام لانا معلوم ہوتا
تو اس کو بھی قید کر دیتے اور دوسرا محافظ مقرر کر دیتے اب یہ دونوں ملکر اسلام کی اشاعت
کرتے الغرض اس طرح ابوجندل کے قید ہو کر مکہ میں جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک سال
میں قریب تین سو شخص کے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ قریش ان نومسلموں کو روکا کرتا
کرتے جب کہ ایک کو بھی قید رکھنے کا یہ نتیجہ دیکھا تو انہوں نے ان کو آزاد کر دیا اور مکہ



شاہان وقت کو اسلام کی دعوت

سنہ ۶ ہجری

صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز میں مسلمانوں کا پورا تسلط تو نہیں ہوا مگر اس قدر ضرور ہو گیا کہ خدا کا نام لینا اور محمدؐ کو رسول کہنا کوئی جرم نہ رہا ہر شخص بے کھٹکے اعلانیہ ارکان اسلام ادا کرنے لگا اور دوسروں کو اسلام کی ترغیب دینے لگا جب حجاز میں گونہ اسلام نے جڑ پکڑی تو رسول صلعم کو فکر ہوئی کہ اور ملکوں میں بھی اسلام کی دعوت شروع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس بارہ میں جو آیات ذیل قرآن مجید میں نازل ہوئیں وہ سب صاف ہیں۔

(۱) ہم نے تجھکو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۂ انبیاء ع ۷)

(۲) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلیل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ تمام دینوں پر غلبہ حاصل کرے (سورہ صف ع ۱۔ وسورہ فتح ع ۴)

(۳) ہم نے تجھے تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری پہنچانے والا۔ ڈر سنانے والا بنا کر دنیا میں بھیجا ہے (سورہ سبا۔ ع ۳)

ان احکام کی تعمیل کے لئے ایک دن رسول صلعم نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ مجھکو خدا نے تمام دنیا پر رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس لئے میری طرف سے پیغام حق اطراف عالم میں جا کر سناؤ اور مثل حوارین عیسیٰ علیہ السلام کے اختلاف نہ کرو۔ صحابہ نے رائے دی کہ بادشاہوں کے پاس خطوط بھیجے کیونکہ اسلئے مہر کی ضرورت ہے اور مہر کے لئے انگشتری درکار ہے اول سونے کی انگشتری تیار

ہوئی تو اس کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی تیار کرائی آپؐ نے فرمایا کہ سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے اور خود بھی اُتار دی اور چاندی کی تیار کرائی اور اس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ اس طرح (رسول / اللہ / محمد) کندہ کرایا[۱] اور فرمان سلاطین وقت کے نام ارسال فرمائے جو لوگ جن کے نام لے کر گئے ان کے نام درج ذیل ہیں جو سفیر جہاں کی زبان جانتا تھا وہ وہاں بھیجا گیا۔

	نام فرمان لیجانے والا	جسکے نام فرمان بھیجا گیا
۱۔	دحیہ کلبی	قیصر روم
۲۔	حاطب بن بلتعہ	عزیز مصر
۳۔	عبداللہ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز والی ایران
۴۔	عمرو بن امیہ الضمری	اصحم بن ابجر ملقب بہ نجاشی بادشاہ حبش
۵۔	شجاع بن وہب الاسدی	حارث غسانی۔ رئیس حدود شام
۶۔	سلیط بن عمرو بن عبد شمس	روسائے یمامہ
۷۔	علاء بن الحضرمیؓ	منذر بن ساوی شاہ بحرین
۸	عمرو بن عاصؓ	جیفر و عبد فرزندان جلندی والی عمان

رسول صلعم نے اشاعتِ اسلام کے لئے یہ ایسی کارروائی فرمائی تھی جس کی نظیر تمام دُنیا کے کسی سابقہ مذہبی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ جن کے بانیان مذہب نے ایسا کیا ہو۔ اُن بانیانِ مذہب کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مقدس بزرگوار

[۱] یہ انگوٹھی حضرت صلعم کے بعد حضرت ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت عثمانؓ کے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک کنوئیں (بیر اریس) میں گر گئی۔ از بخاری۔ ۱۲

خود بھی اپنے آپ کو اوسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جن کے لئے وہ بھیجے گئے۔

اِن خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے جو خطوط کہ عیسائی بادشاہوں کو لکھے تھے ان میں خصوصیت سے کلام مجید کی یہ آیت مبارک بھی تھی۔

ترجمہ۔ اے اہل کتاب آؤ۔ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے تمہارے (مذہب) میں برابر ہو یعنی خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اُسکی ذات میں شریک نہ کریں اور خدا کے سوا خدا ہی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کیلئے تجویز نہ کریں آل عمران رکوع ۷)

قیصر روم کے نام جو خط تھا اُس کو دحیہ کلبی لیکر روانہ ہوئے۔ چونکہ اہل ایران نے چند سال بیشتر بلادِ شام پر حملہ کرکے رومیوں کو شکست دے دی تھی ہرقل نے بدلہ لینے کے لئے بڑے ساز و سامان سے فوجی تیاری کی اور ایرانیوں کو شکست فاش دیدی اس فتح کا شکریہ ادا کرنے کے لئے آجکل وہ حمص سے بیت المقدس آیا ہوا تھا اور اس کر و فر سے آیا تھا کہ جہاں چلتا تھا وہاں فرش اور پھول بچھائے جاتے تھے۔

ملک شام میں قیصر کے زیر حکومت جو عرب کا خاندان غسانی تھا اوس کا پائے تخت بصریٰ تہا جو آجکل حوران کہلاتا ہے اور اس خاندان کا سردار حارث غسانی تھا۔

دحیہ کلبی نے رسول صلعم کا نامہ مبارک اسی جگہ حارث غسانی کو لاکر دیا

لہ چنانچہ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ۱۲

اور اس نے قیصر کے پاس بیت المقدس میں اس فرمان کو بھیجدیا۔
قیصر کو خط ملا تو حکم دیا کہ اگر عرب کا کوئی شخص مل جائے تو اس کو لاؤ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ ابو صفیان مکہ کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام آیا ہوا تھا اور غزۃ میں مقیم تھا۔ قیصر کے ملازمین نے دیکھ لیا اور ان کو اپنے ساتھ قیصر کے پاس لوالے آئے قیصر نے بڑے ساز و سامان سے دربار منعقد کیا تاج شاہی سر پر رکھا اور تمام اہل دربار کو جمع کیا۔ تخت کے ایک طرف علماء و فضلا کو بٹھایا دوسری طرف قسیس اور رہبان کی صفیں قایم کیں۔ پھر اہل عرب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو جدید محمد صلعم مدعی نبوت کا واقف کار ہو۔ ابو صفیان اٹھا اور کہا کہ ایسا شخص میں ہوں۔ ابو صفیان اُن دنوں رسول صلعم کا جانی دشمن تھا اس کا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت باتیں بناتا مگر اس وقت مجھے قیصر کے سامنے سچ سچ کہنا پڑا۔ پھر ابو صفیان سے قیصر کی حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

قیصر۔ محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے۔

ابو صفیان۔ نہایت شریف ہے۔

قیصر۔ محمدؐ سے پہلے اس خاندان میں اور کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ابو صفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ محمدؐ کے خاندان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔

ابو صفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ نبوت سے پہلے کبھی تم لوگوں کو اس کی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ ہوا

ہے! کبھی اسکو جھونٹ کی تہمت دی گئی۔
ابوصفیان۔ اُس نے کبھی جھونٹ نہیں بولا۔
قیصر۔ جن لوگوں نے اسکا مذہب اختیار کیا وہ کس درجہ کے لوگ ہیں۔
ابوصفیان۔ کمزور، مسکین اور فقیر۔
قیصر۔ اُس کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔
ابوصفیان۔ روز بروز ترقی ہے۔
قیصر۔ کوئی شخص اوس کا دین قبول کر کے پھر بھی جاتا ہے۔
ابوصفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ وہ کبھی اپنے عہد و پیمان کو بھی توڑ دیتا ہے۔
ابوصفیان۔ اس وقت تک تو نہیں مگر اب جو نیا معاہدہ صلح ہوا ہے اوسکو دیکھنا ہے کہ اُس عہد پر قایم رہتا ہے یا نہیں۔
قیصر۔ تم لوگوں کی کبھی اُس سے جنگ بھی ہوئی۔
ابوصفیان۔ ہاں ہوئی۔
قیصر۔ نتیجہ جنگ کا کیا ہوا۔
ابوصفیان۔ کبھی وہ غالب رہا اور کبھی ہم۔
قیصر۔ اُسکی تعلیم کیا ہے۔
ابوصفیان۔ وہ کہتا ہے۔ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ قدیم بت پرستی چھوڑ دو۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ سچائی۔ پاکدامنی، صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے مترجم کے ذریعہ کہا کہ تم اس کو شریف بتاتے ہو۔ پیغمبر
ہمیشہ شریف النسب ہوا کرتا ہے۔ تم نے کہا کہ اوس کے خاندان میں اور کسی نے
دعویٰ نبوت نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ یہ بھی اپنے خاندانی خیال کا اثر ہے
تم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا تو
میں خیال کرتا کہ اس کو بھی بادشاہت کی ہوس دامنگیر ہے تم تسلیم کرتے ہو کہ
اس نے کبھی جھونٹ نہیں بولا۔ پس جو شخص کہ آدمیوں سے جھونٹ نہیں بولتا وہ
ہرگز خدا پر جھونٹ نہیں باندھ سکتا۔ تمہارا جواب ہے کہ کمزور لوگ اوس کی پیروی
کرتے ہیں۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے ہمیشہ غریب
اور مسکین ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ تمہیں تسلیم ہے کہ اس کا مذہب روز بروز ترقی
کرتا جاتا ہے۔ پس سچا مذہب ہمیشہ ترقی ہی کرتا ہے اور بالآخر کمال پر پہونچ
جاتا ہے۔

تمہارا قول ہے کہ اوس نے کبھی فریب نہیں کیا۔ لہذا مجھے اطمینان ہوا کہ پیغمبر کبھی
دغا و فریب سے کام نہیں لیتا اور جب تم یہ خود کہتے ہو کہ اس وقت تک تو وہ
عہد پر قایم رہا ہے آیندہ نہیں معلوم کہ ہمارے جدید عہد کا انجام کیا ہو۔ پس مجھے
یقین ہے کہ دنیا دار عہد شکنی کرتا ہے اور وہ دنیا کا طالب نہیں کیونکہ تم یہ بھی
کہتے ہو کہ اوس کی تعلیم۔ خداے واحد کی عبادت۔ نماز۔ روزہ۔ تقویٰ۔ پرہیزگاری
کی ہدایت ہے تو مجھے یقین کامل ہے کہ اوس کا قبضہ ایک نہ ایک روز اس
جگہ پر بھی ہوگا جہاں میں بیٹھا ہوں۔ اور وہ شام اور بیت المقدس
حکومت کرے گا۔

مجھکو بیشک خیال تھا کہ ایک نبی ضرور آنے والا ہے مگر یہ نہ معلوم تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ کاش میں اس وقت اگر وہاں ہوتا تو اوس نبیؐ کے پاؤں خود دھوتا۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے حکم دیا کہ رسول اللہ کا نامہ مبارک پڑھا جائے۔ فرمان رسالت کھولا گیا عبارت کے یہ الفاظ تھے۔

اصل عبارت	ترجمہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم [۱] من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ہرقل عظیم الروم [۲] سلامٌ علی من اتبع الھدیٰ [۳] اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام [۴] اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین [۵] فان تولیت فعلیک اثم الاریسیین [۶] وَیَا اَہلَ الکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے محمدؐ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے یہ خط ہرقل کے نام ہے جو ملک روم کا سردار ہے [۲] اس کو سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرنے والا ہے [۳] اس کے بعد میں تجھکو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں [۴] اسلام قبول کر تو سلامت رہیگا خدا تجھہ کو دگنا اجر دے گا [۵] اور اگر تو نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تیری اوپر ہوگا [۶] اے صاحب کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں
مہر: محمد رسول اللہ	

برابر ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پرستش
نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی اور کو خدا
بنائے۔ اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ
رہو کہ ہم مانتے ہیں۔

مُہر
رسول اللہ محمد

قیصر اور ابوسفیان کی گفتگو سے اہل دربار اور پیشوایان مذہب سخت ناراض
ہو چکے تہے اور بہت چیخے چلائے اور جب نامہ مبارک پڑہا گیا تو اور بہی برہم ہوئے
یہ حالت دیکہکر قیصر نے دربار سے اُن کو اوٹھا دیا اگرچہ قیصر کے دل میں اسلام
کا نور پیدا ہو گیا تہا۔ مگر تخت و تاج کی تاریکی میں وہ دہندلا ہو گیا۔ بعض مورخین
کا قول ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا مگر مصلحت وقت اور خوف جان سے ایمان چہپائے
رکہا اور دنیا کو دین پر ترجیح دی۔
(۲) خسرو پرویز۔ کسریٰ ایران نصف مشرقی دُنیا کا بادشاہ تہا۔ زردشتی
مذہب رکہتا تہا۔ عبد اللہ بن حذافہ سہمی اسکے پاس جو نامہ مبارک لیکر پہنچے
اُسکی عبارت حسب ذیل تہی۔

عبارت نامہ مبارک	ترجمہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد	اللہ رحمن رحیم کے نام سے محمد رسول اللہ کیطرف
رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس	سے کسریٰ بزرگ یا رئیس فارس کے نام سلام ہو

سلام علی من اتبع الهدیٰ وآمن باللہ ورسولہ واشهد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کآفۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔	اس شخص پر جو سیدہی راہ پر چلے اور خدا اور پیغمبر خدا پر ایمان لائے۔ اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے مجھکو تمام دُنیا کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلائے۔ تو اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا ورنہ مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر رہیگا۔
مُہر (رسول اللہ محمد)	(رسول اللہ محمد)

یہ خسرو پرویز بڑے جاہ وجلال کا بادشاہ تہا۔ اس کی سلطنت میں دربار کو جو عظمت حاصل تہی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی تہی۔ عجم کا قاعدہ تہا کہ بادشاہ کو جو خط لکہا جاتا تہا اُس کے عنوان اول بادشاہ کا نام ہوتا تہا۔ مگر نامہ مبارک میں پہلے خدا کا نام اور اُس کے بعد رسول اللہ کا نام تہا۔ خسرو نے اس عنوان کو اپنی تحقیر سمجھی اور غرور سے بولا کہ ادنی شخص مجھکو یوں لکہتا ہے اور غصہ سے نامۂ مبارک چاک کر ڈالا۔ اور فوراً ہی اپنے گورنر باذن کو جو یمن میں مقرر تہا حکم بہیجا کہ کسی شخص کو حجاز بہیجو جو اس نئے پیغمبر کو گرفتار کرکے میرے دربار میں حاضر کرے باذن نے خسرو کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ رسول صلعم کی گرفتاری کے لئے ایک مختصر فوجی دستہ مامور کیا اور اُس پر[۱] دو افسر جن کے نام بابویہ اور دوسرے کا نام خرخسرہ تہا مقرر کئے۔ جب یہ فوجی دستہ طائف پہونچا تو اہل

[۱] ان دونوں ایرانیوں کی ڈاڑہی منڈہی اور لمبیں بڑہی ہوئی کمر میں زرین پٹکا ہوتا تہا۔

طائف بہت خوش ہوئے کہ اب محمدؐ ضرور تباہ و برباد ہو جائے گا کیونکہ شہنشاہ ایران نے گستاخی کی سزا میں گرفتاری کا حکم دیا ہے۔

جب یہ افسر نبی صلعم کی خدمت میں مدینہ پہونچے اور خسرو کا حکم سُنایا تو رسول صلعم نے فرمایا کہ وہ کل پہر حاضر ہوں دوسرے روز جب یہ لوگ حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری گرفتاری کا حکم دیا ہے آج رات موت نے خود اسکو گرفتار کر لیا۔ اور وہ ہلاک ہو گیا اب تم جا کر تحقیقات کرو۔ افسر یہ خبر سنکر یمن کو لوٹ گئے وہاں کے گورنر کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تہی کہ خسرو کو اسکے بیٹے شیرویہ نے رات کو قتل کر ڈالا اور خود تخت نشین ہو گیا اور یہ بہی حکم تھا کہ کسی سے اب تعرض نہ کرو۔

اب باذن کے دل میں نبی صلعم کی وقعت اور عزت پیدا ہو گئی اور مزید رسول صلعم کی عادات و اطوار اور تعلیم کی تحقیقات کی اور بعد تحقیقات مسلمان ہو گیا اوس کے درباری اور ملک کا اکثر حصہ بہی اُسکے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

عبداللہ بن خدافہ جو رسول صلعم کا نامہ لے کر گئے تہے جب واپس آئے تو بیان کیا کہ شہنشاہ ایران نے نامہ مبارک چاک کر ڈالا یہ سن کر نبی صلعم نے فرمایا کہ اُسنے اپنی قوم کے فرمان سلطنت کو چاک کر دیا۔

اس کہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس واقعہ سے پیشتر پانچہزار برس سے جو حکومت تہی اور جس کی فتوحات بارہا یونان اور روما کو نیچا دکہا چکی تہی پاش پاش ہو کر غارت ہو گئی۔ اور اس وقت اس سلطنت کا کسی جگہ نام و نشاں بہی نہیں ہے۔

(۳) ایک خط جو مقوقش والی مصر کے نام حاطب بن بلتعہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ اُس کو دیکھ کر اوس نے نہایت تعظیم و تکریم کی اور خلوت میں بلا کر تمام اوصافِ حمیدہ سنے اور کہا کہ بے شک وہ نبی سچا ہے جس کی تصدیق حضرت عیسیٰ نے فرمائی ہے مگر بظاہر مسلمان نہوا رسول صلعم کا جو خط مقوقش کے نام تھا اوسکی عبارت حسب ذیل ہے۔

عبارت خط	ترجمہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ من محمد عبد اللہ و رسولہ الی المقوقش عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایہ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم کل القبط یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا اشھدوا بانا مسلمون	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ اللہ کے بندے اور اوس کے رسول محمدؐ کی جانب سے مقوقش کے نام جو سردار قبط ہے۔ سلام اوس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہوجا اور تو بچ جائیگا اللہ تجھ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر تو مُنہ پھیر جائے تو تجھ پر قبطیوں (مصریوں) کا گناہ ہے۔ اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں اور نہ اوس کے ساتھ کسی کو شامل کریں اور ہم میں سے بعض لوگ خدا کو چھوڑ کر

مہر (اللہ رسول محمد)

بعض کو اپنا رب نہ بنائیں۔ پس اگر نہ مانیں تو

کہدو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں

مہر (الله رسول محمد)

سفیر نے خط دینے کے علاوہ زبانی بہی بادشاہ سے کہا کہ آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص پیدا ہو چکا ہے جو کہا کرتا تھا۔ انا ربکم الاعلیٰ "یعنی میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں" اس کہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے اسُ کو رسوا کیا اور اسپر ایسا عتاب الہی نازل ہوا کہ مال و ملک کچہ بہی نہ رہا۔ اس لئے آپ کو اس کے واقعہ سے عبرت پکڑنی چاہیئے۔

بادشاہ نے کہا کہ ہم خود ایک مذہب رکہتے ہیں اور ہم اس کو چہوڑنا نہیں چاہتے جب تک کہ دوسرا اس سے بہتر دین ہم کو نہ ملجائے حاطب نے کہا میں آپ کو دین اسلام کی طرف مخاطب کرتا ہوں جو جملہ مذاہب سے افضل تر ہے۔

رسول صلعم نے ہر شخص کو دعوت اسلام فرمائی مگر قریش نے مخالفت کی اور یہود نے عداوت اور نصاریٰ نے محبت کیونکہ جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کی بشارت دی اوسی طرح عیسیٰؑ نے محمدؐ کی بشارت دی ہے قرآن کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔ جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہی قوم اوس کی امت سمجہی جاتی ہے اس لئے آپ پر فرض ہے کہ آپ اس پیغمبر کی اطاعت کریں جسکا زمانہ آپ کو ملا ہے اور آپ یہ سمجہ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیحؑ کے مذہب ہی

کی طرف بلاتے ہیں۔

مقوقش والی مصر نے جواب دیا کہ مجھ میں ابھی تک کوئی رغبت لانے والی بات پیدا نہیں ہوئی اگرچہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ محمدؐ نہ تو ساحر ہے نہ کاہن اور نہ کاذب بلکہ جو کچھ اُن میں علامات موجود ہیں وہ سب نبوت کی موجود ہیں میں اس معاملہ میں مزید غور کروں گا۔ پھر آنحضرت صلعم کے خط کو ہاتی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر اور اپنی مُہر لگا کر خزانہ شاہی میں رکھوا دیا۔

بہت سے انقلابات کے بعد یہ خط قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس وقت خزانہ ٹرکی میں محفوظ ہے۔ جس کی اصلی نقل ناظرین کے لئے پیش کی جاتی ہے جس کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے اور چودہ سو برس کے خط کی شان اور رسول صلعم کا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ اس خط میں صرف مُہر دست مبارک کی لگی ہوئی ہے۔ باقی خط کی عبارت دوسرے صحابی کی ہے یہ خط اکثر جگہ سے کرم خوردہ ہوگیا ہے جس کے نشانات فوٹو میں موجود ہیں اس لئے پوری عبارت اوس کے مقابل لکھدی گئی ہے۔

رسول صلعم کے خط کے جواب میں مقوقش والی مصر نے جو خط عربی زبان میں لکھ کر روانہ کیا اُس کی عبارت حسب ذیل تھی۔

عبارت خط مقوقش

عبارت	ترجمہ
لمحمد بن عبداللہ من المقوقس عظیم القبط	محمدؐ بن عبداللہ کے نام مقوقس سردار قبط

سلام علیک۔ اما بعد فقد قرأت کتابک
وفھمت ما ذکرت فیہ وما تدعو الیہ و
قد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن
انہ یخرج بالشام وقد اکرمت رسولک
وبعثت الیک بجاریتین لھما مکان
فی القبط عظیم وبکسوۃ واہدیت
الیک بغلۃً لترکبھا والسلام علیک ○

کی طرف سے سلام علیک کے بعد میں نے آپ
کا خط پڑہا اور اُس کا مطلب سمجھا مجھکو اِس
قدر معلوم تہا کہ ایک پیغمبر آنے والے ہیں لیکن
میں سمجھا تہا کہ وہ ملک شام میں ظہور کریں گے
میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں[1]
بہیجتا ہوں۔ جن کی قبطیوں (یعنی مصر کی قوم)
میں بہت عزت کی جاتی ہے اور میں آپ کے
لئے کپڑا اور سواری کا ایک خچر بہیجتا ہوں۔

اگرچہ مقوقش نے رسول صلعم کے خط کی سب سے زیادہ عزت کی مگر بظاہر مسلمان
نہیں ہوا۔ خط کے ساتھ بطور تحفہ دو کنیزیں جس میں ایک کا نام ماریہ قبطیہ
اور دوسری کا نام سیرین تہا مع ایک غلام اور بیس جامہ دابرا اور ہزار مثقال
سونا اور ایک اونٹ سفید رنگ جس کا نام یعفور تہا اور ایک خچر جس کا نام
دلدل تہا حاطب بن بلتعہ کے سپرد کیا۔
اور حاطب کو پانچ پوشاک اور سو مثقال سونا عنایت کرکے رسول صلعم کی

[1] عربی میں جاریہ لڑکی کو بہی کہتے ہیں اور لونڈی کو بہی مگر مقوقش نے لفظ جاریہ کے بعد جو
یہ الفاظ لکہے ہیں کہ مصریوں میں ان کی بہت عزت ہے پس یہ الفاظ لونڈیوں کی شان میں
استعمال نہیں ہو سکتے اس لئے اس کا ترجمہ لڑکی کیا گیا ہے۔ اکثر مورخین ماریہ قبطیہ کو
لونڈی کہتے ہیں مگر نجاشی کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ وہ ہرگز لونڈیاں نہ تہیں۔

خدمت میں روانہ کیا۔ قاصد یہ سب سامان لیکر مدینہ روانہ ہوا اور تمام تحفے رسول صلعم کی خدمت میں پیش کئے۔ ان میں جو ایک ماریہ قبطیہ تہیں ان سے نبی صلعم نے عقد کر لیا۔ چنانچہ ابراہیم فرزند رسول صلعم انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے تہے اور دوسری سیرین حضرت حسان کو دی گئیں۔ خچر جس کا نام دُلدُل تہا اپنی سواری کے لئے رکہا گیا جس کا ذکر اکثر کتب احادیث میں آتا ہے۔ جنگ حنین میں اسی دُلدُل پر آپؐ سوار تھے۔ بعد رسول صلعم کے یہ دُلدُل حضرت علی کے پاس رہا۔ اور اسی رعایت سے آپ کو دُلدُل سوار بہی کہتے ہیں اور ان کے بعد جناب امام حسینؑ کی سواری میں معاویہ کے زمانہ تک رہا۔ ماریہ قبطیہ اور سیرین بقول طبری حقیقی بہنیں تہیں۔ حاطب بن بلتعہ کی تعلیم سے یہ دونوں عقد سے پہلے مسلمان ہو چکی تہیں۔

(۴) **اصحم بن ابجر** بادشاہ حبش ملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ رسول صلعم کا فرمان مبارک لے کر پہونچے یہ بادشاہ عیسائی تہا۔ نامہ مبارک رسول صلعم کی عبارت حسب ذیل تہی (طبری)

عبارت نامۂ مبارک	ترجمہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملک الحبشہ۔ سلم انت فانی احمد الیک اللہ الملک القدوس السلام المومن المھین۔ و اشھد ان عیسیٰ ابن مریم روح اللہ و کلمتہ،	خدا کے نام سے جو بڑی رحمت والا اور کمال رحم والا ہے۔ یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجہے سلامتی ہو میں پہلے اللہ کی ستایش کرتا ہوں

القاها الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ
فحملت بہ عیسیٰ فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ
کما خلق آدم بیدہٖ ونفخہ وانی ادعوک
الی اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ والموالاۃ
علےٰ طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی
جاءنی فانی رسول اللہ۔

وقد بعثت الیک ابن عمی جعفراً و
نفراً معہ من المسلمین۔ فاذا جاءک
فاقرہم۔ ودع التجبر۔ فانی ادعوک
وجنودک الی اللہ فقد بلغت ونصحت
فاقبلوا نصحی۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

جو ملک۔ قدوس۔ سلام مومن اور مہیمن ہے اور
ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی مخلوق اور
اسکا حکم ہیں۔ جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا
گیا اور انہیں عیسیٰ کا حمل قرار پایا۔ خدا نے عیسیٰ
کو اپنی روح اور نفخ سے اسیطرح پیدا کیا جیسا کہ آدم
کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت
یہ ہے کہ تو خدا پر جو تنہا اور لاشریک ہے ایمان لے آ اور ہمیشہ
اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا
سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔
میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچازاد بھائی جعفر کو مسلمانوں
کی ایک جماعت کیساتھ بھیج چکا ہوں تم اُسکو آرام سے
ٹھیرالینا اور تم غرور چھوڑ دو کیونکہ میں تمکو اور تمہارے دربار کو
خدا کیطرف بُلاتا ہوں دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا
دیا اور تمکو اچھی طرح سمجھا دیا اب مناسب ہے
کہ میری نصیحت مان لو سلام اوس پر جو
سیدہی راہ چلتا ہے۔

محمد رسول اللہ

مہر

محمد رسول اللہ

نجاشی بادشاہ حبشہ رسول صلعم کے اس فرمان مبارک کو پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔ کیونکہ اوس کے دل میں پہلے سے ہی رسول صلعم کی وقعت تھی اور بہت کچھہ نبی صلعم کی نسبت سُن چکا تھا۔ اور جواب میں رسول صلعم کو جو خط لکھا اوس کی عبارت حسب ذیل تھی۔

عبارت خط نجاشی شاہ حبشہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم بن الجبر سلام علیک یا نبی اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ من اللہ الذی لا الہ الا ہو۔ الذی ہدانی الی الاسلام۔ اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ فی ما ذکرت من امر عیسیٰ فورب السماء والارض ان عیسیٰ ما یزید علی ما ذکرت ثفروقاً۔ انہٗ کما قلت وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا۔ وقد قربنا ابن عمک و اصحابہ۔ فاشہد انک رسول اللہ صادقاً۔ مصدقاً وقد بایعتک وبایعت ابن عمک و اسلمت علی یدیہ للہ رب العالمین وقد بعثت الیک یا نبی اریحا بن الاصحم بن الجبر

ترجمہ

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان اور نہایت رحم والا۔ محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن الجبر کی طرف سے اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی۔ رحمت اور برکت ہو۔ اوسی خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت کی ہے اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا۔ عیسیٰ کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے بخدائے زمین اور آسمان وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

ہم نے آپ کی تعلیم سیکھہ لی اور آپ کا چچازاد بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں

فانی لاAملک الا نفسی وان شئت ان
اتیک فعلت یا رسول اللہ فانی اشہد
ان ما تقول حق۔
والسلام علیک یا رسول اللہ

دستخط
نجاشی اصحم بن ابجر بادشاہ حبش

سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے
ہیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں میں نے آپ کے
چچا زاد بھائی کے ہاتھ پر حضور کی بیعت اور اللہ تعالیٰ
کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے اور میں حضور کی
خدمت میں اپنے فرزند آرہا کو روانہ کرتا ہوں میں
تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں اگر حضور کا منشا یہ ہوگا
کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہوں گا
کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ جو کچھ حضور فرماتے ہیں
وہی سچ ہے۔
اے خدا کے رسول آپ پر سلام۔

حضرت جعفر طیار معہ اکثر مسلمانوں کے ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور اس وقت تک یہیں موجود تھے۔ نجاشی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور نجاشی نے اپنے بیٹے کو معہ دیگر ساٹھ مصاحبوں کے رسول صلعم کی خدمت میں روانہ کیا مگر افسوس یہ ہوا کہ یہ سفارت کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا۔[1]

جو لوگ ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے ان میں حضرت ام حبیبہؓ یعنی امیر معاویہ کی بہن بھی تھیں ان کے خاوند کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے رسول صلعم نے نجاشی کو لکھ بھیجا کہ ام حبیبہؓ کو شادی کا پیغام دے دو اور میرے پاس بھیجدو خالد بن سعید بن العاص اس کار خیر کے لئے مقرر

[1] طبری۔ ۱۲

کیے گئے انہوں نے رسول صلعم کی طرف سے ایجاب وقبول ادا کیا اور نجاشی نے نبی صلعم کی طرف سے چار سو اشرفیاں مہر کی ادا کر دیں اور ان کو روانہ مدینہ کر دیا۔ نبی صلعم اس وقت خیبر میں تھے۔ آپؐ نجاشی کے حالات اکثر دریافت فرمایا کرتے تھے۔

اکثر ارباب سیر لکھتے ہیں کہ نجاشی نے ۹ھ ہجری میں وفات پائی جب کہ رسول صلعم موتہ میں تشریف رکھتے تھے یہ خبر سن کر آپ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی مگر یہ بیان صحیح نہیں جس نجاشی کا انتقال کہ ۹ھ ہجری میں ہوا ہے جو نجاشی سابق تھا۔

(۵) **منذر بن حارث غسانی** جو رئیس حدود شام تھا اوس کے پاس **شجاع بن وہب** نامۂ مبارک لے کر پہونچے یہ رومیوں کے ماتحت گرد نواح کے عربوں پر حکومت کرتا تھا۔ جب اس کو نامہ اقدس دیا گیا تو بہت بگڑا اور بولا کہ میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا اور تمہارے پیغمبر کو دیکھ لوں گا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا مسلمان ہر وقت اس جرم کے پاداش میں حملہ کے منتظر رہتے تھے اور بالآخر اسی بنا پر موتہ اور تبوک وغیرہ کی لڑائیاں مسلمانوں کے سامنے پیش آئیں مگر سفیر کو باعزاز واپس کر دیا اور مسلمان نہوا۔

(۶) رسول صلعم نے علاوہ بادشاہوں کے جو رؤسا عرب کو خط لکھے تھے ان کے جواب مختلف آئے۔ **ہوذہ بن علی** جو یمامہ کا رئیس تھا اور عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ اس کے پاس جب **سلیط بن عمر** نامہ مبارک لے کر پہونچے تو پڑھکر بولا کہ جو باتیں اس میں لکھی ہیں وہ نہایت عمدہ ہیں اور میں تمہارے

نبی کی ہر طرح سے اطاعت کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ حکومت میں میرا بھی حصہ تسلیم کر لیا جائے۔ نبی صلعم سے یہ جواب کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسلام ہوس ملک کے لئے پیدا نہیں ہوا ہے حکومت تو بڑی چیز ہے اوس کو اسلامی زمین کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ہوذہ بن علی اس جواب دینے کے کچھ دن بعد ہلاک ہو گیا۔

(۷) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا اور شہنشاہ فارس کا خراج گذار تھا۔ علاء بن الحضرمیؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے یہ خط کو پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کی رعایا کا کچھ حصہ بھی مسلمان ہو گیا اور اس نے رسول صلعم کے خط کے جواب میں لکھا کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو قبول کر لیا اور بعض نے انکار۔ میرے زیر حکومت یہودی۔ مجوسی۔ عیسائی سب ہی لوگ ہیں انکی نسبت کیا ارشاد ہے۔ رسول صلعم نے خط سنکر جواب ذیل لکھا۔

عبارت خط رسول صلعم	ترجمہ
من ینصح انما ینصح لنفسہ من اقامہ علی یھودیۃ او مجوسیۃ فعلیہ الجزیہ۔	جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لئے۔ جو یہودیت یا مجوسیت پر قایم رہے وہ جزیہ دیا کرے۔

(۸) عمرو بن عاصؓ نامہ مبارک لیکر ملک عمان جیفر اور عبید فرزندان جلندی کے پاس پہونچے۔

عمرو جب عمان پہونچے تو اول عبید سے ملے یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم اور خوش مزاج تھا اوس سے عمرو نے بیان کیا کہ میں مدینہ سے

آیا ہوں اور محمد صلعم کا خط آپ کے بھائی کے نام لایا ہوں۔
عبد نے کہا کہ میرا بھائی مجھ سے بڑا اور سردار قوم ہے میں تم کو اس سے ملا دوں گا۔ مگر آپ یہ تو فرمائیے کہ کام کیا ہے۔ اور کس بات کی دعوت دیتے ہو۔ عمرو نے کہا خدائے واحد کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں بلاتا ہوں اور اس شہادت کی طرف کہ محمدؐ خدا کا رسول ہے۔ عبد نے کہا۔ عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہارے باپ کون تھے اور انھوں نے کیا کیا تاکہ میں اس کا نمونہ پیش کرسکوں۔

عمرو بن عاص نے کہا وہ تو بغیر اسلام قبول کئے ہوئے مر گئے کاش وہ ایمان لاتے اور نبی صلعم کی راستبازی کا اقرار کرتے میں بھی اپنے باپ کے مذہب پر تھا مگر خدا نے مجھے ہدایت کی اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

عبد۔ تم محمدؐ کے کب سے معتقد ہو۔

عمرو بن عاص۔ تھوڑے زمانہ سے۔

عبد۔ کس جگہ معتقد ہوئے۔

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں اور وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

عبد۔ رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

عمرو بن عاص۔ کسی نے کچھ بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ رعایا بھی مسلمان ہوگئی۔

عبد۔ کیا پادریوں نے بھی نجاشی کو نہیں سمجھایا۔

عمرو بن عاص۔ سمجھایا مگر اثر نہ ہوا۔

عبد۔ ذرا سمجھ کر کہو کیونکہ جھوٹ سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی ذلت کی

بات نہیں۔

عمرو بن عاص۔ اسلام میں جھونٹ بولنے کی ممانعت ہے اسلئے میں جو کچھ کہوں گا وہ قطعی سچ ہوگا۔

عبید۔ ہرقل نے بھی کچھ نجاشی سے نہیں کہا۔

عمرو بن عاص۔ نجاشی نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود ہرقل کو لکھہ دیا کہ میں اب آزاد ہوں اور اب بطور خراج ایک حبّہ میں نہ دونگا۔

عبید۔ پھر ہرقل نے اس کا کیا جواب دیا۔

عمرو بن عاص۔ ہرقل صاحب فہم ہے جب اوس کے بھائی نباق نے کہا کہ نجاشی اس سلطنت کا ادنیٰ غلام ہے۔ اور ایسا آپ کو جواب لکھتا ہے تو ہرقل نے بھائی سے کہا کہ اگر اس نے اپنا قدیم مذہب چھوڑ دیا تو کیا ہوا اُسے اختیار ہے اگر مجھے شہنشاہی کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہ ہی کرتا جو نجاشی نے کیا اور اگر اس نے خراج سے انکار کیا تو سلطنت اسکی محتاج نہیں۔

عبید۔ کیا یہ بیان آپ کا صحیح ہے۔

عمرو بن عاص۔ بخدا بالکل درست۔

عبید۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے نبی کی تعلیم کیا ہے۔

عمرو بن عاص۔ وہ خدائے واحد کی پرستش کا حکم دیتے ہیں۔ زنا شراب خواری جھونٹ سے منع کرتے ہیں۔ بتوں کی پرستش کو گناہ بتاتے ہیں۔

عبید۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ اور میرا دل تو ان باتوں کے قبول کرنے کو تیار ہے کاش میرا بھائی بھی میرا ہم خیال ہوجائے تو ہم دونوں بھائی محمد صلعم کی خدمت

میں ہونیکر مسلمان ہوجائیں۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر اس نے اس دعوت اسلام کو رد کیا تو وہ اپنے ملک کے لئے سراپا باعث نقصان ہوگا۔

عمرو بن عاص۔ اگر آپ کے بھائی نے اسلام قبول کر لیا تو رسول صلعم اوس کے ملک کو اوسی کے پاس رہنے دیں گے صرف غیر مذہب رعایا سے زکوٰۃ لے کر یہاں کے غربا پر تقسیم کر دیا کریں گے۔

عبد۔ یہ طریقہ تو عمدہ ہے۔ مگر زکوٰۃ سے کیا مطلب ہے۔

عمرو بن عاص نے زکوٰۃ اور صدقہ کے تمام مسائل بتائے۔

عبد۔ نے کہا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلام کے اس اصول کو میرے لوگ تسلیم کریں یا نہ کریں۔

عمرو بن عاص۔ چند روز وہاں ٹھیرے عبد اپنے بھائی کو روز کی گفتگو سے اطلاع دیدیا کرتا تھا۔

ایک روز بادشاہ نے عمرو بن عاص کو سر دربار طلب کیا چوبداروں نے عمرو بن عاص کے بازو پکڑ کر پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو۔ یہ بیٹھنے لگے تو چوبداروں نے ٹوکا۔ پھر بادشاہ نے کہا مت دخل دو بیٹھنے دو۔ عمرو بن عاص نے رسول صلعم کا خط جس پر مہر ثبت تھی پیش کیا۔

جیفر نے خط کھولا اور پھر پڑھ کر بھائی کو دیا۔

جیفر نے کہا قریش کا کیا حال ہے۔

عمرو بن عاص۔ قریب قریب سب نے اطاعت قبول کر لی۔

جیفر۔ تمہارے نبی کے ہمراہ رہنے والے کون لوگ ہیں۔

عمرو بن عاص۔ وہی لوگ جنہوں نے اسلام کو بخوشی قبول کیا ہے اور محمدؐ کے پیچھے اپنے تمام کفار عزیزوں کو چھوڑ دیا۔

جیفر۔ تم مجھ سے کل پھر ملنا۔

عمرو بن عاص۔ دوسرے دن بادشاہ کے بھائی سے ملے وہ بولا اگر ہمارے ملک کو صدمہ نہ پہونچا تو میرا بھائی مسلمان ہو جائیگا۔

عمرو بن عاص۔ پھر بادشاہ سے ملے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ پر خوب غور کر لیا ہے۔ دیکھو میں ایسے شخص کی اطاعت کرتا ہوں جس کی فوج میرے ملک تک نہیں پہونچ سکتی اور اگر کسی طرح پہنچ بھی جائے تو میں اس سے ایسا مقابلہ کر سکتا ہوں کہ کبھی اس کو سابقہ نہ پڑا ہو۔ تو ایسی حالت میں میرے اسلام لانے پر مجھ کو لوگ کمزور سمجھیں گے مگر جو امر کہ میں نے طے کر لیا ہے وہ کل بتاؤنگا۔

دوسرے روز بادشاہ نے ان کو بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور رعایا کے بھی بہت لوگ مسلمان[۱] ہو گئے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چند رئیسان یا والیان ملک کے نام بھی اس جگہ درج کر دئے جائیں جنکو رسول صلعم کے مقرر کردہ منادانِ اسلام سے اسلام کی خوبیاں معلوم ہوئیں اور وہ مسلمان ہو گئے۔

(۱) ثمامہ۔ جو نجد کا حکمراں تھا اسی سال مشرف بہ اسلام ہوا اور اُسکے زیر اثر رعایا بھی مسلمان ہو گئی۔

---

[۱] زاد المعاد - ۱۲

(۲) جبلہ عرب کی مشہور سلطنت غسّان کا سردار تھا شروع ۸ ہجری میں مسلمان ہوگیا۔

(۳) فروہ بن عمرو خزاعی جو علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا مسلمان ہوگیا۔ قیصر کو جب معلوم ہوا تو اس کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ فروہ نے کہا اسلام ایسی چیز نہیں جو چھوڑ دیا جائے۔ قیصر نے اس کو قید کیا اور جب اسلام ترک نہ کیا تو گردن ماردی۔

(۴) اکیدر۔ دومۃ الجندل کا رئیس تھا۔ بعد تحقیقات ۹ ہجری میں مسلمان ہوگیا۔

(۵) ذی الکلاع حمیری کی حکومت طائف اور یمن کے اکثر اضلاع میں تھی اور زبردست قبیلہ حمیر کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔ یہ اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا اور لوگ اس کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اسلام کی خوبیوں نے اس کے دل میں جگہ کی اور مسلمان ہوگیا اور مسلمان ہوتے ہی اٹھارہ ہزار غلام آزاد کردئے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آگیا اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگا۔

اسلام کی مزید ترقیاں

رسول صلعم نے اسلام کی اشاعت مختلف ذریعہ سے کی تھی اور جس حسن و خوبی سے کی تھی اس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔

(۱) شاہانِ وقت کو بذریعہ خطوط اسلام کی دعوت دینا۔ (۲) چھوٹے چھوٹے

حکمرانوں کے پاس سفیر بھیجنا۔ (۳) بڑے بڑے قبائل کے سرداروں کے پاس ایلچی روانہ کرنا۔ (۴) عام راہ گزر پر واعظین کا مقرر کرنا۔ غرضکہ یہ تمام صورتیں ایسی تھیں جو کسی نبی کے زمانہ میں واقع نہیں ہوئیں۔ رسول صلعم کو جن مدافعانہ جنگوں میں مجبوراً شامل ہونا پڑا وہ محدود دائرے میں تھیں مگر اسلام کی اشاعت کا دائرہ ایسا وسیع تھا کہ آج کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا جس کا یہ اثر ہوا ہو جسطرح کہ عرب جیسے سخت خارہ زمین میں اسلام کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اور دور دراز تک زمین سیراب ہو گئی۔ اس طریقۂ اشاعت نے عوام پر یہ اثر ڈالا کہ ہر چہار طرف سے لوگ رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ جن جن قبائل کے وفد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اِن کے نام معہ مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

(۱) وفد دوس۔ طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام کا ذکر پیشتر آچکا ہے جب یہ اپنے وطن گئے تو رسول صلعم سے کہا کہ میری قوم کے لئے دعا فرمائیے کہ وہ بھی مسلمان ہو جائے آپ نے فرمایا اے خدا طفیل کو ایک نشان عنایت فرما طفیل گھر پہونچے تو اِن کے بڈھے باپ ملنے آئے۔ طفیل نے کہا اے ابا جان اب میں آپ کا نہیں رہا۔ کیونکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ بڈھا بولا اے بیٹا جو تیرا دین ہے وہی میرا ہے طفیل بولے اگر یہ سچ ہے تو غسل کیجئے اور پاک کپڑے پہن کر تشریف لائیے تا کہ میں کلمۂ طیبہ پڑھاؤں پھر ان کی والدہ آئیں اور وہ بھی اسی گفتگو کے بعد نہا دھو کر آ بیٹھیں اور مسلمان ہو گئیں۔ اب طفیل نے اپنی قوم میں وعظ شروع کیا مگر انکو زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔

رسول صلعم کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے

اس لئے وہ اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے آپ نے پھر دعا کی اور ان کو رخصت کیا اس مرتبہ طفیل نے موافق ارشاد نبی صلعم لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے برتاو کیا اور کثرت سے آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے یہ ان سب کو لیکر رسول صلعم کی خدمت میں پہونچے اور یہ لوگ دیدار نبی سے مشرف ہوئے۔ جب طفیل دوس خاندان کے لوگوں کو یمن سے لیکر خیبر پہونچے اور حضرت جعفر حبش کے نومسلموں کو لیکر حاضر خدمت ہوئے تو یہودیوں کی آنکھیں کھل گئیں اور یہ دیکھکر کہ اسلام اگر سچا نہ ہوتا تو ایسی دور و دراز ملکوں کے لوگوں پر اثر نہ کرتا حیرت میں پڑ گئے۔ اور اپنے مستحکم قلعوں پر بھروسا کرنا اپنی حماقت سمجھا۔

(۲) وفد صداء۔ اس اشاعت اسلام کے دو برس بعد قبیلہ صداء کا ایک سردار زیاد بن حارث حاضر ہوا اور دیکھ بھال کرکے واپس گیا اور پھر پندرہ سردار قبیلہ صداء کے لیکر خدمت صلعم میں حاضر ہوا سعد بن عبادہ ان کی تواضع کے لئے مقرر ہوئے اور بعد مسلمان ہونے کے واپس گئے اور اپنے تمام زیر اثر قبائل میں اسلام پھیلا دیا۔ کچھ دن بعد زیاد پھر آئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں اور کنواں صرف ایک ہے جو گرمیوں میں خشک ہوجاتا ہے آپ دعا فرمائیے کہ پانی کم نہ ہوا کرے آپ نے فرمایا کہ سات کنکریاں لاؤ اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ اللہ اللہ کہہ کر یہ کنکریاں ڈال دینا اور اونہوں نے ایسا ہی کیا اسکے بعد پانی اسقدر بڑھا کہ تہ کا پتہ نہ چلا۔

(۳) وفد ثقیف۔ اس خاندان کا پہلا شخص جو اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا عروہ بن مسعود ثقفی تھا اور صلح حدیبیہ میں

قریش کا وکیل تھا۔ اسلام نے اس پر اپنا اثر ڈالا اور مدینہ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ عروہ کے دس بیویاں تھیں رسول صلعم نے فرمایا اب تم چار کو رکھ سکتے ہو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہی تعمیل حکم کی اور چھ کو طلاق دے دی۔ عروہ نے اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رسول صلعم سے عرض کیا کہ مجھ کو اپنی قوم میں جانے کی اجازت دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ وہ قوم تمکو قتل کر دے گی مگر عروہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں قوم کی نگاہ میں بہت عزیز ہوں جب یہ اپنے وطن آئے تو ایک روز بالاخانہ پر نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی مردود نے ایسا تیر مارا کہ کچھ دنوں بعد انتقال ہو گیا۔ مگر ان کے وعظ نے بھی بہت کچھ ان کے دلوں پر اثر کر لیا تھا چنانچہ تین برس بعد اس قبیلہ کا ایک سردار جس کا نام عبد یالیل تھا نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا یہ عبد یالیل وہ شخص ہے جس نے طائف میں حضور صلعم پر اینٹ پتھر اور کیچڑ مٹی پھینکی تھی اور اوباش لڑکوں کو بلا کر برا بھلا کہلوایا تھا

ﻟﻪ اکثر مورخین عیسائی مسلمانوں کی کثرت ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ رسم عربوں میں قدیم سے رائج تھی۔ اسلام نے یہ احسان کیا کہ کثرت کو روک کر محدود تعداد چار کی مقرر کی اور پھر یہ شرط قایم کی کہ اگر انصاف نہیں کر سکتے تو تمہارے لئے ایک ہی کافی ہے۔ انجیل متی ۲۵ باب سے پڑھو تو لکھا پاؤ گے کہ ایک دولہ کے ساتھ دس کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے مگر حضرت مسیح نے یہودیوں کی کثرت ازدواج کو نہیں روکا۔ دوسرا اعتراض طلاق پر کیا جاتا ہے۔ مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جسٹین کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کو حاصل ہے مگر اسلام میں جو طلاق جایز ہے وہ ایسی سخت شرائط کے ساتھ ہے جسکی وجہ سے کوئی بھلا مانس طلاق نہیں دے سکتا۔ چنانچہ ان شرط نے اس رسم کو قریب قریب مٹا دیا ہے۔

جب حضور صلعم واپس آئے تو فرمایا کہ میں اس قوم پر کیوں بددعا کروں اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو ان کی آیندہ قومیں تو ضرور ایمان لائیں گی۔ اب وہی دشمن اسلام حاضر خدمت ہوئے۔ مغیرہ بن شعبہ نے عرض کیا کہ مجھ کو اپنی قوم کے عزیزوں کی تواضع اور مہمانداری کی اجازت دی جائے۔ آپ نے فرمایا میں منع نہیں کرتا مگر ان کا قیام ایسی جگہ رکھنا جہاں قرآن خوانی کی آواز ان کے کانوں تک پہنچ سکے اور نماز دیکھ سکیں۔ چنانچہ اس تدبیر سے اسلام کی صداقت کا حال ان پر روشن ہوا اور رسول صلعم کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ بعد اسلام قبول کرنے کے عبد یالیل بولا کہ ہم کو نماز سے مستثنیٰ کر دیا جائے آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں نماز نہیں اس میں کچھ نہیں پھر عرض کیا کہ ہم کو جہاد کی شرکت اور زکوٰۃ سے بھی بری کر دیا جائے آپ نے اس کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد عبد یالیل نے زنا۔ سود خواری اور شراب خواری پر گفتگو کی مگر حضور صلعم نے حکم الٰہی سنا کر اور ان کی برائی بتا کر ان کا اطمینان کر دیا۔ دوسرے روز پھر حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ میں آپ کی تمام باتیں قبول کرتا ہوں مگر اپنے قبیلہ کے رَبّہ کو کیا کروں۔ (ربّہ ان کی مورت کا نام تھا جو لفظ رب کا مونث ہے) آپ نے فرمایا گرا دو۔ اس کے ساتھیوں نے کہا ہائے ہم سے ایسا غضب نہیں ہو سکتا اگر ایسا کیا اور تباہ ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے عبد یالیل تم اپنے ہاتھ کی بنائی مورت کو اپنے سے زیادہ سمجھتے ہو۔ رسول صلعم نے فرمایا کہ اگر تم ڈرتے ہو تو میں اوس کے گرانے والے کو بھی بھیج دونگا۔ عبد کے ایک ساتھی نے کہا کہ حضورؐ ہمارے ساتھ نہ بھیجے گا بلکہ بعد میں بھیجئے گا۔ عبد یالیل نے ایک امام طلب کیا اور عثمان بن ابو العاص جو

خفیہ خفیہ تعلیم دینی حاصل کیا کرتے تھے ان کے ساتھ جانے کے لئے تجویز ہوئے جب یہ لوگ طائف پہونچے تو اول اپنا اسلام چھپایا اور کہا کہ وہ تمام بت توڑنے کی نسبت کہتے ہیں اور یہ بات دشوار ہے قوم نے کہا تو لڑو۔ مگر پھر سب نے کہا کہ محمدؐ کے ساتھ ایک لشکر عظیم ہے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تو وفد کے لوگوں نے کہا تو محمدؐ کی بات مانو جیسا کہ ہم نے مانی تو وہ لوگ تعجب سے بولے کیا تم مسلمان ہوگئے یہ بولے بیشک قوم نے کہا پھر تم نے ہم سے کیوں چھپایا نو مسلموں نے کہا اس لئے کہ اول شیطانی خیالات اور پورانا غرور تم سے نکل جائے اور اسلام کا مطلب سمجھنے کے قابل ہو جاؤ۔

کچھ عرصہ بعد خالد بن ولید پہنچ گئے اور ان کے تمام بتوں کو گرانا شروع کیا ثقیف کے تمام مرد و زن جمع ہوگئے اور اس بت شکنی کو بڑی حیرت سے دیکھنے لگے مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے انہوں نے ایک بت پر پوری طاقت سے تیر لگایا مگر اپنے زور میں خود گر گئے یہ دیکھ کر ثقفی لوگ بولے کہ ہماری دیوی نے کیسا دھکا دیا اور پھر بولے کہ تم کیسی ہی کوشش کرو مگر گرا نہیں سکتے۔ مغیرہ نے ناراض ہو کر بت خانہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور بت کو ریزہ ریزہ کر کے مندر کی دیوار پر چڑھ گئے اور اس کو بھی گرانا شروع کیا مندر کا پوجاری بولا کہ مندر کی بنیاد اس کو غارت کر دے گی مغیرہ نے جواب دیا میں بنیاد بھی اکھیڑ کر پھینک دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ تمام در و دیوار معہ بنیاد اکھیڑ کر پھینک دی۔ اور اس طرح لوگوں کے وہمی خیالات نکال کر اسلام کی بنیاد قایم کی۔

(۴) وفد عبد القیس۔ قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم قوم ربیعہ سے ہیں آپؐ نے انکی آمد پر مبارکباد دی۔

اور کہا ہمکو اسلام کی تعلیم دیجئے تاکہ ہم باقیماندہ لوگوں کو بھی اس کی خوبی بتائیں چنانچہ تعلیم دی گئی۔ اور چلتے وقت دریافت کیا کہ ہم کو وہ باتیں بتا دیجئے جس پر ہم لوگ عمل کرتے رہیں۔ آپؐ نے فرمایا چار باتوں پر عمل کرنا اور چار کو چھوڑ دینا۔ عمل کرنے کی چار باتیں یہ ہیں (۱) خدا کو واحد سمجھنا۔ (۲) نماز۔ (۳) روزہ۔ (۴) زکوٰۃ اور ان چار سے بچنا (۱) دُبّا (۲) حنتم (۳) نقیر (۴) مزفت یہ چاروں چیز شراب کے برتنوں کے نام ہیں اس کے بعد شراب کے نقصانات بیان کئے کیونکہ یہ قوم کثرت سے شراب خوار تھی۔ اور فرمایا جب کوئی شراب پی لیتا ہے تو ہوش گم ہو جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس حالت میں کوئی اپنے چچازاد بھائی کو قتل کر دے۔ اتفاق یہ ہوا کہ اسی گروہ میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے حالتِ شراب میں اپنے چچازاد بھائی کو مار ڈالا تھا۔ ان ہی لوگوں میں ایک عیسائی جارود بن العلا بھی آیا تھا یہ مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھی بھی داخل اسلام ہو گئے۔

(۵) وفد بنی حنیفہ۔ ثمامہ بن اثال ان کے علاقہ میں لبطور واعظ بھیجے گئے تھے ان کی کوششوں نے اس قبیلہ کو اسلام کی طرف رغبت دلائی اور مدینہ آکر مسلمان ہو گئے۔ ان ہی لوگوں میں مسیلمہ کذاب بھی تھا جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا نبی صلعم سے کہا کہ اگر آپ مجھکو اپنا جانشین بنا دیں تو میں بیعت کر لوں آپؐ نے اپنے ہاتھ کی کھجور کی چھڑی دکھا کر فرمایا کہ میں تو اس لکڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اگر بیعت نہ کرے گا تو خدا تباہ کرے گا۔ مسیلمہ اگرچہ نبوت کا مدعی تھا مگر نبی صلعم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا اس سے شاید اس کا یہ مطلب ہو کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ مسیلمہ نے رسول صلعم

کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد کو واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے آپ پر سلام۔ نبی صلعم نے اسکا یہ جواب دیا۔

خدا کے نبی محمد کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو معلوم ہو کہ زمین خدا کی ہے وہ جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہے سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے۔ رسول صلعم نے یہ خط حبیب بن زید کے ہاتھ روانہ کیا مگر مسیلمہ نے انکے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے۔[1]

(۶) وفد طے۔ قبیلہ طے کی طرف سے زید الخیل نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد مختصر گفتگو کے یہ اور اس کے ہمراہی سب مسلمان ہو گئے۔

(۷) وفد اشعریین۔ قبیلہ اشعریہ جو اہل یمن تھے اس کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے رسول صلعم نے فرمایا کہ اہل یمن آئے ہیں جن کے دل نرم اور ضعیف ہیں یہ سب لوگ دوسرے دن مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(۸) وفد ازد۔ قبیلہ ازد کے سات شخص حضور صلعم میں حاضر ہوئے رسول صلعم نے ان کی قطع و وضع کو پسند فرمایا۔ پوچھا کون ہو وہ بولے مومن فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ عرض کیا وہ پندرہ ہیں پانچ وہ جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے صحابی نے دیا ہے وہ یہ ہیں۔

---

[1] فتوح البلدان میں مسیلمہ پر حضرت ابوبکر نے فوج کشی کی تھی یہ وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا جو حمزہ کا قاتل تھا وحشی کہا کرتا تھا کہ میں نے ایام کفر میں ایک جلیل القدر مسلمان کو مارا اور ایام اسلام میں ایک کاذب رسول کو مارا اسلئے پچھلے خون کی تلافی ہو گئی۔ ۱۲

(۱) خدا کو واحد سمجھنا۔ (۲) نماز۔ (۳) زکوٰۃ۔ (۴) روزہ۔ (۵) حج۔ اور پانچ وہ جو ایمان کے متعلق ہیں۔ (۱) خدا۔ (۲) رسول (۳) فرشتے (۴) قرآن پر ایمان لانا۔ (۵) مرنے کے بعد جی اٹھنے کو سچ سمجھنا۔ اور پانچ وہ باتیں ہیں جن کو ہم پہلے سے مانتے چلے آئے ہیں وہ یہ ہیں (۱) خوشحالی میں شکر کرنا۔ (۲) مصیبت میں صبر کرنا۔ (۳) حکم الہی پر رضامند ہونا (۴) آزمائش کے وقت سچا رہنا۔ (۵) دشمن کو برا نہ کہنا آپؐ نے فرمایا یہ جس کی تعلیم ہے وہ حکیم و عالم تھے اور ان کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نبی تھے۔ اچھا تم پانچ باتیں اور شامل کر لو پھر تمہارے پاس بیس ہو جائیں گی۔

(۱) وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھا نہ سکو (۲) وہ مکان نہ بناؤ جس میں رہ نہ سکو (۳) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جن کو کل چھوڑ دو (۴) خدا کا تقوی رکھو جہاں جانا ہے (۵) ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں۔ ان لوگوں نے سب کو تسلیم کیا اور پورا پورا عمل کیا۔[1]

(۹) **سفارت فردہ بن عمرو۔** قسطنطنیہ کی حکومت میں عرب کا جس قدر شمالی حصہ تھا اسپر فردہ بن عمرو گورنر تھا یہ رسول صلعم کا نامہ مبارک دیکھکر مسلمان ہو گیا اور رسول صلعم کی خدمت میں ایک سفید خچر بطور نذر بھیجا۔ جب بادشاہ کو خبر لگی تو اسکو اسلام چھوڑنے کے لئے لکھا مگر اسنے انکار کیا اس پر یہ قید ہوا اور پھر شہر فلسطین میں عفرا نامی تالاب پر پھانسی دیدی گئی۔ مگر اسلام کا تخم اپنے تمام علاقہ میں بو گیا۔

---

[1] زاد المعاد۔ ۱۲

(۱۰) وفد ہمدان۔ یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا یہاں اول حضرت خالدؓ بھیجے گئے تھے مگر اسلام نہ پھیلا ان کے بعد حضرت علیؓ گئے اور ان کی تعلیم اور فیضان صحبت سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا حضرت علی کا خط جب رسول صلعم نے سنا تو سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا السلام علی ہمدان۔ اور مدینہ آکر یہ سب لوگ دیدار نبی سے مشرف ہوئے۔

(۱۱) وفد طارق بن عبد اللہ۔ طارق کا بیان ہے کہ میں ایک روز مکہ میں کھڑا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو اور دوسرا شخص اوس کے پیچھے کنکریاں مارتا اور کہتا جاتا ہے کہ ہرگز یہ لفظ مت کہنا یہ شخص جھوٹا اور فریبی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ دونوں کون ہیں لوگوں نے کہا کہ یہ بنی ہاشم کے خاندان سے ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور دوسرا اسکا چچا ابو لہب ہے اسکا اثر دل پر ہوا اور اس واقعہ کو زمانہ گذر گیا جب طارق مدینہ میں کھجوریں خریدنے آیا اور شہر میں داخل ہوا تو ایک شخص کو دو پرانی چادر پہنے دیکھا اُس نے سلام کر کے پوچھا کہاں سے آئے کہاں جاؤ گے طارق نے جواب دیا ربذہ سے کھجوریں خریدنے آیا ہوں۔ اُوس شخص نے میرا سرخ اونٹ دیکھکر کہا کیا یہ فروخت کرتے ہو میں نے کہا ہاں اور قیمت بتادی وہ بغیر کچھ کم و بیش کئے مہار پکڑ کر لے گیا۔ اسکے جانے کے بعد مجھے اس اجنبی شخص کا خیال ہوا کہ کہیں قیمت نہ ماری جائے قافلہ میں ایک سردار کی عورت موجود تھی اوس نے کہا کہ میں نے اوس کا روشن چہرہ دیکھ لیا ہے اگر وہ قیمت نہ دیگا تو میں دونگی اتنے میں ایک شخص آیا اور قیمت کی

لہ زاد المعاد - ۱۲۰

کھجوریں دے کر کہا کہ یہ نبی صلعم نے بھیجی ہیں جب وزن کیا تو درست پایا اس کے علاوہ اس نے اور کھجوریں پیش کیں اور کہا کہ یہ آپ کے کھانے کے واسطے ہیں کھجوریں کھا کر جب یہ شہر میں داخل ہوا تو نبی صلعم کو وعظ دیتے سُنا کہ خیرات عمدہ چیز ہے اسکو دیا کرو اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اس وعظ اور حالت کو دیکھکر یہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

(۱۲) وفد تجیب۔ قبیلہ تجیب کے ۱۳ مسلمان شخص خدمت نبی میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کی طرف سے زکوٰۃ پیش کی آپ نے فرمایا۔ وہیں کے غربا پر تقسیم کردو انہوں نے کہا کہ بعد تقسیم یہ مال بچا ہے۔ حضرت ابو بکر نے ان لوگوں کی بہت تعریف کی رسول صلعم نے فرمایا۔ خدا جس کی بہتری چاہتا ہے اُس کے سینہ کو نور ایمان سے بھر دیتا ہے۔ ان کی درخواست پر نبی صلعم نے ان کی تعلیم کے لئے حضرت بلال رض کو مقرر کر دیا۔ واپسی کے لئے بہت مضطربانہ طور سے اجازت مانگی صحابہ نے فرمایا ایسی کیا جلدی ہے کہا کہ ہمکو یہاں آکر جو کچھ حاصل ہوا اُس کو دوسروں پر ظاہر کرنے کے لئے دل بے چین ہے۔ تاکہ وہ بھی ان برکات اور فیض سے بہرہ ور ہوں رسول صلعم نے عطیات سے ان کو سرفراز فرمایا۔ صرف ایک لڑکا باقی رہ گیا وہ بھی بُلایا گیا اُس نے رسول صلعم سے عرض کیا کہ میرے آنے کا مقصد سب سے علیحدہ ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے اس نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ مجھے خدا بخش دے اور میرا دل غنی ہو جائے۔ آپ نے دعا دی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا کہ سنہ ۱۰ ہجری میں جب رسول صلعم حج کو تشریف لے گئے تو لوگوں سے پوچھا اس لڑکے کی کیا حالت ہے۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے کہا کہ ہمنے

آپؐ نے فرمایا کہ چھوٹا بڑوں کا خادم ہی ہوا کرتا ہے۔ خدا اسے برکت دے۔ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ وہی لڑکا قوم کا امام اور قرآن کا سب سے اچھا جاننے والا ہوا جب یہ لوگ واپس ہوئے تو کل قبیلہ مسلمان ہو گیا[1]۔

(۱۵) وفد بہراء۔ جب اس قبیلہ کے لوگ مدینہ میں آئے تو مقدادؓ کے گھر کے سامنے قیام کیا۔ مقداد ان سے ملنے آئے اور ان کو اسلام لانے پر مبارکباد کہا اور انکے واسطے حیس[2] (ایک قسم کا کھانا) تیار کرایا اور اپنے مہمانوں کے آگے رکھا اور ایک رکابی حضور صلعم کے واسطے بھیجی بنی صلعم نے کچھ کھا کر باقی واپس کر دیا۔ اب مقداد دونوں وقت وہی پیالہ مہمانوں کے آگے رکھتے اور یہ سب لوگ نہایت مزے سے سیر ہو کر کھاتے ان لوگوں نے روز یہ مزیدار کھانا کھا کر کہا کہ اے مقداد ہم تو سنا کرتے تھے کہ اہل مدینہ کی خوراک جو اور ستو ہیں مگر تم تو ہمیں یہ مزیدار کھانا روزانہ کھلاتے ہو جو آج تک ہم نے نہیں کھایا۔ مقداد نے کہا کہ یہ رسول صلعم کے انگشت مبارک کی برکت ہے جو اس کھانے میں پڑی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں کا ایمان اور تازہ ہوا اور حضور صلعم کی تعلیم پا کر اور کچھ دن قیام کر کے اپنے وطن واپس گئے۔

(۱۶) وفد عذرہ۔ صفر ۹ھ۔ اس قبیلہ کے انیس شخص جن میں حمزہ بن نعمان بھی تھا خدمت میں رسول صلعم کے حاضر ہوئے۔ بنی صلعم نے پوچھا تم کون ہو بیان کیا کہ ہم بنی عذرہ ہیں۔ جس نے قصی کو ترقی دی اور قبیلہ خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے خارج کیا اس لئے ہمکو قرابت اور نسب دونوں حاصل ہے بنی صلعم نے مبارکباد

---

[1] زاد المعاد۔ ۱۲

[2] حیس ایک عربی کھانے کا نام ہے جو کھجور اور ستو گھی میں بھونکر بنایا جاتا ہے۔

دی۔ اور فرمایا عنقریب ملک شام فتح ہو جائے گا اور ہرقل اون کے علاقہ سے بہاگ جائے گا۔

پہر رسول صلعم نے فرمایا کہ کاہنوں سے سوال نہ کیا کریں اور بجز عید الضحیٰ کی قربانی کے جو قربانیاں وہ کرتے ہیں آیندہ نہ کریں۔ یہ لوگ چند یوم مدینہ میں رہ کر واپس گئے اور انعام سے مشرف ہوئے۔[۱]

(۱۷) وفد خولان۔ جب اسلام کی خوبیوں کا شہرہ دُور تک ہو گیا تو یہ لوگ بھی جاگے اور اسلام پر ایمان لاکر حضور صلعم کی خدمت میں دس آدمی اس قبیلہ کے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نے ہمکو ہدایت دی اور اپنی تمام قوم کی طرف سے حاضر ہوئے ہیں۔ رسول صلعم نے فرمایا۔

ترجمہ۔ جس نے مدینہ آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا۔

یہ قبیلہ جس بت کی پرستش کرتا تہا اوس کا نام عم انس تہا حضور صلعم نے پوچھا عم انس کا اب کیا حال ہے ان لوگوں نے کہا کہ خدا نے ہمکو اس بت کی تاریکی سے نکالا اور اسلام کی روشنی نے اسکی پرستش کو چھڑا یا اب صرف چند بوڑہے اور بوڑہیاں رہ گئی ہیں جو پرانی لکیر کو پیٹے جاتے ہیں۔ ہم لوگ یہاں سے جاکر اب اس کو گرا دیں گے کیونکہ بہت دنوں ہم دہوکے میں رہے۔ رسول صلعم نے فرمایا کہ اس بت کا کوئی واقعہ تو سناؤ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک دفعہ سو بیل قربانی کے لئے جمع کئے اور ایک ہی روز اس کے بھینٹ چڑہا دئے اور اس کا گوشت درندوں کو دے دیا اگرچہ ہمکو گوشت کی بہت کچھ ضرورت تہی رسول صلعم نے فرمایا کہ اوس کی عزت لوگ کس قدر کرتے تھے انہوں نے کہا کہ عم انس کا

[۱] زاد المعاد - ۱۲۰

حصہ چوپایوں اور زراعت میں برابر کار کھا جاتا تھا۔ جب کوئی کھیت بوتا تو بیج کی زراعت کا حصہ عم انس کی نذر ہوتا اور کنارہ کا حصہ خدا کے نام مقرر کیا جاتا۔ اگر اتفاق سے بیچ کھیت کا حصہ خراب ہو جاتا تو خدا کا حصہ عم انس کو بدل دیتے مگر عم انس کا حصہ کبھی خدا کو نہ دیا جاتا۔ رسول صلعم نے ان کو فرائض اور ارکان اسلام سکھلائے اور خصوصیت کے ساتھ ان باتوں کی نصیحت فرمائی۔ (۱) امانت دار رہنا۔ (۲) ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا۔ (۳) عہد کو پورا کرنا۔ (۴) کسی پر ظلم نہ کرنا۔ کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی پیدا کریگا۔[1]

(۸) وفد محارب۔ اس قبیلہ کے دس آدمی وکیل بنکر نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بلال رض اُن کی خدمت کے لئے مامور ہوئے ایک دن ظہر سے عصر تک حضور صلعم نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور تعلیم دی ایک شخص کو حضور نے بغور دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے اُس نے کہا درست ہے بازار عکاظ میں جب حضور وعظ فرما رہے تھے تو وہ میں ہی کم بخت تھا جس نے اپنی جماعت سے حضور کو بُرا کہا اور نہایت بدترین الفاظ سے حضور کے کلام کو رد کیا مگر خدا کا شکر ہے کہ میں اسلام سے مشرف ہوا اور باقی وہ سب کفر کی حالت میں مر گئے اب حضور مجکو معاف فرمایئے۔ اور میرے حق میں دعائے خیر فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اسلام اُن سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو حالت کفر میں ہوئی ہوں۔[2]

(۱۹) وفد غسان۔ اس قبیلہ کے تین شخص نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد اسلام قبول کرنے کے جب اپنے وطن کو واپس گئے تو ان کو کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ ان میں کا ایک شخص اسوقت تک زندہ تھا جب کہ حضرت

---

[1] زاد المعاد۔ ۱۲ [2] زاد المعاد۔ ۱۲

ابو عبیدہ نے شام فتح کیا۔[1]

(۲۰) وفد سلامان۔ اس قوم کے سترہ شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ان ہی میں حبیب بن عمرو بھی تھے سب نے بیعت کی اور پوچھا کہ سب اعمال سے کیا چیز افضل تر ہے آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بارش نہیں ہوئی آپ دعا فرمائیے آپؐ نے دعا کی جب یہ لوگ مدینہ سے واپس گئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی دن بارش ہوئی جب حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اوٹھائے تھے۔[2]

(۲۱) وفد بنی فزارہ۔ اس قبیلہ کے دس بارہ آدمی جنگ تبوک کے بعد خدمت نبی صلعم میں حاضر ہوئے اور اسلام سے مشرف ہوئے ان کے سواری کے کمزور اونٹ دیکھکر نبی صلعم نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے ان لوگوں نے کہا کہ حضور بارش نہیں ہوئی قحط پڑ گیا۔ کھیت سوکھ گئے بال بچے بھوک سے بیتاب ہیں آپؐ خدا سے دعا فرمائیں۔ اور یہ بھی کہا کہ آپؐ ہماری سفارش خدا سے کریں خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا سب کا معبود ہے اور تنہا سب کا مالک ہے وہ کسی کی سفارش کسی سے نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ نے بارش کی دعا فرمائی۔ اس دعا کے الفاظ یہ تھے۔

ترجمہ۔ اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر۔ اپنی رحمت پھیلا دے۔ اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ اے اللہ ہمکو فریادرس بارش سے جو راحت رساں اور آرام بخش ہو جلد عنایت کر دہ دیر نہ لگائے۔ نفع پہنچائے۔ نقصان نہ کرے سیراب کرے

[1] زاد المعاد۔ ۱۲ [2] زاد المعاد۔ ۱۲

اے خدا ہمکو رحمت سے سیراب کر دے نہ عذاب اور غرق سے بھر دے الہی بارش باراں سے ہمکو سیراب کر دے اور دشمنوں پر ہمکو فتح دے۔[۵۱]

(۲۲) وفد غامد۔ اس قبیلہ کے دس آدمی مدینہ آئے اور شہر سے باہر اونٹوں کو ایک لڑکے کی نگرانی میں چھوڑ کر خدمت صلعم میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا تم اسباب کس پر چھوڑ آئے انہوں نے کہا ایک لڑکے پر آپؐ نے فرمایا وہ لڑکا تمہارے یہاں آنے کے بعد سو گیا اور ایک شخص خورجی چرا کر لے گیا ایک شخص بولا کہ حضور وہ خورجی تو میری تھی۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں وہ لڑکا جاگ اُٹھا چور کے پیچھے بھاگا اور خورجی لے آیا جب یہ لوگ اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ جیسا نبی صلعم نے فرمایا ویسا ہی ماجرا در پیش ہوا یہ سب لوگ اسی واقعہ پر صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔ ابی بن کعب ان کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ جب یہ واپس گئے تو ضروری شرائع اسلام لکھ کر ان کو دیدئے۔[۵۲]

(۲۳) وفد بنی عیش۔ اس قبیلہ کے چند شخص مسلمان ہو کر حضور صلعم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم نے واعظان اسلام سے سنا ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ ہجرت کیجئے بغیر اسلام درست نہیں۔ تو ہمارے پاس مال و متاع اور مویشی جس پر ہماری گذران ہے سب کچھ موجود ہے مگر جب ہجرت بغیر اسلام ادھورا ہے تو ہم کو اجازت دیجئے کہ یہ سب فروخت کر کے حضورؐ کی خدمت میں آجائیں۔ رسول صلعم نے فرمایا۔

ترجمہ۔ تم جہاں آباد ہو وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمہارے اعمال میں کچھ کمی نہ واقع ہو گی۔[۵۳]

---

[۵۱] زاد المعاد۔ [۵۲] زاد المعاد۔ ۱۲ [۵۳] زاد المعاد جلد اول۔ ۱۲

(۲۴) وفد بنی الحارث۔ علاقہ نجران میں خالد بن ولید اشاعت اسلام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہاں یہ قبیلہ آباد تھا۔ ان کی تعلیم سے جو لوگ مسلمان ہوئے اُن کی اطلاع رسول صلعم کو دی گئی آپؐ نے اطلاع بھیجی کہ تم واپس آجاؤ اور اپنے ہمراہ چند سرداروں کو بھی لاؤ چنانچہ اس قبیلہ کے سردار قیس بن الحصین وعبداللہ بن قراد حاضر خدمت ہوئے دوران گفتگو میں نبی صلعم نے پوچھا کہ ایام جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ مغلوب کیوں رہا انہوں نے عرض کیا کہ ہم خود کسی سے نہیں لڑے اور جب مجبوراً لڑنا پڑا تو اتفاق سے لڑے اپنی طرف سے ظلم کی ابتدا کبھی نہیں کی آپؐ نے فرمایا یہ سچ ہے بعد تعلیم واپس وطن ہوئے۔

(۲۵) وفد نجران۔ نجران کے متعلق جو روایات احادیث میں ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ عیسائیان نجران کے لوگ دو مرتبہ حضور صلعم کی خدمت میں آئے تھے۔ نبی صلعم نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط بھیجا تھا۔ جب اُسقف (بشپ) نے یہ خط پڑھا تو کانپ اُٹھا اور ہمدان کے ایک معزز شخص شرجیل بن دواعہ کو بلایا کیونکہ بغیر اس کی رائے کے حاکم یا پادری کوئی کام نہ کرتے تھے۔

اُسقف نے اسے خط دیکر کہا فرمایئے آپ کی کیا رائے ہے۔

شرجیل نے خط پڑھکر کہا کہ جناب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ خدا نے ابراہیمؑ سے وعدہ کیا ہے کہ اسمٰعیل کی اولاد میں ایک نبی ہوگا پس ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو۔ رہا نبوت کا سوال اس کی نسبت میں بالتحقیق رائے نہیں دے سکتا اگر کوئی دنیوی مسئلہ ہوتا تو کچھ بیان کرتا۔

اُسقف نے کہا آپ بیٹھ جایئے۔ اور دوسرے شخص عبداللہ بن شرجیل کو

جو قبیلہ حمیر سے تہا طلب کیا اور نامہ مبارک دکہا کر اوس سے رائے طلب کی اُسنے بہی شرجبیل کے مانند جواب دیا۔

پہر اسقف نے قبیلہ بنو الحارث سے حبار بن قیس کو بلایا اور جواب مثل سابق پایا

جب اُسقف کا مدعا پورا نہ ہوا تو اوس نے حکم دیا کہ گرجا کا گھنٹہ بجایا جائے اور اوس کے دروازوں پر ٹاٹ کے پردے ڈالدئے جائیں[ف]۔ اس گرجا کے متعلق تہتر گاؤں تہے جس میں ایک لاکہ سے زیادہ جنگجو لوگوں کی مردم شماری تہی۔ جب تمام علاقہ کے عیسائی جمع ہو گئے تو اُسقف نے نامہ مبارک سُنایا اور سب سے رائے طلب کی۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ اول شرجبیل۔ عبد اللہ اور حبار کو نبی صلعم کی خدمت میں بہیجکر وہاں کے کل حالات دریافت کئے جائیں پہر جو مناسب امر ہو اوس پر عمل کیا جائے۔

یہ تینوں شخص حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کی نسبت دریافت کیا اس درمیان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ۔ عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک ایک آدمؑ کی سی ہے خدا نے اُسے مٹی سے بنایا پہر فرمایا کہ (زندہ) ہو جا وہ زندہ ہو گیا۔ سچ بات تیرے پروردگار کی طرف سے یہی ہے اب تم اس رسی کو لمبا کہینچنے والوں میں نہ رہو۔ اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جہگڑا کرے اُس سے کہدو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح ہماری عورتیں

ف۔ ان کا دستور تہا کہ اگر کوئی مشکل پیش ہوتی تو انکو گہنٹے بجانے اور ٹاٹ کے پردے ڈالدیتے اور اگر رات ہوتی تو گہنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ جلاتے۔

اور تمہاری عورتیں - ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں پھر اکیطرف متوجہ ہوں اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں (آل عمران رکوع ۲)

ان آیات کے نزول پر رسول صلعم نے حسنؓ و حسینؓ اور حضرت فاطمہ و حضرت علی کو بھی بلوا لیا[۱۵] عیسائی سرداروں نے جب قرآن مجید کی آیات سنیں اور حسن و حسینؓ وغیرہ کو بھی موجود پایا تو حضور صلعم کے مقابل سے ہٹ کر آپس میں باتیں کرنے لگے - شرجیل اپنے ساتھیوں سے بولا کہ ان صاحب کی نسبت کوئی رائے قایم کرنا آسان نہیں ہے - کیونکہ اگر یہ بادشاہ ہے تب بھی اس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا - کیونکہ تمام عرب میں ہم ہی اس کی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ درحقیقت نبی ہے تب تو اس کی لعنت کے بعد ہمارا ٹھکانا بھی نہ رہے گا اس لئے اس کی ماتحتی قبول کر لینی چاہیئے اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اس کی رائے پر چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ یہ شخص رحم دل بہت ہے - یہ مشورہ آپس میں طے پا گیا تو رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہ ہے کہ جو کچھ حضور کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے مناسب معلوم ہو وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے -

دوسرے روز نبی صلعم نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ نے لکھا اور ابوسفیان بن حرب - غیلان بن عمرو اقرع بن حابس اور مالک بن عوف کے اس پر شہادتیں ہوئیں تیار کر کے انہیں عنایت کیا - معاہدہ کی عبارت درج کی جاتی ہے جس سے صاف صاف حضور کی فیاضی ظاہر ہے کہ آپ نے کس قدر حقوق عیسائیوں کو مرحمت فرمائے تھے -

---

[۱۵] حسنؓ و حسینؓ وغیرہ کے جمع کرنے سے رسول صلعم کا مقصد عیسائیوں کو دکھلا دینا تھا کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں - اور یہیں سے یہ پنج تن مشہور ہوئے -

معاہدہ کی عبارت

لنجران جوار اللہ و ذمۃ محمد النبی علی انفسہم وملتہم وارضہم واموالہم و غائبہم وشاہدہم وعشیرتہم و تبعہم وان لایغیر ولما کانوا علیہ ولا یغیر کلما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر ولیس علیہم ربیۃ ولادم جاہلیۃ۔ ولایحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضہم الجیش الخ

ترجمہ

اہل نجران کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی جان اور مذہب اور زمین اور مال کے متعلق ان تمام لوگوں جو حاضر یا غائب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں یا پیروکار ہیں انکی حالت اور حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی اور جو کچھ تھوڑا یا بہت اُن کے قبضہ میں ہے اُسے تبدیل نہ کیا جائے گا۔ گذشتہ زمانہ کی شبہات یا قتل کے جھگڑے انپر نہ چلائے جائینگے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائینگے۔ انسے رسد یا پیداوار زمین نہ لیجا ویگی انکے علاقہ سے فوج نہ گذرے گی۔

سند معاہدہ لیکر یہ لوگ نجران چلے گئے۔ اسقف یعنی بشپ اور دیگر رؤسا نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ سند اسقف کو دی گئی وہ چلتے چلتے ہی اس کو پڑھنے لگا۔ اس کے قریب اس کا چچا زاد بھائی **بشر بن معاویہ** اونٹ پر سوار جارہا تھا وہ بھی اس تحریر کو پڑھنے لگا اور پڑھنے میں اس قدر محو ہوا کہ کچھ اپنی خبر نہ رہی اور اونٹ سے گر پڑا۔ اس نے گرتے ہی کہا کہ خرابی ہو اُس شخص پر جس کی وجہ سے مجھے اس قدر صدمہ پہونچا۔

(یہ اشارہ رسول صلعم کی طرف تھا) اسقف بولا۔ ہوش میں آ تو کہتا کیا ہے بخدا وہ تو نبی مرسل ہے بشر بولا۔ اگر یہ بات ہے تو میں قسم کہاتا ہوں کہ میں اپنے اس اونٹ

لہ فتوح البلدان بلاذری:- ۱۲

کا پالان اب اُسی پاس جاکر کھولوں گا اور یہ کہکر اپنا رخ مدینہ کو بدل دیا اور چل دیا۔ اُسقف نے بہی اپنا اونٹ اوس کے پیچھے ڈالا اور کہا کہ ذرا ایک بات تو سُن لے اور میرا مطلب تو سمجھ لے۔ میں نے یہ فقرہ اس لئے کہا تہا کہ ان قبائل میں مشتہر ہوجائے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہم نے یہ سند حاصل کرنے میں کوئی غلطی کی ہے حالانکہ دوسرے قبائل نے اس وقت تک اُس کی فیاضی قبول نہیں کی ہے اور ہماری عزت اور طاقت اوروں سے کہیں زیادہ ہے بشر بولا اب میں کچھ نہیں سننے کا اب جو کچھ تو کہتا ہے وہ سب بناوٹ ہے جو بات سچ تہی وہ تیرے منہ سے پہلے ہی نکل گئی اور یہ کہکر اونٹ کے ایڑ لگائی اور مدینہ کا رُخ کیا۔

بشر حضور صلعم کی خدمت میں پہنچکر مشرف بہ اسلام ہوا اور بالآخر درجہ شہادت پاکر ہمیشہ کے لئے زندہ ہوگیا۔

جب یہ سب لوگ نجران پہنچے تو نجران کے گرجا کے پادری نے بہی کسی طرح یہ راہ کا قصہ سن لیا کہ ایک نبی جو پیدا ہوا ہے اُس کا خط آیا تہا۔ یہاں سے تین شخص اُس سے ملنے گئے اور اب وہ سند لے کر آئے ہیں اُسقف نے بشر سے یہ کہا اور بشر مدینہ چل دیا۔ اس پادری نے جب آتے دیکھا تو بیساختہ چلایا کہ مجھے جلد اتارو ورنہ میں گرا۔ لوگوں نے برج کے بالائی حصہ سے جہاں یہ اسوقت بیٹھا تہا نیچے اتارا اور یہ بہی چند تحائف لیکر نبی صلعم کی خدمت میں جا پہونچا اور ایک پیالہ اور ایک چادر اور ایک عصا بطور تحفہ حضور کے نذر کی یہ چادر خلفاے عباسیہ کے عہد تک محفوظ رہی۔ یہ راہب حضور کی حیات تک مدینہ میں رہا اور حضور کی تعلیم اور صحبت سے بہرہ ور ہو کر پہر نجران چلا گیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد بشپ ابو الحارث جو گرجہ کا امام تہا اور قسطنطنیہ سے

بادشاہ اس کی عزت کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات اس کی طرف منسوب کرتے تھے نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کو طیار ہوا۔ اس کے ساتھ ایہم اسی علاقہ کا جج اور عبد المسیح اس علاقہ کا گورنر اور چوبیس مشہور سردار کل ساٹھ آدمیوں کا قافلہ شیب کے ہمراہ روانہ ہوئے اور عصر کے وقت مسجد نبوی میں پہونچے چونکہ یہ وقت عیسائیوں کی نماز کا تھا اس لئے حضور صلعم نے ان سب کو مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت فرمائی انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔ بہت سے یہودی اس عیسوی گروہ کو دیکھنے آتے تھے اور کبھی کبھی مذہبی بحث بھی ہو جاتی تھی۔

ایک دفعہ رسول صلعم کے روبرو یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے عیسائی سن کر بولے وہ عیسائی تھے اس گفتگو پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ۔ ان سے کہہ دو کہ اے کتاب والو ابراہیم کے بارہ میں کیوں جھگڑتے ہو۔ توراۃ اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم تھا اس میں تو جھگڑتے ہی تھے مگر جس بارہ میں علم نہیں اس میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ ابراہیم نہ عیسائی تھا نہ یہودی وہ تو یکا موحد تھا اور مسلمان تھا اور وہ مشرک بھی نہ تھا۔ سب خلقت میں ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں جو اس کا اتباع کریں اور محمد نبی اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں خدا مومنین کا دوست ہے۔ (سورۂ آل عمران رکوع ۷)

ایک مرتبہ یہودیوں نے مسلمان اور عیسائیوں پر اعتراض کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ محمد صاحب کیا آپ کا یہ منشا ہے کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں جس طرح عیسائی حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ سن کر نجران کا ایک عیسائی بولا کہ یہ بات حضور ضرور فرمادیں کیا آپ کا یہی منشا ہے اور آپ اسی عقیدہ کی دعوت

ہم کو دیتے ہیں رسول صلعم نے فرمایا معاذ اللہ میں اللہ کے سوا کسی غیر کی عبادت کو نہیں کہتا اور نہ خدا نے مجھے اس لئے بھیجا اور نہ ایسا حکم دیا اس واقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ۔ جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے یہ اس کے شایاں نہیں کہ بیہودہ لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہتا ہے کہ کتاب الہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پاکر تم اللہ والے بن جاؤ۔ یہ تو نبی نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو ہی رب بنا لو۔ بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے تم لوگوں کو جو اسلام قبول کر چکے ہو۔ (سورۂ آل عمران رکوع ۸)

سورۂ آل عمران کی شروع سے اسّی آیات کا نزول اسی وفد کی موجودگی میں ہوا۔[۵] جب یہ لوگ جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے ایک اور سند ان کو عنایت کی جس میں گرجاؤں اور پادریوں کے حقوق قائم کر دیئے۔ اس سند کی عبارت درج ذیل ہے۔

عبارت سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث واساقفۃ نجران وکہنتہم ورہبانہم واہل بیعتہم ورقیقہم وملتہم وسواطبتہم وعلٰے کل ما تحت ایدیہم من قلیل

ترجمہ

یہ تحریر محمد نبی صلعم کی طرف سے ہے۔ اسقف ابو الحارث کے واسطے۔ نجران کی دیگر اسقفوں۔ کاہنوں۔ پادریوں ان کے معتقدوں۔ غلاموں۔ اس مذہب والوں۔ پادریوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں سب کو خدا اور رسول کی حفاظت ہوگی

[۵] بروایت محمد سہیل - ۱۲

او کثیر۔ جوار اللہ و رسولہ لا یغیر اسقف من سقفیتہ ولا راہب من رہبانیتہ ولا کاہن من کہانیتہ ولا یغیر حق من حقوقہم ولا سلطانہم ولا مما کانوا علیہ علی ذالک جوار اللہ و رسولہ ابداً ما نصحوا واصلحوا علیہم غیر متقلبین بظالم ولا ظالمین کتب المغیرۃ بن شعبہ[۱]	گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو نہ بدلا جائے گا کسی کے حق یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا۔ بشرطیکہ رعایا کے خیرخواہ و خیراندیش رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں۔ فقط مہر محمد رسول اللہ

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو رسول صلعم سے درخواست کی کہ ایک امین ہمارے ہمراہ بھیج دیجئے۔ جس کو جزیہ[۲] دیدیا کریں۔ نبی صلعم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری۔ ۱۲۰

[۲] لفظ جزیہ ایرانی لفظ گزیہ سے نکلا ہے یہ رسم ایران میں رائج تھی اور پھر عرب میں آئی جبکہ عرب کا وہ حصہ جو قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا اور حکومت ایران سلطنت روما کے قانون کی پابندی کرتا تھا۔ جن لوگوں میں یہ رسم جاری تھی لطف یہ ہے کہ وہی اب جزیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اسلام کی اس ذمہ داری کو چھپاتے ہیں کہ جو لوگ جزیہ ادا کرتے تھے اُنکے حقوق یہ ہو جاتے تھے (۱) جزیہ دینے والے کی حفاظت اسی طرح کی جاتی تھی جیسے مسلمانوں کی (۲) ان کے لئے وہی قانون تھا جو مسلمانوں کے لئے (۳) جزیہ ادا کرنے والوں کا خون اور مال مسلمانوں کے خون اور مال کی برابر ہو جاتا تھا۔ گویا تھوڑی سی رقم دیکر مسلمانوں کے حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔

کو ان کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ شخص میری امت کا امین ہے
حضرت ابو عبیدہ کے وہاں پہونچنے سے اسلام بھی وہاں پھیل گیا اور کچھ عرصہ
بعد قریب قریب تمام علاقہ مسلمان ہوگیا۔

(۲۶) **وفد نخع** (محرم سنہ ہجری) ۔ یہ وفد سب سے آخر میں آیا یہ دو شخص تھے جو **معاذ بن جبل**
کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تھے انکو مہمان خانہ میں اتارا گیا۔
ان لوگوں میں ایک شخص **زراہ بن عمرو** تھا اس نے رسول صلعم سے کہا کہ میں نے راستے میں
عجیب و غریب خواب دیکھے ہیں ارشاد ہو بیان کرو۔
زراہ نے پہلا خواب بیان کیا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سفید اور سیاہ رنگ ہے۔
نبی صلعم نے فرمایا کہ تیری عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے۔
زراہ نے عرض کیا کہ ابلق ہونے کی کیا وجہ
نبی صلعم نے فرمایا۔ کہ قریب آ اور آہستہ سے کہا کہ تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں جسکو
تو چھپاتا رہا ہے یہ اسی کا نشان ہے۔
زراہ بولا آپ بیشک نبی مرسل ہیں یہ وہ راز ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی دنیا
میں نہیں جانتا۔
زراہ نے دوسرا خواب بیان کیا کہ میں نے **نعمان بن منذر** کو پازیب اور جوشن
پہنے دیکھا (یہ نعمان عرب کا مشہور بادشاہ گذرا ہے)
رسول صلعم نے فرمایا کہ ملک عرب ترقی کر رہا ہے۔
زراہ نے تیسرا خواب بیان کیا کہ ایک بڑھیا جس کے بال کچھ سیاہ اور سفید ہیں

---

[1] زاد المعاد ۱۲

زمین سے نکلی۔
حضور صلعم نے فرمایا یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔
زراہ نے چوتھا خواب سنایا۔ کہ ایک شعلہ زمین سے نکلکر میرے اور میرے بیٹے کے درمیان آیا اور ایک آواز نکلی کہ جل جاؤ خواہ بینا ہو یا نابینا اور مجھے اپنی غذا اور اپنا مال کھانے کو دیدو۔
رسول صلعم نے فرمایا۔ یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوگا۔ اُسوقت لوگ اپنے امام کو قتل کریں گے آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ایک دوسرے سے دست بگریباں ہو جائیگا مومن کا خون بہانا خوشگوار سمجھا جائے گا اگر تیرا بیٹا زندہ رہا تو تم اس فساد کو دیکھ لوگے اور اگر تم مرگئے تو تمہارا بیٹا دیکھے گا۔
زراہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ میں اس فساد کو نہ دیکھوں۔
حضور صلعم نے دعا فرمائی کہ الٰہی زرارہ اس فتنہ کو نہ دیکھے زرارہ کا تو انتقال ہوگیا اور اُسکے بیٹے نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کو توڑ دی اور مومن کا خون بہتا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔[1]

واقعات متفرق سنہ ۶ھ

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا اسلام

صلح حدیبیہ کو کفار قریش اپنی فتح سمجھتے تھے مگر خدا نے اس کو فتح اسلام بتایا۔ لیکن وہ فتح اجسام کی نہیں بلکہ قلوب کی تھی کیونکہ اسلام کو اشاعت کے لئے امن

[1] زاد المعاد۔ ۱۲

کی ضرورت تھی اور وہ اس صلح سے حاصل ہوگئی جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس کے بعد
بھی اشاعت جاری رہی جیسا کہ مختلف وفد کے بیانات سے ظاہر ہے جو سلسلہ وار سنہ ۱۰ھ
تک لکھدئے گئے ہیں۔ مسلمانوں اور قریش میں جو لڑائیاں اس وقت تک ہوئیں اُن میں
خالد کا نام جو قریش میں نہایت ممتاز سردار تھے اکثر جگہ آیا ہے یہ وہی شخص ہے جس نے
جنگ احد میں قریش کے اکھڑے ہوئے پاؤں جما دئے۔ حدیبیہ کے موقع پر بھی ایک
فوجی دستہ ان کی زیر کمان تھا جو چاروں طرف گشت کرتا پھرتا تھا۔ مگر صلح حدیبیہ کے بعد
اس قریش کے سپہ سالار کا قلب ایک دم اسلام کی طرف پھر گیا اوس نے تمامی واقعات
پر غور کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ اسلام روز بروز ترقی پکڑتا جا رہا ہے اگر میں عرب میں رہا تو اسلام
کی ماتحتی میں رہنا پڑے گا کیونکہ اسلام کا قبضہ ایک دن اس جگہ یقینی ہے اسلئے انہوں نے
حبشہ جانے کا ارادہ کیا مگر جب سنا کہ شاہ حبشہ بھی مسلمان ہوگیا تو پھر اس فکر میں ہوئے
کہ اب کیا کروں اتنے میں ان کے بھائی ولید بن ولید کا خط آیا کہ محمد الرسول اللہ تم کو
پوچھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فضول پس و پیش کرتے ہو اسلام تمہاری سب فکریں دور
کردے گا۔ خالد یہ خط پڑھتے ہی اسلام کی طرف ایسے مائل ہوئے کہ ایک دم مدینہ کو
چل دئے راستہ میں **عمرو بن عاص** سے ملاقات ہوئی جو ان کے بچپن کے دوست
تھے۔ یہ بھی کفار قریش کو مغلوب دیکھ کر حبشہ چلے گئے تھے اور جب وہ مسلمان ہوگیا تو ان
کا بھی خیال بدلا اور مدینہ کو آرہے تھے۔ عمرو بن عاص نے پوچھا کہ خالد کہاں کا ارادہ ہے
وہ بولے اسلام لانے جاتا ہوں۔ عمرو بن العاص نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے دونوں
صاحب ایک ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام سے مشرف ہوئے[1] جس طرح

[1] اصابہ بن حجر ۱۲

یہ دونوں بہادر ایام کفر میں ایک دوسرے کے دوست تھے اسی طرح اسلام میں بھی شریک حال رہے ایک ہی ساتھ مسلمان ہوئے اور دونوں نے برابر کی خدمات انجام دیں خالد نے قیصر کا ملک فتح کیا تو عمرو عاص مصر کے فاتح ہوئے۔

آخر ۶ھ میں آنحضرت صلعم نے اونٹ اور گھوڑوں کے دوڑانے کا قاعدہ مسلمانوں میں جاری کیا اس وقت رسول صلعم کا ایک اونٹ غضبا نامی بہت تیز رفتار تھا۔

اسی سال حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدہ ام رومان زینب نے انتقال کیا۔

ابوہریرہ بھی اسی سال مسلمان ہوئے۔



غزوہ خیبر

محرم ۷ھ مطابق مئی ۶۲۸ء

خیبر۔ مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر واقع ہے جس کا فاصلہ دو سو میل ہے۔ وہ نخلستان جس کے کنارہ یہ آباد ہے نہایت زرخیز اور شاداب ہے۔ یہاں یہودیوں نے نہایت مضبوط متعدد قلعے بنائے تھے جن میں بعض کے آثار اس وقت تک موجود ہیں اور اسی وجہ سے تمام عرب میں یہودیوں کا یہ سب سے بڑا مرکز تھا۔

جب رؤسار بنی نضیر مدینہ سے جلا وطن کئے گئے تو یہیں آکر آباد ہوئے اور یہاں پہونچکر تمام عرب کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کر دیا۔ جنگ احزاب اسی وجہ

سے ہوئی۔ ان جلاوطن رؤسا میں حیی بن اخطب جنگ قریظہ میں قتل ہوا اور
اس کی جگہ سلام بن ابی الحقیق کو ملی۔ یہ شخص عرب میں بڑا تاجر اور صاحب اثر تھا۔
قبیلہ غطفان عرب کا بہت بڑا صاحب اثر خاندان تھا ان کی آبادی خیبر سے ملی ہوئی
تھی اور یہ ہمیشہ سے یہود خیبر کے حلیف اور ہم عہد چلے آتے تھے۔ سلام نے سال گذشتہ
میں خود جا کر قبیلہ غطفان اور اوسکے گرد و نواح کے قبائل کو اسلام کے خلاف اُبھار کر
ایک عظیم فوج تیار کی تھی اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تاریخ مقرر کر رہا تھا کہ رسول صلعم کو
اطلاع ہو گئی نبی صلعم نے عبد اللہ بن عتیک ایک انصاری کو اس کی خفیہ
گوشمالی کے لئے روانہ کیا جس نے اس کو قلعہ خیبر میں سوتے ہوئے قتل کر دیا۔ سلام
کے بعد اسیر بن زرام اس کا جانشین ہوا۔ اس نے یہودی قبائل کو جمع کیا اور
کہا کہ مجھ سے پہلے جو تدابیر اسلام کے غارت کرنے کی عمل میں لائی گئیں وہ سب غلط
تھیں صحیح تدبیر یہ ہے کہ مدینہ جو محمدؐ کا دار الحکومت ہے خود اس پر حملہ کیا جائے اور اپنی
متفقہ قوت سے اسلام کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ اس رائے کو سب نے تسلیم
کیا اور اسیر نے تمام یہودی قبائل میں دورہ کیا اور ایک جرار فوج طیار کر لی رسول صلعم
کو جب یہ خبر لگی تو آپؐ نے اس کی تصدیق کے لئے عبد اللہ بن رواحہ کو بھیجا یہ چند
آدمی لیکر خیبر پہونچے اور چھپ کر خود اسیر کی گفتگو جو وہ دوسروں سے کر رہا تھا سن لی
اور رسول صلعم سے اس افواہ کی تصدیق کی۔

پھر آپؐ نے عبد اللہ بن رواحہ کو تیس مستعد آدمی دیکر اسیر کے پاس خیبر روانہ
کیا۔ یہ عبد اللہ اس سے ملے اور رسول صلعم کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ تم اگر حاضر ہو جاؤ
تو خیبر کی حکومت تم کو دے دی جائے اسیر نے اس کو منظور کر لیا اور خود بھی تیس

آدمی لیکر مدینہ کو روانہ ہوا اور احتیاطاً یہ مختصر قافلہ اس طرح چلا کہ دو شخص ملکر چلتے تھے جس میں ایک یہودی اور ایک مسلمان ہوتا تھا۔ مقام قرقرہ تک یہ قافلہ بخیریت پہنچ گیا یہاں اسیر کے دل میں بے ایمانی پیدا ہوئی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر عبداللہؓ کی تلوار چھیننی چاہی انہوں نے کہا کہ اے دشمن خدا و رسول تو بد عہدی کرنا چاہتا ہے اور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا اس کے قریب کیا اور ایسی تلوار ماری کہ اس کی ران کٹ گئی وہ گھوڑے سے گرا مگر گرتے گرتے اس نے عبداللہ کو بھی زخمی کر دیا۔ اب باقی مسلمان جوش میں آکر یہودیوں پر ٹوٹ پڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے ایک کے جو مقابلہ سے بھاگ گیا سب وہیں کھیت رہے۔

اہل خیبر تو پہلے ہی سے دشمن اسلام تھے اس واقعہ سے اور خطرناک بن گئے اگرچہ اسیر مارا گیا مگر جو لوگ کہ اس کی امداد پر تیار ہو گئے تھے ان کی دشمنی اور تیز ہو گئی - پھر جنگ احزاب میں جو ان کو نقصان ہوا اس کا بدلہ لینا بھی ضرور تھا اس بنیاد پر تمام یہودی مخالفت پر تل گئے۔

جن لوگوں کی کوشش سے کہ جنگ خندق ہوئی تھی ان میں زیادہ معزز اور با اثر ابن ابی حقیق کا خاندان تھا جسکا تعلق قبیلہ بنی نضیر سے تھا یہ وہی خاندان تھا جو مدینہ سے جلا وطن ہو کر یہاں آ بسا تھا اور اپنی سکونت خیبر کے مشہور قلعہ قموص میں اختیار کی تھی۔ سلام بن ابی الحقیق اس خاندان کا سردار تھا اس کے قتل کے بعد اسکا بھتیجا کنانہ بن ربیع اس ریاست کا جانشین ہوا

خیبر کے یہودیوں نے ایک طرف تو غطفان کو اپنی طرف ملا لیا تھا - اور

لہ طبقات ابن سعد ۱۲۰

دوسری طرف مدینہ کے منافق ان کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار رہے تھے اور برابر خبریں
دے رہے تھے کہ مسلمان بہت کمزور ہیں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ رسول صلعم نے
عبداللہ بن رواحہ کو اسی غرض سے بھیج دیا تھا کہ صلح ہو جائے اور خونریزی نہو
مگر یہود اس وقت بہت زور پکڑے ہوئے تھے اور ان کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے
صلح کی آوازیں جب کان میں آئیں تو سمجھے کہ درحقیقت مسلمان کمزور ہیں اور اسی لئے
صلح چاہتے ہیں اس پر قطعی التفات نہ کی اسی زمانہ میں عبداللہ بن سلول منافق المنافقین
نے یہود خیبر کو لکھا کہ محمدؐ تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تم قطعی ہمت نہ ہارنا کیونکہ یہ تمہارے مقابلہ
میں اسقدر ہیں کہ اگر تم ایک ایک مٹھی خاک ڈالو گے تو سب دب جائیں گے یہود
نے یہ خط پڑھکر کنانہ اور ہودہ بن قیس کو غطفان کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم ہمارے
ساتھ ملکر مدینہ پر حملہ کرو گے تو ہم نخلستان کے نصف پیداوار ہمیشہ تم کو دیا کریں گے
یہ انہوں نے منظور کر لیا۔ غطفان کا ایک حلیف خاندان بنو فزارہ تھا انہوں نے جب
سنا تو وہ خود ہی پیداوار کے لالچ سے حاضر ہو گئے کہ ہم بھی شریک ہیں۔ رسول صلعم کو
جب قبیلہ فزارہ کی شرکت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اہل خیبر کے
شریک نہ ہو گے تو ہم تم کو بعد فتح خیبر ایک حصہ دیں گے مگر فزارہ نے قطعی انکار
کر دیا۔

غطفانی جو اسوقت شریک خیبر ہوئے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ
ذی قرد کی چراگاہ جہاں رسول صلعم کے اونٹ چرتے تھے چند غطفانی لوگوں نے جنکا
سردار عبدالرحمن بن عینیہ تھا چھاپا مارا اور بیس اونٹ لے گئے اور حضرت
ابوذر کے لڑکے کو جو اونٹوں کے محافظ تھے قتل کر دیا اور ان کی بیوی کو لے گئے۔

مسلمانوں نے جب تعاقب کیا تو وہ ایک محفوظ درہ میں چھپ گئے اس جگہ غطفان کا سپہ سالار عیینہ بن حصن موجود تھا سب کو اپنے سایۂ عاطفت میں چھپا لیا۔

سب سے پہلے سلمہ بن اکوع صحابی کو خبر لگی یہ فوراً دوڑے اور ایسے وقت پہنچے جب یہ لوگ اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے چونکہ تجربہ کار نشانہ باز تھے اس قدر تیر برسائے کہ وہ اونٹ چھوڑ کر بھاگے اور حضور صلعم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اگر مجکو سو آدمی دئے جائیں تو ان سب آدمیوں کو بھی گرفتار کر لاؤں مگر آپؐ نے فرمایا کہ جب قابو پالو تو معاف کر دو۔ اس واقعہ کے تین دن بعد خیبر کی جنگ چھڑ گئی[۱]

جنگ خیبر کو اور غزوات کی نسبت ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ اسوقت تک جو لڑائیاں ہوئیں وہ محض مدافعانہ تھیں یہ پہلی جنگ ہے جس میں پیشقدمی کی گئی اور غیر مسلم کو رعایا بنا کر طرز حکومت کی بنیاد ڈالی گئی۔ اسلام کا اصلی مقصد اشاعت اسلام ہے اب اگر کوئی غیر مسلم قوم اس بارہ میں سدراہ نہ ہو تو اسلام کو اس سے کچھ واسطہ نہیں نہ اس سے جنگ اور نہ اسے رعایا بنانے کی ضرورت ایسی حالت میں صرف معاہدہ صلح کافی ہے۔ مگر جب کوئی قوم خود اسلام کی بیخ کنی پر کمربستہ ہو جائے تو پھر اسلام کو اس کی مدافعت کے لئے تلوار اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ یہی حالت اور مجبوری اس وقت درپیش ہوئی اور خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا مفتوحہ ملک ہوا۔ اس وقت تک لوگ جنگ کا کرنا ذریعہ معاش سمجھتے

---

[۱] اکثر ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ایک سال قبل کا ہے مگر طبری اور امام بخاری کا صاف بیان ہے کہ جنگ خیبر سے ۳ دن پیشتر یہ واقعہ ہوا۔ حافظ ابن حجر کی یہ روایت ہے کہ عُیینہ بن حصن نے ذو قرد پر دو دفعہ حملہ کیا تھا۔ عام مورخین نے پہلے حملہ کا ذکر کیا ہے اور اسکو چھوڑ دیا ہے۔

تھے مگر اس جنگ نے یہ غلط فہمی سب کے دلوں سے دور کردی۔

جس طرح سے یہودی جنگ خندق کا بدلہ لینے کے لئے تلے ہوئے تھے اور اپنا پچھلا نقصان عظیم نہیں بھولے تھے اسی طرح مسلمانوں کو بھی محاصرہ کی سختی اور تکالیف یاد تھی اس لئے تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ اس حملہ آور دشمن کا آگے بڑھکر فیصلہ کرنا چاہیئے۔

اس لئے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اس جنگ میں صرف وہی لوگ شریک ہوں جنکا اصلی مقصد جہاد ہو یا وہ جو صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ اور اس طرح اسلامی فوج کی تعداد چودہ سو[۱] شمار ہوئی۔ جس میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے اور بیس عورتیں بھی شامل تھیں جو اپنی خوشی سے فوج کے ہمراہ ہولی تھیں نبی صلعم کو جب ان خواتین کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بلا یا اور خشم آلودہ لہجہ میں فرمایا کہ تم کس کے حکم سے آئیں وہ بولیں کہ یا نبی اللہ ہم صرف اس لئے اپنی خوشی سے آئے ہیں کہ چرخہ کات کر پیدا کریں گے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گے جس کا سامان ہمارے پاس موجود ہے اور اس کے علاوہ تیر اٹھا اٹھا کر لائیں گے رسول صلعم نے ان کو شرکت کی اجازت دے دی اور بعد فتح ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا مگر یہ مال کچھ زر و جواہر یا سونا چاندی نہ تھا صرف کچھ کھجوریں تھیں جو سب[۲] کو دی گئیں ان خواتین کی شرکت کوئی غیر معمولی نہ تھی جنگ احد میں بھی اکثر خواتین شریک تھیں جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

---

[۱] بعض مورخین نے ۱۶۰۰ تعداد لشکر کی لکھی ہے۔

[۲] ابو داؤد - ۱۲

جب آنحضرت صلعم کا ارادہ خیبر جانے کا مشہور ہوا تو مدینہ کے یہودیوں اور دیگر مخالفوں کو سخت صدمہ ہوا اور یہودیوں نے اپنے قرضدار مسلمانوں پر شدید تقاضے شروع کر دیئے کیونکہ ان کو یہ رنج تھا کہ جو حال ہمارا ابتر ہوا ہے وہی اب رہے سہے ہمارے عزیز اہل خیبر کا ہوگا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی حدرد پر پانچ درہم ابو شحم یہودی کے آتے تھے اس نے سخت تقاضا کیا عبداللہ نے بعد واپسی خیبر ادائے قرضہ کا وعدہ کیا مگر اس نے نہ مانا اور نبی صلعم سے شکایت کی آنحضرت نے ادائے قرضہ کے لئے زور ڈالا اور کچھ الفاظ آہستہ آہستہ زبان مبارک سے فرمائے عبداللہ نے تین درہم پر اپنے کپڑے فروخت کئے اور باقی دو درہم پاس سے ملا کر قرضہ سے سبکدوش ہوئے۔ اب اتفاق یہ ہوا کہ جب خیبر فتح ہوا تو عبداللہ کو علاوہ مال غنیمت کے ایک حسین عورت ہاتھ لگی جو اسی ابو شحم یہودی کے قریبی عزیز تھی جس کو یہودی نے منہ مانگے دام دے کر عبداللہ سے خرید لیا۔

جب تمام سامان فوج کا تیار ہو گیا تو تین اسلامی پھریرے یا علم تیار کئے گئے اس سے قبل چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوا کرتی تھیں یہ پہلا موقع ہے کہ آپؐ نے خاص طور پر علم تیار کرائے جن میں دو حباب منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے۔ اور ایک خاص علم نبوی جس کا پھریرہ حضرت عائشہؓ کی چادر سے تیار کیا گیا تھا حضرت علی شیر خدا کو مرحمت ہوا۔ سباع بن عرفطہ غفاری مدینہ کے افسر مقرر کئے گئے۔

مقدمۃ لشکر کے سردار عکاسہ بن محصن اسدی[1] اور میمنہ پر حضرت

---

[1] یہ فضلائے صحابہ سے تھے قریب قریب کل لڑائیوں میں شریک ہوئے ان کو نبی صلعم دیکھو صفحہ ۴۲

عمر بن الخطاب اور بیسرہ پر اور کوئی صحابی مقرر ہوئے۔

آخر محرم ۷ھ کو یہ اسلامی لشکر خیبر کی طرف بڑھا عامر بن الاکوع جو مشہور شاعر تھے لشکر کے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

ترجمہ۔ اے خدا اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ نہ خیرات ہی کرتے نہ روزے رکھتے۔ ہم تجھ پر فدا ہوں ہم جو احکام نہیں بجا لائے اُن کو معاف فرما اور تسلی نازل کر۔ ہم جب فریاد میں پکارے جاتے ہیں تو پہنچ جاتے ہیں اور جب مقابلہ ہو تو ہمکو ثابت قدم رکھ۔ لوگوں نے پکار کر ہم سے استغاثہ چاہا ہے[۱]۔

جب لشکر مدینہ سے باہر نکل گیا تو راستہ میں ایک میدان پڑا صحابہ نے زور سے تکبیر کا نعرہ مارا۔ چونکہ ہر وقت نکات شریعت کی تعلیم ہوتی رہتی تھی رسول صلعم نے فرمایا کہ آہستہ آہستہ کہو کیونکہ تم جس کو پکارتے ہو وہ دور نہیں ہے بلکہ تم سے بہت قریب ہے[۲]۔

جب اسلامی لشکر مقام رجیع پر پہنچا تو جنگی اعتبار سے یہاں فوجوں کا رکھنا حباب بن منذر نے منتخب کیا چونکہ پیشتر سے معلوم تھا کہ غطفان اہل خیبر کی مدد کو آئیں گے اور یہ مقام خیبر اور غطفان کے درمیان تھا اس لئے رسول صلعم نے حکم دیا کہ اس جگہ فوج کا بڑا کیمپ رہے گا اور حملہ آور فوج کے دستے اسی کیمپ سے جایا کریں گے

بقیہ صفحہ ۴۲۹۔ نے بشارت دی تھی کہ یہ بلا حساب داخل بہشت ہوں گے حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں بعمرہ ۴ سال شہادت پائی۔

[۱] از صحیح بخاری ۱۲-

[۲] صحیح بخاری ۱۲-

چنانچہ اسباب باربرداری خیمہ وغیرہ اور مستورات یہاں چھوڑ دی گئیں[1]۔ اور ایک مختصر مسجد بھی بنالی گئی[2] اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری کر دیا گیا اور حضرت عثمان ابن عفان اس کیمپ کے افسر اعلیٰ بنائے گئے۔

اس جگہ اسلامی کیمپ قائم کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ جب چار ہزار غطفان اہل خیبر کی امداد کو ہتیار بدن پر سجا کر نکلے تو اس کیمپ کو سد راہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ خود اپنا گھر خطرہ میں ہے بس چپ چاپ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

حملہ آور فوج کی کمان محمود بن مسلمہ کو دی گئی۔ جب لشکر اسلام خیبر کے قریب مقام صہبا میں پہنچا تو وقت عصر کا تھا۔ رسول صلعم نے یہاں قیام کیا اور نماز عصر ادا کر کے تمام لشکر کو کھانا کھانے کا ارشاد فرمایا۔ رسد میں کھانے کے لئے صرف ستو موجود تھے وہی آپؐ نے پانی میں گھولکر کھائے[3]۔

فوج جب آگے بڑھی تو سواد شہر کی عمارتیں نظر آئیں۔ تو آپؐ نے لشکر کو ٹھیرایا اور حسب معمول یہ دعا مانگی۔

ترجمہ۔ اے خدا۔ ہم تجھ سے اس قصبہ اور اس قصبہ کے رہنے والوں اور قصبہ کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان سب کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

چونکہ رسول صلعم کی عادت تھی کہ شب کو کسی مقام پر حملہ نہیں کرتے تھے اس لئے رات کو یہیں پڑاؤ ڈالا گیا۔

جب صبح ہوئی تو خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے نظر کے سامنے تھے

---

[1] معجم البلدان۔ ۱۲ [2] صحیح بخاری۔ ۱۲
[3] صحیح بخاری۔ ۱۲

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

1- [illegible] 2- [illegible] 3- [illegible]	[illegible]
4- [illegible] 5- [illegible] 6- [illegible]	[illegible]
7- [illegible] 8- [illegible] 9- [illegible] 10- [illegible]	[illegible]

[illegible]

کو بڑھنے کا حکم دیا آپ نے نہایت دلیری سے حملہ کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے مگر کامیابی نہ ہوئی چھٹے روز پھر فتح کی کوشش کی اور جب گرمی کی شدت سے پریشان ہوگئے تو سستانے کے لئے پائین قلعہ دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے غافل پاکر دیوار قلعہ سے ایک چکی کا پاٹ ان کے سر پر پھینک دیا جس سے وہ شہید ہوگئے۔

فوج کی کمان ان کے بھائی محمد بن مسلمہ نے فوراً لے لی اور شام تک نہایت شجاعت اور دلاوری سے لڑتے رہے۔ محمد بن مسلمہ کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کاٹ دئے جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ ایک ایک درخت کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اس تدبیر سے اہل قلعہ پر اثر پڑے گا اور کھلے میدان میں آکر مقابلہ کریں گے چنانچہ اس تدبیر پر عمل کیا گیا مگر حضرت ابوبکر نے رسول صلعم سے عرض کیا کہ یہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والا ہے پھر ہم اسے اپنے ہاتوں کیوں برباد کریں رسول صلعم نے پسند کیا اور حکم امتناعی بھیج دیا۔

شام کو محمد بن مسلمہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا خود ذکر نبی صلعم سے کیا آپؐ نے دعا فرمائی اور ان کو تسلی دی۔

اس رات لشکر کی پاسبانی حضرت عمرؓ کے سپرد ہوئی انہوں نے گرداوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا رسول صلعم اس وقت نماز تہجد میں مشغول تھے جب فارغ ہوئے تو یہودی پیش کیا گیا۔ یہودی نے کہا کہ اگر میرے اور میرے اہل وعیال کی جان بخشی کیجائے تو میں کل حالات صحیح صحیح بتا سکتا ہوں آپؐ نے وعدہ کیا۔ یہودی بولا کہ قلعہ نطاۃ کے یہودی آج کی رات اپنے بال بچوں کو قلعہ شق میں بھیج رہے ہیں اور نقارہ جنس قلعہ

میں دفن کر رہے ہیں مجھے وہ مقام معلوم ہے جب قلعہ فتح ہو جائے گا تو بتا دوں گا۔ اور
قلعہ شق کے تہ خانوں میں بہت سے آلات حرب موجود ہیں اگر وہ قلعہ بھی فتح ہو گیا تو
میں اس مقام کو بھی بتلا دوں گا۔

دوسرے روز قلعہ ناعم پر حملہ کیا گیا اور فتح ہو گیا۔ اسی روز قلعہ صعب پر حضرت حباب
بن منذر نے محاصرہ کیا اور تیسرے روز فتح کر لیا۔ قلعہ صعب سے مسلمانوں کو کھجور
جو۔ چھوارے۔ روغن زیتون۔ مکھن۔ چربی۔ اور کثیر پارچہ جات ہاتھ لگے فوج میں جو
رسد کی قلت تھی وہ رفع ہو گئی۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطاۃ بھی فتح ہو گیا اور وہ تمام
سامان جس کی خبر یہودی نے دی تھی برآمد ہو گیا۔ اور مسلمانوں میں جو آلات حرب کی کمی تھی
وہ بھی پوری ہو گئی۔ بعد فتح یہ یہودی بھی معہ اہل و عیال مسلمان ہو گیا۔

ان قلعوں کے فتح کے بعد قلعہ قموص کا محاصرہ کیا گیا یہ قلعہ سب قلعوں سے زیادہ
مضبوط اور محفوظ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حملہ آور فوج کا سپہ سالار بنایا ان دونوں
نے کئی روز برابر فتح کی کوشش کی مگر اس کی فتح کا فخر کسی اور ہی کی قسمت میں تھا ان
کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ بروایت طبری جب یہودی قلعہ سے باہر نکلے تو فوج
کے پاؤں اکھڑ گئے یہ شکایت جانبین کی فوج اور سپہ سالار دونوں نے رسول صلعم سے
کی جب محاصرہ کو زیادہ دن لگ گئے تو ایک دن شام کو نبی صلعم نے فرمایا کہ کل
اس شخص کو علم دوں گا جس کو خدا فتح دینے والا ہے اور جو خدا اور رسول دونوں کو چاہتا
ہے۔ اور خدا اور رسول بھی اس کو چاہتے ہیں[۱]۔ یہ ایسی تعریف تھی جسے سن کر فوج
کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کمان فوج کی ملنے کی آرزومند ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ

۱؎ صحیح بخاری۔ ۱۲۔

بلند نظری کی بنا پر کبھی حکومت اور سرداری کی تمنا نہیں کی مگر اس موقع کی تمنا میں وہ اپنی خود داری قایم نہ رکھ سکے اور اس سعادت کے حاصل کرنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ صحابہ نے تمام رات بے چینی سے کاٹی کہ دیکھئے یہ فخر کا تاج صبح کس کے سر پر رکھا جاتا ہے حضرت ابن وقاص بھی اسی خیال میں تھے کہ کیا عجب ہے جو یہ سعادت مجھے حاصل ہو۔ صبح کو سب کی نگاہیں رسول صلعم کے ہونٹ ہلنے کے منتظر تھیں کہ دفعتاً یہ آواز کانوں میں گونجی کہ علیؓ کہاں ہیں۔ یہ ایسی آواز تھی کہ جسکا خیال بھی لوگوں کو نہ تھا کیونکہ حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آشوب تھا اور وہ جنگ سے معذور تھے۔ حضرت علیؓ فوراً تشریف لائے رسول صلعم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی اب جو آنکھوں کو دیکھا تو صاف تھیں۔ نہ آشوب کی سرخی باقی تھی نہ درد ان کو علم عنایت ہوا اور فرمایا کہ راہِ خدا میں جہاد کرو حضرت علیؓ نے کہا کیا لڑکر یہود کو مسلمان بنالوں۔ ارشاد ہوا کہ ان پر نہایت نرمی سے اسلام پیش کرو اگر تمہاری کوشش سے ایک بھی مسلمان ہوگیا تو یہ مال غنیمت سے بہتر ہوگا۔ مگر یہود تو پہلے ہی انکار کر چکے تھے پھر تلخی سے جواب دیا۔

اب جنگ کا وقت آگیا قلعہ سے مُرحَب نہایت شان و شوکت سے اکڑتا ہوا اسلامی فوج کے مقابل آیا یہ پہلوان نہایت قدآور اور تنومند تھا اور اپنے آپ کو ہزار آدمی کے برابر سمجھتا تھا سر پہ لمبی زرد رنگ کا مغفر اور اس پر سنگی خود[۲] دو تلوار لٹکائے کئی من کا نیزہ اوٹھائے تمام بدن آلات حرب سے مرصع اور آتے ہی یہ رجز پڑھا۔

---

[۱] صحیح بخاری۔ ۱۲

[۲] قدیم زمانہ میں گول پتھر کو بیچ سے خالی کرکے خود بنایا کرتے تھے۔ ۱۲

ترجمہ۔ خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ دلیر تجربہ کار اور بہادر ہوں۔

اس کے مقابلہ کے لئے اول عامر بن الاکوع نکلے اور جواب میں یہ رجز پڑھا۔

ترجمہ۔ خیبر جانتا ہے کہ میں ہتیار چلانے میں اُستاد نبرد آزما تلخ ہوں میرا نام عامر ہے

مرحب نے اُن پر تلوار کا وار کیا حضرت عامر نے ڈہال پر روکا اور مرحب کی ران پر وار چلایا مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی پھر کر انہیں کے گھٹنے پر لگی جس سے یہ زخمی ہوگئے اور بالآخر شہادت پائی۔

پھر حضرت علی اس کے مقابلہ کو بڑھے اور اس طرح یہ رجز پڑھا کہ میدان گونج اوٹھا۔

ترجمہ۔ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضب ناک رکھا تھا میں جنگلی شیر کی طرح ہیبت ناک اور بد منظر ہوں۔

جب دونوں بہادر مقابلہ میں آئے تو حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے خود آہنی کو کاٹ کر اور سر کو دو ٹکڑے کر کے گردن پر اُتر گئی۔ اور اس ضرب کی آواز فوج تک پہونچی۔ اس کو گرتا دیکھکر اس کا بھائی یاسر مدد کو آگے بڑھا ہی تھا کہ لپک کر زبیر بن العوام نے خاک پر سلا دیا۔ ان کے مارے جانے پر یہود نے عام حملہ کر دیا۔ حضرت علی کسی خیال میں تھے کہ ایک یہودی نے کوئی چیز آپ کی ڈہال پر ماری کہ اتفاق سے وہ ہاتھ سے چھٹ گئی اور وہ ڈہال اوٹھا کر قلعہ کو بھاگا۔ اوس کی اس حرکت پر حضرت علی کو جوش آگیا اور ایک جست لگائی کہ خندق کے پار تھے اور دروازہ قلعہ کو پکڑ کر ہلا دیا اور اوسی کا ایک کواڑ اُکھیڑ لیا اور اس کواڑ کو سپر بنا کر جنگ میں مصروف ہوگئے۔ قلعہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ لشکر اسلام آگے بڑھا اور قلعہ میں داخل

لہ صحیح بخاری۔ ۱۲

ہو گیا۔ جب تک جنگ جاری رہی شیر خدا کواڑ کو بدستور بائیں ہاتھ میں اُٹھائے رہے اور دائیں ہاتھ سے تلوار چلاتے رہے۔ کامل فتح ہونے پر وہ کواڑ آپ نے پھینک دیا کواڑ اس قدر بھاری تھا کہ اس واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ ملکر اوٹھایا تو جگہ سے بھی نہ ہلا[1] یہ قلعہ بیس دن کے بعد فتح ہوا اس فتح نے یہودیوں کے دل توڑ دئے اور حوصلے پست کر دئے۔

حضرت صفیہؓ جنکا سلسلہ نسب حضرت ہارون سے ملتا ہے اسی قلعہ میں تھیں جو بعد میں ام المومنین کے درجہ پر فائز ہوئیں جس کا ذکر آگے مفصل آئیگا۔

قلعہ زبیر۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی پر واقع تھا اور اپنے بانی زبیر کے نامی سے موسوم تھا اسپر حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی لشکر اسلام میں آیا اور کہا کہ اگر میرے ساتھ رعایت کی جائے تو میں اس کے فتح کا ایک راز بتا دوں ورنہ اس طرح اگر آپ مہینوں کوشش کرتے رہیں گے تو جب بھی فتح نہ ہوگا۔ اس سے وعدہ کیا گیا تو اسُ نے کہا کہ قلعہ کے اندر پانی ایک زیر زمین خفیہ نالہ کے ذریعہ جاتا ہے اگر پانی روک دیا جائے تو فتح ممکن ہے مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اہل قلعہ پانی سے مجبور ہو کر قلعہ کے باہر نکل آئے اور کھلے میدان لڑائی شروع ہوئی مگر یہودی لڑائی کی تاب نہ لائے اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

قلعہ اُبیؓ۔ اب قلعہ ابی پر حملہ شروع ہوا۔ اہل قلعہ نے سخت مدافعت کی۔ اس قلعہ کا ایک بہادر پہلوان جس کا نام غزوان تھا قلعہ کے باہر آیا۔ حضرت حباب رضؓ اس کے مقابلہ کو بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کا بازو کاٹ ڈالا وہ قلعہ کو بھاگا

---

[1] اکثر مورخین اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

حباب نے تعاقب کیا اور ایک وار اور لگایا جس سے وہ گر پڑا اور پھر قتل کیا گیا۔
اس کے بعد اس قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا جس کا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا مگر وہ شہید ہوا اس کو دیکھکر ابو دجانہ اس کے مقابل آئے اور آتے ہی اس کے پاؤں کاٹ دئے اور پھر قتل کر دیا۔
یہودی اب بہت مرعوب ہو گئے تھے اس لئے قلعہ کے باہر نکلنے سے رک گئے۔ مگر ابو دجانہ آگے بڑھے اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی دیوار پر جا پہونچے اور تکبیر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے تمام یہودی خوف سے بھاگ گئے اور قلعہ پر پورا قبضہ ہو گیا اس قلعہ سے بکریاں اور کپڑا کافی تعداد میں ملا۔

قلعہ البر۔ جب قلعہ البر پر حملہ ہوا تو اہل قلعہ نے نہایت دلیری سے اس قدر تیر برسائے اور پتھر گرائے کہ آگے بڑھنے والے قدم دفعتہً رک گئے۔ اب مسلمانوں نے ان کا مقابلہ منجنیق سے شروع کیا اور قلعہ کی دیواریں شق کر دیں یہودی گھبرائے اور قلعہ خالی کر دیا۔

قلعہ وطیح و قلعہ سلالم۔ اب مسلمانوں نے ان دونوں قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور چودہ روز تک محاصرہ کئے رہے مگر قلعہ سے ایک بھی مقابل میں نہ آیا بالآخر مجبور ہو کر مسلمانوں نے ان قلعوں پر بھی منجنیق کا استعمال شروع کیا اہل قلعہ یہ کارروائی دیکھکر گھبرائے اور جب اپنے آپ کو مسلمانوں کے پنجہ میں دیکھا تو صلح کا پیغام دیکر امن کے خواستگار ہوئے صلح اس شرط پر قرار پائی کہ جس قدر مال و متاع کہ قلعہ میں ہے سب مسلمانوں کے حوالہ کیا جائے اگر ذرہ بھر بھی پوشیدہ کیا تو امان نہ دی جائیگی اور اس طرح مسلمانوں کے قبضہ میں سو جوشن۔ چار سو تلوار۔ ایک ہزار نیزہ۔ اور پانچ ہزار

کمان ہاتھہ آئیں علاوہ اس کے بہت کچھہ مال ومتاع نقد وجنس بہی ہاتھہ لگا کنعانہ نے
بہی وہ مخفی مقامات جہاں بہت کچھہ مال ومتاع مدفون تہا چند بہانے کرنے کے بعد بتا دیا
علاوہ اس کے یہود کی مذہبی کتابیں بہی قبضہ میں آئیں مگر رسول صلعم نے کتابیں یہود
کو واپس کر دیں۔

غرضکہ مسلمانوں کا تمام قلعہ جات خیبر پر پورا قبضہ ہوگیا۔ ان تمام معرکوں میں پچاس
آدمی مسلمانوں کے خفیف زخمی ہوئے جو کچھہ دن بعد تندرست ہوگئے اور کل اٹھارہ
مسلمان شہید ہوئے کفار کے ترانوے[۹۳] آدمی مارے گئے۔ جن میں یہ پانچ بڑے سردار
بہی تہے جو اس جنگ کا باعث ہوئے تہے۔ (۱) حارث (۲) مرحب (۳) یاسر
(۴) عامر (۵) اسیر۔

فتح کے بعد خیبر پر قبضہ کر لیا گیا اور نبی صلعم نے اہل خیبر سے وہی سلوک کیا جو
اپنے واسطے وہ خود کر چکے تہے۔ یعنی جب یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ
میں چہوڑ دی جائے ہم پیداوار کا نصف حصہ دیا کریں گے تو آپؐ نے منظور فرما لیا اور
یہ مزید احسان کیا کہ اون کی اراضی پر ان کا قبضہ مزارعت تسلیم کر لیا۔[۱] بٹائی کا وقت
جب آتا تہا تو عبداللہ بن رواحہ کو نبی صلعم بہیجتے تہے وہ کل غلہ کو دو حصوں میں
تقسیم کر کے یہود سے کہتے تہے کہ اس میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔ یہ انصاف دیکھکر
یہود بہی حیران ہوتے تہے اور کہتے تہے کہ آسمان وزمین ایسے ہی انصاف کی وجہ
سے قائم ہیں۔[۲]

کتب سیر میں عام روایت ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس کے علاوہ ایک

---

[۱] زاد المعاد۔ [۲] فتوح البلدان۔۱۲

خاص حصہ رسول صلعم کا علیحدہ کر لیا جاتا تھا جس کو صَفیہ کہتے ہیں اور اسی بنار پر حضرت **صفیہ بنت کنانہ** کو آپؐ نے لے لیا اور آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

خیبر کی زمین دو برابر حصوں میں تقسیم کی گئی نصف بیت المال میں داخل ہوئی جس سے مہمانی سفارت اور ضروریات فوجی کے کام چلتے تھے۔ باقی نصف مجاہدین پر تقسیم ہوئی جو اس جنگ میں شریک تھے۔

کل فوج کی تعداد چودہ سو تھی جس میں دو سو سوار تھے۔ سواروں کو گھوڑوں کے مصارف کے لئے پیدل سے دُگنا حصہ دیا گیا۔ اس حساب سے کل جائداد اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کی گئی اور ہر مجاہدین کے حصہ میں ایک آیا۔ رسول صلعم کو بھی عام مجاہدین کے برابر حصہ ملا[ا]۔

فتح کے بعد **بنو غطفان** بھی آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم جنگ میں شریک نہیں ہوئے اس لئے ہم کو بھی کچھ حصہ مرحمت ہو نبی صلعم نے ازراہِ مروّت ایک پہاڑی **ذوالرقبہ** نامی عطا فرما دی۔

حضرت صفیہ کے بارہ میں اکثر کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ نبی صلعم نے پہلے انکو **وحیہ کلبی** کو دیدیا تھا۔ مگر جب لوگوں نے ان کے حسن کی تعریف کی تو آپؐ نے انکو سات لونڈیاں دے کر واپس لے لیا۔ مخالفین نے اس واقعہ کو نہایت بدنما پیرایہ میں دکھایا ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کئے گئے تو وحیہ کلبی نے رسول صلعم سے درخواست کی کہ ایک لونڈی مجھ کو عنایت کر دی جائے آپؐ نے فرمایا کہ تم ایک لونڈی خود پسند کر کے لے لو انہوں نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ مگر

[ا] فتوح البلدان ۲۰

لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور ایک صحابی نے رسول صلعم سے آکر عرض کیا۔

ترجمہ صحیح مسلم - کہ اے پیغمبر خدا آپؐ نے صفیہ کو دحیہ کے حوالہ کیا وہ قریظہ اور نضیر کی رئیسہ ہے اور آپ کے سوا کوئی اس کے لائق نہیں ۱۲

اس کے بعد آپؐ نے حضرت **صفیہ** کو آزاد کر دیا اور خود نکاح کر لیا۔

ترجمہ ابو داؤد - کیونکہ وہ عالی رتبہ اور رئیس یہود کی لڑکی تھیں اس لئے ان کا اور کے پاس جانا انکی توہین تھی[1]

یہ واقعہ بالکل ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ ایک عالی خاندان سے تھیں۔ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھیں ان کا شوہر قبیلہ **نضیر** کا سردار تھا اور والد بھی بڑے پایہ کے آدمی تھے۔ جب یہ دونوں قتل ہو چکے تو ان کے پاس رفع غم اور حفظ مراتب کا کوئی ذریعہ باقی نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ کسی اولوالعزم شخص کی حفاظت میں رہکر زندگی بسر کریں اور سوائے اس کے کہ رسول صلعم ان کو اپنے عقد میں لیں اور کوئی تدبیر نہ تھی یہ کنیز بن کر بھی رہ سکتی تھیں مگر نبی صلعم نے انکی خاندانی عزت کے لحاظ سے ان کو آزاد کیا اور پھر نکاح کیا یہ امر خلق اور رحمدلی کے علاوہ مذہبی اور سیاسی حیثیت سے بھی نہایت موزوں تھا۔

چنانچہ رسول صلعم کی اس طرز عمل سے دشمنوں کے دل بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اسلام اپنے دشمنوں کے ورثہ کے ساتھ بھی نہایت موزوں برتاؤ کرتے ہیں چنانچہ حضرت جویریہ کا واقعہ اس امر کا کافی ثبوت ہے۔

دوسری غلطی جو اکثر ارباب سیر نے کی ہے وہ **کنانہ بن الربیع** کی بابت ہے

---

[1] شرح ابو داؤد و بروایت مازری۔ فتح الباری۔ بروایت حافظ بن حجر۔ ۱۲

اور نقل در نقل ہوتے ہوتے اس غلطی میں ایک اہمیت پیدا ہوگئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب اسلام کا قلعہ جات خیبر پر قبضہ ہوگیا تو کنانہ سے مخفی خزانہ پوچھا اس نے انکار کیا اس پر نبی صلعم نے حکم دیا کہ بجبر پوچھا جائے تو حضرت زبیر نے چقماق سینہ پر رکھ کر اس کو داغنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ قریب المرگ[۵۱] ہوگیا۔ پھر کنانہ کو قتل کرادیا اور تمام یہودی لونڈی غلام بنائے گئے[۵۲]۔ اس واقعہ کا صرف اس قدر حصہ صحیح ہے کہ کنانہ قتل کیا گیا۔ اور وہ بھی اس جرم میں نہیں کہ اس نے خزانہ بتانے سے انکار کیا بلکہ اس جرم میں کہ اس نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا[۵۳]۔

ترجمہ طبری۔ پھر رسول اللہ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کردیا جنہوں نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے قصاص میں کنانہ کو قتل کردیا۔

کسی شخص پر چند سکے نہ بتانے کے جرم میں اس کے سینہ کو داغنا رسول صلعم کی شان کے بالکل خلاف تھا جب کہ آپؐ نے کبھی اپنے جانی دشمن سے بھی ایسا برتاؤ نہیں کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ کنانہ کو اس شرط پر اماں دی گئی تھی کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی اور غلط بیانی نہ کرے گا اس نے یہ بھی منظور کیا تھا کہ اگر وہ اپنے عہد سے پھر جائے تو قتل کردیا جائے[۵۴]۔ مگر کنانہ نے بدعہدی کی اور محمود بن مسلمہ کو قتل کیا جس کے قصاص میں وہ قتل کیا گیا۔

فتح خیبر کے بعد نبی صلعم خیبر ہی میں مقیم تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب

---

۵۱ طبری۔۱۲ ۵۲ فتوح البلدان۔۱۲

۵۳ طبری۔۱۲ ۵۴ ابوداؤد۔۱۲

ملک حبشہ سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ جعفر طیار کے ہمراہ وہ پہلے مہاجرین بھی تھے جو ۵ھ نبوت میں کفار قریش کے ظلم سے تنگ آکر حبشہ چلے گئے تھے اور شاہ حبش کے بھیجے ہوئے سفارت کے امرا شرف بیعت حاصل کرنے کے لئے آئے تھے ان کے ہمراہ تھے مدینہ سے جعفر طیار کے ہمراہ وہ قافلہ بھی ہوگیا تھا جو یمن سے مشرف باسلام ہوکر چلا تھا ابوہریرہ اسی قافلہ میں[1] تھے

نبی صلعم حضرت **جعفر** کو دیکھکر نہایت خوش ہوئے اس لئے نہیں کہ وہ آپ کے چچازاد بھائی تھے بلکہ اس لئے کہ ملک حبش میں اشاعت اسلام کی خدمات نہایت محنت اور کوشش سے انجام دی تھیں۔

دور دراز ممالک سے ان لوگوں کا آنا خیبر والوں کو نہایت شاق گذرا اور ان کے دل میں یہ ہیبت بیٹھ گئی کہ جب اسلام نے اپنا سکہ ان ممالک تک جما لیا ہے تو ہم کس گنتی میں ہیں اور اب ان کو اپنے وہ مضبوط قلعے جس پر ان کو ناز تھا مٹی کا ڈھیر نظر آنے لگے اس موقع پر جب کہ جنگ ختم ہوگئی اور معاہدہ مستحکم ہوگیا اور امن قائم ہوگیا اور ان اصحاب کے آنے سے تمام اسلامی چہرے بشاش نظر آنے لگے تو مسماۃ **زینب** بنت حارث یہودی نے جو سلام بن مشکم سردار بنونضیر کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی آنحضرت صلعم کی مع چند صحابہ کے دعوت کی آپ نے ازراہ کرم منظور فرمالی زینب نے بھنا ہوا گوشت زہر ملاکر دعوت میں پیش کیا دسترخوان پر بشیر بن براء بھی

[1] ابوہریرہ کا قدیم نام عبدالشمس اور اسلامی نام عبدالرحمن تھا۔ ایک دفعہ ان کی آستین میں بلی دیکھکر رسول صلعم نے ابوہریرہ کا لقب دیا ۵۹ھ میں بعمر ۷۸ سال مدینہ میں وفات پائی۔ یہ بڑے محدث گذرے ہیں۔ ۱۲

تھے انہوں نے چند لقمے کہائے مگر جب رسول صلعم نے لقمہ بنایا تو فوراً ہاتھ کہینچ لیا اور فرمایا کہ گوشت زہر آلودہ ہے بشیرؓ نے کہا کہ یا نبی اللہ گوشت کا مزا تو مجھے بہی خراب معلوم ہوا تھا مگر اس خیال سے کہ حضور کے سامنے نوالہ اگلنا بے ادبی ہے میں نگل گیا۔ رسول صلعم نے زینب کو بلایا اور اس زہر خورانی کا سبب دریافت کیا زینب نے اقبال کیا اور کہا چونکہ میرے سب عزیز جنگ خیبر میں مارے گئے۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر آپ نبی مرسل ہیں تو آپ کو خود زہر کا علم ہو جائے گا اور اگر دعویٰ ہی دعویٰ ہے تو زہر کے اثر سے آپؐ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آپؐ نے زینب سے کچھ تعرض نہیں کیا مگر جب بشیر کا انتقال اس زہر سے ہو گیا تو ان کے قصاص میں یہ قتل کر دی گئی۔

بعد فتح خیبر حجاج بن خلاص سلمی جو نہایت امیر آدمی تھا مسلمان ہو گیا اس کا بہت کچھ روپیہ کفار قریش پر پہیلا ہوا تھا اور بہت لوگوں پر اس کا قرضہ آتا تھا اسلئے اس نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اگر اجازت دیں تو میں کسی حیلہ اور فریب سے اپنا مال جو اس وقت اہل مکہ کے قبضہ میں ہے جا کر لے آؤں۔ کیونکہ جب ان کو میرا مسلمان ہونا معلوم ہو جاوے گا تو پہر ایک دمڑی بہی نہ دیں گے آپؐ نے اجازت دی حجاج مدینہ سے روانہ ہوا۔ راستے میں مقام صفیہ بیضا پر پڑاؤ کیا وہاں بہت سے قریش جمع تھے اور جنگ خیبر کا نتیجہ سننے کے منتظر تھے کہ حجاج ان سے جا ملا قریش نے لڑائی کا حال دریافت کیا حجاج نے کہا کہ یہودی فتحیاب ہوئے اور محمد صلعم معہ صحابہ گرفتار ہوئے اور کچھ روز بعد یہودی مکہ میں آکر قتل کریں گے۔ یہ خبر سنکر قریش کمال درجہ خوش ہوئے اور مکہ میں آکر اس خبر کی شہرت

دی حجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا بہت سا مال یہودیوں کے پاس غنیمت میں آیا ہے
اور اس کے خریدنے کو ہر اطراف کے سوداگر جمع ہیں تم کوشش کر کے میرا روپیہ
بھی جمع کر دو تو کچھ مال خرید لاؤں مال قابل خرید ہے پھر ایسا سستا ہاتھ نہ لگے
گا۔ قریش نے منظور کیا اور بہت جلد کوشش کر کے سب مال اوس کا اوس کے
حوالہ کیا اور اس طرح اپنی بیوی سے بھی تمام مال لے لیا۔

حضرت عباسؓ و دیگر مسلمات جو وہاں مقیم تھے یہ خبر سن کر متردد ہوئے حضرت
عباسؓ نے ایک غلام حجاج کے پاس روانہ کیا کہ اصل واقعہ سے اطلاع دے
اس نے خود آکر خوش خبری سنانے کا وعدہ کیا بعد مال حاصل کرنیکے اصل واقعہ
بیان کیا جب حجاج واپس روانہ ہوا۔ تو حضرت عباسؓ نے حجاج کی تمام کارگزاری
بیان کی قریش یہ خبر سنکر سخت نادم ہوئے۔

خیبر کی فتح سے یہود کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور منافقین کا ایک سیدھا بازو ٹوٹ
گیا اور اسلام کی ملکی اور سیاسی حالت کا نیا دور شروع ہو گیا۔

فہرست شہدائے خیبر

(۱) **محمود بن سلمہ**۔ انصاری حارثی۔ جنگ احد و خندق میں شریک تھے۔
یہودی نے چکی کا پاٹ قلعہ سے گرا کر شہید کیا۔

(۲) **عامر بن اکوع**۔ مشہور صحابی اور پہلوان تھے۔ سلمہ بن عمرو کے چچا تھے۔

(۳) **سلیم بن ثابت**۔ احد۔ خندق اور صلح حدیبیہ میں موجود تھے مرحب یہودی
کے مقابل زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد اور دو بھائی جنگ احد میں شہید

ہو چکے تھے۔

(۴) اوس بن حبیب۔ انصاری۔ قلعہ ناعم پر شہید ہوئے۔

(۵) اسلم۔ خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی تھے میدان خیبر میں ایمان لائے اور اسی میدان میں شہادت پائی۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی رسول صلعم دیکھنے آئے اور پیچھے لوٹ آئے اور فرمایا اس کے پاس اس کی بہشتی بیوی بیٹھی ہے۔

(۶) حارث بن حاطب۔ انصاری اور اوسی تھے جنگ اُحد اور خندق میں شامل تھے۔ قلعہ سے تیر آیا اور دماغ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور شہادت پائی۔

(۷) رفاعہ بن مسروح۔ قبیلہ بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

(۸) ربیعہ بن اکثم۔ اسدی۔ مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر۔ احد۔ خندق اور حدیبیہ میں شریک تھے۔ اگرچہ قد مختصر تھا مگر بلند ہمت تھے چھتیس سال کی عمر میں شہادت پائی۔

(۹) عدی بن مرہ۔ چھاتی میں نیزہ لگا اور شہید ہوئے۔

(۱۰) عروہ بن مرہ۔ انصاری تھے۔

(۱۱) عمارہ بن عقبہ۔ بنو عفار سے تھے تیر کھا کر شہید ہوئے۔

(۱۲) عمیر بن ثابت۔ انصاری۔ اوسی۔ ابو ضیاح کنیت۔ بدر۔ احد۔ خندق و حدیبیہ میں شریک تھے۔

(۱۳) مسعود بن سعد۔ انصاری۔ اوسی۔ اور بدری ہیں۔

(۱۴) عبد اللہ بن ابو امیہ۔ بنو اسد بن عبد العزی کے حلیف اور بھانجے تھے۔

(۱۵) عبداللہ بن ہبیب بن اُھیب۔ اسعدی لیثی۔

(۱۶) اوس بن فاکہ۔ انصاری۔ اوسی۔

(۱۷) ابوصفیان بن حارث۔ انصاری تھے۔

(۱۸) اوس بن عائذ۔

(۱۹) ثابت بن واثلہ[1]

وادی القریٰ اور فدک

صفر ۷ہجری مطابق جون ۶۲۸ء

جب رسول صلعم خیبر کے قریب پہنچے تھے تو آپؐ نے محیصہ ابن مسعود کو فدک روانہ کر دیا تھا کہ ان کو دعوت اسلام دیں یہ فدک بھی منجملہ حصارہائے خیبر کے تھا۔ جب اسلام لانے کا ذکر ان سے کیا گیا تو بولے کہ پہلے محمد اہل خیبر سے تو نبٹ لیں۔ پھر اپنا دین ہم پر پیش کریں۔ اسی کے قریب یعنی تیما اور خیبر کے بیچ میں ایک وادی میں چند محلے آباد ہیں انھی مقام کو وادی القریٰ کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں یہاں عاد اور ثمود آباد تھے۔ جن کی آبادی اور مکانات کے آثار اس وقت بھی پائے جاتے ہیں۔ اسلام سے قبل یہاں یہودی آباد ہوئے جنہوں نے زراعت اور آبپاشی میں بہت ترقی کی اور اس وقت یہ یہود کا ایک خاص مرکز ہو گیا تھا۔

خیبر کی واپسی پر رسول صلعم نے ان مقامات کا رخ کیا آپ کے ہمراہ ۱۴۸۰ مسلمان تھے اسلام پیش کیا۔ مگر یہود نے کوئی بات نہ سنی اور تیراندازی شروع کر دی۔

---

[1] ان کے علاوہ زنیف بن وائلہ کا نام واقدی نے اور انیف بن حبیب کا نام طبری نے لکھا ہے۔

آنحضرت صلعم کا محمل آپ کا غلام مدعم اُتار رہا تھا کہ ایک تیر لگا اور شہید ہو گئے اب
باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی مگر تھوڑے مقابلہ کے بعد گیارہ یہودی مارے گئے اور ہتھیار
ڈالدی گئی اور صلح کے لئے اپنا سردار نون بن یوشع کو نبی صلعم کی خدمت میں بھیجا
نبی صلعم نے خیبر کی شرائط پر صلح کرلی۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک وہ نصف زمین
پر قابض چلے آئے۔ حضرت عمر نے مصالح ملکی پر نظر ڈالکر پچاس ہزار درہم پر بقیہ نصف حصہ
بھی خرید کر بیت المال میں شامل کر دیا۔ اور انکو شام کی طرف نکالدیا۔
جنگ خیبر کے بعد ۷ ہجری میں جو چھوٹے چھوٹے واقعات ہوئے ان کی تفصیل درج
ذیل ہے جو سریہ یا غزوہ کے نام سے موسوم ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع صفر ۷ھ مطابق جون ۶۲۸ء	بنو غطفان نے بنو محارب بنو ثعلبہ اور بنو انمار کو اپنے ساتھ ملاکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے رسول صلعم

چارسو مسلمان لیکر ان کی حدود پر جا پہونچے اور یہ سب لوگ منتشر ہو گئے۔

سریہ کدید صفر ۷ھ مطابق جون ۶۲۸ء	بنو ملوح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا ان کی تنبیہ کے لئے غالب بن عبداللہ لیثی معہ ساٹھ

سواروں کے بھیجے گئے جن سے خفیف لڑائی ہوئی دشمن کا ایک آدمی زخمی ہوا اور وہ
مقابلہ سے ہٹ گئے۔

سریہ حسمی جمادی الآخر ۷ھ مطابق اگست ۶۲۸ء	وحیہ کلبی نامہ مبارک لیکر ہرقل کے پاس گئے تھے جب وہاں سے معہ تحائف واپس آئے تو راستہ میں ھُنید

بن عوص جزری نے ان کو لوٹ لیا ان ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے زید بن حارث
پانچسو آدمیوں کو لیکر روانہ ہوئے اور اون کے قیام گاہ پر پہونچکر خفیف مقابلہ ہوا

نفنیدا اور اس کا بیٹا مارا گیا باقی ایک سو آدمی دشمن کے مارے گئے۔ انھوں نے
معافی مانگی اور آیندہ کے لئے توبہ کی اور رہا کر دئے گئے۔

سریہ تربہ | تربہ مکہ سے دو منزل ہے یہاں کے لوگ بنو غطفان سے مل گئے تھے
حضرت عمرؓ تیس آدمی لیکر ان کی سرحد پر گئے اور مظاہرہ کیا گیا دشمن منتشر ہوگیا۔

سریہ بنی کلاب | یہ لوگ بنو محارب اور بنو انمار وغیرہ کے شریک ہو گئے تھے اور مسلمانوں
پر حملہ کرنا چاہتے تھے حضرت ابو بکرؓ ان کی سرکوبی کو بھیجے گئے دشمن کے کچھ لوگ
مارے گئے اور کچھ قید ہو گئے۔

سریہ بشیر بن سعد شوال ۶ھ مطابق فروری ۶۲۹ء | **قبیلہ فزارہ و عذرہ** نے جنگ خیبر میں یہود کو مدد دی
تھی ان کی تنبیہ کے لئے **بشیر بن سعد** تیس آدمیوں کو
لیکر روانہ کئے گئے صرف مظاہرہ مقصود تھا مگر ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر چلائے
اور قریب قریب سب مسلمان تھوڑے بہت زخمی ہوئے دشمن کے دو آدمی گرفتار ہوئے
اور باقی منتشر ہو گئے۔

سریہ ابن ابی العوجار آخر ۷ھ مطابق ۶۲۹ء | بنو سلیم کی سرحد پر مظاہرہ تھا۔ یہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے
ابی العوجار معہ پچاس آدمیوں کے یہاں بھیجے گئے تھے
دشمن کی تعداد زیادہ تھی اور محفوظ مقام میں تھے۔ مقابلہ ہوا اور سوائے ابی العوجار
کے جو زخمی واپس آئے باقی سب مسلمان شہید ہو گئے۔

ادائے عمرہ

ذیقعدہ ۷ھ مطابق مارچ ۶۲۹ء

صلح حدیبیہ میں معاہدہ ہوا تھا کہ اگلے سال محمد صلعم مکہ میں آکر عمرہ کر سکتے ہیں اور مکہ

میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں گے۔ چنانچہ اب ایک سال گذرنے پر نبی صلعم نے
عمرہ کا ارادہ کیا اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ میں شریک تھے اُن میں سے کوئی
رہ نہ جاوے چنانچہ سوائے اُن لوگوں کے جو اس زمانہ میں وفات پا چکے تھے سب
اس سعادت سے فیضیاب ہوئے۔ ابوذر غفاری مدینہ میں خلیفہ مقرر ہوئے اور آپؐ
دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں کُل اصحاب بیعت رضوان کے شامل تھے مکہ
روانہ ہوئے۔ معاہدہ میں ایک یہ بھی شرط تھی کہ مسلمان مکہ میں ہتیار بند نہ آئیں اس
لئے تمام اسلحہ جنگ مکہ سے آٹھ میل ادہر مقام **بطن یاجج** میں چھوڑ دئے گئے اور بشیر
بن سعد کو دو سو سواروں کا افسر بنا کر اسلحہ کی حفاظت کے لئے یہاں چھوڑ دیا۔
نبی صلعم لبیک کہتے ہوئے حرم مکہ کی طرف بڑہے۔ **عبداللہ بن رواحہ** نبی صلعم کے
اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے اور یہ رجز پڑہتے ہوئے نہایت جوش کے ساتھ جاتے
تھے۔

ترجمہ۔ اے کفار آگے سے ہٹ جاؤ۔ اگر آج تم نے آنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار
کریں گے۔ وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے جدا کردے۔ اور دوست کے دل سے دوست
کی یاد بھلاوے۔

پونے دو ہزار صحابہ کی جماعت۔ جن کے دل میں برسوں کی تمنا اور ادائے فرض
کا جوش تھا قدم قدم پر عجیب بہار دکھا رہا تھا۔ اہل مکہ کا خیال تھا کہ مدینہ کی آب و ہوا
نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے اس بنا پر نبی صلعم نے حکم دیدیا تھا کہ مسلمان طواف
کے وقت اول تین دفعہ نہایت اکڑ کر چلیں^ل^۔ چنانچہ وہ سنت اس وقت تک

لہ عربی میں اس رفتار کو رمل کہتے ہیں۔

جاری ہے۔

مکہ والوں نے اگرچہ مجبوراً مسلمانوں کو اس سال آنے کی اجازت دے دی تھی مگر اُن کی آنکھیں اس منظر کو دیکھنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ اس لئے قریش نے شہر خالی کر دیا اور گھروں کو مقفل کر کے کوہ **ابوقبیس** پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے اور وہاں سے مسلمانوں کا سچا جوش اور سادہ اور موثر طریق عبادت کا نظارہ دیکھنے لگے۔ اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ خالی شہر میں ایک پیسہ کا بھی نقصان کسی کا نہیں ہوا تو اس امانت اور دیانت کا بڑا عجیب اثر اُن کے دلوں پر ہوا۔

تین دن کے بعد اہل قریش نے حضرت **علی** کی معرفت رسول صلعم سے کہا کہ تین دن ہو گئے چنانچہ آپ اسی وقت رخصت ہو گئے۔

چلتے وقت حضرت امیر حمزہ کی چھوٹی لڑکی **امامہ** جو اس وقت تک مکہ میں تھیں مسلمانوں کو دیکھ کر گڑ ہنسنے لگیں اور دوڑی ہوئی آنحضرت صلعم کے پاس آئیں اور چچا چچا کہہ کر لپٹ گئیں۔ حضرت علی نے ہاتھوں پر اوٹھا لیا۔ حضرت جعفر بولے کہ یہ میری چچازاد بہن ہے مجھے دے دو۔ زید نے کہا امیر حمزہ میرے مذہبی بھائی تھے میں اس کو لوں گا۔ حضرت علی کو دعویٰ تھا کہ یہ میری بہن بھی ہے اور پہلے میں نے ہی اُس کو اُٹھایا ہے آنحضرت صلعم نے سب کا درجہ مساوی دیکھ کر اسما کی گود میں دے دیا جو اس بچہ کی خالہ تھیں[1]۔ اور مدینہ میں آ کر حضرت جعفر کی ولایت میں رکھا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی برابر ہوتی ہے اس لئے اس بچی کی تسکین خوب ہوگی۔

---

[1] از صحیح بخاری و زرقانی۔

متفرق واقعات ۷ھ

شروع ۷ھ ہجری نبوی میں خصوصاً غزوہ خیبر کے موقع پر رسول صلعم نے مندرجہ ذیل احکام کا حکم فرمایا۔

(۱) پنجہ دار پرند کا کھانا حرام ہے۔

(۲) درندے جانور حرام کردئے گئے۔

(۳) گدھا اور خچر حرام ہوا۔

(۴) اس وقت دستور تھا کہ لونڈیوں سے فوراً ہی متمتع ہو سکتے تھے مگر اب یہ شرط لگا دی گئی کہ اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ تین مہینے تک تمتع جائز نہیں۔

(۵) سونے چاندی کا بہ تفاضل خریدنا ممنوع ہوا۔

(۶) متعہ حرام ہوا۔

۸ھ

سریہ کعب بن عمیر

ربیع الاول ۸ھ مطابق جون ۶۲۹ء

نبی صلعم نے کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ محض دعوت اسلام کے لئے ذات اطلاح کی جانب روانہ کیا۔ یہ مقام حد ود شام میں واقع ہے اور وادی قریٰ کے اسی طرف ہے ان کی مخالفت کی خبریں حضور تک پہنچی

تہیں اور یہ ایک جماعت حملہ کے لئے تیار کر رہے تھے ۔ ان مسلمانوں نے اسلام کا
وعظ دیا مگر جواب تیر و تفنگ سے پایا یہاں تک یہ کل اسلامی جماعت شہید ہو گئی
صرف ایک مسلمان بچا جس نے مدینہ آکر اطلاع دی۔ اسی بنا پر جو سرایا روانہ کئے
جاتے تھے ان کے ساتھ بغرض حفاظت کچھ فوج بھی جاتی تھی اور افسران فوج سے
کہدیا جاتا تہا کہ لڑنا قطعی نہیں صرف دعوت اسلام مقصود ہے ۔ چنانچہ اسی سنہ
میں بعد فتح مکہ جب رسول صلعم نے حضرت خالد کو بنو خذیمہ کی ہدایت کے لئے تین
آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا تو صاف الفاظ میں کہہ دیا تہا کہ لڑنا بھڑنا مت صرف
اشاعت اسلام کرنا جو اصلی مقصد ہے[۱]۔ جب خالد وہاں پہنچے تو انہوں نے انکے
الفاظ کی توہین کی حضرت خالد ایک فوجی بہادر آدمی تھے اُن کو تاب نہ آئی اور تلوار
سے کام لیا۔ رسول صلعم نے سنا تو آپ کھڑے ہو گئے اور قبلہ رُخ ہو کر تین دفعہ فرمایا
کہ اے اللہ جو کچھ خالد نے کیا ہے اُس کا وہ ذمہ دار ہے ۔ میں اس سے بری
ہوں اور حضرت علی کو فوراً روانہ کیا جنہوں نے ہر شخص کا صلہ دیا یہاں تک کہ کتوں
تک کا خوں بہا ادا کیا اور کچھ مزید رقم بھی دی[۲]۔

سریہ ذات عرق
ربیع الاول ۸ھ

اسی ماہ میں شجاع بن وہب اسدی پچیس آدمیوں کی
جمعیت کے ساتھ ذات عرق روانہ کئے گئے ۔ یہاں بنی ہوازن
آباد تھے اور دشمن اسلام کو کئی مرتبہ مدد دے چکے تھے اب انہوں نے مدینہ سے
پانچ منزل پر پھر فراہمی لشکر کا کام شروع کر دیا تہا۔ اسلئے مرعوب کرنے کے لئے صرف

[۱] خلاصہ طبری۔ ۱۲

[۲] تاریخ طبری۔ ۱۲

یہ لوگ بھیجے گئے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

جنگ موتہ

جمادی الاول ۸ھ مطابق ستمبر ۶۲۹ء

موتہ ایک قصبہ کا نام ہے جو اضلاع بلقا سے ہے اور علاقہ شام اور دمشق
قریب واقع ہے عرب میں جو مشرقی تلوار مشہور تھی وہ اسی جگہ تیار ہوتی تھی۔ سنہ ۶ھ
میں جو رسول صلعم نے سلاطین اور روسا کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ کئے
ان میں ایک خط شرجیل بن عمرو والی بصری (حوران) کے بھی نام تھا۔ یہ حکمرا
قیصر کا ماتحت تھا اور عیسائی مذہب رکھتا تھا اور شام کے سرحدی مقامات پر حکو
کرتا تھا۔ اس کے نام کا خط حارث بن عمیر لیکر گئے تھے جب خط اسکو دیا گیا ت
حارث بن عمرو غسانی نے اس اسلامی ایلچی کو قتل کر دیا جس سے سفیروں کی
خطرہ میں پڑ گئی۔ جب یہ خبر رسول صلعم کو ملی تو ایلچی کو قتل کرانا آپ کو سخت ناگو
گذرا۔ اور اس کے قصاص لینے کی غرض سے تین ہزار فوج تیار کی اور اس فو
زید بن حارثہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ یہ زید آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور اوا
لانے والوں میں تھے۔ جب یہ لشکر شام کو روانہ ہوا تو ثنیۃ الوداع تک
بھی درستی لشکر اور مشایعت کی غرض سے فوج کے ہمراہ آئے اسی لئے اس کا
غزوات میں بھی ہے۔ اور جب فوج کو رخصت کیا تو فرمایا کہ اگر زید کو جام شہا
نصیب ہو تو ان کے بعد جعفر سالار مقرر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جا

۱؎ صحیح بخاری۔ ۱۲

عبداللہ بن رواحہ فوج کی کمان لیں۔ انکے بعد وہ سردار مقرر ہوں جس کو سب مسلمان پسند کریں۔ حضرت زید غلام تھے ان کے مقابلہ میں حضرت جعفر حضرت علی کے حقیقی بھائی اور رسول صلعم کے مقرب خاص تھے اور عبداللہ بن رواحہ معزز انصاری اور مشہور شاعر تھے غرضکہ رتبہ میں یہ دونوں صاحب زید سے ایک امتیاز خاص رکھتے تھے اسی بنا پر اکثر لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان کے ہوتے ہوئے حضرت زید کو سپہ سالار کرنا کس بنا پر ہے۔ مگر اُن کی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اسلام جو مساوات عام پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس کے لئے اسی ایثار کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ زید کے صاحبزادے اسامہ بھی فوج کے سردار بنائے گئے تھے اس وقت بھی لوگوں میں کچھ چرچا ہوا تھا رسول صلعم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ان کے باپ کی سرداری پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ وہ افسری کے قابل[1] تھے۔

اگرچہ یہ مہم قصاص کی غرض سے روانہ کی گئی تھی پھر بھی رسول صلعم نے فرمایا تھا کہ اول ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ تسلیم کرلیں تو جنگ کی ضرورت نہیں اور اظہار ہمدردی کی غرض سے یہ فرمایا کہ سب سے اول اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمرو اپنا فرض ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ جب فوج نے شام کا رخ کیا تو مخبروں نے شرجیل کو اطلاع دی شرجیل نے فوراً قیصر کو لکھا جو بے شمار فوج لیکر حارث کی امداد کو آگیا اور جو فوج کے علاقوں میں تعینات تھی وہ سب سمٹ کر اسی جگہ پہونچ گئی اور اس طرح قریب ایک لاکھ کے جمعیت ہوگئی حضرت زید نے یہ حالات دیکھکر رسول صلعم کو لکھنا چاہا تاکہ وہاں سے امدادی فوج

---

[1] صحیح بخاری میں یہ پورا واقعہ درج ہے۔

کچھ اور آجائے مگر عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ جب لڑنے کا اصلی مقصد شہادت ہے
تو پھر کثیر فوج سے کیا ڈرنا۔ چنانچہ یہ مختصر گروہ آگے بڑھا اور ایک لاکھ فوج پر حملہ آور
ہوا۔ مگر کہاں ایک لاکھ اور کہاں تین ہزار گویا ایک مسلمان کا تیس آدمی سے مقابلہ
تھا مگر ان کو کثرت کی کچھ پرواہ نہ تھی وہ شہادت کو اپنا اصلی مقصد زندگی سمجھتے
تھے نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں بہت سے مسلمان کام آئے اور حضرت زید کو
اس قدر برچھیاں کھائیں کہ شہید ہوگئے۔ ان کے بعد حضرت **جعفر** علم لے کر آگے
بڑھے اول اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور پھر اس بے جگری سے لڑے
کہ دشمن بھی حیران ہوگئے۔ بالآخر نوّے[۹۰] زخم سامنے اور سینہ پر کھاکر گر پڑے اور
شہید ہوئے **عبداللہ بن عمر** نے جب ان کی لاش دیکھی تو ایک بھی نشان
پشت پر نہ تھا۔ اس کے بعد **عبداللہ بن رواحہ** علم ہاتھ میں لے کر حریف کے
مقابل ہوئے اور داد شجاعت دے کر شہید ہوئے[۱]۔

اب سپہ سالاری کے قابل حضرت **خالد** تھے انہیں کو سب لوگوں نے انتخاب
کیا۔ خالد کی تیز تیز نگاہیں ان شہیدوں کی دلیرانہ بہادری اور جان نثاری پر پڑ رہی
تھیں اول تو خود ہی بہادر تھے دوسرے ایسے بہادروں کے شہید ہونے نے ان کو اور
بھی غضبناک کر دیا عیسائیوں کے حوصلے ان سرداروں کے شہید ہونے سے بہت کچھ
بڑھ گئے تھے اور ادھر کچھ مسلمان بھی جی چرانے لگے تھے جس سے عیسائیوں کو...

[۱] رسول صلعم مدینہ میں بیٹھے سب کی شہادت کی خبر دیتے تھے جب جعفر کا شہید ہونا بیان کیا تو ...
میں ماتم برپا ہوگیا۔ آپؐ نے تین یوم کھانا بھیجا۔ جب خالد سپہ سالار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اب ...
کا سردار مقرر ہوا ہے۔ منقول از اسماء ۱۲

ہو گیا تھا کہ نتیجہ ہمارے موافق ہو گا مگر ان کو اب ہی خالد کی خون آلود تلوار دکھنی باقی تھی جو لوگ لڑائی سے جی چُرا کر بھاگنے لگے تھے جدید سردار کا رنگ دیکھنے کے لئے کچھ دیر اور رحم گئے۔

خالد اور دیگر ثابت قدم بہادروں نے بہت کچھ ان کو شرمندہ کیا کہ مسلمان کو لڑائی میں مرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ بھاگ کر عمر بھر شرمندگی اٹھائیں۔ عیسائیوں نے جو خالد کو بڑھتے دیکھا تو وہ ایک دم سمٹ کر کھڑے ہو گئے۔ خالد نہایت بہادری سے لڑے ان کی تلوار جس طرف بڑھتی تھی ادہر کا میدان صاف ہو جاتا تھا خالد جس فوج کی کمان کر رہے تھے وہ تعداد میں بہت کم تھی مگر یہ اسی فوج کو اُلٹ پلٹ کر کچھ ایسا آراستہ کر دیتے تھے کہ دشمن کو یقین ہوتا تھا کہ جدید فوج اس میں اور شامل ہو گئی ہے۔ خالد جس طرف بڑھتے تھے دشمن کی فوج پیچھے ہٹ جاتی تھی معتبر روایت ہے[1]۔ کہ اس روز آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑیں لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ تھا خالد کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ جب انہوں نے اپنی فوج کو دشمن کے نرغہ میں دیکھا تو فوجی قواعد و لیاقت سے تمام فوج کو دشمن کی زد سے صاف نکال لے گئے چونکہ مسلمان تعداد میں بہت زخمی ہو گئے تھے اور خاص خاص درجہ شہادت کو پہنچ گئے تھے اس لئے مدینہ کو لوٹنا ہی مناسب سمجھا گیا[2]۔ جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو اہل شہر ان کے استقبال کو نکلے تو لوگ بجائے غمخواری کے ان لوگوں پر جنہوں نے

---

[1] ابن اطہر جلد ۲۔

[2] صحیح بخاری ۱۲۔

لڑائی سے منہ موڑنا چاہا تھا نفرین کرتے اور خاک پھینکتے تھے۔ کہ اے منفرو ریو تم خدا کی راہ سے بھاگے ہو ایسے لوگوں کی شرمندگی اس وقت تک نہ گئی جبتک کہ رسول صلعم نے خود انکی تشفی نہ کی۔

نبی صلعم کو اس ناکامیابی کا سخت افسوس ہوا حضرت جعفر سے آپ کو خاص اُنس تھا آپ مسجد میں غمزدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نے آکر کہا کہ جعفر کی مستورات ماتم کر رہے ہیں آپ نے فرمایا منع کردو اس نے کہا وہ نہیں مانتیں پھر فرمایا منع کردو مگر وہ نہ مانیں تیسری مرتبہ فرمایا کہ ان کے مُنہ پر خاک ڈالدو۔[1]

اسی جنگ کی واپسی پر حضرت خالد کو سیف اللہ کا خطاب مرحمت ہوا۔

فہرست شہدائے موتہ

(۱) زید بن حارثہ بن شرجیل۔ ان کے باپ کا سلسلہ نسب قضاعہ سے ملتا ہے اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ قبیلہ طے سے تھیں قزاقوں نے زید کو ان کی والدہ سے چھین لیا تھا اور بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو درہم پر اپنی پھوپی خدیجہ الکبریٰ کے واسطے خرید لیا۔ انہوں نے رسول صلعم کے لئے ہبہ کر دیا۔ رسول صلعم نے نہایت محبت سے رکھا۔ زید کے والد اور چچا لینے کو آئے مگر یہ مسلمان ہوگئے تھے رسول صلعم کو چھوڑ کر نہ گئے۔

[1] صحیح بخاری - ۱۲

ان کا نام کلام مجید میں آیا ہے اور خدا نے تعریف کی ہے۔ یہ حضرت حمزہ کے مواخات تھے۔

(۲) حضرت جعفر طیار بن ابی طالب یہ حضرت صلعم کے چچا زاد بھائی تھے حبش ہجرت کر گئے تھے۔ ان کا مفصل ذکر کتاب میں گذر چکا ہے۔

(۳) عبداللہ بن رواحہ۔ نقیب محمدی تھے غزوات بدر۔ احد۔ خندق۔ حدیبیہ و عمرۃ القضا میں شریک تھے نبی صلعم کے خاص شعرا سے تھے۔

(۴) جابر بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری ہیں۔

(۵) ابو کلاب بن ابی صعصعہ یہ جابر کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کا بھائی قیس جنگ بدر میں ایک حصہ فوج کا سردار تھا۔ انکا ایک بھائی جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔

(۶) وہب بن سعد بن ابی سرح۔ جنگ احد۔ خندق اور حدیبیہ میں شریک جنگ تھے۔

(۷) عباد بن قیس بن زید۔ جنگ بدر سے اس وقت تک تمام لڑائیوں میں شامل ہوئے تھے۔

(۸) مسعود بن سوید بن حارثہ۔ بنو عدی کے نشر اشخاص ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔

(۹) مسعود بن الاسود بن حارثہ۔ بیعت رضواں میں شریک تھے۔ اور مسعود بن سوید کے چچا زاد بھائی تھے۔

(۱۰) **سراقہ بن عمرو** ۔ جنگ بدر سے اس وقت تک سب لڑائیوں میں شریک رہے۔

(۱۱) **عبادہ بن قیس** ۔ ان کا بھائی سُبیع بن قیس تھا دونوں جنگ بدر میں شریک تھے۔

(۱۲) **سوید بن عمرو** ۔ یہ وہب بن سعد کے ساتھ مواخات تھے۔

(۱۳) **ہویجہ بن ہجیر بن عامر** ۔ ایک نیکدل صحابی تھے۔

سریہ ذات السلاسل
جمادی الآخر ۸ھ مطابق
ستمبر ۶۲۹ء

آنحضرت صلعم کو خبر ملی کہ قبیلہ کلبی بنو قضاعہ اور **بنو القین** کے لوگ آپس میں ملکر مدینہ پر ایک دم حملہ کی کوشش کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت **سعد ابن وقاص** کو پانچسو مسلمانوں کا افسر بنا کر فوراً روانہ کیا۔ ان کو سپہ سالار بنانے کی سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ ان کی دادی اسی خاندان سے تھیں اور یہ تمام علاقہ سے واقف تھے دوسرے یہ خیال تھا کہ ان کی وجہ سے صلح ہو جائے گی اور ہر دو فریق کشت و خون سے محفوظ رہیں گے۔ مگر جب رسول صلعم کو دشمن کی تعداد کثیر کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے پیچھے سے ان کی امداد کے لئے حضرت **ابو عبیدہؓ** اور حضرت **ابو بکر صدیقؓ** اور حضرت **عمرؓ** کو اور روانہ کر دیا۔

حضرت سعد نے رات کا سفر اختیار کیا تاکہ دشمن کو آمد کی اطلاع نہ ہو اور اسی مصلحت سے آگ کے جلانے کو بھی منع کر دیا اگرچہ لشکر کو سردی کی تکلیف اُٹھانا پڑی مگر یہ فائدہ ہوا کہ مسلمان اُن پر ایک دم ٹوٹ پڑے مخالفوں کو تعداد معلوم نہ تھی اور اس کشمکش میں وہ اندازہ بھی نہ کر سکے میدان سے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور منتشر ہو گئے۔

سریہ سیف البحر
رجب ۸ھ مطابق اکتوبر ۶۲۹ء

رسول صلعم کو اطلاع ہوئی کہ قبیلہ جہنیہ کے لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں ان کی جماعت منتشر کرنے کے لئے حضرت **ابو عبیدہ بن الجراح** تین سو مسلمانوں کی جماعت سے روانہ کئے گئے۔ اس جماعت کے بھیجنے سے قریش کی توجہ منتشر کرنا تھی لڑائی مقصود نہ تھی۔ اس سفر میں مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی کیونکہ رسد ختم ہوگئی تو درخت کی پتیاں کھانی پڑیں مگر سمندر کے کنارے ایک ایسے عظیم الجثہ مچھلی دستیاب ہوگئی جس نے سب تکلیف رفع کردی اور مسلمان سکھا کر مدینہ تک لائے۔

مسلمانوں نے کچھ دن وہیں قیام کیا۔ مخالف خوف زدہ ہوکر منتشر ہوگئے۔

سریہ محارب
ماہ شعبان ۸ھ مطابق
نومبر ۶۲۹ء

ابو قتادہ انصاری مقام خضرہ واقع نجد پندرہ آدمیوں کے ساتھ واسطے تفتیش حالات قبیلہ بنو غطفان روانہ کئے گئے۔ یہ قبیلہ پہلے چند بار حملہ کر چکا تھا اور اس دفعہ مقام خضرہ پر جمع ہو رہے تھے۔ یہ لوگ خوف زدہ ہوکر اور مویشی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ واقعہ سریہ محارب کے نام سے موسوم ہے۔

فتح مکہ

۲۰ رمضان ۸ھ مطابق ۱۱ جنوری ۶۳۰ء روز جمعرات

رسول صلعم کا سب سے مقدم فرض توحید کا پھیلانا اور حرم کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا تھا۔ مگر عرب کی سخت مخالفت اور کفار قریش کے متواتر حملوں نے اکیس برس تک اس فرض منصبی کو ادا نہ ہونے دیا مگر صلح حدیبیہ نے اس کی بنیاد ڈالی اور اس

سال غیب سے سامان ہو گیا۔

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی۔ کہ دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس زمانہ میں جو قومیں محمد صلعم سے ملنا چاہیں وہ ادہر مل جائیں اور جو قریش مکہ سے ملنا چاہیں وہ ادہر مل جائیں۔ اس کے موافق قبیلہ بنو خزاعہ نبی صلعم سے مل گیا اور بنو بکر قریش کے طرفدار ہو گئے۔ مگر یہ معاہدہ دو برس بھی قریش مکہ نبھا نہ سکے۔

ان دونوں قبیلوں میں ایک عرصہ دراز سے لڑائیاں چلی آرہی تھیں مگر جب اسلام کا ظہور ہوا تو ان کی تمام طاقت اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوئی اور تمام مخالفت کی تدبیریں اسلام پر ختم ہونے لگیں اور اس طرح یہ لڑائیاں اس وقت تک رُکی رہیں۔

صلح حدیبیہ کی بدولت اتنا ہوا کہ کچھ روز کے لئے امن ہو گیا اور لوگوں کو اطمینان سے زندگی بسر کرنے کا موقع ملا تو بنو بکر سوچے کہ اب انتقام کا عمدہ موقع ہے دفعۃً بنی خزاعہ پر شبخون مارا جس میں بیس آدمی بنی خزاعہ کے قتل ہوئے۔ اور یہ شبخون بڑے انتظام سے مارا گیا تھا قریش نے بنو بکر کو اسلحہ سے مدد دی **عکرمہ بن ابوجہل** اور **سہیل بن عمرو** معاہدہ پر دستخط کرنے والوں اور صفوان بن امیہ سردار قریش نے خود بھی منہ پر نقاب ڈالکر اور بھیس بدلکر بنو خزاعہ پر جی توڑ کر حملے کئے۔ اور بنو بکر کے ساتھ ملکر اُن بے چاروں پر تلوار چلائی۔ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم کعبہ میں پناہ لی بنو بکر رُک گئے کہ حرم کی حرمت ضرور چاہیئے مگر ان کے سردار اعظم **نوفل** نے کہا کہ ہاتھ مت روکو پھر ایسا موقع نہ آئیگا۔ چنانچہ حدود حرم میں ان کا خون بہا دیا۔ یہ مظلوم

ک تاریخ طبری-۱۲

جب الھک الھک (اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم کہتے تھے کہ آج خدا کوئی چیز نہیں۔

ان مظلوموں کے چھوٹے بڑے کل چالیس آدمی جنہوں نے چھپکر اپنی جان بچائی تھی عمرو بن سالم کے ساتھ اونٹوں پر سوار ہوکر نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مظلومی اور بربادی کی فریاد بلند کی۔ سالم خزاعی نے اپنے حلیفوں کی فریاد مسجد میں جاکر رسول صلعم سے پُر درد نظم میں بیان کی جسکا ترجمہ یہ ہے۔

قریش نے عہد شکنی کی ؛ انہوں نے اس مستحکم معاہدہ کو جو آپ سے کیا تھا توڑ دیا ؛
ہمکو خشک گھانس کی طرح پامال کردیا ؛ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آئیگا ؛
وہ تو ذلیل اور قلیل ہیں ؛ انہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا ؛
اور ہمکو رکوع اور سجود کی حالت میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا ؛

رسول صلعم نے یہ واقعات سنے تو آپ کو نہایت رنج ہوا مگر پھر بھی ضبط کیا اور قریش کے پاس ایک قاصد بھیجا اور یہ تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) مقتولوں کا خونبہا ادا کیا جائے۔

(۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے علیحدہ ہوجائیں۔

(۳) آج کی تاریخ سے صلحنامہ حدیبیہ ٹوٹ گیا

قاصد مکہ پہونچا اور پیغام دیا۔ قرطہ بن عمر نے اہل قریش کی طرف سے جواب دیا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے[1]۔ مگر جب قاصد رخصت ہوگیا تو قریش مکہ کو سخت ندامت ہوئی کہ جواب باثواب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ شبخون کا راز مسلمانوں پر ضرور کھل جائیگا۔ اور

[1] زرقانی - ۱۲

محمد صلعم پھر ہم پر فوج کشی کریں گے اس لئے ابوصفیان کو قاصد بنا کر مدینہ روانہ کیا کہ وہ جا کر صلح حدیبیہ کے شرائط از سر نو قایم کرا لائیں۔ ابوصفیان مدینہ پہنچا اور اول اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس گیا جو رسول صلعم کی زوجہ تہیں۔ بیٹی نے باپ کو آتے دیکھکر رسول صلعم کا بستر لپیٹ دیا۔ ابوصفیان نے اسکا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ اے باپ تم کفر کی نجاست سے ناپاک ہو اس لئے پیغمبر کے بچھونے پر بیٹھنے کے قابل نہیں یہ نہایت افسردہ ہو کر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کو بیچ میں ڈالنا چاہا مگر دونوں نے کانوں پر ہاتھ رکھا یہاں سے بھی مایوس ہو کر جناب فاطمہ زہراؓ کے گھر گیا۔ حضرت امام حسینؓ اس وقت پانچ برس کے تھے ابوصفیان نے امام حسنؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر یہ بچہ کہدے کہ ہم نے دونوں فریقوں میں صلح کرا دی تو یہ آج سے عرب کا سردار مانا جائے گا جناب سیدہ نے کہا کہ بچوں کو معاملات ملکی میں کیا دخل۔ مگر حضرت علی کے مزاج میں ظرافت تھی انہوں نے کہا کہ تم حضرت صلعم کے حضور میں جاؤ اور کہو کہ میں نے قریش کو آپ کی طرف سے امن دے دی ہے اس خیال سے کہ آپ میری بات کو رد نہ کریں گے چنانچہ ابوصفیان نے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دیا کہ میں نے حضور کی طرف سے قریش مکہ کو امن دیدی اور معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ رسول صلعم اس جاہلانہ بات کا کیا جواب دیتے۔ خاموش رہے۔ ابوصفیان رسول صلعم کی خاموشی سے سمجھا کہ میرا خوب مطلب پورا ہوا اور خوش خوش مکہ واپس آیا اور لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا قوم نے سنکر اس کو قائل کیا اور کہا کہ آپ نے وہاں جا کر فیصلہ کیا خاک کیا۔ یہ نہ تو صلح ہے جو ہم اطمینان سے بیٹھیں اور نہ لڑائی ہے جو جنگ کا سامان کریں۔

اب نبی صلعم نے جنگ کا سامان نہایت احتیاط سے خفیہ طور پر شروع کیا کیونکہ معاہدہ کی پابندی۔ مظلوم کی دادرسی اور حلیفی قبائل کی آیندہ حفاظت کا بار آپ پر ضروری تھا۔ اپنے اتحادی قبائل کے پاس قاصد روانہ کئے کہ وہ فوراً طیار ہو کر آئیں اس بات کی بڑی احتیاط کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہو۔

مدینہ میں حاطب بن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ انہوں نے ایک خفیہ خط لکھکر چالاک عورت کے ہاتھ قریش کے پاس روانہ کر دیا کہ رسول صلعم مکہ پر حملہ کی طیاریاں کر رہے ہیں۔ نبی صلعم کو اس کی اطلاع ہو گئی آپ نے حضرت علی کو معہ مقداد اور زبیر قاصدہ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور حلیہ بتا دیا حضرت علی نے اس کو مقام روضہ کاخ پر جا لیا۔ جس نے اول تو انکار کیا مگر حضرت علی کے دھمکانے سے وہ خط اپنی چٹیا سے نکالکر حوالہ کیا اُس میں تحریر تھا کہ اے اہل قریش نبی صلعم عنقریب مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں تم ہوشیار رہنا۔ وہ تم پر فتح ضرور پائیں گے خواہ تنہا ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ عورت معہ خط حضور صلعم کے روبرو پیش ہوئی حاطب بُلوائے گئے انہوں نے خط لکھنے کا اقرار کیا حضرت عمرؓ بیتاب ہو گئے اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو تلوار ماردوں۔ مگر رسول صلعم کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی اور فرمایا کہ اے عمر تمہیں کیا معلوم کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہہ دیا ہو کہ ان لوگوں سے کچھ مواخذہ نہیں ہے[1]۔

حاطب نے نہایت شرمندہ ہو کر رسول صلعم سے عرض کیا کہ میرے تمام عزیز و اقارب ہنوز مکہ میں موجود ہیں جنکا حامی وہاں کوئی نہیں ہے میں نے خط بھیجکر

---

[1] صحیح بخاری۔ طبری۔ ۱۲

قریش پر احسان رکھنا چاہا تھا کہ وہ میرے مال اور عزیزوں کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے
کیونکہ جب میں ہجرت کر کے آیا تھا تو بہت سا مال چھوڑ آیا تھا۔ نبی صلعم نے ان کا عذر
قبول فرمایا اور اہل بدر ہونے کی وجہ سے معاف کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل
ہوئی۔

یاایھاالذین اٰمنوا لا تتخذ وعدو ی وعدوکم اولیاء الخ اس آیت میں
اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کل خیالات کی تصریح کر کے آخر میں فرمادیا ہے کہ جو
کوئی تم میں سے ایسا کام کریگا وہ راہ راست سے گمراہ ہو جائیگا۔ اس آیت کے
بعد پھر کسی کو ایسی جرأت نہوئی۔

مکہ پر حملہ

ابوصفیان مکہ پہنچا ہی تھا کہ رسول صلعم دس ہزار کی جمعیت سے مکہ روانہ
ہو گئے اور ایسے راستہ سے گئے کہ اہل مکہ کو قطعی علم نہ ہوا ابوقتادہ انصاری کو
قبیلہ اضم کی طرف روانہ کر دیا جو مکہ سے تین منزل پر واقع ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ
ادیہر کا ارادہ ہے۔ ۱۰ رمضان ۸ھ ہجری کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے راستہ
میں جو دوست دار قبائل ملے شریک ہوتے گئے اور اسطرح دو ہزار فوج کا اور
اضافہ ہو گیا۔

راستہ میں حضرت عباس (عم رسول اللہ) ملے جو مکہ سے ہجرت کر کے آرہے
تھے انکے عزیز و اقارب تو مدینہ بھیجدئے گئے اور یہ پھر کاب ہوئے۔ جب یہ اسلامی لشکر
نہایت عظمت و شان سے مقام مرالظہران پہنچا جو مکہ سے چار کوس ہے تو آپ نے
یہاں پڑاؤ ڈالا۔ فوجوں نے دور دور تک زمین گھیر لی اب رسول صلعم نے فرمایا کہ تمام
فوج الگ الگ آگ روشن کرے۔ یہ روشنی اس قدر بڑھی کہ کوسوں تک میدان منور

ہوگیا۔ اہل مکہ اس روشنی کو دیکھکر حیرت زدہ ہوگئے اور تفتیش حال کے لئے ابوسفیان بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ کے بھتیجے) اور عبد اللہ بن ابوامیہ کو اس طرف روانہ کیا راستہ میں حضرت عباس سے ملاقات ہوئی جو خیمہ سے باہر پھر رہے تھے سفیان نے روشنی کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ محمد صلعم کا لشکر مکہ پر حملہ کرنے کے لئے ٹھرا ہوا ہے یہ سن کر اس کے ہوش جاتے رہے کیونکہ اب مکہ لوٹکر فوج بھی جمع نہیں کر سکتا تھا بلک کر بولا کہ مجھے اماں دیجئے۔ حضرت عباس نے کہا کہ نبی صلعم رحمدل ہیں تم خود جاکر اگر معافی مانگوگے تو ضرور معاف کئے جاؤگے ابوصفیان راضی ہوکر چلا۔ خیمہ نبوی کی حفاظت پر جو دستہ فوج کا متعین تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھہ لیا حضرت عمرؓ انتقام کے جوش میں بھرکر دوڑے ہوئے رسول صلعم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا ابوسفیان موجود ہے۔ اگر حکم ہو تو فوراً سر اڑا دوں اتنے ہی میں حضرت عباس آگئے اور کہا کہ میں نے اس کو اماں دی ہے حضرت عمر نے پھر پوچھا۔ تو حضرت عباس نے کہا کہ عمرؓ اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم ایسی سختی نکرتے حضرت عمر نے کہا کہ آپ جس دن ایمان لائے ہیں تو مجکو اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ اگر میرا باپ مسلمان ہوتا تو جب بھی نہوتی۔ مگر کافر کے ساتھ مجکو کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اب ابوسفیان کے تمام گذشتہ کارنامے۔ رسول صلعم کے قتل کی سازشیں۔ اسلام سے مخالفت۔ مدینہ پر بار بار فوج کشی یہ تمام بدافعالیاں اس کے قتل کی دعویدار تھیں۔ مگر دوسری طرف ان سب سے بالا نبی صلعم کا رحم تھا جو اسکو یقین دلا رہا تھا کہ جب تو معافی

لہ صحیح بخاری۔ طبری۔ ۱۲

کیلئے حاضر ہوا ہے تو تیرا بال بیکا تک نہ ہوگا۔

رسول صلعم نے ابوصفیان اور عبداللہ کو دیکھہ کر منہ پھیر لیا۔ مگر ام المومنین ام سلمہ نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا زاد بھائی اور عبداللہ آپ کے پھوپی زاد بھائی ہیں اتنے قریبی عزیز تو رحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں آپؐ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ کل حاضر کرو۔ حضرت علی نے ان دونوں سے کہا کہ جس طرح برادران یوسفؑ نے معافی کی درخواست کی تم بھی اسی طرح معافی مانگنا اور حضرت عباس نے رات کو اسلام کی تلقین کی جب صبح حاضر ہوئے تو رسول صلعم کو دیکھتے ہی عجب جوش اور نشاط سے یہ اشعار پڑھے۔ ترجمہ۔

قسم ہے کہ میں جن دنوں اپنا علم اس لئے اٹھایا کرتا تھا کہ لات بت کا لشکر محمد صلعم کے لشکر پر غالب آجائے تو میں ان دنوں مثل اس خارپشت کے تھا جو رات کو اندھیرے میں ٹکریں مارتا پھرتا ہے۔ مگر اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے راستہ ہو جاؤں مجھے میرے ہادی نے ہدایت بخشی اور خدا کا راستہ مجھے اس شخص نے بتایا جس کو میں نے چھوڑ دیا اور نفرت کی۔

نبی صلعم نے فرمایا۔ اے ابوصفیان تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے[1]۔

صحیح بخاری کا بیان ہے کہ گرفتار ہوتے ہی مسلمان ہوگیا۔ مگر طبری میں ہے کہ بعد کچھ گفتگو کے ایمان لایا بہر حال ابوصفیان سچے دل سے مسلمان ہوگیا اور آیندہ اسلام کی طرف سے لڑا نبی صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوصفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر لشکر اسلام اور افواج الہی کا جلال دکھاؤ۔

---

[1] زاد المعاد - ۱۲۔

اب لشکر اسلام کی روانگی شروع ہوئی سب سے آگے بنی غفار کا پرچم اُڑتا ہوا آگے بڑھا اس کے بعد جہینہ۔ تسلیم۔ ہذیم ہتیاروں میں ڈوبے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ مارتے ہوئے دکھائی دئے اس کے بعد انصار کا لشکر اس سازوسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہوگئیں ابوسفیان اس لشکر کو دیکھکر سخت مرعوب ہوا اور حیران ہوکر پوچھا یہ کس کا لشکر ہے حضرت عباس نے کہا یہ سب اسلامی لشکر ہے سفیان بولا آج محمد بادشاہ ہوگئے جواب دیا کہ تم ابھی تک بادشاہ ہی سمجھتے ہو یہ نبوت کا کرشمہ ہے یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ابوسفیان کے قریب سے اس لشکر کے سردار حضرت سعد بن عبادہ علم ہاتھ میں لئے ہوئے گذرے اور ان کو دیکھکر کہا کہ آج گھمسان کا روز ہے کعبہ آج حلال کردیا جائیگا۔[1]

سب کے بعد رسول صلعم کی سواری آئی حضرت زبیر بن العوام عَلَم ہاتھ میں لئے اور تکبیر کہتے ہوئے چلے جاتے تھے ابوسفیان نے جو حضور صلعم کو دیکھا تو عرض کیا کہ حضور نے وہ بھی سنا جو سعد کہتے ہوئے گئے ہیں آپ نے فرمایا انہوں نے غلط کہا آج کعبہ کی عزت و عظمت کا دن ہے اور کہہ کر حکم دیا کہ عَلَم سعد بن عبادہ سے لیکر انکے بیٹے کو دیدو۔

دوسری صبح حرم کعبہ کے قریب پہنچکر نبی صلعم نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور حضرت خالد معہ اپنے فوج کے بالائی حصہ کی طرف سے شہر میں داخل ہوں اور عَلَم نبوی مقام حجون پر نصب کیا جائے۔

فوج کو احکام۔ | اور فوج کو حکم دیا کہ ان احکام کی پابندی کرے۔

---

[1] صحیح بخاری-۱۲

(۱) جو شخص ہتیار ڈالدے اُسکو قتل نہ کیا جائے۔

(۲) بہاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۳) جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو شخص اپنے گہر میں بیٹہ کر کواڑ بند کرلے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) زخمی اور قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۶) اور حضرت عباس کی سفارش سے ابو صفیان اور حکیم کو فخر کا موقع دیا گیا۔کہ

(۷) جو شخص ابو صفیان اور حکیم بن حزام کے گہر چلا جائے وہ بہی قتل نہ کیا جائے

ابو صفیان فوج سے پہلے مکہ میں آگئے اور حضرت صلعم کے حکم کی منادی کردی کفار کو اب اتنا وقت ہی نہ تہا کہ وہ جنگ کی تیاری کرتے ہر شخص مکہ کا حیران اور پریشان تہا کہ اِتنے میں مسلمان مختلف راستوں سے داخل ہونے لگے تاہم قریش کے ایک گروہ نے خالد کی فوج پر تیر برسائے اور دو صحابی یعنی کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر شہید ہوئے خالد نے مجبور ہو کر حملہ کیا قریش تاب نہ لا سکے اور تیرہ[۱۳] لاشیں چہوڑ کر بہاگ گئے باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر مکہ میں ۲۰ رمضان ۸ھ کو داخل ہو گئے۔ آنحضرت نے خالد سے باز پرس کی مگر جب یہ معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین سے ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حکم الہی تہا۔

آج سے آٹھ برس بعد رسول صلعم کا اس کعبہ سے بالکل بے سروسامانی سے نکلنا اور پہر اس شاہانہ عظمت اور کثیر مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا لوگوں پر عجب کیفیت پیدا کرتا تہا۔ آپؐ اونٹ پر سوار تہے اور سورہ الفتح تلاوت کرتے جاتے

تھے ہمراہی میں اپنے آزاد کردہ غلام زید کے لڑکے اسامہ کو بٹھا لیا تھا۔

صحابہ نے رسول صلعم سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے قدیم گھر میں ٹھیریں گے چونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا جو اسمیں اُتروں[۱] اس لئے مقام خیف[۲] میں ٹھروں گا یہ وہ جگہ تھی جہاں قریش نے ہجرت سے قبل رسول[۳] صلعم اور خاندان ہاشم کو مکہ سے نکالکر محصور کیا تھا۔

بت شکنی | وہاں پہنچکر حرم محترم میں تشریف لے گئے جس میں تین سو ساٹھ بُت عرصۂ دراز سے خدا مانے جا رہے تھے اور یہ وہ مقدس مقام تھا جو حضرت خلیل بت شکن کی یادگار تھا آپ ہر ایک بت کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دے دے کر گراتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یعنی حق آگیا اور باطل ہٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

حرم میں نذور اور ہدایا کے خزانے ایک عرصہ دراز سے جمع ہو رہے تھے یہ سب خزانہ محفوظ رکھا گیا۔ مگر تمام مجسمات منہدم کردئے گئے اور جملہ تصاویر مٹادی گئیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی تصویر بھی تھی جس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید کسی زمانہ میں عیسائیت کا بھی رنگ جما ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے مجسمات بھی موجود تھے

---

[۱] شریعت میں مسلمان کافر کے مال کا وارث نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابو طالب آپ کے چچا نے جب انتقال کیا تو ان کے لڑکے عقیل کافر تھے اسلئے وہ وارث ہوئے انہوں نے یہ مکان ابو سفیان کے ہاتھ بیچ ڈالا اس بنا پر آپ نے فرمایا تھا۔

[۲] صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ ۱۲

[۳] فتح الباری۔ ۱۲

نے کعبہ کے اندر داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب خارج کردئے جائیں[۵]۔ حضرت عمرؓ
اندر گئے کعبہ کو تمام آلائشوں سے پاک کیا اور ان تصاویر کو بھی جو دیواروں پر بنی
ہوئی تھیں مٹا دیا۔ اُس وقت آپؐ نے عثمان بن طلحہؓ کو جو کعبہ کے قدیم کلید بردار
تھے بُلایا اور کنجی طلب کی اور دروازہ کھولکر حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ
اندر داخل ہوئے۔

ہر گوشے میں اللہ اکبر کے ترانے بلند کئے اور نہایت عجز و نیاز سے ربالعزت کے
سامنے پیشانی خاک پر رکھکر سجدہ کیا۔

صحابہ کو وہ وقت یاد آگیا کہ ایام نبوت میں جب آپؐ نے اسی عثمان سے فرمایا
تھا بیت اللہ کھول دو تو اس نے قطعی انکار کیا تھا۔ آپؐ نے اُس وقت فرمایا
تھا خیر۔ مگر تم دیکھ لینا کہ ایک روز یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہونگا
دوں گا۔ عثمان نے کہا تھا کیا اُس روز قریش کے تمام مرد و زن تباہ اور ذلیل ہوجائیں
گے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ وہ اور بھی زیادہ باعزت و اقبال مند ہونگے۔

اسی حرم میں قریش کے وہ سب سردار جنہوں نے مدینہ پر بارہا حملے کئے تھے اور
مسلمانوں کو فنا کرنے میں دل سے جان سے اپنا تمام زور لگا چکے تھے اور اسلام
کو برباد کرنے کے لئے حبش۔ شام۔ نجد اور یمن تک سفر کئے تھے۔ اور جنہوں نے
تین سو میل پرے بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے کی کوششیں کی تھیں اور
جنہوں نے دور دور کے قبیلوں کو بہکا کر اور روپیہ دے کر اسلام کا مخالف بنایا تھا۔
اور اپنی تخریبی کوششوں میں پورے اکیس سال صرف کردئے تھے۔

---

۵ [illegible]

حرم کے باہر جمع ہو رہے تھے۔

جب خدا کا پیغمبر جس کو خدا نے تمام مخلوق عالم کے لئے رحمت بنا کر دنیا میں بھیجا تھا عبادت سے فارغ ہو کر باہر تشریف لایا تو حضرت عباس نے عرض کیا کہ کلید بیت اللہ شریف بنی ہاشم کو عنایت ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ الیوم یوم البر والوفا (یعنی آج کا دن پورا سلوک کرنے اور عطیات دینے کا ہے) پھر عثمان کو بلایا اس کو کلید بیت اللہ عنایت کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ کلید جو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

خطبہ فتح | حضور باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ اسلام کے جانی دشمن، گردن زدنی و کشتنی جماعت جنہیں اسلام کے بیسیوں الزام تھے حاضر ہے۔

یہ اسلام کے شاہنشاہ کا پہلا دربار عام تھا جہاں خطبہ سلطنت یعنی خدائے واحد کا اعلان خلافت الہی کے منصب سے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کے سامنے تمام عالم کو خطاب کرتے ہوئے ادا کیا۔

خطبہ فتح

لا الٰہ الا اللہ وَحدَہٗ لا شریک لَہٗ صَدَق وَعدَہٗ ونَصرَ عَبدَہ وہزم الاحزاب وحدَہٗ الا کل ماثرۃٍ اودمٍ اومالٍ یُدعیٰ فھو تحتَ قدمَیَّ ہاتین الا سدانۃ البیتِ وسِقایَۃَ الحجاج۔

یا معشر قُریش ان اللہ قد اذھب عنکم نَخوَۃَ الجاہلیۃ وتعظمھا بالآباءِ

ترجمہ

ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسنے اپنا وعدہ سچا کیا اس نے اپنے بندہ کی امداد کی اور تمام گروہوں کو تنہا توڑ دیا۔ تمام افتخار، تمام انتقامات خون ہائے قدیم۔ تمام خونبہا سب میرے قدموں تلے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

الناس من آدم و آدم خلق من تراب[1]۔	اے جماعت قریش تمہاری جاہلانہ نخوت اور آبا و اجداد پر اترانے کا غرور خدا نے مٹا دیا سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔

اس کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی،

عبارت کلام مجید	ترجمہ
یا ایہا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر[2] ان اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر[3]	اے لوگو۔ میں نے تمکو عورت اور مرد سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلہ اور خاندان بنائے تاکہ آپسیں ایکدوسرے سے پہچان لئے جاؤ لیکن خدا کے نزدیک وہی شریف ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو خدا بڑا دانا اور واقف کار ہے۔ خدا نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی۔

یہ بیان کتاب کے شروع میں آچکا ہے کہ عرب خون کا بدلہ لینا اپنا خاندانی فرض اور اپنا قومی فرض سمجھتے تھے اور اگر اپنی زندگی میں موقع نہ ملتا تو وصیت کر جاتے تھے اور اس طرح یہ خون کا انتقام نسلاً بعد نسلاً چلا جاتا۔ اس طرح اور بہت سی لغو باتیں تھیں جو مفاخر قومی میں داخل ہو گئی تھیں۔ چونکہ اسلام ان سب لغویات کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔ اس لئے رسول صلعم نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے

[1] طبری ۱۲

[2] ابن ہشام۔ ۱۲

[3] صحیح بخاری۔ ۱۲

اُن سب کو پاؤں کے نیچے کچل دیا۔ سب سے بڑا احسان جو اسلام نے تمام دُنیا پر کیا وہ مساوات کا قائم کرنا تھا۔ اس بناء پر رسول صلعم نے کلام پاک کی آیت پڑھی اور تصریح فرمائی کہ تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم خاک سے بنایا گیا یعنے عرب و عجم۔ غریب و امیر شریف و رذیل اسلام کے دائرہ میں آکر سب برابر ہیں۔

خطبہ کے بعد حاضرین کی طرف دیکھا جس میں صدہا اسلام کے خون کے پیاسے اور رسول صلعم کو بُرا بھلا کہنے والے موجود تھے ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے راستوں میں کانٹے بچھائے وہ بھی تھے جنہوں نے توحید کی آواز بُری سمجھ کر رسول صلعم کو اس قدر زخمی کیا کہ جوتہ پاؤں سے چپٹ گیا۔ اور وہ حوصلہ مند بھی تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے والوں کو جلتی ریت پر لٹا کر داغا تھا۔ دیکھکر فرمایا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ یہ لوگ اگرچہ شقی۔ سنگ دل۔ اور ظالم تھے۔ مگر اتنے عرصہ کے تجربہ نے ان کو بتا دیا تھا کہ جو سلوک ہمارے ساتھ ہوگا وہ شریفانہ ہوگا۔

اس لئے سبھوں نے بہ آواز بلند کہا۔ تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء یعنی تم پر آج کے دن کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ہجرت کے زمانہ میں کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکان دبا لئے تھے یہ وقت تھا کہ اُن غریبوں کے حقوق دلوائے جاتے۔ مگر آپؐ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی املاک انہیں کو بخش دیں۔ اب نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلالؓ نے

بام کعبہ پر چڑھ کر آواز بلند اذان دی۔ کفار مکہ جو ابھی ابھی رسول صلعم کے سامنے ندامت سے سر جھکائے اطاعت کا اقرار کر رہے تھے اللہ اکبر کا نعرہ سن کر آتش غیرت سے پھر مشتعل ہو گئے عتاب بن اسید جو موجود تھا بولا۔ کہ خدا نے میرے باپ کی خوب عزت رکھ لی جو یہ آواز بن سنے مرگیا[1]۔ ایک اور سردار بولا کہ اب دنیا میں رہنا ہی بیکار ہے[2]۔

اسلام لانے والوں سے بیعت۔ اب رسول صلعم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور ایک بلند مقام پر بیٹھکر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی جو شخص مسلمان ہونے آتا تھا حضرت عمرؓ ایک ایک کو پیش کرتے تھے[3]۔

بیعت کرنیوالوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

(۱) میں خدا کو واحد سمجھوں گا اور اس کی ذات۔ صفات اور استحقاق عبادت میں کسی کو شریک نہ کرونگا۔

(۲) میں چوری۔ زنا اور خون ناحق نہ کروں گا۔ لڑکیوں کو جان سے نہ مارونگا اور کسی پر تہمت نہ لگاؤں گا۔

(۳) میں امور حق میں نبی محمدؐ صلعم کی اطاعت۔ بہ قدر استطاعت کرونگا[4]۔

عورتوں سے یہ مزید اقرار اور کرایا جاتا تھا کہ کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی منہ پر تھپیڑ نہ ماریں گی اور نہ بال کھسوٹیں گی نہ گریبان چاک کریں گی نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی نہ قبر پر مجاور بنکر بیٹھیں گی۔

---

[1] ابن ہشام۔ ۱۲ [2] اصابہ۔ ۱۲

[3] طبری۔ ۱۲ [4] طبری۔ ۱۲

[illegible]

سے کہا کیا فضالہ آرہا ہے یہ بولاجی ہاں۔ نبی صلعم نے فرمایا تم اپنے دل میں کیا ارادہ کر رہے تھے فضالہ بولا اللہ اللہ کر رہا تھا۔ رسول صلعم سُن کر ہنس پڑے اور فرمایا تم خدا سے معافی مانگو اور یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اُس کے سینہ پر رکھا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ رکھتے ہی مجھے اطمینان قلبی حاصل ہوا اور پھر محبت اس قدر ہو گئی کہ حضور کے سوا کوئی محبوب نہ رہا۔ فضالہ گھر واپس چلا تو راستہ میں اس کی معشوقہ ملی جس کے پاس یہ بیٹھا کرتا تھا اوس نے کہا فضالہ ایک بات سُنتے جاؤ۔ جواب دیا ہرگز نہیں خدا اور اُس کا رسول ایسی باتوں سے مجھے منع کرتا ہے۔[۱]

مجرمین مکہ کا فیصلہ عام مورخین کا بیان ہے کہ رسول صلعم نے اگرچہ اہل مکہ کو امن دیدیا تھا مگر پھر بھی دس آدمیوں[۲] کی نسبت یہ حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دئے جائیں۔ انہیں بعض تو خونی مجرم تھے اور بعض وہ تھے جو رسول صلعم کو مکہ میں تکلیفیں پہونچایا کرتے یا ہجو نویسی کیا کرتے تھے۔ اگر غور کیا جائے تو ستانے اور ہجو نویسی کا مجرم تو تریب قریب تمام مکہ ہی تھا۔ صحاح ستہ میں حضرت عائشہ کی روایت موجود ہے کہ رسول صلعم نے کسی شخص سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔

---

[۱] زاد المعاد۔ ۱۲

[۲] عجب کتب احادیث دیکھی جاتی ہیں تو تعداد مجرمین کا فیصلہ حسب ذیل پایا جاتا ہے۔

حافظ مغلطائی پندرہ مجرموں کی تعداد پیش کرتے ہیں۔

عام مورخ دس کی تعداد لکھتے ہیں۔ ابن اسحاق آٹھ مجرم بتاتے ہیں۔ ابو داؤد اور دارقطنی صرف چھ نام گناتے ہیں۔ بخاری میں صرف ایک شخص ابن خطل کے قتل کا ذکر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تحقیقات کا دایرہ جس قدر وسیع ہوتا گیا تعداد کم ہوتی گئی (دیکھو صفحہ ۴۸۰)

اس روایت کی تصدیق یہودی عورت کے واقعہ سے ہوتی ہے جس نے آپ کو
خیبر میں زہر دیا اور آپؐ نے چھوڑ دیا۔
عام روایات کی رو سے جن دس شخصوں کی نسبت سزائے موت کا حکم دیا گیا تھا
وہ سخت مجرم تھے مگر پھر بھی ان میں سے سات کو معافی دی گئی صرف دو مرد ایک
عورت قتل ہوئی۔ ان کے حالات درج ذیل ہیں۔

(۱) **عکرمہ بن ابو جہل** ۔ یہ کئی مرتبہ مسلمانوں سے لڑ چکا تھا اور حال میں قبیلہ
بنو خزاعہ جو مسلمانوں کا حلیف تھا ان کے تباہ کرنے کا
باعث ہوا تھا۔ اس کی بیوی ام حکیم فتح مکہ کے دن
مسلمان ہو گئیں۔ مگر ان کے شوہر عکرمہ خوف سے
بھاگ کر یمن چلے گئے۔ اُم حکیم نے رسول صلعم سے
اپنے شوہر کی سفارش کی اور اس کو اماں دی گئی۔ یہ یمن
گئیں اور اسکو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان
ہو گئے۔ اور مکہ میں آکے رسول صلعم ان کو دیکھکر اس قدر
خوش ہوئے کہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے کہ چادر بھی نہ پہنی
پھر ان سے بیعت لی۔

بقیہ صفحہ ۴۷۹ ۔ اصلیت یہ ہے کہ اکثر سردار مکہ جو مخالفین اسلام کے پیش رو تھے بعد فتح
مکہ حضور صلعم کی تشریف آوری کے خوف سے خود بھاگ گئے تھے۔ جنکی نسبت اکثر مورخین کو یہ
خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ اشتہاری مجرم تھے جو قتل کے خوف سے بھاگے۔

لہ موطائے امام مالک کتاب النکاح ۔ ۱۲

(۲) صفوان بن امیہ — یہ عکرمہ کے شریک جنگ تھا یہ جدہ بھاگا۔ عمیر بن وہب نے نبی صلعم سے کہا کہ رئیس مکہ جلا وطن ہوا جاتا ہے آپؐ نے اماں کے طور پر اپنا عمامہ دیا یہ جدہ سے بلا لائے۔ اس نے ایمان لانے کے لئے مہلت مانگی جنگ حنین میں کثیر مال غنیمت دیکھ کر متعجب ہوا رسول صلعم نے ایک پہاڑی اس کو بھی عنایت کی یہ بخشش دیکھ کر سمجھا کہ سوائے نبی کے یہ دنیا دار کا کام نہیں اور مسلمان ہو گیا۔

(۳) عبداللہ بن زبعریٰ — یہ بہت بڑا شاعر تھا۔ حضور صلعم کی ہجو نویسی اور وحی پر نکتہ چینیاں کیا کرتا تھا اسلام کے خوف سے نجران بھاگ گیا مگر کچھ روز بعد اسلام قبول کر لیا۔

(۴) وحشی غلام — اس کا یہ جرم تھا کہ اس نے حضرت امیر حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ یہ مسلمان ہو گیا اور معافی دیگئی۔

(۵) عبداللہ بن ابی سرح — اس کا یہ جرم تھا کہ یہ کہتا تھا کہ وحی میرے پاس آتی ہے اور محمدؐ مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔ اس کو معافی دی گئی۔

(۶) ہبار بن الاسود۔ — اس نے سیدہ زینب بنت رسول صلعم کے جب وہ مکہ سے مدینہ جا رہی تھیں ہودج میں نیزہ مارا اور نیچا وہ گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور

بالآخر اس صدمہ سے تکلیف پائی یہ مسلمان ہوگیا اور معافی دی گئی۔

(۷) ابن خطل — یہ پہلے مسلمان ہوچکا تھا ایک روز اس کے ملازم سے کھانا وقت پر نہیں پکایا اس پر اس نے قتل کر دیا قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا اور مرتد ہوگیا اور قصاص میں قتل کیا گیا۔

(۸) مقیس بن صباۃ — اس کا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھ سے غلطی سے مارا گیا رسول صلعم نے اس کی دیت ادا کر دی پھر یہ منافقانہ اسلام لایا اور قصداً ایک انصاری کو مار ڈالا اس قصاص میں یہ قتل کیا گیا۔

(۹) مسماۃ قریبہ — یہ ابن خطل کی لونڈی کہ میں ایک ڈومنی تھی رسول صلعم کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھی ایمان نہیں لائی اور قتل کی گئی۔

(۱۰) ہندہ زوجہ ابوسفیان — اس کا یہ جرم تھا کہ اس نے حضرت صلعم کے چچا امیر حمزہ کا کلیجہ چبایا اور نعش بے حرمت کی یہ مسلمان ہوگئی اور معافی دی گئی۔

یہ بات خاص لحاظ کے قابل ہے کہ جن لوگوں کو امن دیا جاتا تھا وہ اسلام پر مجبور نہیں کئے جاتے تھے۔

کعب بن زہیر مکہ میں ایک شاعر تھا جو حضور صلعم کی ہجو لکھا کرتا تھا اسکا بھائی

مسلمان ہوگیا اور بعد میں یہ بھی مدینہ آیا اور رسول صلعم سے معافی چاہی اور اسلام کی شوکت وعظمت دیکھکر مسلمان ہوگیا اور ایک قصیدہ پیش کیا جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور حضور نے ایک شعر کی اصلاح بھی کی یہ قصیدہ اسقدر پسند کیا کہ اپنا لبادہ اتار کر بخش دیا۔ کعب کے مرنے کے بعد اس کے عزیزوں نے چالیس ہزار درہم پر معاویہ کے ہاتھ فروخت کردیا پھر خلفائے بنی عباسیہ کے ہاتھ آیا اور اس وقت ٹرکی میں سلطنت عثمانیہ کے قبضہ میں ہے۔ جو قومی جھگڑوں کے وقت پھریرہ اسلامی پر باندھا جاتا ہے۔

اسی عرصہ میں ایک اونچے گھرانے کی عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوکر آئی آپؐ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لوگوں نے سفارش کی مگر آپؐ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے قسم ہے خدا کی اگر محمدؐ کی لڑکی فاطمہ چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا اللہ کی حدود سب امیر وغریب پر یکساں ہیں۔ مکہ معظمہ میں رسول صلعم کا قیام پندرہ دن تک رہا۔ ۶ر شوال ۸ھ ہجری کو آپ جنگ حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل کو اس خدمت پر معمور کرگئے کہ اہل مکہ کو اسلام کے مسائل اور احکام سکھائیں۔

خالد بن ولید، سعد بن زید۔ اور عمرو بن عاص گردو نواح کے بت مسمار کرنے کے واسطے مقرر ہوئے۔

چنانچہ (۱) خالد بن ولید نے عزیٰ کو جو قبیلہ کنانہ کا بت تھا جاکر مسمار کردیا۔

(۲) عمرو بن عاص نے سواع کو جو قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا

یہ سرایہ انہیں صحابہ کے نام سے مشہور ہیں۔

توڑ ڈالا

(۱۰) سعد بن اشہلی نے منات کو جو قبیلہ اوس و خزرج کا بت تہا منہدم کردیا۔ } یہ سرایا انہیں صحابہ کے نام سے مشہور ہیں۔

فتح مکہ کا اصلی مقصد اشاعت توحید اور اعلان کلام الہی تہا جو بغیر خونریزی کے آج حاصل ہوا۔ اور بت پرستی کا وہ طلسم جس میں تمام عرب مبتلا تہا آج ٹوٹ گیا اور دفعتہً ہر جگہ خاک اڑنے لگی اور اللہ اکبر کی صدا کانوں میں آنے لگی۔

فتح مکہ کے نتائج | غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ رسول صلعم نے صرف مکہ ہی فتح نہیں کیا بلکہ خلق۔ عفو اور رحیم نبوی نے اہل مکہ کے دلوں کو بہی فتح کرلیا۔ کیونکہ فتح کے بعد لوگ جوق جوق داخل اسلام ہونے لگے اسکی وجوہات یہ تھیں

(۱) بعض قبائل اسلام لانے سے اس لئے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے حلیف تہے اور قریش با اثر اور زبردست تہے جب قریش مسلمان ہوگئے تو پہر کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔

(۲) بعض قبائل کو انتظار تہا کہ اگر محمد صلعم کا قبضہ مکہ پر ہوگیا تو وہ دلیل ان کی پیغمبری کی ہوگی اور پہر اسلام لانے میں ہمکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت

نوٹ۔ اکثر مورخین نے مجرمین مردوں کی فہرست میں یہ اور نام لکھے ہیں۔ کعب بن زبیر۔ حویرث بن نقید یہ دونوں شاعر تہے۔ حارث رسول صلعم کو مکہ میں ستایا کرتا تہا۔ عورتوں کی فہرست میں ترتنہ ارنب۔ سارہ۔ ام سعد۔ مجرمین کی تعداد خواہ کتنی ہی کیوں نہو۔ مگر نتیجہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کو معافی دی گئی صرف تین شخص قتل کئے گئے جس میں ایک عورت تہی ۔۔ ۱۲

ایسے بیسیوں بڈہے موجود تہے جنہوں نے ابرہہ حبشی کی چالیس ہزار فوج کو مکہ پر چڑہائی کرتے دیکہا تہا عبدمناف اُس وقت سردار مکہ تہے - یہ ابرہہ سے ملے اُس نے نہایت عزت سے ان کو بٹہایا اور ملاقات کا سبب پوچہا. عبدمناف نے کہا کہ آپ کی فوج نے ہمارے سو اونٹ گرفتار کرلئے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ اُن کو رہا کردیں - ابرہہ بولا اس سے قبل آپ کی وقعت میری نگاہ میں بہت تہی مگر اس درخواست سے وہ جاتی رہی کیونکہ میرا خیال تہا کہ آپ کعبہ کی نسبت گفتگو کرنے آئے ہوں گے جس کے مسمار کرنے کو میں آیا ہوں جس نے میری تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت کو کم کردیا ہے مگر اب معلوم ہوا کہ آپ کی نگاہ میں کعبہ کی عزت سو اونٹ کی قیمت سے بہی کم ہے - عبدمناف نے جواب دیا کہ کعبہ کا مالک دوسرا ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اور اونٹ کا مالک میں ہوں چنانچہ ابرہہ کی فوج تباہ ہوگئی اور کعبہ کے باہر ہزارہا لعشیں چہوڑکر بہاگا - اس حالت میں جب کہ بہ آسانی اسلام کا قبضہ ہوگیا تو وہ سمجہ گئے کہ یہ پیغمبر ہی کی شان ہوسکتی ہے -

(۳) اب واعظین کو اسلام کی حقیقت سمجہانے اور اشاعت اسلام کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تہی - واعظ آزادی سے احکام الٰہی کی منادی کرتے اور سامعین خوشی سے سُنتے جس سے اِن کے دل خودبخود کہنچ کر اسلام کی طرف مائل ہونے لگے -

ہوازن وثقیف

جنگ حنین و اوطاس وطائف

شوال ۸ھ مطابق جنوری سنہ ۶۳۰ء

حُنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اوطاس بھی دامنِ کوہ میں ہے مقام عرفہ کے قریب واقع ہے۔ ہوازن اور ثقیف بڑے بڑے قبیلوں کے نام ہیں ان کی حد مکہ سے ملی ہوئی تھی۔ اگرچہ اسلام برابر ترقی کر رہا تھا مگر اہلِ عرب کی نگاہیں مکہ پر پڑ رہی تھیں اور ان کا یہ خیال تھا کہ اگر مکہ جو ان کا قبلۂ اعظم ہے اسلام کے قبضہ میں آگیا تو وہ سچے پیغمبر ہیں۔ جب مکہ کی فتح سے تمام قبائلِ عرب اسلام کی طرف آنے شروع ہوگئے[1] تو اسلام کو جس قدر غلبہ ہوتا تھا اسی قدر قبیلۂ ہوازن اور ثقیف کا اضطراب بڑھتا تھا۔ کیونکہ اسلام کی نصرت سے ان کی ریاست کا خاتمہ ہوا جاتا تھا۔

فتح سے قبل ان کے رؤسا نے تمام عرب کا دورہ لگایا اور سال بھر کی کوشش میں تمام قبائلِ عرب سے حملہ کی قول و قرار ہوگئے مگر جب مکہ فتح ہوگیا تو ان کا خیال اور ہوگیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ تو اہلِ مکہ کے جس قدر باغات اور جاگیرات طائف میں ہیں وہ بے کھٹکے ہمارے قبضہ میں آجائیں گے اور مسلمانوں سے بت شکنی کا بدلہ بھی لے لیں گے۔

[1] صحیح بخاری - ۱۲

یہ دونوں بدوی قبیلے نہایت جنگجو اور فنونِ جنگ سے واقف تھے اور اس لئے قریش کو کہتے تھے کہ وہ شہر کے رہنے والے جنگ کیا جانیں۔

جب رسول صلعم نے مدینہ کا ارادہ کیا تو ان قبائل کو یہ خبر غلط لگی کہ اسلامی فوج کا ارادہ ہماری طرف ہے اس لئے اب ان کو انتظار کی بھی ضرورت نہ رہی اور انہوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو اپنی طرف ملا کر چار ہزار بہادر فوج تیار کرلی صرف کعب اور کلاب کے قبیلے شریک ہوئے جوش کی یہ حالت تھی کہ ہر قبیلہ معہ اپنے بال بچوں اور مویشی کے شریک جنگ ہوا کہ اہل وعیال ساتھ ہوں گے تو ان کی حفاظت کی غرض سے تمام لوگ بے جگری سے لڑ کر جانیں تک دے دیں گے۔

مالک بن عوف ہوازن کا رئیس اعظم تھا اسوقت فوج کا سپہ سالار تھا۔

درید بن الصمۃ عرب کا ایک مشہور بہادر اور شاعر تھا۔ اس کی بہادری کے معرکے عرب میں اس وقت تک مشہور ہیں مگر اس کی عمر اس وقت نوّا سے زاید ہو چکی تھی اور ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گیا تھا مالک بن عوف نے شرکتِ جنگ کے لئے اس کو مجبور کیا اور اس کا پلنگ ہمراہ لے لیا۔ یہ فوج بڑے زور و شور سے مکہ کی طرف بڑھی اور پہلا پڑاؤ وادیٔ حنین پر کیا۔ درید نے پوچھا یہ کون مقام ہے کہا کہ اوطاس بولا بیشک یہ جگہ جنگ کے لئے موزوں ہے کیونکہ زمین نہ زیادہ سخت ہے اور نہ زیادہ نرم جو پاؤں دھس جائیں۔ پھر دریافت کیا کہ یہ آوازیں کیسی آرہی ہیں لوگوں نے کہا بال بچے ہمراہ آئے ہیں۔ تاکہ کوئی شخص پیچھے نہ ہٹے۔[1]

---

[1] زرقانی - ۱۲

پسند نہ ہوئے اور ارشاد ہوا۔

ترجمہ کلام مجید سورہ توبہ۔ اور حنین کا دن یاد کرو جب تم کو اپنی کثرت پر ناز تھا مگر وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

کفار نے پہلے پہنچکر جنگ کے موزوں مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں اور دشوار گذار دروں میں جابجا بٹھا دئے تھے۔

جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ جس میں زیادہ تر مکہ کے نومسلم اور لاأبالی نوجوان تھے جو جوانی کے نشہ میں اسلحہ جنگ تک نہ لائے تھے[۱]۔ حضرت خالد کی ماتحتی میں آگے بڑھا تو اون کی زد میں بے خبر جا پہونچا۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ چاروں طرف سے فوجیں ٹوٹ پڑیں ادہر کمین گاہوں سے تیراندازوں کے دستے نکل آئے اور اس قدر تیروں کا مینہ برسایا کہ مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بیقابو ہوکر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا کیونکہ ہنوز صبح کا اجالا بھی نہ ہوا تھا اور میدان جنگ اس قدر نشیب میں تھا کہ پاؤں نہیں جم سکتے تھے۔ اس فوج کا پیچھے ہٹنا تھا کہ سب کے پاؤں اُکھڑ گئے اور رسول صلعم قریبا ایکسو صحابی کے ساتھ میدان میں کھڑے رہ گئے۔

نبی صلعم نے جب چاروں طرف سے دشمن کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا تو بےنظیر شجاعت اور استقامت کا نمونہ دکھایا رسول صلعم اپنے خچر سے اُترے اور

---

[۱] مسلم۔ ۱۲

داہنی طرف دیکھکر فرمایا۔ یا معشر الانصار آواز کے ساتھ ہی صدا آئی ہم حاضر ہیں پھر بائیں طرف پکارا تو پھر وہی آواز سنائی دی پھر یہ آواز بلند فرمایا۔ انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب یعنی میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس چونکہ بلند آواز تھے آپ نے حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو بلاؤ اور انہوں نے مہاجر اور انصار کے نام سے نعرہ مارنا شروع کیا۔ اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ باز کی طرح تمام فوج رسول صلعم کی طرف پلٹ پڑی[1] اس کشمکش میں جن کے گھوڑے مڑ نہ سکے انہوں نے زرہیں پھینک دیں اور پیدل بھاگے۔ اب فوج کی ترتیب از سر نو کی گئی مہاجر اور انصار کو آگے بڑھایا غنیم اس حملہ کی تاب نہ لاسکا بھاگ نکلا اور جو رہ گیا وہ گرفتار ہو گیا۔ بنو مالک جو ثقیف کی ایک شاخ ہے کچھ دیر جمکر لڑے مگر جب ان کے ستر آدمی معہ عثمان بن عبداللہ علم بردار کے مارے گئے تو ان کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔

شکست خوردہ فوج دو حصوں میں منتشر ہو گئی (۱) ان کا سردار مالک بن عوف کچھ فوج کو لیکر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔ (۲) درید بن الصمۃ کچھ فوج اور اہل و عیال معہ مال و زر لیکر اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

محاصرہ اوطاس شکست خوردہ فوج کا سردار درید بن الصمۃ کئی ہزار فوج کے ساتھ اس جگہ مقیم تھا۔

---

[1] صحیح بخاری - ۱۲

مسلمانوں کی طرف ابو عامر اشعری معہ کچھ فوج کے اس کے استیصال کے لئے بھیجے گئے۔ مگر جب مقابلہ ہوا تو ابو عامر دُرید کے بیٹے کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور علم اوس کے پاس پہونچ گیا یہ حالت دیکھکر حضرت ابو موسیٰ اشعری حملہ کرنیکو لپکے اور ایک ہی وار میں دشمن کو قتل کرکے علم اس کے ہاتھ سے چھین لیا[1]۔

ابن دُرید ایک اونٹ پر سوار تھا ربیعہ بن رفیع بھی اس کے قتل کرنے کو بڑھے تھے اور وار کیا مگر تلوار اچٹ گئی۔ ابن دُرید بولا کہ تیری ماں نے تجھے ہتیار اچھا نہ دیا میری محمل میں تلوار ہے نکال لو اور جب اپنی ماں کے پاس جانا تو کہنا کہ میں نے دُرید کو مار دیا ربیعہ نے جب یہ واقعہ اپنی ماں سے کہا تو وہ بولیں کہ یہ دُرید وہ ہے جس نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا[2]۔

اس کے بعد جنگ کا خاتمہ ہوگیا اور ہزاروں قیدی ہاتھ لگے۔ ان قیدیوں میں حضرت دائی حلیمہ کی بیٹی شیما بنت حارث بھی تھیں جب ان کو گرفتار کیا تو بولیں کہ میں تمہارے نبی کی بہن ہوں لوگ تصدیق کے لئے حضورؐ کی خدمت میں لائے۔ شیما بولی بھیّا تم نے مجھے پہچانا نہیں تمہارے کاٹنے کا نشان اب تک میری پیٹھ پر موجود ہے اور پیٹھ دکھائی۔ فرطِ محبت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اُن کے بیٹھنے کو اپنی چادر زمین پر بچھا دی محبت کی باتیں کیں اور چند شتر اور بکریاں عنایت کرکے فرمایا کہ یہ بھی تمہارا گھر ہے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴۔

[2] طبری۔ ۱۲

اگر جی چاہے تو یہاں آرام کرو اور اگر قوم میں واپس جانا چاہتی ہو تو اختیار ہے انہوں نے خاندان کی محبت سے گھر جانا چاہا اور اسے نہایت عزت اور اکرام کے ساتھ اس کے گھر پہنچا دیا۔

محاصرہ طائف حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ طائف میں پناہ گزیں ہوا۔ اس مقام کو طائف اس لئے بھی کہتے ہیں کہ شہر کے گرد چہار دیواری ہے اور اس میں جو قلعہ تہا وہ نہایت مستحکم اور محفوظ تہا۔ ثقیف کا قبیلہ جو یہاں آباد تہا وہ بہ اعتبار اپنی شجاعت کے تمام عرب میں ممتاز اور قریش کا ہم پلہ مانا جاتا تہا۔ یہاں کے رئیس کا نام عروہ بن مسعود تہا جس کی شادی خاندان بنی اُمیہ میں ہوئی تہی اس نے یمن کے ضلع جرش میں فن سپہ گری حاصل کیا تہا اور آلات قلعہ شکن بنانا اور استعمال کرنا بھی وہیں سیکہا تہا۔ اور غیلان بن سلمہ اسکا ساتھی اور ہم سبق تہا۔

اہل شہر اور شکست خوردہ فوج نے لڑائی کی تیاریاں کیں اور ایک سال کا غلہ اور سامان رسد اس قلعہ میں جمع کر دیا۔ ہر طرف منجنیق لگا دیں اور تیر اندازوں کے دستے قایم کر دئے۔

نبی صلعم نے اوطاس سے فارغ ہوکر اس طرف کا رُخ کیا اور مال غنیمت جو حاصل ہوا تہا وہ معہ اسیرانِ جنگ کے مقام جعرانہ میں محفوظ رکھنے کا حکم دیا حضرت خالد بن ولید کو معہ ایک دستہ فوج کے پیشتر روانہ کر دیا اور بعد میں خود پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسلام میں یہ پہلی لڑائی تہی جس میں آلات

---

[1] طبری وابن اسحاق ۔ ۱۲

قلعہ شکن استعمال کئے گئے مگر دشمن نے قلعہ سے اس قدر تیر اور گرم سلاخیں پھینکیں کہ حملہ آور دستہ کو زخمی ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بیس دن تک محاصرہ رہا مگر فتح نصیب نہ ہوئی۔ پھر رسول صلعم نے **نوفل بن معاویہ** سے مشورہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ دشمن محفوظ مقام میں ہے اگر زیادہ کوشش کی گئی تو گرفتار ہو جائے گا اور اگر چھوڑ دیا گیا جب بھی کچھ خوف نہیں۔ رسول صلعم نے اوطاس کے واقعہ پر نظر ڈالکر فرمایا کہ اس اہل قلعہ کے جب تمام اہل و عیال ہماری قید میں ہیں۔ تو یہ مصیبت ان کے لئے کیا کچھ کم ہے۔ لہذا رسول صلعم نے حکم دیا کہ محاصرہ اوٹھا لیا جائے۔

صحابہ کو طائف والوں کی زیادتی یاد آگئی جنہوں نے رسول صلعم پر پتھر پھینکے تھے اور آپ کو زخمی کر دیا تھا زیدؓ آپ کو بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لائے تھے اس لئے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ان کو بد دعا دیں۔ رسول صلعم نے فرمایا۔

ترجمہ۔ اے خدا ثقیف کو ہدایت کر اور توفیق دے کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں[1]۔

تقسیم غنیمت اور فیاضی۔ محاصرہ اٹھا کر آپ صلعم مقام جعرانہ میں تشریف لائے مال غنیمت بیشمار تھا جو پیش کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اسیران جنگ معہ زن و بچہ چھ ہزار (۲) اونٹ چوبیس ہزار (۳) بکریاں چالیس ہزار (۴) اوقیہ یعنی سکہ چاندی چار ہزار[2]۔

اسیران جنگ کے عزیزوں کا انتظار کیا گیا مگر جب کئی دن گذر گئے اور کوئی

---

[1] ابن سعد۔ ۱۲

[2] طبقات ابن سعد۔ ۱۲

ان کی طرف سے نہیں آیا تو کل مال پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ چار حصے فوج
پر تقسیم ہوئے اور ایک حصہ بیت المال میں جمع کیا گیا۔ مکہ کے وہ روسا جو حال
میں مسلمان ہوئے تھے اس وقت تک مذبذب الاعتقاد تھے آنحضرت نے عطیے کے
بڑے بڑے حصے انہیں لوگوں کو عنایت فرمائے۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابو صفیان معہ اولاد — تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ
حکیم بن حزام — دو سو اونٹ
نضر بن حارث — سو اونٹ
صفوان بن امیہ — سو اونٹ
سہیل بن عمرو — سو اونٹ
حویطب بن عبد العزی — سو اونٹ
قیس بن عدی — سو اونٹ
اقرع بن حابس — سو اونٹ
عیینہ بن حصین — سو اونٹ
مالک بن عوف — سو اونٹ

اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عنایت ہوئے۔ عام
تقسیم کی رو سے جو ہر شخص کے حصہ میں آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں
تھیں۔ سوار کو پیدل سے تگنا حصہ دیا گیا۔
سب سے زیادہ عطیات جن لوگوں کو دئے گئے وہ اہل مکہ اور جدید مسلمان تھے
اس بنا پر انصار کو ملال ہوا۔ اور آپس میں کچھ چرچا ہوا کسی انصاری نے کہا کہ محنت

تو ہم کریں اور انعام قریش پائیں۔ کسی نے کہا کہ مشکل وقت میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت دوسروں کو ملتی ہے حالانکہ ہماری تلوار سے اس وقت تک قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں[۱]۔

شدہ شدہ یہ خبر رسول صلعم کے کانوں تک پہنچی۔ آپؐ نے انصار کو طلب کیا اور چرمی خیمہ میں جمع کیا اور فرمایا کیا تم نے ایسا کہا انصار نے کہا کہ ہمارے کسی بڑے آدمی نے تو کہا نہیں البتہ نوجوانوں نے ضرور کہا ہے[۲]۔ رسول صلعم نے فرمایا کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت کی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا تم مفلس تھے خدا نے تم کو دولت مند کیا۔

آپؐ کے اس فرمانے پر تمام انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور اوس کے رسول کا احسان ہم پر سب سے زیادہ ہے[۳]۔

آپؐ نے فرمایا یہ نہیں بلکہ تم یہ جواب دو کہ اے محمدؐ جب لوگوں نے تجھے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی۔ جب لوگوں نے تجھے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی جب تو مفلس تھا ہم نے تیری امداد کی اور میں اس کے جواب میں یہ کہوں کہ تم سچ کہتے ہو۔

اور اے انصار کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ جب لوگ اونٹ بکریاں لیکر اپنے گھر جائیں اور تم ان کے مقابلہ میں محمدؐ کو اپنے گھر لیجاؤ[۴]۔

۱؎ صحیح بخاری - ۱۲ ۲؎ صحیح بخاری - ۱۲

۳؎ صحیح بخاری - ۱۲ ۴؎ صحیح بخاری - ۱۲

انصار کا یہ فقرہ سننا تھا کہ بے اختیار چیخ ماری کہ ہم کو صرف محمدؐ کی ضرورت ہے اس کے آگے سب ہیچ ہے اکثر انصار کی یہ حالت ہو گئی کہ روتے روتے بیدم ہو گئے آنسو جاری تھے اور تھمتے نہ تھے تمام ڈاڑھیاں تر ہو گئیں رسول نے ان کی تشفی کی اور دلاسا دیکر فرمایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے جو زیادہ ان کو دیا وہ حق کی بنا پر نہیں ہے بلکہ تالیف قلوب کے لئے ہے۔

رسول صلعم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھیرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ معزز شخص حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں زہیر بن ضرد رئیس قبیلہ بھی تھا اور درخواست کی کہ اسیران جنگ رہا کر دئے جائیں اسی خاندان سے دائی حلیمہ تھیں جن کا آپؐ نے دودھ پیا تھا۔ اسی بنا پر زہیر نے کھڑے ہو کر کہا کہ جو عورتیں اس وقت آپکی قید میں ہیں انہیں میں آپ کی بہنیں اور خالائیں ہیں قسم خدا کی اگر عرب کے کسی بادشاہ نے ہمارے خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو نہ معلوم آج وہ کیا سلوک کرتا مگر آپ سے تو اور بھی زیادہ سلوک کی امیدیں ہیں۔ رسول صلعم نے فرمایا میں دو ہفتہ سے تم لوگوں کا منتظر تھا میں اپنے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو چھوڑتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ صرف انصار اور مہاجر ہی ہوتے تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ مکہ کے نو مسلم بھی ہیں اس لئے عام رہائی کی یہ تدبیر ہے کہ تم کل بعد نماز جب سب موجود ہوں اپنی درخواست پیش کرنا اس وقت کوئی صورت نکل آئیگی اور تم خواہ مال کا لینا پسند کر لو یا اہل وعیال کا کیونکہ حملہ آور لشکر کو بالکل خالی رکھنا دشوار ہے۔

دوسرے دن بعد نماز ظہر یہ سردار آئے اور انہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست پیش کی رسول صلعم نے فرمایا میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ان پر اختیار ہے۔ اور میں تمام مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں۔ اس پر انصار اور مہاجر فوراً بول اوٹھے کہ ہم نے بھی اپنا حصہ رہا کیا اب بنو سلیم اور بنو فرازہ رہ گئے اُن کے نزدیک یہ بڑی بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر ایسی مہربانی اور کرم کیا جاے اس لئے انہوں نے انکار کیا۔ رسول صلعم نے ان کو بلایا اور ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائی یہ قیمت نبی صلعم نے ادا کر دی اور باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلادی اور پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے کپڑے پہنا کر رخصت کیا۔

نبی صلعم نے مدینہ جاتے وقت مکہ میں عتاب بن اسید کو حاکم مقرر کیا اور ان کے نائب موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل ہوئے کہ احکام شرعی کی تعلیم مکہ والوں کو دیں اور عتاب بن اسید کے تیں درہم ماہانہ بیت المال سے مقرر کئے۔

فہرست شہدائے حُنین

(۱) یزید بن زمعہ بن اسود۔ ام مومنین ام سلمہ کے بھانجے ہیں۔ قریش کے معززین سے تھے۔

(۲) حویرث بن عبداللہ بن حلف غفاری۔ انصاری ہیں۔ یہ بتوں کی قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے اسی لئے ان کا لقب ابی اللحم تھا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (1)

[illegible]

[illegible] (2) [illegible] (3)

[illegible]

[illegible] (4)

[illegible] (5)

[illegible] (6)

[illegible]

[illegible] (7) [illegible]

ابراہیم رکھا۔

رسول صلعم کی لڑکی زینب کا انتقال ہوا۔

اسی سال منذر بن ساری حاکم بحرین مسلمان ہوا اور اپنے یہود اور مجوسی رعایا سے جزیہ وصول کیا۔

خطبہ سنانے کے لئے لکڑی کا ممبر تیار ہوا۔

سنہ ۹ھ

سنہ ۹ھ سفارتوں کا سال مشہور ہے کیونکہ اسی سنہ میں ہر چہار طرف کے قبیلے آ آکر مسلمان ہونے لگے اور نبی صلعم کو شہنشاہ عرب کی پوری حیثیت حاصل تھی مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض تھی اس لئے ہر امیر مسلمان اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ بیت المال میں داخل کرتا تھا اور جو مسلمان نہ تھے وہ خفیف رقم بطور جزیہ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے ادا کرتے تھے اور یہی خراج تھا اب چونکہ ہر طرف ملک میں امن کا دور شروع ہو گیا تھا اور حصول دولت کے مواقع حاصل تھے اس لئے تحصیل زکوٰۃ کے لئے عمّال مقرر ہوئے۔

سریہ عُیَینہ محرم سنہ ۹ھ | قبیلہ بنو کعب جو مسلمان ہو گیا تھا اُس کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ایک عامل روانہ کیا مگر یہ لوگ راہِ حق سے پھر گئے اور عامل رسول کو مارنا چاہا۔ عامل یہ واقعہ دیکھ کر رسول صلعم کے پاس واپس آیا حضور صلعم نے بنو کعب کی گوشمالی کے لئے عیینہ بن حصین کو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ کیا عُیَینہ نے جا کر حملہ کیا۔ دشمن کے پاسٹھ آدمی زخمی ہوئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے انکا

سنگ سار کی گئی۔ حضور صلعم نے اس کے جنازے کو حرمت کے ساتھ دفن کرایا اور ایسا برتاؤ کیا گویا تو بہ کر کے گناہوں سے پاک ہو چکی ہے۔

سریہ بنو طے
ربیع الثانی سنہ ۹ھ

طے کے باشندوں نے سر اٹھایا تو رسول صلعم نے ڈیڑھ سو کی جماعت سے حضرت علی کو روانہ کیا۔ جب ان کو خبر لگی تو اس قبیلہ کا سردار عادی بن حاتم شام کی طرف بھاگ گیا مگر اس کی بہن صفیہ بنت حاتم معہ چیدہ چیدہ سرداروں کے گرفتار ہو گئے اور مدینہ حضور صلعم کی خدمت میں پیش کئے گئے صفیہ بنت حاتم نے عرض کیا کہ میرا باپ حاتم جو نہایت سخی تھا جس نے قیدیوں کا روپیہ دیکر چھڑایا غریبوں کی پرورش کی حاجتمندوں کی ضرورت پوری کی اور خواتین کی عزت کی میں اسی کی بیٹی ہوں میں رحم کی درخواست کرتی ہوں رسول صلعم نے بغیر جزیہ اس کو چھوڑ دیا اور کہا کہ تم جا سکتی ہو۔ صفیہ نے کہا کہ مجھے قوم کیا کہے گی کہ سب کو چھوڑ آئی اور تنہا آگئی میں تنہا نہ جاؤں گی آپ نے اس کی خاطر سب کو رہا کر دیا اور حاتم کی بہت تعریف کی یہاں سے رہا ہو کر صفیہ اپنے بھائی کے پاس شام پہونچی اور رسول صلعم کی منصفانہ اور رحیمانہ طبیعت کا حال ظاہر کیا اور کہا کہ تو جلد نبی صلعم کی خدمت میں جا اگر وہ نبی ہے تب تو سابقین کی فضیلت حاصل ہوگی اور اگر وہ محض بادشاہ ہے جب بھی تو جا کر ذلیل نہ ہوگا۔ عادی مدینہ آیا حضور مسجد میں تھے جا کر سلام کیا حضور صلعم گھر لے گئے۔ راستہ میں ایک بڑھیا ملی جو حضور سے

لہ ابن ہشام - ۱۲

لہ۲ طبری جلد ۲ - ابن اثیر جلد ۲ -

طول طویل گفتگو کرتی رہی عدی نے خیال کیا کہ یہ بادشاہ تو ہرگز نہیں۔ گھر پہنچے تو ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے عدی کو بیٹھنے کو دیا اور خود حضور زمین پر بیٹھ گئے پھر عدی کو خیال ہوا کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔ اب رسول صلعم نے فرمایا تم رکوسی عیسائی ہو۔ عدی بولا ہاں۔ پھر فرمایا تم اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار کا چہارم لیتے ہو۔ عدی بولا بیشک۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تو تمہارے مذہب میں جایز نہیں۔ عدی بولا یہ فرمانا سچ ہے۔ اس پر عدی کو خیال ہوا کہ یہ شخص ضرور نبی ہے کیونکہ سب حال سے واقف ہے۔ پھر نبی صلعم نے فرمایا کہ اے عدی تم کو اسلام قبول کرنے میں یہ امر مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں کم اور دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب ہے جب تو سن لیگا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلکر مکہ آکر حج کرے گی اور کچھ خوف نہ ہوگا۔ اور عدی تم کو اس کا بھی خیال ہے کہ آجکل حکومت دوسری قوموں میں ہے مگر وہ وقت قریب ہے جب تو سنے گا کہ نوشیرواں کے محل مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوں گے۔ عدی بتلاؤ کہ لا الہ الا اللہ کہنے میں تم کو کیا عذر ہے کیا سوائے خدا کے اور بھی معبود ہے یہ سن کر عدی نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا اور پھر تمام قبیلہ طے کا مسلمان ہوگیا۔ پھر عدی نے تین سال بعد کسریٰ کے محلات فتح ہوتے دیکھ لئے اور قادسیہ کی بڑھیا کو بھی تین حج کرتے دیکھ لیا۔

غزوہ تبوک

رجب ۹ سنہ مطابق اکتوبر و نومبر ۶۳۱ سنہ ع

تبوک نہایت مشہور مقام مدینہ سے چودہ منزل دمشق اور مدینہ کے راستہ میں

واقع ہے۔ رومیوں کو جب مقام موتہ پر شکست ہوئی تو انہوں نے اسی روز سے عرب پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تہیں۔ عیسائی غسانی خاندان جو رومیوں کے زیر اثر حکومت کرتا تہا اس مہم پر متعین کیا گیا۔

ایک قافلہ نبطی سوداگروں کا روغن زیتون فروخت کرنے مدینہ میں آیا انہوں نے خبر دی کہ رومیوں نے ایک لشکر عظیم شام میں جمع کیا ہے[۱]۔ اور فوج کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دے دی ہیں اور اس فوج میں عرب نسل کے عیسائی اور قبیلے عاملہ۔ غسان۔ لخم اور جذام کے شامل ہیں۔ اور فوج کا اگلا حصہ مقام بلقار تک آگیا ہے۔ عیسائی عربوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تہا کہ محمد صلعم کا انتقال ہو گیا اور عرب میں سخت قحط پڑ گیا۔ جنگ موتہ کا بدلا اگر اس وقت نہ لیا جائیگا تو پھر موقع ہاتھ نہ آئیگا اس بنا پر ہرقل نے چالیس ہزار فوج روانہ کر دی۔ یہ سب خبریں وقتاً فوقتاً مدینہ آتی تہیں۔ جب شامی قافلہ نے لشکر کی خبر دی تو وہ تمام گذشتہ افواہیں صحیح مانی گئیں اور قرائن اس قدر قوی تہے کہ غلطی کا قطعی[۲] احتمال نہ تہا۔

رسول صلعم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت حدود عرب و مدینہ سے باہر کرنی چاہیئے تاکہ اندرون ملک میں کوئی خلل نہ واقع ہو۔ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تہا جو نصف دنیا پر حکومت کرتا تہا اور جس کی فوج حال ہی میں ایران کو شکست دیچکی تہی۔

مگر یہاں یہ حالت تہی کہ مسلمان بے سر و سامان اور سفر دور و دراز کا ملک میں قحط سالی۔ گرمی کی شدت۔ مدینہ میں میوے پک گئے تہے اور سایہ میں بیٹہنے کے

---

[۱] بخاری۔ ۱۲ [۲] ابن ہشام۔ ۱۲

دن تھے۔ حضور صلعم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا اور درستی سامان کے لئے عام چندہ کی فہرست کھولی۔

حضرت عثمانؓ نے نوسو اونٹ ۹۰۰ سو گھوڑے اور ایکہزار دینار چندہ میں پیش کئے۔ اُن کو مجہز جیش العسرہ کا خطابؓ ملا۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار درہم۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی تمام مالیت کا نصف جو کئی ہزار کی رقم تھی پیش کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کچھ لائے وہ اگرچہ قیمت میں زیادہ نہ تھا مگر معلوم ہوا کہ گھر میں سوائے اللہ کے اور اسکی محبت کے کچھ بھی نہ چھوڑ آئے۔

ابوعقیل انصاری۔ دو سیر چھوارے لیکر حاضر ہوئے اور کہا کہ رات بھر کھیت میں پانی دے دیکر چار سیر چھوارے مزدوری میں لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچوں کو دیکر باقی دو سیر حاضر کئے۔ نبی کریم نے فرمایا کہ ان چھواروں کو جملہ مال متع کے اوپر بکھیر دو۔

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر خلوص اور دریا دلی سے کام لیا۔ قریباً بیاسیؓ منافق جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے بہانے کر کے گھروں میں بیٹھ رہے عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے ان کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد اور اس کے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکیں گے قیصر انکو قید کر کے مختلف مقامات پر بھیجدے گا۔

سوملم۔ ایک یہودی تھا۔ اس کے مکان پر منافقوں کا جماؤ رہتا اور لوگوں کو شریک جنگ ہونے سے روکتے۔

رسول صلعم نے عرب کے تمام قبائل سے فوجی اور مالی امداد طلب کی بیس ہزار مسلمان

لے ابن خالدون - ۱۲

جمع ہو گئے مگر مالی امداد صرف اس قدر پہنچی کہ فوج کے جوتے تیار ہو گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پاؤں میں جوتہ ہونے سے آدمی سوار کے حکم میں رہتا ہے۔ جو لوگ اس بناء پر جانے سے رہ گئے کہ سامان سفر مہیا نہیں کر سکتے تھے رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس درد سے روئے کہ آپ کو رحم آگیا پھر بھی ان کے چلنے کا کچھ انتظام نہ ہو سکا ایسے ہی لوگوں کی شان میں یہ آیتیں سورہ توبہ میں نازل ہوئیں۔

ترجمہ۔ ان لوگوں پر کچھ اعتراض نہیں کہ جب (وہ) تمہارے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور تم نے کہا کہ میرے پاس سواری کہاں جس پر تم کو سوار کر سکوں تو وہ واپس چلے گئے اور انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

رسول صلعم تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوئے جس میں دس ہزار گھوڑے تھے[1]۔ حضور صلعم کا معمول تھا کہ جب آپؐ مدینہ سے باہر تشریف لیجاتے تو کسی کو شہر کا حاکم مقرر فرما جاتے۔ مدینہ پر **سباع بن عرفط** کو خلیفہ بنایا اور چونکہ ازواج مطہرات کو اس سفر میں ہمراہ نہیں لیا لہذا اہل حرم کی حفاظت کے لئے ایک عزیز خاص کا رہنا ضرور تھا۔ اس لئے یہ منصب حضرت علی کو دیا گیا[2]۔

فوج مدینہ سے روانہ ہوئی رسد نہ ہونے سے راستہ میں اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جن سے ہونٹ سوج گئے بعض جگہ پانی نہیں ملا تو اونٹوں کو ذبح کر کے اس کے امعاء کا پانی پینا پڑا[3]۔ ابھی تبوک کے راستہ ہی میں تھے کہ حضرت علی بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ منافقین نے حضرت علی کو بہت چڑایا اور کہا کہ

سلہ طبقات ابن سعد ۔ سلہ صحیحین - ۱۲ سلہ مدارج النبوۃ - ۱۲

نکما سمجھ کر چھوڑ گئے۔ کسی نے کہا کہ ترس کہا کر اپنے ساتھ نہیں لیگئے۔ حضرت علی کو
غیرت آئی اور دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے رسول صلعم تک جا پہنچے۔ اگرچہ پاؤں
پر ورم آ گئے۔ اور چھالے پڑ گئے۔ رسول صلعم نے فرمایا کہ علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے
کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون[1] تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں
یہ سنکر حضرت علی مدینہ واپس چلے گئے۔

راستہ میں قوم ثمود کے وہ مکانات جو پہاڑوں میں کاٹ کر بنائے گئے ہیں ملے
جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے چونکہ اس مقام پر عذاب الٰہی نازل ہو چکا تھا۔ نبی
صلعم نے فرمایا کہ کوئی شخص اس جگہ نہ ٹھہرے اور نہ اس جگہ کا پانی پیئے نہ کام
میں لائے۔

اس تکلیف اور مصیبت کے ساتھ جب لشکر اسلام تبوک پہنچا تو معلوم ہوا
خبر غلط ہے۔ رسول صلعم نے یہاں قریب ایک ماہ کے قیام کیا اہل شام پر اس
دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ اگر کیا ہی تھا تو اس
وقت ملتوی کر دیا اور حملہ آوری کا بہترین موقعہ رسول صلعم کی وفات کے بعد
قرار دیا۔ جیسا آئندہ ظہور میں آیا۔

تبوک پر فوج کشی کا یہ اثر ہوا کہ دوران قیام میں ایلہ کا سردار جس کا نام
یوحنا تھا۔ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا اور ایک سفید
خچر بطور نذر پیش کیا رسول صلعم نے اس کو اپنی ردائے مبارک عنایت[3] کی۔

---

[1] صحیح بخاری۔ ۱۲ [2] صحیح بخاری۔ ۱۲

[3] زرقانی۔ ۱۲

اس کے بعد جرباؔ اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینا منظور کیا۔

سریہ دومۃ الجندل اس مقام سے حضرت **خالد بن ولید** مقام دومۃ الجندل جو دمشق سے پانچ منزل واقع ہے معہ چار سو بیس[420] اسلامی جمعیت کے روانہ کئے گئے کہ اسلام پیش کریں۔ اس مقام کا حاکم ایک عربی سردار **اکیدر بن عبد الملک** نامی قیصر کا ماتحت تھا۔ خالد جب پہنچے تو یہ نیل گائے کے شکار میں مصروف تھا جا کر گرفتار کر لیا اس کا بھائی حسان مارا گیا اور یہ اس شرط پر رہا کیا گیا کہ خود دربار نبوی میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کرے۔ چنانچہ وہ مدینہ حاضر ہوا اور اس کو اماں دی گئی۔

ایک عاشق رسول کی وفات دوران قیام تبوک میں **ذوالبجادین** کا انتقال ہوا اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلعم مفلس اور مخلص صحابہ پر کس قدر عنایت فرماتے تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ بچپن میں باپ کا انتقال ہو گیا چچا نے پرورش کیا۔ جوان ہوئے تو اونٹ بکریاں اور غلام دیکر ان کی حالت درست کر دی۔ عبداللہ کے دل میں اسلام کی محبت تھی مگر چچا کا خوف غالب تھا۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو چچا سے کہا کہ میں برسوں سے اس انتظار میں ہوں کہ آپ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو اور آپ مسلمان ہو جائیں مگر آپ کا وہی طریق چلا جاتا ہے مجکو اپنی عمر پر اعتماد نہیں میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا آپ اجازت دیں تو مسلمان ہو جاؤں۔

چچا نے جواب دیا اگر تو مسلمان ہو گا تو میں کپڑے تک اتار لوں گا۔ مگر عبداللہ

[illegible]

جب لوگ غزوہ تبوک میں جانے لگے تو عبد اللہ نے رسول صلعم سے کہا کہ آپ دعا کیجئے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ رسول صلعم نے فرمایا۔ جاؤ اور ایک درخت کا چھلکہ لے آؤ۔ نبی صلعم نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندہ دیا اور فرمایا کہ الٰہی میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اے نبی اللہ میں تو شہادت کا طالب ہوں حضور صلعم نے فرمایا۔ جب جنگ کی نیت سے تم نکلو اور بخار آجائے اور مر جاؤ جب بہی تم شہید ہوگے۔

تبوک پہنچکر یہی ہوا عبد اللہ کو بخار آیا اور انتقال کیا۔ رات کا وقت تہا حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تہا حضرت عمرؓ اور ابو بکرؓ اس کی لاش قبر میں اتار رہے تہے کہ بنی صلعم قبر میں اترے اور فرمایا اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو حضورؐ نے ان کی قبر پر اپنے ہاتھ سے اینٹیں رکھیں اور پہر دعائے مغفرت فرمائی۔ کہ الٰہی میں اس سے آج شام تک خوش رہا ہوں تو بہی اس سے راضی ہوجا ابن مسعود[1] کہنے لگے کہ کاشکے میں اس کی قبر میں دبایا جاتا۔

تبوک سے واپسی

رسول صلعم جب تبوک سے چلکر مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگ عالم شوق میں استقبال کو نکلے خواتین بہی گہروں سے نکل آئیں اور لڑکیاں عجب شوق سے یہ طرانے گاتی تہیں۔

ترجمہ۔ وداع کی گہاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا۔ خدا کا پکارنے والا جب تک دُنیا میں باقی ہے ہمپر خدا کا شکر فرض ہے۔ ۱۲

وہ منافق جو یہ کہتے تہے کہ اب محمد صلعم واپس نہ آئیں گے اور کسی دُور جگہ جلا وطن

---

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲۔

کر دئے جائیں گے اب سب پشیمان ہوئے اور طرح طرح کے جھوٹے بہانے کرنے لگے ان سب کو معافی دی گئی مگر تین مخلص صحابی جو اپنی معمولی کاہلی و سستی کی وجہ سے جانے سے رُک گئے۔ اُن سے رسول صلعم ناخوش ہوئے۔ ان میں سے ایک بزرگ صحابی کعب بن مالک انصاری تھے۔ انہوں نے جو کچھ اپنے متعلق بیان کیا ہے وہ بجنسہ درج ذیل ہے۔

کعب کا بیان ہے کہ میرا گھر پر رہ جانا محض بہانہ تھا۔ سفر کا تمام سامان معہ اونٹ سواری موجود تھا اور مالی حالت پہلے سے بہتر تھی میں نے سوچا تھا کہ جب سب چل پڑیں گے میں بھی چلدوں گا۔ مگر کوچ کے روز مجھے کچھ کام تھا میں نے سوچا آج نہ سہی کل چلدوں گا۔ اسی سستی سے تین دن گذر گئے۔ تو لشکر کو پکڑنے کی ہمت نہ پڑی اور پھر مجھے عدم شرکت کا رنج ہوا۔ میں ایک روز گھر سے نکلا تو سوائے منافقوں کے کسی کو نہ دیکھا یہ دیکھ کر مجھے اپنے اوپر سخت غصہ آیا منافقوں نے بہانے بنا دئے مگر میں نے فیصلہ کر لیا کہ سوائے سچ کے جھوٹ ہرگز نہ کہوں گا۔ جب رسول صلعم تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر خشم آلود تبسم فرمایا میرے ہوش اڑ گئے پوچھا کہ تم کیسے رہ گئے کیا سامان سفر تیار نہ تھا۔ میں نے کہا بلکہ شیطان نے مجھے قعر دریا میں ڈالدیا تھا حضور صلعم نے فرمایا تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کے منتظر رہو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ جیسا حکم مجکو ہوا ہے کسی اور کو بھی ایسا دیا گیا ہے لوگوں نے کہا ہاں ہلال بن امیہ اور فرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے۔ اب دوسرا حکم یہ ہوا کہ ان میں کوئی مجھ سے نہ بات چیت کرے اور نہ قریب آکر بیٹھے اس حکم سے اور زندگی

سلہ مدارج النبوۃ جلد ۱۲

وبال ہوگئی۔ ان دنوں وہ دونوں تو گھر سے باہر نہ نکلتے مگر میں مسجد میں، جاتا اور
بعد نماز ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا رسول صلعم نیچی نظروں سے دیکھتے اور منہ پھیر لیتے
دوسرے مسلمان ہم تینوں سے بھی نہ بولتے چنانچہ ابو قتادہ میرا چچا زاد بھائی تھا
جب اس کو سلام کیا تو جواب نہ دیا اس پر میں خوب رویا گھر آرہا تھا کہ ایک
عیسائی ملا اور اس نے بادشاہ غسان کا خط مجکو دیا لکھا تھا کہ ہم کو تمہارے
درجہ و منزلت کا حال معلوم ہے مگر تم کو تمہارے آقا اور دیگر لوگوں نے نظر سے
گرا دیا ہے جو تمہاری شان کے خلاف ہے لہذا یہ خط پڑھتے ہی تم میرے پاس
چلے آؤ تمہارا اعزاز میں تمہارے مرتبہ کے لایق کروں گا۔ اس خط نے مجکو اور صدمہ
پہنچایا کہ آج ایک عیسائی مجھپر اور میرے دین پر قابو کرنا چاہتا ہے اس مصیبت
سے دل بھر آیا اور خط قاصد کے سامنے آگ میں ڈال دیا اور کہا کہ اپنے بادشاہ سے
کہہ دینا کہ آپ کی عنایت سے اور مہربانی سے مجھے اپنے آقا کی ناراضگی ہزار
درجہ بہتر ہے۔

گھر پہنچا تو دیکھا کہ رسول صلعم کا آدمی موجود ہے اس نے کہا کہ حضور صلعم کا حکم
ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو۔ میں نے پوچھا کیا طلاق کا حکم ہے جواب
دیا نہیں۔ اور یہی حکم ہلال اور مرہ کے پاس بھی پہنچا۔ ہلال کی بیوی حضورؐ
کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا کہ ہلال کمزور اور ضعیف ہے اور گھر میں کوئی ملازم
نہیں اگر حکم ہو تو خدمت کرتی رہوں۔ فرمایا۔ ہاں مگر بستر سے علیحدہ رہو۔ لوگوں
نے مجھ سے بھی کہا کہ تم بھی اجازت لیلو مگر مجھے ہمت نہ پڑی کیونکہ میں اپنا کام خود
کرسکتا تھا۔ غرضکہ اسی مصیبت میں پچاس دن گذر گئے ایک رات میں چھت

پر نہایت اندوہگیں لیٹا تہا کہ کوہ سلع پر چڑہ کر حضرت ابو بکر نے آواز دی کہ کعب تمہاری توبہ قبول ہوئی سنتے ہی تمام دوست مبارک باد دینے آئے۔ میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے دیکھکر فرمایا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر زندگی میں آجتک نہیں گذرا کہ تمہاری توبہ قبول ہوئی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس شکرانہ میں میں نے اپنا تمام مال راہ خدا میں دیا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا نصف۔ فرمایا نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا ثلث فرمایا۔ ہاں۔ ثلث اچھا ہے اور بہتر ہی ہے۔

منافقین کی جدید مسجد ضرار

منافقین کی مدینہ میں یہ کوشش رہا کرتی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں میں پہوٹ پڑ جائے۔ اس خیال سے انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد قبا کے جواب میں ایک جدید مسجد بنائیں تاکہ جو لوگ بوجہ ضعیفی مسجد نبوی نہ پہنچ سکیں یہاں نماز ادا کیا کریں ابو عامر انصاری جو عیسائی ہو گیا تہا۔ ان تمام شرارتوں کا بانی تہا اس نے لوگوں سے کہا کہ تم اہتمام کرو میں قیصر سے ملکر فوجیں لاتا ہوں اور مسلمانوں کو اس ملک سے نکالے دیتا ہوں۔

جب رسول صلعم تبوک جانے لگے تو چند منافق حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے کہ ہم نے معذور لوگوں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپؐ ایک دفعہ اس میں نماز پڑہا دیں تاکہ وہ مقبول ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت تبوک جا رہا ہوں۔ جب رسول صلعم تبوک سے واپس ہوئے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ مسجد میں آگ لگا دی جائے۔ اس مسجد کے بارہ

---

[1] زرقانی - ۱۲



یہ پہاڑی مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس کا زمانہ قدیم سے احترام کیا جاتا ہے رسول صلعم اکثر یہاں تشریف لیجاتے اور قیام فرمایا کرتے تھے اس وقت بھی حاجی یہاں جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں

(متعلق صفحہ ۵۱۲)

میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا۔ تا۔ یحب المطھرین۔
ترجمہ۔ وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرر اور نا اتفاقی ڈالنے اور کفر کی غرض سے تیار کی ہے اور اس غرض سے کچھ لوگ پہلے سے خدا اور رسول سے لڑتے ہیں ان کو ایک کمین گاہ ہاتھ آئے اور وہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف بھلائی کی غرض سے ایسا کیا اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ (اے محمدؐ) تو کبھی اس مسجد میں آکر مت کھڑا ہو۔ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے۔ وہاں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی محبوب ہے اور خدا صفائی پسند کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔
غزوہ تبوک آخری تھی اسکے بعد پھر کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

اول حج اسلام اور اعلان

۹ ذالحجہ ۹ھ مطابق ۱۹ مارچ ۶۳۱ء

اگرچہ مکہ گذشتہ سال فتح ہوگیا تھا مگر ملک میں پورا تسلط مسلمانوں کا نہ تھا اس لئے اس سال مشرکین ہی کے زیر اہتمام ارکان حج انجام پائے۔ مسلمانوں نے عتاب بن اسید امیر مکہ کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔ اس سال ملک میں پورا امن تھا لہذا نبی صلعم نے ایک قافلہ تین سو آدمیوں کا حج کے لئے مدینہ روانہ فرمایا۔ چونکہ اس سال ہر چہار طرف سے لوگ اسلام قبول کرنے آرہے تھے اس لئے آپ نہ جاسکے۔ اور قربانی کے لئے بیس اونٹ ساتھ کردئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سردار قافلہ یا امیر الحجاج بنائے گئے اور حضرت سعد حضرت جابر و ابوہریرہ وغیرہ کو معلم کیا۔

اس قافلہ کی روانگی کے بعد سورہ برأت نازل ہوئی۔ آپ نے حضرت علی رضؓ کو اُن آیات کی تعلیم دی اور مکہ میں اعلان کے لئے عقب سے روانہ کیا۔

مسلمانوں کو یہ اول موقع تھا جس میں حج کے ارکان اصل ابراہیمی سنت کے ساتھ ادا ہوئے۔ اس حج کا یہ مقصد تھا کہ خانہ حضرت ابراہیم میں عہد جاہلیت ختم ہوئی اور اسلام کی ابتدا شروع ہوئی۔

اسی حج کو قرآن مجید میں حج اکبر کہا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے مناسک حج کی تعلیم دی۔ اور خطبہ پڑھا جس میں حج کے تمام مسائل کا ذکر تھا۔

اسکے بعد حضرت علی رضؓ کھڑے ہوئے اور سورۂ برأت کی پہلی چالیس آیتوں کو معہ مندرجہ ذیل احکام کے پڑھکر سنایا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ

(۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کے اندر داخل نہو سکے گا۔

(۲) آئیندہ کوئی شخص برہنہ ہوکر خانہ کعبہ کا طواف نہ کریگا۔

(۳) جو معاہدے کہ مشرکین سے تھے وہ آج سے چار ماہ بعد ٹوٹ جائینگے۔

حضرت ابوہریرہ وغیرہ نے اس اعلان کی اس قدر زور زور سے منادی کی کہ گلا پڑ گیا[۱]۔

بفضلہ تعالیٰ آج کعبہ کفر اور شرک کی ظلمت سے پاک ہوا اور اس وقت تک انہیں احکام کی پابندی چلی آتی ہے۔

---

[۱] ابن حنبل جلد ۳- ۱۲- زرقانی - ۱۲

مختلف واقعات ۹ھ

شروع ۹ھ میں رسول صلعم حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ سے کبیدہ خاطر رہے۔ ایک راز جو حضرت حفصہ سے کہا تھا وہ انہوں نے افشا کر دیا حضرت عائشہؓ ان کے شریک حال تھیں۔ ایک ماہ برابر آپؐ نے بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار کی۔ صحابہ میں مشہور ہوگیا کہ آپؐ نے طلاق دے دی ہر مسلمان پریشان ہوگیا۔ اگر قرآن میں آیتیں ان کی ہدایت میں نازل نہ ہوتیں تو ایک فتنہ عظیم برپا ہونے کا احتمال تھا۔ کیونکہ مدینہ کے چار سو منافق اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح ازواج میں جھگڑا ہو اور جس کا اثر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پر پڑے اور وہ رسول صلعم کے خلاف ہو جائیں۔ مگر جب یہ آیت نازل ہوئی تو پھر کبھی ازواج سے کبیدگی نہ ہوئی۔ اور نہ آپس میں نااتفاقی پیدا ہوئی۔ فیصلہ کن جو آیت آخر میں نازل ہوئی یہ ہے۔

ترجمہ:۔ اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم کو دنیا کی زندگی اور دنیا کا زیب و زینت مطلوب ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا اور خدا کا رسول مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔ سورۂ احزاب۔

نو سال کے بعد جب ملک میں امن اور تسلط ہوگیا تو زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور تحصیل زکوٰۃ کے لئے عمال مقرر ہوئے۔

غیر قوموں سے جزیہ وصول کرنے کی آیت بھی اسی سال نازل ہوئی۔

سود کا لینا دینا حرام ہوا۔ حضور نے اسکا اعلان اگلے سال کیا۔

ام کلثوم دختر نبی صلعم نے وفات پائی۔

حج مسلمانوں پر فرض[1] ہوا اور یہ پانچواں رکن اسلام کا قرار پایا۔

نجاشی شاہ حبشہ نے انتقال کیا۔ خود نبی صلعم نے اعلان کیا اور فرمایا کہ مسلمانو آج تمہارے برادر اصحمہ نے وفات پائی اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور مغفرت کی دعا مانگی۔

سنہ ۱۰ھ

حجۃ الوداع

تاریخ ۹ ذالحجہ سنہ ۱۰ھ

اس سال میں باقیماندہ عرب کے قبائل بھی مسلمان ہو گئے جن کا ذکر وفود کے سلسلہ میں آچکا ہے۔ اور اب رسول صلعم کی نبوت کا ماحصل نکل آیا۔ ملک میں

---

[1] حج اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے اور مختلف قوموں۔ نسلوں۔ زبانوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی یگانگت میں شامل کرنے کے لئے فرض کیا گیا ہے اور وہ بھی سال میں ایک دفعہ بشرطیکہ صاحب استطاعت ہو حج کے لئے وہ مقام تجویز ہوا ہے جہاں صابئی۔ یہودی۔ عیسائی اور مسلمانوں کے جد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی۔ حج سے شوکت اسلام کا ظہور ہوتا ہے اور مسلمانوں کو بحری اور بری سفر کا تجربہ اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ حج میں وہی سادہ اور بغیر سلا لباس استعمال ہوتا ہے جو سب کے پدر اعظم حضرت آدمؑ نے اختیار کیا تھا۔

ہر چہار طرف امن پیدا ہوگیا اور جو برکتیں اس پاک دین سے ہونی چاہئیں وہ پوری ہوگئیں یعنی وحشیوں کے دلوں میں اسلام اپنا جلوہ دکھانے لگا بت پرستی کا بیج مارا گیا خدا پرستی کا رواج ہوگیا اور ہر شخص اخلاص و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا تو آپ نے حج کا ارادہ کیا اور تمام اطراف میں اطلاع بھیجدی کہ نبی صلعم حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے پہنچتے ہی ہر چہار طرف سے مسلمان مدینہ میں آنے لگے اور خلقت کا ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا۔ جن میں ہر طبقہ اور ہر درجہ کا آدمی موجود تھا۔

۲۵۔ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ کو معہ جملہ مسلمانوں کے مقام ذی الحلیفہ پر نبی صلعم نے احرام باندہا اور یہیں سے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔ کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو معہ احرام روانہ ہوئے۔

چونکہ ہر اطراف میں اطلاع کردیگئی تھی اسلئے راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ اس متبرک قافلہ میں شامل ہوتے جاتے تھے[1]۔

نبی صلعم راستہ میں جس ٹیلہ یا پہاڑی سے گذرتے تھے تو تین تین بار تکبیر بآواز بلند فرماتے تھے۔ مکہ پہنچتے پہنچتے ایک لاکھ چوالیس ہزار کا مجمع ہوگیا نبی صلعم نے اول مکہ کے قریب مقام ذی طوٰی میں کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر بالائے مکہ سے تمام جماعت کو لیکر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کیا طواف سے فارغ ہوکر کوہ صفا اور کوہ مروا پر تشریف لے گئے انکی چوٹیوں

[1] حجۃ اللہ البالغہ۔ ۱۲۔

پر چڑھ کر کعبہ کی جانب رُخ کیا اور کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ اور۔ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ، لہٗ الملک ولہ الحمد وہُو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ لا الہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہ کے نعرے بآواز بلند لگائے[1]۔

ترجمہ۔ اللہ کے سوا کوئی لایق عبادت نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اُسی کا ہے اور سب تعریف اسی کو زیبا ہے اور وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔

۹۔ ذالحجہ سنہ ۱۰ھ بروز جمعہ بعد طلوع آفتاب رسول صلعم وادی نمرہ میں تشریف لائے۔ یہ وادی عرفات اور مزدلفہ کے درمیان ہے دن کے بارہ بجنے کے بعد آپؐ عرفات میں تشریف لائے تمام میدان مسلمان سے بھرا ہوا تھا اور ہر شخص کی زبان پر کلمات تقدیس اور تکبیر کے نعرے جاری تھے اور حضور صلعم کی برکت قدم سے جہاں ایک مسلمان کا بھی نام و نشان نہ تھا اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھے۔ نبی صلعم اب یہاں سے کوہ عرفات پر چڑھے اور خطبہ شروع کیا[2]۔ جو بجنسہٖ ذیل میں درج ہے۔

---

[1] حجۃ اللہ۔ ۱۲

[2] دیکھو مکاشفات یوحنا باب ۱۴ جس میں لکھا ہے۔ (پھر جو میں [illegible] نگاہ کی۔ اور دیکھا کہ برہ سیہون پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار جن کے ماتھوں پر اس کے باپ کا نام لکھا تھا) یہ پیشین گوئی بھی مثل دیگر انجیل کی پیشین گوئیوں کے رسول صلعم کی نسبت نہایت صاف ہے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار کی تعداد کتب احادیث میں مذکور ہے لفظ برہ سے اصطلاحات مکاشفات میں وہ گراں مایہ وجود مراد ہے جو بعد از خدا بہترین ہو

خطبہ نبی صلعم بروز حجۃ الوداع

عبارت خطبہ

(۱) یا ایہا الناس انی لا اری وایا کم نجتمع فی ہذا المجلس ابداً[1]

(۲) ان دماءکم واموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ہذا فی بلدکم ہذا فی شہرکم ہذا وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض[2]

(۳) الا کل شیئ من امر الجاہلیت تحت قدمی موضوع

ترجمہ

اے لوگو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں جمع نہ ہوں گے۔

(۲) حاضرین۔ تمہارے خون۔ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایکدوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیساکہ تم آج کے دن کی۔ اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو عنقریب تمہیں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کریگا۔ بس خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایکدوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(۳) لوگو۔ میں جاہلیت کی ہر ایک بات کو اپنی قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۸ - یہاں رسول صلعم کی ذات مراد ہے۔ اسی طرح سیھوں سے مقدس پہاڑ مراد ہے یہاں عرفات سے مراد ہے (جن کے ہاتھوں پر باپ کا نام لکھا تھا) اس سے غرض وہ نشان ہیں جو سجدہ کرنے سے ماتھوں پر پڑ جاتے ہیں۔ جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ اسی مکاشفات میں چند در چند پیشین گوئیاں موجود ہیں جو ہر شخص دیکھہ سکتا ہے۔

[1] معدن الاعمال حدیث ۱۱۰۶ [2] صحیح بخاری - ۱۲

[illegible]

(۶) ایہا الناس انہ لانبی بعدی ولا امتہ بعدکم۔ الافاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شہرکم وادوا زکاتہ اموالکم طیبتہ بہا انفسکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا ولاۃ امرکم تدخلوا جنتہ ربکم۔[۵]

(۷) وانتم تسالون عنی فما انتم قائلون

قالوا نشہد انک۔ قد بلغت وادیت نصحت۔

(۸) فقال یاصبعہ السابتہ یرفعہا الی السماء و ینکتہا الی الناس

اللہم اشہد۔ اللہم اشہد اللہم اشہد

(۹) الا لیبلغ الشاہد الغائب فلعل بعض من یبلغہ ان

(۶) اے لوگو۔ نہ تو میرے بعد اور کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونیوالی ہے خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو اور سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوشدلی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجا لاؤ اور اپنے اولیاے امور وحکام کی فرمانبرداری کرو جسکی یہ ہے کہ تم پروردگار کے بہشت بریں میں داخل ہو گے۔

لوگو۔ قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی پوچھا جائیگا مجھے بتادو کہ تم کیا جواب دو گے۔

سب نے کہا۔ ہم اسکی شہادت دیتے ہیں کہ آپنے خدا کے احکام ہم کو پہنچا دئے آپنے رسالت کا حق ادا کیا اور آپنے بھلے بُرے کی پہچان کرادی

(اسکے بعد) رسول صلعم نے اپنی انگشت شہادت کو اُٹھایا اور انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے (فرماتے تھے۔)

اے خدا گواہ رہنا۔ اے خدا گواہ رہنا اے خدا شاہد رہ (کہ یہ لوگ کیا گواہی دیتے ہیں)

(۹) (دیکھو) جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ بعض سُنتے

[۵] معدن الاعمال حدیث ۱۱۰۷-۱۱۰۹

یکون اوعیٰ لہٗ من بعض من سمعہٗ[۱]	والوں سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں۔

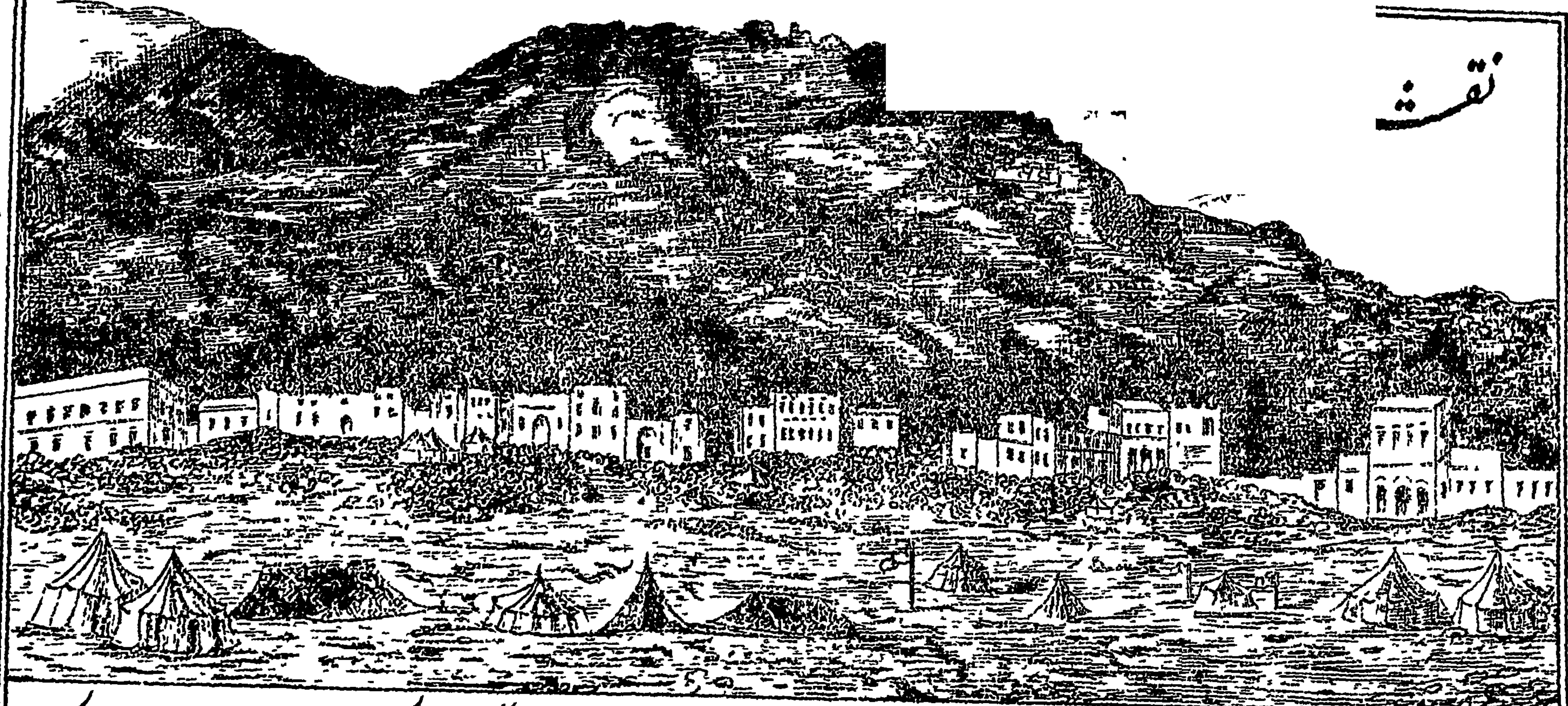
جب رسول صلعم اس خطبہ سے فارغ ہوئے تو اُسی جگہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلامُ دنیا۔
ترجمہ۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے واسطے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین پسند فرمایا ہے۔

اس آیت کو سن کر بہت سے اصحاب خوش ہوئے کہ دین اسلام کی آج تکمیل ہو گئی مگر حضرت ابو بکر کو صدمہ ہوا اور بہت آبدیدہ ہوئے لوگوں نے رنج کا سبب پوچھا تو کہا کہ اس آیت سے مفارقت کی بو آتی ہے کیونکہ جب دین کی تکمیل ہو گئی تو پھر نبی کے رہنے کی ضرورت نہیں حج میں آپؐ نے سر منڈوایا اور کوئی بال ہوا میں منتشر نہیں ہوا تمام صحابہ نے تبرکاً اپنے اپنے پاس رکھ لئے اور آج تک اُن کی وہی عزت اور عظمت چلی آتی ہے اور گھر گھر موئے مبارک کی زیارت ہوتی ہے اس کے بعد یوم النحر کو رسول صلعم نے بمقام منا تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے اور حضرت علی نے سینتیس[۲] اونٹ رسول صلعم کی طرف سے ذبح کئے منا وہی مقام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے اس وقت تک قربانگاہ چلی آتی ہے۔ تمام مسلمانوں نے رسول صلعم کا اقتدا کیا اور ہزاروں اونٹ مینڈھے اور بھیڑیں ذبح ہو گئیں۔ قربانی سے فارغ ہو کر نبی صلعم بیت اللہ میں تشریف لائے اور طواف افاضہ ادا کیا۔

---

[۱] صحیح بخاری - ۱۲

نقشہ



منا ۔ منا وہ مقام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قربان گاہ چلا آتا تھا رسول صلعم نے بھی اِسی جگہ قربانی کی اور پھر اُس وقت سے اِسوقت تک تمام حاجیوں کی یہی قربان گاہ ہے

(متعلق صفحہ ۵۲۲)

حج سے نبی صلعم کا اصلی مقصد خدائے واحد کی توحید خالص کا اعلان حضرت ابراہیمؑ و اسمعیل علیہ السلام کی سنت۔ کفار کی مشرکانہ رسوم کا بطلان تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا اس لئے اس حج کو حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں اور چونکہ اس حج کے بعد دوسرا حج نبی صلعم نے نہیں کیا اس لئے حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔

رسول صلعم ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم دیکر نہایت خوش خوش مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔

راستہ میں بریدہ اسلمی نے حضرت علی کی شکایت نبی صلعم تک پہنچائی یہ شکایت اُن افعال سے تھی جو حکومت یمن میں حضرت علی سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئی تھی۔ رسول صلعم نے ایک فصیح خطبہ بمقام غدیر بیان کیا جس میں آپؐ نے فرمایا کہ علی کا فعل نفسانیت سے نہ تھا بلکہ یمن والوں کی عقل کا قصور تھا۔ اور اس خطبہ میں اہل بیت کی شان و منزلت کا اظہار کیا اور حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ ۝

ترجمہ۔ جسکا میں مولا ہوں علی بھی اُسکا مولا ہے۔

اس خطبہ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس شرف کی مبارک باد دی اور بریدہ نے اپنی تمام عمر حضرت علیؓ کی محبت اور اطاعت میں بسر کی اور پھر جنگ جمل میں شہید ہوئے۔



اکملت لکم دینکم نازل ہوئی تو اس سورت کا مطلب بالکل ہی واضح ہوگیا کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا تھا کہ میں صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ دین حق کی تلقین کرکے اسلام کو مکمل کرجاؤں اور یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ وہ مقصد پورا ہو چکا پس اب اس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے کہ میں نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جاؤں۔

آپؐ ہر سال دس یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر اس آخری رمضان میں بیس یوم اعتکاف میں رہے اور اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ سے اس کی وجہ بھی یہی بتلائی کہ میری موت قریب ہے۔ چنانچہ شروع ماہ صفر میں آپؐ نے آخرت کی تیاری شروع کردی اور ایک ماہ پیشتر تمام انصار و مہاجرین کو جمع فرماکر خطبہ ذیل سنایا۔

ترجمہ۔ اے لوگو۔ خدا کی سلامتی۔ نصرت اور حفاظت تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تم کو اقبال مندی۔ ہدایت اور توفیق عطا فرمائے اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہر آفت سے بچائے۔ میں تم کو پرہیزگاری۔ اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں اور خدا کے سپرد کرتا ہوں اور تم کو اپنا جانشین کرتا ہوں۔ تم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو ڈراتے رہو گے۔ تم کو لازم ہے کہ سرکشی تکبر خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو۔ آخرت کا گھر اس کے لئے ہے جو دنیا میں بڑھ کر نہیں چلتے اور فساد نہیں کرتے۔

میں اُن فتوحات کو دیکھ رہا ہوں جو عنقریب تم کو حاصل ہونے والی ہیں مجھکو یہ خوف نہیں رہا کہ تم مشرک بن جاؤ گے مگر ڈر یہ ہے کہ دنیا کی

محبت اور فتنہ میں پڑ کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ جیسے پہلی امتیں ہلاک
ہو گئیں[1]
پھر فرمایا۔ تم سب پر سلام ہو اور ان سب پر جو آج سے لیکر قیامت تک
اسلام کے ذریعہ میری بیعت میں داخل ہوں۔
چند روز کے بعد نبی صلعم کوہ احد پر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج
شہیداں پر رخصتی نماز ادا کی[2]
پھر آدھی رات کو مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور دعا
فرمائی اور دونوں جگہ (انا بکم سلاحقون) پڑھا گویا اپنی تشریف آوری کی
خوشخبری دی۔

کاذب رسول

حج سے واپس آ کر نبی صلعم کی طبیعت کچھ علیل ہو گئی یہاں تک کہ آپ کو بلغمی
بخار ہو گیا اور بڑھتا گیا۔
پہلے حضور صلعم کے خطبہ اور خیالات کا اظہار ہو چکا تھا اور اب بیماری کی خبر مشہور
ہوئی تو مفسدوں اور باغیوں نے موقع پا کر سر اوٹھایا اور باغیوں کے بعض سرداروں نے
اپنے آپ کو رسول خدا ظاہر کیا کیونکہ وہ سمجھے کہ اس نبی کا تو زمانہ ختم ہونیوالا ہے
اسکے بعد اسلام کا وہ زور نہ رہے گا اور پھر ہم کو بھی محمد صلعم کی طرح پوری کامیابی

[1] مسلم شریف - ۱۲
[2] کتاب المغازی - صحیح بخاری - ۱۲

حاصل ہوگی۔ کاذب رسول کے نام یہ ہیں۔

مسیلمہ بن ثمامہ۔ طلیحہ بن خویلد اسدی۔ اسود بن کعب۔ سجاح بنت حارث۔

مسیلمہ کذاب ان کاذبوں میں سب سے بڑا مسیلمہ تھا۔ یمامہ میں اس نے خروج کیا قریب ایک لاکھ آدمی اس کے معتقد تھے یہ نہایت چالاک اور شعبدہ باز شخص تھا لوگوں کو بہکاتا اور کہتا کہ میں تو محمد صلعم کی رسالت میں شریک ہوں ایک مرتبہ اس نے رسول صلعم کو خط بھیجا تھا کہ نصف ملک مجھ کو دے دیجئے آپ نے یہ سُن کر قاصد سے پوچھا کیا میں رسول نہیں ہوں اُس نے کہا کہ آپ رسول ضرور ہیں مگر مسیلمہ بھی رسول ہے اور آپ کا نبوت میں شریک ہے آنحضرت نے فرمایا کہ اگر قاصدوں کے مارنے کا دستور ہوتا تو تو ہرگز یہاں سے زندہ نہ جاتا۔ رسول صلعم اس وقت علیل تھے اس لئے یہ معاملہ ملتوی رہا مگر آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اسکی سرکوبی کے لئے حضرت خالد کو معہ بیس ہزار فوج کے روانہ کیا۔ مسیلمہ نے چالیس ہزار سے مقابلہ کیا۔ حق وباطل کی لڑائی ہوئی۔ ایک ہزار مسلمان مسیلمہ کے دس ہزار آدمی مار کر شہید ہوئے۔ اس کے بعد فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسیلمہ بھاگا۔ اس کا تعاقب کیا گیا اور ایک مقام پر گھیر لیا۔

حبشی قاتل امیر حمزہ نے ایسا نیزہ مارا کہ کام تمام ہوگیا۔ اسکا ذکر وفد کی فہرست نمبر ۵ میں بھی گذر چکا ہے۔

طلیحہ کذاب قبیلہ بنی اسد سے اس نے خروج کیا۔ رسول صلعم کو مدینہ خبر پہنچی

مگر اس وقت بوجہ علالت کچھ توجہ نہ کی گئی حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں حضرت خالد کی فوج سے شکست فاش کھائی اور بھاگ کر شام پہنچا مگر پھر جب واپس آیا تو معہ فوج کے مسلمان ہو گیا اور جنگ نہاوند میں شہید ہوا۔

اسود کاذب اسود بھی ایک چالاک شعبدہ باز اور کاہن تھا اس نے بھی اپنے کو رسول خدا ظاہر کیا اور باذن کے مرنے پر صغار یمن کے دار السلطنت پر قابض ہو گیا۔ مسلمان جو حکم آنحضرت صلعم یمن کے بعض حصوں میں مقرر تھے انہوں نے رسول صلعم کو اس کے حالات سے مطلع کیا۔ آنحضرتؐ نے لکھا تم سب مل کر اسود کا مقابلہ کرو۔

اب مورخین کے بیان میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی صلعم ہی کے زمانہ میں اسود کو مسلمانوں نے کسی حکمت عملی سے سوتے وقت قتل کر ڈالا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں وہ اس فوج کی مدد سے مارا گیا جو عکرمہ بن ابوجہل کی ماتحتی میں مسلمانان یمن کی کمک کے لئے بھیجی گئی تھی۔

سجاح کاذب سجاح ایک عورت قبیلہ بنی تغلب سے تھی۔ اس نے بھی دعوٰی نبوت کا کیا۔ کچھ لوگ اس کی طرف بھی گرویدہ ہونے لگے۔ مگر لوگوں کی گرویدگی کچھ سچے عقیدہ سے نہ تھی بلکہ محمد صلعم کی دشمنی تھی اور کچھ جاہل ایسے بھی تھے جو اس کی نبوت پر من دھن تن قربان کر چکے تھے۔ اور مسلمانوں میں چند منافق ایسے بھی تھے جو سمجھتے تھے کہ کیا تعجب ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح اس زمانہ میں بھی چند نبی پیدا ہوں اور یہ منافق وہ تھے جو صحبت محمدی سے فیضیاب نہیں ہوئے تھے ان کے حق میں

اس عورت کی شعبدہ بازی کام کر گئی۔
مگر کسی حکمت عملی سے مسیلمہ کذاب نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا تھا اور یہی وجہ اور یہی تھی کہ مسیلمہ کی قوت بڑھ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے مقابل ہوا جب مسیلمہ قتل ہوا تو سجاح کا پھر کچھ پتہ نہ چلا اور عرصہ تک ایک گمنام حالت میں رہی اور پھر معاویہؓ کے زمانہ میں مسلمان ہو کر مری۔

علالت اور وفات نبی صلعم

جنگ روم کی تیاری
۲۰ صفر مطابق ۲۲ مئی
۶۳۲ء روز جمعہ

رسول صلعم کی طبیعت تو کم و بیش ناساز چلی ہی آ رہی تھی مگر جب علالت سے کچھ افاقہ ہوا تو مسلمانوں کو جنگ روم کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن اسامہ بن زید بن حارثہ سے فرمایا کہ تم اپنے باپ کے مقتل پر اس قدر جلد جاؤ کہ وہاں کے لوگوں کو تیرے آنے کی خبر نہ ہو۔

۲۰ صفر کو آنحضرت صلعم پر بیماری کے آثار پھر ظاہر ہوئے حالت مرض میں آپؐ نے اسامہ کا جھنڈا اپنے ہاتھ سے درست کر کے روانہ کیا اور تمام اصحاب ابوبکر صدیقؓ۔ عمر فاروق۔ عثمان ذی النورین۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ سعید بن زید۔ قتادہ بن نعمان وغیرہ کو اسامہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ چونکہ اسامہ کا باپ زید بن حارثہ غلام تھا اس لئے غلام کا سردار ہونا لوگوں کو کچھ ناگوار ہوا آنحضرت کو اس کی خبر ملی آپؐ نے سب کو بلا کر سمجھایا کہ زید بن حارثہ برابر فوج کا سردار ہوتا تھا اس وقت کوئی معترض نہ ہوا یہ اسامہ بھی تو اسی

کا بیٹا ہے اس میں کیا ہرج ہے اور علاوہ بریں زید تم سب سے اول مسلمان ہوا تھا اور اسلام سے پہلے بھی رفیق اور خیر خواہ رہا مسلمانوں میں اس کا درجہ بڑا تھا۔

جب لوگوں نے یہ سنا اور ان سب باتوں پر غور کیا تو اپنے فعل پر سخت نادم ہوئے اور اسامہ کے ساتھ چلنے کے لئے شہر سے نکلکر لشکر اسلام میں جمع ہونے لگے۔

مگر اس دن آپ کی طبیعت بہت ہی بدمزہ تھی اور بخار تیز ہوگیا تھا اصحاب لشکر سے ملنے کے لئے آئے۔ اسامہ بھی رخصت ہونے آیا۔ کہ آنحضرت کی طبیعت دفعتاً نہایت بدمزہ ہوگئی۔ اس لئے روانگی رک گئی اور پھر یہ روانگی رکی ہی رہی حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے زمانہ خلافت میں اسامہ کو مع فوج کے روانہ کیا۔

۲۹ ماہ صفر روز دوشنبہ کو سخت دردسر اور بخار شدید ہوگیا۔ ابوسعید خدری رض کا بیان ہے کہ جو رومال حضور کے سر سے باندھا گیا تھا۔ جب اس پر ہاتھ رکھا تو اچھی خاصی گرمی معلوم ہوتی تھی کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی میں نے تعجب کیا حضور صلعم نے فرمایا کہ انبیا سے بڑھکر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب نبی صلعم بیمار ہوتے تو یہ دعا پڑھکر اپنے جسم مبارک پر ہاتھ پھیر لیا کرتے۔

اذہب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاء لایغادر سقما۔

ترجمہ۔ اے انسان کی نسل کے پالنے والے خطرہ دور کردے اور صحت عطا کر شفا دینے والا تو ہی ہے اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت دے جس سے کچھ تکلیف باقی نہ رہے۔

چنانچہ یہی دعا حضرت عائشہ رضؓ نے پڑھی اور رسول صلعم کے ہاتھ پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر پھیر دیں مگر رسول صلعم نے ہاتھ ہٹا لئے اور فرمایا۔ اللھم اغفرلی الحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

وفات سے پانچ یوم قبل فرمایا۔

تم سے قبل ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء اور صلحا کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے مگر تم ایسا نہ کرنا۔ خدا اُن یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ اے خدا میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنا دیجیو کہ اُس کی پوجا ہوا کرے[1]۔ اُس قوم پر خدا کا غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو میں تبلیغ کر چکا۔ اے خدا تو اس کا گواہ رہ۔ اے خدا تو گواہ رہ۔

اسی حالت میں سر پر پٹی بندھی ہوئی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور اُن کو مناسب نصیحتیں اور ہدایات فرمائیں پھر فرمایا کہ اگر کسی شخص کا کچھ حق مجھ پر رہ گیا ہو تو اس وقت طلب کرے۔ ایک شخص نے کہا کہ حضور نے تین درہم مجھ سے لیکر ایک سائل کو دئے تھے وہ اب تک مجھکو واپس نہیں ہوئے یہ قرضہ اسی وقت ادا کیا گیا۔

پھر لوگوں نے اپنے حق میں دعا اور برکت حاصل کی۔ تیمار داری حضور صلعم کی حضرت عائشہ کے حجرے میں ہوئی اور تمام بنی ہاشم آپؐ کی

[1] موطا امام مالک۔

تیمارداری میں مشغول تھے اور حضرت عائشہؓ۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت ابو بکرؓ
حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عباسؓ و فضل بن عباس
وغیرہ زیادہ تر حاضر رہتے تھے۔

آپؐ چودہ روز علیل رہے اس میں گیارہ دن آپؐ نے نماز پڑھائی۔ گیارہویں
دن عشار کی نماز کے لئے آپ تین دفعہ آمادہ ہوئے مگر اٹھ نہ سکے اور بیہوش ہوگئے
آخر فرمایا کہ ابو بکر نماز پڑھائیں۔ جب حضرت ابو بکر امامت کے لئے کھڑے ہوئے
تو لوگوں پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ حضور صلعم تک آواز پہنچی اسوقت طبیعت
میں کچھ سکون تھا اس لئے پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر کے برابر
بائیں طرف بیٹھ کر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد پھر فرمایا۔

اے مسلمانوں۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور خدا کی پناہ اور اس کی نصرت
کے حوالہ کرتا ہوں۔ خدا تم پر میرا خلیفہ ہے تمہارے تقویٰ اور اطاعت سے
وہ تمہاری نگرانی فرمائے گا۔ میں اب دنیا سے علیحدہ ہونے والا اور اس کو
چھوڑنے والا ہوں۔

حضور کے پاس پانچ چھ اشرفیاں حضرت عائشہ کی تحویل میں تھیں وہ
سب راہ خدا میں خیرات کر دیں تاکہ مرتے وقت کوئی چیز دنیا میں نہ چھوڑی جائے
اور ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ کر دئے گئے۔ جس رات کی صبح کو کہ حضور صلعم کا انتقال
ہوا ہے اس شب چراغ کا تیل حضرت عائشہؓ نے ایک پڑوسن سے عاریتاً لیا
تھا۔ اہلبیت نبوی[1] کے گھر میں اتنا سامان بھی نہ تھا یہاں تک کہ حضور کی زرہ بھی

[1] صحیح بخاری-۱۲

ایک یہودی کے ہاں تیس[۳۰] صاع جو کے عیوض رہن تھی۔

آخری وقت

بیماری کے چودہویں روز رسول صلعم نے صبح کے وقت اپنے حجرے کا پردہ اُٹھایا دیکھا کہ مسجد نبوی میں صفیں درست ہیں مسلمان نماز میں مشغول ہیں تھوڑی دیر تک اس پاک نظارہ کو ملاحظہ فرماتے رہے دیکھنے سے طبیعت بشاش ہوئی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی[۱]۔

صحابہ نے جب رسول صلعم کو دیکھا تو اضطراب سے یہ حال ہو گیا کہ جو جہاں بیٹھا تھا ٹکٹکی باندھے وہیں رہ گیا رسول صلعم نے ہاتھ کے اشارہ سے سب کو تسکین دی[۲] اور اسی حالت میں اُٹھے اور حضرت ابو بکر صدیق کے مقتدی ہو کر نماز ادا کی[۳]۔ اور بعد نماز تسکین کے کلمے کہے اور مسلمانوں کو بھی نیکی کی نصیحت کی۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ حالت بیماری میں آپ صلعم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ تمہارے باپ کے لئے خلافت نامہ لکھ دوں پھر فرمایا کہ کچھ اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مومن لوگ سوائے اُن کے دوسرے کو سردار مقرر نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے اور یہ بھی درج ہے کہ ایک روز بیماری کی حالت میں کاغذ اور قلم طلب کیا چونکہ اس وقت عارضہ کی شدت تھی حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اس وقت لکھنے میں آپ کو تکلیف ہو گی ہمارے واسطے قرآن مجید ہی کافی ہے جیسا کہ آپ فرما چکے ہیں۔ بعضوں نے اسکے

---

[۱] بخاری شریف۔ ۱۲ [۲] بخاری شریف۔ ۱۲

[۳] رسائل ارکان اربعہ مولانا بحر العلوم۔ ۱۲

خلاف گفتگو کی اور اسی قیل وقال میں شور وغل ہونے لگا کہ آپ صلعم کو ناگوار
معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ سب لوگ باہر چلے جائیں جب رسول صلعم کو کچھ تخفیف
ہوئی تو سب کو طلب کیا اور فرمایا کہ تین چیزوں کو خوب یاد رکھو۔
اول یہ کہ وفود کو انعام سے خوش کیا کرو۔ دوسرے یہ کہ جو کافر عرب میں ہیں اُن
کو نکالنے کی کوشش کرنا تیسرے اسامہ کا لشکر روانہ کردینا۔
انہیں باتوں کے واسطے کاغذ وغیرہ مانگا تھا کہ زبانی کہہ دیا۔ مسلمانوں کا ایک
گروہ اس کو قصۂ قرطاس کہتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا ارادہ
قلم دوات کے منگوانے سے یہ تھا کہ حضرت علی کے نام خلافت نامہ تحریر فرماتے
مگر خلافت نامہ کا حال تو پہلی ہی روایت سے ظاہر ہے کہ خلافت حضرت ابوبکر رضؓ
صدیق کے واسطے منظور تھی۔
اب حالت اور نازک ہوگئی تو پانی کا پیالہ جو سرہانے رکھا تھا اسمیں ہاتھ
ڈالتے اور چہرہ پر پھیر لیتے چہرہ مبارک کبھی زرد اور کبھی سرخ پڑجاتا زبان مبارک
پر یہ الفاظ جاری تھے۔ لا الہ الا اللہ۔ ان الموت سکرات۔ حضرت فاطمہ
قریب بیٹھی تھیں فرمایا۔ پیاری بیٹی۔ یہی ہے جدائی ڈالنے والا۔ یہی ہے دُنیا کی
لذتوں کو چھڑانے والا۔ اور یہی ہے بیوہ کرنے والا۔ اور یہی ہے بچوں کو یتیم
کرنے والا۔ فاطمہ یہ سن کر رو دیں تو حضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو
پونچھے اور فرمایا رُو مت۔ اور ان کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لیا اور فرمایا کہ
میرے مرنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔ پھر حسنین کو بلایا وہ نانا کی یہ
حالت دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے آپ نے دونوں کو محبت سے پیار کیا اور انکے

احترام کے بارہ میں وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور نصیحتیں فرمائی۔ پھر حضرت علی کو بلایا۔ مگر اس وقت حالت اور ذرا غیر ہوگئی تھی۔ حضرت علیؓ نے اپنا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا حضور صلعم باتیں کرتے تھے اور لُعَاب مبارک حضرت علی کے چہرہ پر پڑتا تھا۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ ایک وصیت کرتا ہوں سنو۔ لونڈی غلام کے بارہ میں خداوند تعالیٰ کو یاد رکھو ان کو خوب کھلاؤ اور پہناؤ اور ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرو اور علی خوب صبر سے رہو۔

جب حضرت علی باہر تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ایک تازہ مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے چونکہ آپ کو صفائی کا بہت خیال تھا وہ مسواک بھی کی اس کے بعد زبان مبارک سے نکلا الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔

آخر اسی بخار کی حالت میں دم واپسیں پر فرمایا۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ اے خدا سب سے بڑا رفیق۔ پھر آنکھ کی پتلی بدل گئی اور ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ روز دوشنبہ[۱] وقت چاشت مطابق ۸ مئی ۶۳۲ء بعمر ترسٹھ سال پانچ دن چھ گھنٹہ جسم اطہر سے روح منور نے بسوئے معبود حقیقی پرواز کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

[۱] تاریخ وفات جو ۱۲ ربیع الاول مشہور ہے قطعی غلط ہے ہم نے ہر معتبر ذریعہ سے (دیکھو صفحہ ۵۳۶)

١٨ - [illegible]

١٨ - [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عرصہ دراز تک سکوت میں رہے سب سے بات چیت بند کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اس وقت باہر تھے۔ خبر وفات سن کر دوڑتے ہوئے گھر میں آئے اور حضرت عائشہ کے حجرے میں چلے گئے۔ جسم مبارک کو دیکھا منہ سے منہ لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر آنسو بہائے اور کہا کہ اے نبی اللہ میری ماں اور باپ آپ پر نثار ہوں اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر وارد نہ کرے گا یہی ایک موت جو مقدر تھی میں نے دیکھ لی پھر مسجد میں آئے اور وفات رسول صلعم پر مندرجہ ذیل اعلان کا خطبہ[1] پڑھا۔ ترجمہ خطبہ۔

جو شخص محمد صلعم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ انتقال کر گئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محمدؐ بھی تو ایک رسول ہیں جس طرح ان سے پہلے بہت سے رسول اور پیغمبر ہو چکے ہیں۔ اگر محمدؐ نے وفات پائی یا شہید ہوئے تو کیا تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اگر بفرض کوئی شخص پھر بھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو شکر گذار لوگوں کو اُن کی جزا عطا فرمائے گا۔

حضرت علی مرتضیٰ[2] نبی صلعم کو غسل دیتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔

ترجمہ۔ میری ماں اور باپ آپ پر قربان آپ کے انتقال سے وہ بات جاتی رہی جو کسی کی موت سے نہ گئی تھی۔

یعنی نبوت۔ غیب کی خبریں۔ اور وحی آسمانی کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کی موت

---

[1] صحیح بخاری – ۱۲ [2] نہج البلاغت – ۱۲

ایسا صدمہ عظیم ہے کہ اب تمام مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا واقعہ ہوا کہ
ہے کہ سب اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کے لئے ہدایت نہ کی ہوتی
اور رونے کو منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد
لاعلاج اور زخم ہرا رہتا۔ اور پھر بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں یہ حالت
کم ہوتی۔ بس اس غم کا علاج ہی نہیں۔ اور یہ مصیبت جانے والی ہی نہیں
میرے پدر و مادر قربان پروردگار کے روبرو ہمارا ذکر فرمانا اور ہمکو اپنے دل سے
بھول نہ جانا۔

رسول صلعم کو تین کپڑوں میں کفنایا تھا۔ سب سے اول کفنے والوں نے
پھر مردوں نے اور اس کے بعد عورتوں نے کفنانے کے بعد بچوں نے نماز پڑھی اس
نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ چونکہ حضرت عائشہ کا حجرہ تنگ تھا اس لئے دس دس
آدمی اندر جاتے تھے[1] اور نماز سے فارغ ہو کر باہر نکل آتے تھے اس کے بعد پھر
دس شخص نماز کو جاتے اور یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا اس لئے حضور صلعم کی تدفین
شب چہارشنبہ کو وقت انتقال سے ۳۲ گھنٹہ بعد عمل میں آئی۔

نبی صلعم کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی جاتی تھی۔

ان اللہ وملائکتہٗ یصلون علی النبی یاایہا الذین آمنوا
صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللہم ربنا لبیک وسعدیک
صلوٰۃ اللہ البر الرحیم۔ والملائکۃ المقربین والنبیین و
الصدیقین والصالحین وما سبح لک من شئی یا رب

[1] اصول کافی باب مولد النبی ۔ ۱۲

العالمین علی محمد بن عبداللہ خاتم النبیین وسید المرسلین
وامام المتقین ورسول رب العلمین الشاھد البشیر
الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلم۔

حضرت صلعم کی قبر کے بارے میں کچھ اختلاف سا ہوا مگر چند اصحاب نے اس مضمون کی حدیث سنائی کہ پیغمبر کو وہیں دفن ہونا چاہیئے جہاں اوس کی روح قبض ہوئی ہو۔ اس لئے آپ صلعم حضرت عائشہ کے حجرے میں مدفون ہوئے۔ حضور صلعم نے دنیا میں تبلیغ رسالت آٹھ ہزار ایک سو پچپن [۱۵۵] دن کی اور کل عمر بائیس ہزار تین سو تیس [۲۲۳۳۰] دن اور چھ گھنٹے ہوئی۔ یعنی اکسٹھ سال اکیس یوم۔[۱]

اسلام بزور شمشیر

مخالفین جن کا یہ قول ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا اور جس کے ثابت کرنے کے لئے انہوں نے بہتان اور افترا کے دفتر کے دفتر مرتب کر دیئے ہیں تعصب اور تنگ خیالی کی محدود فضا سے باہر آ کر اس مستند تاریخ کا مطالعہ کریں جسکا ہر واقعہ بتا رہا ہے کہ عرب کے جنگجو صحرائی کسی مادی سلاح سے مغلوب ہونیوالے انسان نہ تھے بلکہ وہ ایک روحانی شمشیر تھی جس نے ان سرکشوں کے سر نیچے کئے جس نے صنم خانے خدا خانے بنا دئے اور جس نے کفر و الحاد کی سالہا سال کی سلگائی ہوئی آگ کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔ اس روحانیت کا دوسرا نام اخلاق محمدی ہے جس کے ادنی سے ادنی معجزات تالیف قلوب کا اثر

[۱] مدارج النبوۃ۔

فہرست اتلاف جان از سنہ ۱۹۱۴ء لغایت سنہ ۱۹۱۹ء

علاوہ نقصان مالی

روس کے مقتول	۱۷ لاکھ	
جرمن "	۱۶ لاکھ	
فرانس "	۱۳ لاکھ	
اٹلی "	۴ لاکھ	۶۰ ہزار
آسٹریا "	۸ لاکھ	
برطانیہ "	۷ لاکھ	۶ ہزار
ٹرکی "	۲ لاکھ	۵۰ ہزار
بلجیم "	۱ لاکھ	۲ ہزار
رومانیہ "	۱ لاکھ	
بلغاریہ "	۱ لاکھ	
سرویہ مانٹی نگرو "	۱ لاکھ	
امریکہ "	-	۵۰ ہزار

میزان کل نقصان جان ۷۳ لاکھ ۶۸ ہزار

اسکے مقابلہ میں گیارہ سال اسلام پھیلانے کی کوشش میں اتلاف جان کی فہرست ملاحظہ ہو

مسلمان زخمی ۱۲۷ ـ شہید ۲۵۹ کل ۳۸۶

مخالف مقتول ۷۵۹

میزان کل معہ زخمیان ۱۱۴۶

اور

میزان کل اتلاف جان

۱۰۱۸

نقشہ ازواج مطہرات محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	عمر وقت نکاح	کل عمر	تاریخ وفات	جائے مقبرہ	حضور صلعم کی خدمت میں رہنے کی مدت	حضور صلعم کی عمر وقت نکاح	اولاد
۱	حضرت خدیجہ رضہ	سنہ ۲۵ میلادی	۴۰ سال	۶۵ سال	سنہ ۱۰ نبوت	مکہ معظمہ	۲۴ سال [illegible]	۲۵ سال	قاسم، عبداللہ، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ
۲	حضرت سودہ رضہ	سنہ ۱۰ نبوت	۵۰ سال	۷۲ سال	سنہ ۱۹ھ	مدینہ منورہ	۱۴ سال	۵۰ سال	
۳	حضرت عائشہ صدیقہ رضہ بنت ابوبکر	نکاح شوال سنہ ۱۰ نبوت، رخصت شوال سنہ ۱ھ	۹ سال	۶۳ سال	۱۷ رمضان سنہ ۵۸ھ	"	۹ سال	۵۴ سال	
۴	حضرت حفصہ رضہ	شعبان سنہ ۳ھ	۲۲ سال	۵۹ سال	جمادی الاول سنہ ۴۱ھ	"	۸ سال	۵۵ سال	
۵	حضرت زینب رضہ بنت خزیمہ	سنہ ۳ھ	۳۰ سال	۳۰ سال	سنہ ۳ھ	"	۳ ماہ	۵۵ سال	
۶	حضرت ام سلمہ رضہ	سنہ ۴ھ	۲۴ سال	۸۰ سال	سنہ ۶۲ھ	"	۷ سال	۵۶ سال	
۷	حضرت زینب رضہ بنت جحش	سنہ ۵ھ	۳۶ سال	۵۱ سال	سنہ ۲۰ھ	"	۶ سال	۵۸ سال	
۸	حضرت جویریہ رضہ	شعبان سنہ ۵ھ	۲۰ سال	۶۵ سال	ربیع الاول سنہ ۵۶ھ	"	۶ سال	۵۹ سال	
۹	حضرت ام حبیبہ رضہ	سنہ ۷ھ	۳۶ سال	۷۳ سال	سنہ ۴۴ھ	"	"	"	
۱۰	حضرت صفیہ رضہ	جمادی الآخر سنہ ۷ھ	۱۷ سال	۶۰ سال	رمضان سنہ ۵۰ھ	"	۳ سال ۹ ماہ	۶۰ سال	
۱۱	حضرت میمونہ رضہ	ذیقعدہ سنہ ۷ھ	۳۶ سال	۸۰ سال	سنہ ۵۱ھ	سرف ۱۰ کوس مکہ معظمہ	۳ سال ۳ ماہ	۶۰ سال	

علاوہ ازیں۔

(۱۲) ماریہ قبطیہ۔

(۱۳) ریحانہ بنت زید۔
(۱۴) اسماء بنت نعمان۔ آپ کی زوجیت میں تہیں جن کا ذکر کتاب ہذا میں موجود ہے۔

ازواج النبی صلعم کے مختصر حالات معہ اولاد

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قریشی کا اول نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا اس سے کچہہ اولاد نہ ہوئی دوسرا نکاح ابو ہالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوا ان سے تین لڑکے ہالہ۔ طاہر۔ ہند پیدا ہوئے تیسرا نکاح حضور صلعم سے ہوا حضور صلعم سے دو لڑکے۔ (۱) قاسم (۲) طیب طاہر۔ اور چار لڑکیاں (۱) زینب (۲) رقیہ (۳) ام کلثوم (۴) فاطمہ زہرا رض پیدا ہوئیں۔

(۲) حضرت سودہ رض بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس۔ ان کا پہلے نکاح سکران بن عمرو بن عبدود سے ہوا یہ اول ایمان لائیں اور ان کی ترغیب سے ان کے خاوند بہی مسلمان ہو گئے پہر انہوں نے ہجرت حبشہ کی سکران کا حبش میں انتقال ہو گیا حضرت صلعم نے ان کا غم دور کرنے کے لئے بعد وفات خدیجہ رض انسے نکاح کر لیا۔

(۳) حضرت عائشہ بنت ابو بکر صدیق رض۔ رسول صلعم کو آپ سے بہت محبت تہی اور اسی لئے حضرت سودہ رض نے کچہہ عرصہ بعد اپنا وقت حضرت عائشہ کے لئے مخصوص کر دیا تہا۔ آپ بہت بڑی قابل اور عالمہ تہیں۔ آپ

کے فضائل میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ اور کتب احادیث میں مرویات حضرت عائشہؓ صدیقہ کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔

(۴) حضرت حفصہؓ۔ حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح خُنیس بن خدافہ سے ہوا تھا۔ خنیس نے دونوں ہجرتیں کیں اور جنگ بدر میں شریک تھے اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں وفات پائی۔ جب حضرت حفصہ رانڈ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان سے ذکر کیا انہوں نے کہا کہ میں آجکل شادی کا ارادہ نہیں رکھتا حضرت عمر کو سن کر رنج ہوا اور پھر رسول صلعم سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ حفصہ کی شادی اُس سے ہو گی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اُس سے ہو گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔ بعد ازاں آپؐ نے حفصہ سے عقد کیا اور حضرت عثمان کو اپنی دوسری لڑکی ام کلثوم بیاہ دی۔

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہؓ۔ جاہلیت میں ام المساکین لقب تھا۔ انکا پہلا نکاح طفیل سے اور دوسرا عبیدہ سے ہوا تھا۔ یہ دونوں رسول صلعم کے چچازاد بھائی تھے پھر ان کا تیسرا نکاح عبداللہ ابن جحش سے ہوا جو رسول صلعم کے عمہ زاد تھے جنگ احد میں شہید ہوئے تو حضرت صلعم نے پھر نکاح کر لیا بعد نکاح دو تین مہینے زندہ رہیں۔

(۶) حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ بن مغیرہ ان کا پہلا نکاح حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبد الاسد سے ہوا تھا۔ ان کا نمبر اسلام لانے میں گیارہواں ہے اول ہجرت حبشہ کی اور پھر مکہ میں واپس آئے تب مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو اہل مکہ نے بچہ ان کا چھین لیا جس کا ذکر پیشتر آچکا ہے یہ بہت قدیمی الاسلام تھیں ابو سلمہ

جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہو کر شہادت پائی رسول صلعم نے پھر ان سے نکاح کر لیا اور ان کے لڑکوں۔ عمرو۔ سلمہ اور لڑکیوں زینب۔ درّہ کی پرورش کی۔

(۷) حضرت زینب بنت جحش۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا۔ زید نجیب الطرفین تھے مگر بچپن میں ایک ڈاکو ان کو لے بھاگا اور سوق حباشہ کے بازار میں جو مکہ کے قریب ہے فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام انکو حضرت خدیجہؓ کے لئے خرید لائے۔ حضرت خدیجہ نے اپنے نکاح کے بعد رسول صلعم کو ہبہ کر دیا۔ زید کے والدین پتہ لگا کر آئے مگر زید نے رسول صلعم کی رفاقت کو نہ چھوڑا اور والدین کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ رسول صلعم نے اسلام میں مساوات قایم رکھنے کیلئے زید کا نکاح اپنی پھوپی زاد بہن زینب سے کر دیا مگر ان کی آپس میں نہ بنی جب مخالفت باہمی زیادہ بڑہی تو طلاق نے ایکدوسرے کو علیحدہ کر دیا اب رسول صلعم نے ان سے نکاح کر لیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ متبنیٰ اصلی بیٹا نہیں ہوتا کیونکہ اہل عرب میں متبنیٰ حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اصلی اولاد کے سامنے جائداد کا بھی مالک قرار پاتا تھا اور اس کی مطلوقہ بیوی سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔ اس نکاح نے جو حکم الہی کے موافق تھا اس رسم کو اسلام سے اٹھا دیا۔

(۸) حضرت جوریہ۔ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب ۵ ھ میں اسیر ہو کر آئیں حضور صلعم نے زر فدیہ ادا کیا اور اپنے عقد میں لے لیا۔ ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی یہ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔

(۹) حضرت ام حبیبہؓ۔ رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف

انکی والدہ صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہیں یہ نہایت قدیم الاسلام ہیں پہلے
ان کی شادی عبید اللہ بن جحش سے ہوئی تھی جو نہایت شراب خوار تھا اور
عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہوگیا مگر یہ اسلام پر قائم رہیں اور کل عزیز و اقارب
کو چھوڑ دیا جب پردیس میں خاوند مرتد ہوگیا تو یہ سہارا بھی جاتا رہا رسول صلعم کو
ان کی بیکسی کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ کو حبشہ بھیجا اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ میرا
پیغام شادی پہنچا دے۔ ام حبیبہ پہلے خواب دیکھ چکی تھیں کہ کوئی شخص انکو ام المومنین
کہکر پکار رہا ہے اب یہ پیام سنکر خدا کا شکریہ ادا کیا اور جو لونڈی بادشاہ کی یہ خوشخبری
لیکر آئی تھی اسکو تمام زیور اپنا اتار کر دے دیا نجاشی نے مجلس نکاح منعقد کی اور
خطبہ نکاح پڑھا۔ اور دینار قوم کے سامنے رکھ دئے۔ خالد بن سعید ام حبیبہ کے وکیل
تھے نجاشی نے سب کو دعوت ولیمہ دی۔ اسکے بعد مدینہ روانہ کر دی گئیں۔ یہ نہایت
عالی ہمت اور پاکیزہ ذات تھیں۔

(۱۰) حضرت صفیہؓ بنت حیی ابن اخطب بن شعبہ سبط ہارونؑ سے ہیں۔ انکا پہلا
نکاح سلام بن مشکم سے ہوا اور دوسرا کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا تھا جو جنگ خیبر
میں مارا گیا۔ فتح کے بعد جب تقسیم کا وقت آیا تو دحیہ کلبی نے انکو لینا چاہا۔ مگر اسمیں
اختلاف ہوا لوگوں نے کہا کہ یہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ ہیں اسلئے انکی توہین ہے
ہاں اگر رسول صلعم خود لیں تو صفیہؓ کے لئے باعث عزت ہوگا۔ چنانچہ رسول صلعم نے
آزاد کیا اور نکاح کر لیا۔

(۱۱) حضرت میمونہؓ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن حزم سے سلسلہ نسب مضر
تک چلا گیا ہے۔ انکے دو نکاح ایک حویطب بن عبد العزیٰ سے اور دوسرا ابی رہم

بن عبد العزیٰ ہو چکے تھے ۷ھ میں یہ بیوہ تھیں جب حضور صلعم عمرہ کو تشریف لیگئے
تو حضرت عباس نے تذکرہ کیا۔ آپؐ نے نکاح کر لیا۔ انکی چار بہنیں اور تھیں۔
(۱) ام الفضل لبابۃ الکبریٰ۔ یہ حضرت ابن عباس مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔
(۲) لبابۃ الصغریٰ۔ یہ حضرت خالدؓ سیف اللہ کی والدہ ہیں۔
(۳) عصماء۔ ابی بن خلف کی زوجہ ہیں۔
(۴) عزہ۔ زیاد بن عبد اللہ مالک الہلال کی زوجہ ہیں۔
(۱۲) ماریہ قبطیہؓ۔ یہ وہی خاتون ہیں جسکو شاہ مقوقس نے بطور نذر حضور صلعم کیخدمت
میں پیش کیا تھا۔ یہ شریف زادی تھیں انکے بطن سے ۸ھ میں ایک لڑکا پیدا ہوا
حضور نے جسکا نام ابراہیم رکھا تھا۔ اور ۱۰ھ میں وفات پائی۔ نبی صلعم کو اس
بچہ کے انتقال سے بہت رنج ہوا اور فرمایا اے ابراہیم حکم الٰہی کے سامنے ہم ترے
کس کام آ سکتے ہیں۔
(۱۳) ریحانہؓ۔ کا ذکر کتاب کے صفحات میں موجود ہے۔
(۱۴) اسماءؓ۔ کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

یہ سوانح عمری

حضور صلعم کے حالات زندگی پر لکھی گئی ہے اگر حضور کے فضائل و خصائل کا حال لکھا
جاوے تو ایک طول طویل رسالہ الگ بنجاے۔ یہ حالات اکثر کتب معتبرہ میں موجود ہیں ناظرین دیکھ
سکتے ہیں۔

حلیہ آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ صلعم کا قد میانہ تھا مگر آدمیوں میں بالاتر معلوم ہوتا تھا۔ رنگ گندمی اور پر ملاحت۔

سر مبارک بڑا۔ اور بال سیاہ وقدرے پیچیدہ۔ زلفیں کان کی لو تک اور کاہے کند ہوں تک رہتی تہیں۔ کان خوشنما بڑے نہ چھوٹے۔ بہویں جڑی ہوئیں اور ایک باریک رگ درمیان میں فاصل تہی کہ وقت غصہ ظاہر ہوتی تہی۔ آنکھیں بڑی اور خوشرنگ سپیدی میں سرخ ڈورے تہے۔ ماہی چشم سیاہ۔ رخسارے نرم اور پر گوشت۔ دانت آبدار۔ سپید اور چمکدار۔

آپ صلعم کے جسم کا سایہ نہ تہا۔ ہندوستان میں جو اکثر لوگ موئے مبارک کی زیارت کراتے ہیں اس کی اصلی شناخت یہی ہے کہ سایہ نہ ہوگا۔ ایسے اصلی موئے مبارک ہندوستان میں اکثر صاحبان کے پاس محفوظ ہیں مجکو خود دیکہنے کا اتفاق ہوا ہے۔

درمیان دونوں شانوں کے مہر نبوت تہی۔ خلق اس قدر بڑہا ہوا تہا کہ کسی کا سوال رد نہ کیا۔ ایک لاکہہ سے زیادہ اصحاب تہے سب سے ایسا ملتے کہ وہ اپنے والدین کو بہول گئے۔

اپنا کام خود کرتے حالانکہ صدہا صحابہ ہر وقت موجود رہتے اور کام کرنے کو اپنا فخر سمجہتے۔ جو جو خوبیاں سب نبیوں میں جداگانہ تہیں وہ سب آپ میں موجود تہیں فقط۔

عرض۔ ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کتاب پاک کے مؤلف محمد شاہ خاں خلف حاجی محمد انور شاہ خاں حنفی آفریدی کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب ہذا کو بطفیل رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار ناپائدار سے ساتھ ایمان کے اٹھائے اور آخرت میں اپنے برگزیدہ نبی کے سایۂ عاطفت میں جگہ دے اور دنیا میں اس کتاب کو مقبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

کتاب ہذا کی مطبوعہ اغلاط کا صحت نامہ

نوٹ۔ جہاں مضمون کی سرخی جلی قلم سے لکھی ہے اس کو دو سطر شمار کیا جاوے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	پروار	پرواز	۴۳	۱۲	مغشول	مشغول	۱۳۶	۱۲	اوالعزم	اولوالعزم
۲	۹	یکتان	یکساں	۵۲	۱۰	تلقیسی	تلقین	۱۳۷	۱۲	پوچھا کہ مان	پوچھا کہ مسلمان
۵	۳	ابتداتی	ابتدائی	۵۵	۱۰	ہم اُن ہم	ہم اُن	۱۴۳	۴	روسیوں	فارسیوں
۵	۸	پرپوسلے	پرپوتے	۶۰	۱۶	موجود ہو تہا	موجود ہوتا تہا	۱۴۳	۱۵	وتقف	توقف
۶	۱	سمس الدین	شمس الدین	۸۰	۱۲	اس لئے	کہا اسلئے	۱۴۷	۷	تولیشی	قریشی
۷	۱	بحراحمر لے	بحراحمر کے	۸۵	۱۰	بخوبی	بخوشی	۱۵۶	۱۲	اور نکلے	آنکلے
۸	۱۵	بجنے	بچنے	۹۴	۱۲	ثابت قدی	ثابت قدمی	۱۶۰	۶	گرقام	گہر قیام
۱۵	۵	وہ	جو	۹۵	۱۰	کس قد	کس قدر	۱۶۱	۱۱	عصہ	غصہ
۱۶	۱	الی سینا	ابی سینا	۹۶	۳	دنوں پر	دلوں پر	۱۶۳	۹	بیخود	بیخود
۱۸	۱۴	بازروں	بازاروں	۹۹	۱۵	ذہبا	مذہب	۱۶۴	۸	فرند	فرزند
۲۲	۱۱	سکتا تہا	ہوسکتا تہا	۱۱۷	۱۲	کرلے	کرتے	۱۷۱	۱	پیر	بیرو
۲۴	۵	یہرا	پہرا	۱۲۱	۷	نگاہ بہر کردیکھیگا	نگاہ بہر کر دیکھے	۱۷۵	۸	تڑاد کہا کیا	تڑاو کیا
۲۶	۸	جوہم کہ	جوکہ	۱۲۵	۱۷	بندگاد	بندرگاہ	۱۷۷	۲	اکرام	اکرم
۲۶	۱۲	گر	گرد	۱۳۰	۱۸	الانہو	والانہو	۱۹۹	۱۶	محفی	مخفی
۲۶	۱۳	واس	وہ اس	۱۳۱	۴	کام	کام تہا	۲۰۳	۱۵	پہونچیں	پہونچتیں
۲۷	۱۴	وہاں پنے	وہاں اپنے	۱۳۲	۱	شام نہر تک	شام جیسی نہر تک	۲۰۴	۴	بم	پر
۴۰	۳	بیٹی	بیٹے	۱۳۲	۱۵	مضحکہ	مضحکہ	۲۰۶	۶	کواس	تواس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۸	۳	مسلمان	مسلمانوں	۲۳۶	۱۸	انکی تخبری	انکی	۴۳۶	۱۱	گردن پر	گردن تک
۲۰۹	۱	آپ نے بھی	آپ بھی	۲۳۹	۱۸	حصرت	حضرت	〃	〃	اترگئی	اترگئی
۲۱۱	۶	دین	دین پر	۲۴۲	۸	بھی	ہی	۴۴۴	۱۶	نتیجہ	نتیجہ
۲۱۷	۱۲	بدلہ لیتا	بدلہ لینا	۲۴۴	۸	آیا	آئیں	۴۶۲	۱۷	ت مقام	بیت مقام
۲۱۹	۹	سلم بیبے	مسلم بیٹے	۲۴۹	۱۰	غیرمتعصب	متعصب	۴۷۵	۹	شریک	شریک
۲۲۳	۱۸	مشکنے	نکلنے	۲۵۸	۱	پر	پھر	۴۷۷	۱۶	تہبر	تہبڑ
۲۲۷	۱۰	جنگ بھیج گئے	جنگ میں گئے	۲۸۰	۱۴	حذافہ سہی	حذافہ سہمی	۴۹۰	۱۰	غتیم	غنیم
۲۴۸	۱	سنی ہوئی	بنی ہوئی	۳۸۳	۴	نہ ڈاہن	نہ کاہن	۴۹۴	۱	موج	فوج
۲۶۶	۷	آگاد گیا	آگاہ کیا	۳۸۹	۱۲	نوح	فوج	۴۹۶	۷	حضور صلعم	حضور صلعم
۲۷۴	۸	ایک	ایسا	۳۹۱	۹	اقرار کرنے	اقرار کرتے	〃	〃	ہی	کی
۲۷۸	۴	ابومکر	ابوبکر	۴۰۰	۱۶	بی غدرد	بنی غدرہ	۵۲۹	۹	افاقہ ہو	افاقہ ہوا
۲۷۹	۲	رصول	رسول	۴۱۹	۱۷	جزیہ دیے	جزیہ دینے	۵۲۹	۱۵	سعد بت	سعد بن
۲۸۲	۹	اوام عمارد	ادرام عمارد	〃	〃	دا لے	دالے	〃	〃	ابی دقاصی	ابی وقاص
۲۸۷	۴	مسمانوں	مسلمانوں	۴۱۹	۱۹	تھوڑی زدیکر	تھوڑی رقم دیکر	۵۳۵	۱	فرمائی	فرمائیں
۲۸۷	۵	قسلہ	قبیلہ	۴۱۰	〃						
۳۰۱	۱۷	ہدایت	ہدایت کیلئے	۴۱۳	۴	دڑانے کا	دوڑانے کا				
۳۱۱	۱۳	سمجھ	سمجھے	〃	〃	قاعدد	قاعدہ				
۳۱۵	۱۱	مرمدہ	بریدہ	۴۲۹	۲	مسلی نوں	مسلمانوں				
۳۱۶	۲	حصرت	حضرت	۴۳۲	۱۵	پہنچ	پہنچیں				
۳۱۹	۱۴	دوسری	ایک اور	〃	〃	سکتی ہی	سکتی تھی				